ماہنامہ تجلی دیوبند

اگست ۱۹۵۶

مرتب — عامر عثمانی و [illegible] عثمانی [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ تجلّی دیوبند

شمارہ نمبر (۶) جلد نمبر (۵)

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے

عام سالانہ قیمت پانچ روپے

فی پرچہ سات آنے

معززین سے سالانہ چندہ حسب استطاعت

بابت ماہ اگست ۱۹۵۷ء

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
دفتر تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

ترتیب دینے والے
عامر عثمانی و زبیر فضل عثمانی

پاکستانی حضرات۔ اپنا سالانہ چندہ نیچے کے پتہ پر بھیجکر رسید دفتر تجلی کو روانہ فرمادیں۔ رسالہ جاری ہو جائیگا۔ پتہ یہ ہے جناب شیخ محمد سلیم اللہ صاحب ۳/۲۴ جٹلینڈ لائنز کراچی (پاکستان)

عامر عثمانی پرنٹر پبلشر نے "محبوب المطابع پریس" دہلی سے چھپوا کر دفتر تجلی دیوبند سے شائع کیا۔

آغازِ سخن

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں پر جو نازک اور صبر آزما دور آیا ہے وہ محتاجِ تشریح نہیں۔ احساسِ کمتری، خوف و ہراس اور اقتصادی پریشانیوں نے ان کے اعضا و جواس شل کر دیئے اور برادرانِ وطن کی عنایات اور متحدہ قومیت کے علمبرداروں کے مراحمِ خسروانہ نے رفتہ رفتہ انھیں اس قابل بنا چھوڑا کہ آج وہ تجارت، ملازمت اور دیگر شعبہ ہائے معیشت میں مفلوج و مجروح پڑے ہیں۔

ایسے عالم میں کسی خشک مذہبی پرچے کی خریداری جس قدر کٹھن دار ہے وہ ہر باہوش سمجھ سکتا ہے، خریداری تو ایک طرف رہی جب انسان کے دل و دماغ مطمئن اور پرسکون نہیں ہوتے تو بالعموم وہ مفت بھی ایسی چیزیں پڑھنا گوارہ نہیں کرتا جو ایک بعید مستقبل، ایک بعد از مرگ زندگی کے ذکر و فکر پر مشتمل ہوں۔ وہ چاہتا ہے کہ اسے ایسی چیزیں ملیں جو اس کی موجودہ الجھنوں کا فوری حل پیش کریں، جو اسکی آج کی پریشانیوں کو جلد از جلد مٹائیں، یہ سمجھنا اس کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ آلام و آفات کے طوفان میں انسان کو اس پروردگارِ حقیقی اور کارسازِ عالم کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونا چاہیئے، جو ان کی آن میں گھنگھور گھٹاؤں کی بارانِ رحمت سے مُردہ زمین اور مُرجھائی ہوئی کھیتیوں کو حیاتِ نو عطا کرتا ہے، جو ایک اشارہ میں دشواریوں کو آسانیوں میں، غموں کو خوشیوں میں اور رات کو صبح میں تبدیل کر دیتا ہے۔

جب مادہ پرستوں کی بے یقینی اور ظاہر پرستی خدا ناشناس لوگوں کی سطح پر آ جائے اور ایمان و اسلام کا نام ہی نام رہ جائے تو ظاہر ہے کہ تجلی جیسے "مُلّا" پرچوں کی امداد اور قدردانی کون کر سکتا ہے تقریباً پانچ سال ہو گئے، حوادثات و مصائب اور افلاس دیکھنے کے باوجود ادارہ تجلی اپنی "ملائیت" پر جما رہا اور انشاء اللہ جما رہے گا، اسمیں کوئی شک نہیں کہ جہاں اُسے اربابِ ملت کی ناقدری اور بے حسی کے سہنے پڑے وہیں کچھ اربابِ ہمت اور اہلِ دل کی قدردانی اور امداد بھی میسر آئی، جہاں ہزاروں نے گالیاں دیں، وہاں چند نے داد بھی دی، جہاں وی۔ پی واپس ہوئے وہاں اعزازی چندے بھی آئے۔ لیکن اس کا حاصل اس سے زیادہ کچھ نہ ہو سکا کہ ادارہ تجلی کے افراد انتہائی معمولی مزدوری پر ۔۔ بلکہ بعض مہینوں میں بلا مزدوری اپنا کام انجام دیتے رہے، خدائے ارحم الراحمین کا ہزار ہزار شکر کہ یہ حالت بھی کچھ کم غنیمت نہیں۔ خدا کا فضل نہ ہوتا تو کس کا دم تھا جو آندھیوں کی زد پر چراغ جلائے رکھتا۔ تاہم برادرانِ اسلام سے اتنا کہنا بہرحال ضروری ہے کہ کارکنانِ ادارہ کے حوصلے زندہ رکھنے کو انھیں کچھ خصوصی توجہ سے کام لینا چاہیئے، تجلی کے موقف اور طرز و اسلوب سے جن لوگوں کو بیر ہے، دشمنی ہے وہ مختلف بہانوں کی آڑ لے کر اسے گالیاں دیتے ہیں، ان کی مخالفانہ سرگرمیاں بفضلہٖ تعالیٰ بہت زوروں پر ہیں، حتیٰ کہ بعض کرم فرما تجلی کو پاکستان کا ایجنٹ اور نقیب ثابت کر کے قانون کی توپ بھی داغنے کی فکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔ جو لوگ اس کے دشمن نہیں دوست اور ہمدرد ہیں، جنھیں صاف گوئی و حق کوشی کا عمیق احساس ہے، جو آج کے نازک دور میں حق گوئی کی ہلاکتوں اور نزاکتوں کا شعور رکھتے ہیں، انکی سرگرمیاں بالکل سرد ہیں، وہ زبانی داد و جذباتی قدردانی سے زیادہ کچھ نہیں کرتے، حالانکہ وہ اگر کوشش کریں تو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں، اشاعت کو وسعت دے سکتے ہیں نئے خریدار بنا سکتے ہیں۔

ہم گذارش کریں گے کہ خصوصی التفات اور خلوص سرگرمی سے ہمارا ہاتھ بٹائیے، ہم اگر گھن گھنا قسم کی پریشانیوں سے چین پا جائیں تو یقیناً تجلی کی صورت و سیرت کے محاسن میں بیش از بیش اضافہ کر سکیں گے۔ خدا آپ کو عملی تعاون کی توفیق دے۔ خدا کے دین کو دینداروں کی مدد درکار ہے۔ اگر آپ نے پوری توجہ نہ کی تو بہر حال ہم نے تو سوچ رکھا ہے کہ جب تک ہمیں آذوقۂ حیات میسر آ رہا ہے، جبتک ہمارے اندر تاب و تواں ہے تجلی کو زندہ رکھیں گے اور خدا کے فضل و کرم سے ہمیں یقین ہے کہ وہ ہمارے عزم و ہمت کو شکست نہ ہونے دے گا۔

عامر عثمانی ۱۹ جولائی ۵۴ء

فائل پورا کیجیے

پرچہ نہ ملنے یا مل کر گم ہو جانیکی افتادیں ہمیشہ عام رہی ہیں، اگر بعض خریداروں کو کسی گزشتہ مہینے یا مہینوں کے پرچے درکار ہوں تو دفتر تجلی کو لکھیں۔ چند مہینوں کے کچھ فالتو پرچے بچ گئے ہیں، اگر مطلوبہ مہینوں کے ان میں ہوئے تو ارسال کر دیئے جائیں گے ــــ منیجر۔

شاہنامۂ اسلام

از عامر عثمانی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک سے کیا حالات پیدا ہو گئے؟ حضورؐ کے عاشق صحابہؓ نے کس بےمثال صبر ضبط، فہم و تدبر اور جوشِ عمل کا ثبوت دیا؟ خلافتِ راشدہ کے قیام کی کیا صورت ہوئی؟

ان تمام احوال کو انتہائی تاریخی صحت کے ساتھ شعر کی دلآفریں زبان میں ملاحظہ فرمائیے بقول حضرت ماہر القادری "حورِ جمیل در پیکرِ حریر" آرٹ پیپر پر دلکش طباعت و کتابت کے ساتھ ــ قیمت مجلد مع دو رنگا ڈسٹ کور 5/- پانچ روپے۔

مکتبہ تجلی دیوبند۔ ضلع سہارنپور یو۔پی

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

از قمر بہرامی

اس حقیقت سے ہر شخص واقف ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت قوانین تکوینی کیخلاف ہوئی، اور خالقِ کائنات نے آپ کو اپنی قدرتِ کاملہ کا ایک اچھوتا مظہر بنا کر بغیر باپ کے پیدا کیا، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت مریم علیہ السلام ہے، جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ آپ کو لیکر اپنی قوم کے سامنے پیش ہوئیں، آپ کی قوم نے ان پر لعن طعن کی، بدکار کہا اور یوسف نجار کا بیٹا کہہ کر آپ کے قدرتِ خداوندی کا نمونہ ہونیکی حقیقت پر پردہ ڈالنا چاہا، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں آپ کی والدہ محترمہ کے مختصر حالات بھی بیان کر دیئے جائیں تاکہ پھر صداقت بھی کھل کر ہر کس و ناکس کے سامنے آجائے کہ عامۃ الناس میں آپ کی والدۂ مکرمہ کا مرتبہ کیا تھا، اور آپ کے اخلاق و کردار کیسے تھے۔

حضرت مریم علیہ السلام کی پیدائش

بروایت حافظ ابن کثیر حضرت مریم کی والدۂ ماجدہ کا نام حنہ بنت فاقوذ تھا، اور آپ کے والد بزرگوار کا نام عمران۔ ان لوگوں کے اولاد نہیں تھی۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک پرندکو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو دانہ کھلا رہا ہے، اُن کو اولاد کی خواہش ہوئی، باری تعالیٰ سے دعا کی، دعا قبول ہوئی، اور جب آثارِ حمل نمودار ہوئے آپ کی والدہ نے اللہ سے نذر مانی، یا اللہ جو اولاد ہوگی میں اس کو دنیا کے کاروبار سے ہٹا کر تیری خدمت کے لئے وقف کر دوں گی، چنانچہ اللہ جلِّ شانہ نے ان کی اس دعا کو قبول فرما لیا، جب آپ پیدا ہوئیں آپ کا نام مریم رکھا گیا، اور جب دورِ ہوش آیا عبادت گاہ میں داخل کر دی گئیں، اور آپکی کفالت سیدنا ذکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی، اور آپ کو تمام دنیا کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی گئی، آپ ہمیشہ عبادتِ الٰہی میں لگی رہتیں، چوں کہ آپ منظورِ نظر باری تعالیٰ تھیں اس لئے باری تعالیٰ خود بہ نفسِ نفیس آپ کے خورد و نوش کی چیزیں غیب سے فراہم فرما کر آپ کے پاس عبادت گاہ میں پہونچا دیتے، اور آپ کی دیکھ بھال سیدنا ذکریا علیہ السلام فرماتے، ملاحظہ ہوں آیاتِ ذیل:۔

انَّ اللہَ سے بغیرِ حساب تک۔

ترجمہ:۔ بیشک اللہ نے سارے عالم میں سے آدم اور نوح اور خاندانِ ابراہیم اور خاندانِ آلِ عمران کو منتخب کر لیا ہے، ان میں سے یہ سب ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ سنتا اور جانتا ہے جبکہ عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اس کو آزاد کر کے خالصتاً تیری نذر کرتی ہوں پس تو مجھ سے قبول فرما، بلاشبہ تو سنتا اور جانتا ہے، غرض جب عمران کی بیوی کو وضع حمل ہوا تو اس نے کہا پروردگار مجھکو تو لڑکی پیدا ہوئی حالانکہ اس کو جو کچھ پیدا ہوا تھا خدا اس سے خوب واقف تھا اور لڑکا اس لڑکی کی طرح نہیں تھا، میں نے اس کا

نام مریم رکھا، اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو
شیطان ملعون سے بچا کر تیری پناہ میں دیتی ہوں
بالآخر خدا نے اس کو احسن طریقہ پر قبول فرمالیا
اور اس کی اچھی طرح نشو ونما کی اور ذکریا کو اس کا
کفیل بنایا، جب کبھی بھی ذکریا اس کے پاس عبادت
گاہ میں جاتے اس کے پاس کھانیکی چیزیں (از قسم
میوہ جات وغیرہ) پاتے (ایک دن بولے)
اے مریم یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے، مریم
نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے۔ بلاشبہ خدا جسکو
چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔
(رکوع ۴ آل عمران)

مندرجہ صدر آیات کے ملاحظہ کے بعد یہ بات
اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مریم علیہا السلام کا مرتبہ دنیا کی
عورتوں میں کیا تھا اور خصوصاً فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ
کے الفاظ اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ
آپ باری تعالیٰ کی خاص منظورِ نظر بن گئیں تھیں وجہ تھی
کہ آپ کے خورد ونوش کا انتظام بنفس نفیس خود باری
تعالیٰ فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ کی فضیلت کو ذیل کے
الفاظ میں قرآن عظیم نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔
اِذْ قَالَت سے رَّاكِعِين تک۔

ترجمہ :- اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم
تمکو اللہ نے بزرگی اور پاکیزہ طینت عطا فرما کر سارے
جہاں کی عورتوں میں منتخب کر لیا ہے، اے مریم تم
اپنے پروردگار کی اطاعت کرتی رہو اور سجدہ کیا کرو
اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو،
(اے محمدؐ) یہ غیب کی خبریں ہیں۔ جس کو ہم
تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں (رکوع ۵ آل عمران)

حضرت مریم علیہا السلام کا سن شعور اور بشارت اولاد اور پیدائش عیسیٰ علیہ السلام	جب آپ سن شعور کو پہونچیں تو عام انسانوں

سے پردہ کر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھیں۔ اس انتظار میں آپ کے
پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں پہونچے، جب
آپ نے اچانک ایک شخص غیر کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا
گھبرا گئیں اور بولیں اگر تو پرہیزگار ہے تو اچھا ہے ورنہ میں تجھ سے
بچاؤ کے لئے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں، جب یہ کلمات جبرئیل علیہ السلام نے
سنے تو فرمایا میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، اور تم کو ایک صالح فرزند
کی بشارت دینے آیا ہوں، وہ حیرت سے بولیں مجھے اولاد
کیسے ہوگی جبکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں، نہ میرا کوئی شوہر
ہے نہ میں بدکار ہوں۔ تو جبرائیل نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کے
لئے بہت آسان ہے جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے
بس حکم دیتا ہے وہ کام خود ہو جاتا ہے اور تمکو اسطرح قانون
فطرت کی تکمیل کے بغیر اولاد دینا اس کے لئے کوئی مشکل کام
نہیں ہے، اور یہ طے ہو چکا ہے کہ تم کو جو لڑکا دیا جائیگا وہ
صالح ہوگا، صاحب کتاب رسول ہوگا، اس کی صلاحیتوں کا
یہ حال ہوگا کہ وہ باوجود صغیر سن صاحب گہوارہ ہونے کے
ادھیڑ عمر والوں جیسی گفتگو کرے گا، حسب ذیل معجزے
دیئے جائیں گے۔ وہ ان معجزات کیساتھ قوم بنی اسرائیل
میں اپنی رسالت کا دعویٰ کرے گا۔
(۱) وہ مٹی سے ایک پرند بنائیگا اور اللہ کے حکم سے اسمیں
پھونک مارے گا وہ زندہ پرند بن جائے گا۔
(۲) ماں کے پیٹ سے جو اندھے ہوں گے ان کو بھی خدا
کے حکم سے بینائی عطا کرے گا۔
(۳) کوڑھی کو خدا کے حکم سے صحت مند اور چنگا کر دیگا۔
(۴) مُردوں کو بحکم خدا زندگی بخشے گا۔
(۵) قوم بنی اسرائیل میں ہر شخص جو کھائے گا اور جسکا ذخیرہ
کر رکھے گا اس کے دیکھے بغیر صحیح خبر دے گا۔
ملاحظہ ہو آیات ذیل اس کی نشان دہی کر رہی
ہیں۔
اِذْ قَالَت سے اِن کُنتُم مُّؤْمِنِین تک۔
ترجمہ :- اور جس وقت کہ فرشتوں نے کہا
اے مریم بلاشبہ اللہ تم کو بشارت دیتا ہے ایک

کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، دنیا و دین میں باعزت ہوگا، مقربین میں اسکا شمار ہوگا، وہ گہوارہ میں ہونے کے زمانہ میں نیز ادھیڑ عمر میں لوگوں سے یکساں گفتگو کرے گا، وہ صالح بندوں میں سے ہوگا، مریم نے عرض کیا، پروردگار مجھے کیسے لڑکا ہوگا، جب کہ کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔

ارشاد ہوا۔ اللہ اسی طرح جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (وہ کسی قانون کا پابند نہیں) جب وہ کسی کام کا حکم دیتا ہے کہ ہو! وہ ہوجاتا ہے۔ پس وہ لڑکا لوگوں کو کتاب اور حکمت، توراۃ اور انجیل سکھائے گا۔ بنی اسرائیل کے پاس پیغمبر ہوکر جائیگا (اور کہے گا) میں تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی تمہارے پاس لایا ہوں پس میں مٹی سے پرند کی مورت بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں وہ بحکم خدا پرند ہوجاتا ہے اور میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کردیتا ہوں۔ اور بحکم خدا مُردوں کو زندہ کردیتا ہوں، اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھروں میں رکھ آتے ہو، اس کو بتا دیتا ہوں اگر تم ایماندار ہو تو اس میں میری صداقت کی نشانی موجود ہے (آلِ عمران رکوع ۵)

واذکرؔ سے امرًا مقضیًا تک:۔

ترجمہ:۔ اور کتاب میں مریم کا ذکر کرو جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہوکر پورب رخ کے مکان میں جا بیٹھی اور ایک پردہ کی آڑ کرلی ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتہ جبرئیل کو بھیجا اور وہ ایک مکمل بشر کی صورت میں اس کے پاس پہونچا تو مریم نے کہا تو اگر پرہیزگار ہے تو اچھا ہے ورنہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں جبرائیل نے فرمایا، میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تجھکو ایک پاکیزہ لڑکا بخشنے آیا ہوں مریم نے فرمایا مجھے لڑکا کیسے ہوگا مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ فرشتہ بولا تیرے رب نے فرمایا ہے، یہ (کام) مجھ پر آسان ہے (غرض یہ کہ) ہم اس کو لوگوں کے لئے نشانِ قدرت بنائیں گے اور اس کو اپنی رحمت قرار دیں گے، اور یہ امر طے شدہ ہے۔

الغرض اس کو حمل ہوا، تو وہ اس کو لے کر الگ دور کی جگہ میں چلی گئی، پھر اس کو دردِ زہ ایک کھجور کے پیڑ کی طرف لے گیا، بولی کاش میں اس سے پہلے مرگئی اور بھولی بسری بن گئی ہوتی (اس اثنا میں) پاؤں کے نیچے سے فرشتہ نے ندا دی، رنجیدہ مت ہو تیرے رب نے تیرے لئے ایک چشمہ بنا دیا ہے، پس اس کھجور کے پیڑ کو اپنی طرف ہلاؤ پکی کھجوریں تم پر گریں گی، ان کو کھاؤ اور چشمہ کا پانی پیو (اور بچہ سے) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتی رہو، اگر کوئی آدمی تمکو نظر پڑے تو اشارہ سے اس کو کہدینا میں نے رحمٰن کی منت مانی ہے اس لئے آج ہرگز کسی سے بات نہیں کرونگی پس مریم اس لڑکے کو آغوش میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی، قوم نے کہا مریم! تونے یہ بڑا غضب کا کام کیا، اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی، مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا، قوم نے کہا ہم صاحبِ گہوارہ بچے سے کیسے بات کرسکتے ہیں، بچہ بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے، اور میں جہاں کہیں بھی رہوں اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے (سورۂ مریم رکوع ۲)

غرض یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہوئیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور بحسب ہدایت آپ کا نام مسیح بن مریم رکھا گیا، اور مریم ان کو اپنی گود میں لے کر اپنی قوم کے پاس گئیں، جب قوم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو آپ کی والدہ ماجدہ پر بہتان بندی کی

اور کہا اے مریم نہ تمہارا باپ برا آدمی تھا نہ تمہاری ماں بدکار تھی، تم سے ایسے اعمال کیسے صادر ہوئے، اس کے جواب میں حضرت مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا، قوم نے کہا اس شیر خورہ بچے سے ہم کیسے بات کر سکتے ہیں، جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس مکالمہ کو سنا تو خود بول اٹھے میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے نبی بنایا ہے، اور میں جہاں کہیں رہوں بابرکت بنایا ہے، اور مجھے وصیت کی گئی ہے کہ میں تاحیات صلوٰۃ قائم رکھوں، اور (صاحب مال بنوں) تو زکوٰۃ ادا کروں اور اپنی والدہ کا اطاعت گذار رہوں، میرے رب نے مجھے جبّار اور شقی نہیں بنایا، پس سلامتی ہو مجھ پر اس دن جبکہ میں پیدا ہوا ہوں، اور جس دن میں مروں گا اور پھر مر کر جس دن میں زندہ کیا جاؤنگا یہ آپ کا دوسرا معجزہ تھا، یعنی بغیر باپ کے پیدائش پہلا معجزہ اور گہوارہ میں بڑوں جیسی عاقلانہ گفتگو دوسرا معجزہ۔

ان کھلی ہوئی نشانیوں کے باوجود آپ کی بدبخت اور بدنہاد قوم پورے زور سے اس کی تردید کرتے ہوئے مخالفت میں لگی رہی، اور آپ کے بغیر باپ کے پیدا کئے جانے سے انکار کر کے آپ کے یوسف نجّار کا بیٹا ہونے کا پروپیگنڈہ کرنا ان کی سرشت و ایمان میں داخل ہو گیا حتّٰی کہ بائبل میں بھی اسی قسم کی ترمیم کر دی گئی جو آج تک موجود ہے ملاحظہ ہو، "اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے"، (ملاحظہ ہو آیات ۳ تا ۱۶ متی باب ۱)

چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی بجز رسالت مآب صلعم کے صاحب کتاب نہیں ہوا، اس لئے اس کی باضابطہ تنسیخ نہ ہو سکی، جب ہمارے آقا محمد رسول اللہ مبعوث ہوئے تو آپ پر نازل شدہ کتاب قرآن حکیم نے اس اتہام کی تردید کرتے ہوئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی توثیق کی، اور حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کی ان الزامات سے برأت کا اعلان کیا، اس سلسلہ میں اگرچہ مندرجہ صدر آیات کا مضمون صاحبان بصیرت کے لئے کافی ہے، لیکن ذیل کی آیات بھی قابل ملاحظہ ہیں،

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿﴾ إِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿﴾	اور ان کا یہ کہنا مریم پر بہتان عظیم اور کفر میں داخل تھا، بلاشبہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی پیدائش ایسی ہے جیسے آدم کے پتلے کو خدا نے مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا زندہ ہو جا، وہ زندہ ہو گیا (آل عمران رکوع ۷)

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ۔ (التحریم رکوع ۲)	اور مریم بنت عمران کی زندگی بھی مثالی تھی جسنے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا ہم نے اسمیں ایک روح خاص پھونک دی پس وہ اپنے رب کے کلمات اور اسکی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور فرمانبرداروں میں سے تھی،

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن، کیونکہ یہ بات نص قرآنی سے پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ آپ کسی سے بیاہی نہیں گئیں اور آپ بدکار بھی نہ تھیں، بلکہ آپ اپنے رب کی اطاعت گزار بندی تھیں، آپ کو جو لڑکا ہوا وہ خدا کی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ لہذا یہ کہنا کہ آپ کے بھائی بہن تھے محض افترا اور بہتان ہے جس کو بدنہاد یہودیوں نے اپنی سرداری اور برہمنیت کی بقا کے لئے اپنی طرف سے گھڑ کر تورات میں اس قسم کی تحریف کر دی، تاکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ذاتی وقار کو دھکا پہونچے، اور آپکی امتیازی شان باقی نہ رہے، اور عامۃ الناس میں آپ کو ایک عمومی حیثیت بھی حاصل نہ ہو، دعوت حق اور تبلیغ دین کا کام پھیلنے نہ پائے۔

(انشاء اللہ اگلی فرصت میں ہم اس موضوع پر مزید گفتگو کریں گے)

تجلی کی ڈاک

سوالات بھیجنے والے متوجہ ہوں

حیرت اور افسوس ہے کہ واضح شرائط کی مستقل اشاعت کے باوجود بہت سے لوگ سوالات بھیجنے میں شرائط کا لحاظ نہیں رکھتے ایسا تو اکثر ہوتا ہے کہ سوالات طویل ہیں لیکن سائل انھیں کارڈ ہی میں گھچ پچ کرکے لکھ دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر سائل کے نزدیک اپنے سوال کی اتنی بھی اہمیت نہیں کہ بجائے کارڈ کے لفافہ خرچ کرسکے اور چند زائد لمحے خوش خطی کے لئے وقف کردے تو مفتیٔ تجلی کے نزدیک اس کی اہمیت کیا ہوگی؟

جن حضرات کے سوالات محرومِ اشاعت رہے ہیں وہ سمجھ لیں کہ ضرور انھوں نے کسی نہ کسی شرط کی خلاف ورزی کی ہے — یا پھر ان کے سوال ہی نامعقول یا فضول ہیں۔ مفتی تجلی کو خواہ مخواہ غصہ اور تہدید کے خطوط لکھنے کی بجائے شرائط کی طرف توجہ فرمایئے (شرائط درج ذیل ہیں):—

شرائط:— (۱) ایک دفعہ میں تین سوالوں سے زیادہ ہرگز نہ بھیجیں۔

(۲) سوالات مختصر اور تحریر خوش خط ہونی چاہئے گھسیٹ لکھے ہوئے قابل جواب نہ ہونگے۔

(۳) جنسی مسائل اور عریانی آمیز سوال نہیں شائع کئے جائینگے۔ اگر کوئی جنسی مسئلہ ضروری دریافت طلب ہو تو جوابی خط لکھئے۔

(۴) فوری اشاعت کا مطالبہ نہ کیجئے اپنے نمبر پر اشاعت ہوگی۔ اور ضروری نہیں کہ آپ کے تینوں سوال ایک ہی بار شائع ہوں۔

(۵) سوال کے خط میں دیگر دفتری امور مت شامل کیجئے۔ ورنہ جواب نہ ملیگا۔

(۶) اپنا پورا پتہ اور نام صاف لکھئے۔ ورنہ سوالات شائع نہ ہوں گے۔

شرائط کی پابندی نہایت ضروری ہے!

سوال:— از غلام دستگیر عفی عنہ۔ صوبہ آندھرا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ذیل کے مسائل میں کہ زید کی بیوی کو تھوڑی املاک اپنی ننھیال سے ملی تھی۔ (نہ کہ خاوند سے) اچانک زید کی بیوی ایک لڑکا اور ایک لڑکی (شادی شدہ) چھوڑ کر انتقال کرگئی۔ زید کی بیوی کے انتقال کے بعد لڑکا پوری املاک پر قابض رہا۔ چند سال بعد لڑکا، بیوی اور دو لڑکے (نابالغ) چھوڑ کر انتقال کرگیا۔ املاک ہٰذا ہنوز زید کی بیوی مرحومہ کے نام سے ہی رجسٹری شدہ ہے۔ املاک ہٰذا کے زندہ حق دار لڑکی — بیوہ

بھو اور دو پوتے ہیں جس کی تقسیم شریعت کے حساب سے کس طرح کیجائے
براہ مہر و کرم مطلع کیجئے۔ عین نوازش ہوگی۔

جوابٌ :-

زوجۂ زید کے انتقال پر مرحومہ کے مال کا چوتھائی حصّہ شوہر کو اور بقیہ میں دو ثلث لڑکے کو اور ایک ثلث لڑکی کو ملنا چاہئے تھا۔ لڑکے کے کامل قبضہ سے پہلے شرعی حقوق ختم نہیں ہوئے۔ لڑکے کے انتقال پر اگر اس کی املاک شرعی طور پر تقسیم کی جائیں تو زوجۂ زید کے متروکہ مال سے نصف (یعنی وہی شوہر کا ربع نکالنے کے بعد دو ثلث) اس لڑکے کی ملکیت ٹھیرا کر تقسیم ہوگی جتنے وارث زندہ ہیں ان کی صحیح تفصیل کسی مقامی مفتی کے سامنے پیش کر کے تقسیم کرائی جائے ___ یا دارالعلوم دیوبند سے استفتاء کیا جائے۔ کیونکہ اس تقسیم کو قانوناً معتبر ٹھیرانے کے لئے ایسا کرنا انسب ہے۔

سوال ۲ :- از سید مصطفٰی قادری۔ رائچور (دکن)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید اور زبیدہ میاں بیوی ہیں۔ تقریباً ایک سال سے بوجوہ چند زبیدہ اپنے میکے رہنے لگی۔ اس اثناء میں عزیز و اقارب کے سمجھانے بجھانے پر خود ہی شوہر کے گھر جانے پر آمادہ ہو گئی۔ اور شوہر بھی از خود آنے پر بلا لینے پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ زبیدہ از خود شوہر (زید) کے گھر گئی۔ لیکن زید مکر کر گالی گلوچ پر اتر آیا۔ زبیدہ کے بھائی زیاد نے بہن کی تائید میں بحث و تکرار شروع کی۔ اس حالت میں دونوں مولوی صاحب کے پاس پہنچے۔ زیاد مولوی صاحب سے کہنے لگا کہ آپ سب کی ہدایت کے مطابق میری بہن شوہر (زید) کے گھر گئی ہے تو گھر میں آنے سے روک رہے ہیں۔ زیاد ابھی گفتگو ختم بھی کرنے نہ پایا تھا کہ زید کہہ اٹھا تم کون ہو میں اسے طلاق دینا چاہوں کہتے ہوئے سامنے رکھی ہوئی گیاس سے کچھ کچھ گیاس اٹھا کر پھینکتے ہوئے تین بار کہنے لگا کہ طلاق ہے' طلاق ہے' طلاق' اسی وقت اور بعد میں سمجھایا گیا نہ مانا۔ کہنے لگا ضرورت نہیں۔ تقریباً ایسا ہو کر دو ماہ ہوئے، اب فریقین آپس میں ملنا چاہتے ہیں۔ رجوع کا کیا طریقہ ہے؟ طلاق ہوئی ہے تو کونسی اور ساتھ ہی طلاق رجعی و بائن وغیرہ کی عام فہم تعریف مع مثال کے آگاہ فرماتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا جائے

جوابٌ :-

یہ طلاق مغلظہ ہے جس میں حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح ممکن نہیں ___ طلاق رجعی وہ ہے جس میں بغیر نکاح کے رجعت یعنی لوٹا لینا ہے۔ مثلاً کہا تجھ پر طلاق ہے۔ پھر عدت کے دوران میں کہا کہ میں طلاق واپس لیتا ہوں یا کوئی ایسا عمل کیا جو صرف بیوی ہی کے جائز ہو سکتا ہے تو طلاق ختم اور تعلقات مشروع ہو جائیں گے۔

طلاق بائن میں زن و شوہر کی رضامندی سے دوسرا نکاح ہو سکتا ہے۔ اس کے بغیر رجعت نہ ہوگی۔ مثلاً شوہر نے کہا آج سے تجھے چھوڑا۔ اور نیت طلاق کی کی ___ تو طلاق بائن ہو گئی۔ یا عورت نے عدالت میں طلاق کی درخواست دی اور عدالت نے ضروری شرعیہ کی تکمیل کے بعد طلاق دیدی تو طلاق بائن ہو گی۔ اس میں عورت کی رضامندی کے بغیر مرد طلاق نہیں لوٹا سکتا۔ اگر عورت راضی ہو تو دوبارہ نکاح کر کے طلاق کی تلافی کر سکتا ہے۔

طلاق مغلظہ کی مثال یہی ہے جو آپ کے سوال میں درپیش اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ عورت کہیں اور شادی کرے وہ شخص اسے طلاق دے تب یہ زوج اول سے دوبارہ نکاح کر

سوال ۳ :- از ام سلمہ۔ موڑتاڑ (دکن)

حائضہ عورت کو ہر اس رسالے یا کتابوں کا پڑھنا جائز ہے یا جس میں قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوں جیسا کہ ماہ مئی کے تجلی میں "ام عورت کہاں جا رہی ہے" کا اکثر مضمون آیات کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ "فرائض الحقوق" جیسی کتاب جس میں اکثر مسائل قرآنی آیات کے لکھے گئے ہیں، پڑھ سکتی ہے؟ معلوم فرما کر ممنون فرمائیے۔ میں نے کتابوں کا مطالعہ کیا۔ مگر اس مسئلہ کا حوالہ کہیں نہیں ملا۔

جوابٌ :-

جو کوئی کتاب یا مضمون اگر اتنی کثیر آیات پر مشتمل ہو کہ اُس کو اس کا کثیر و غالب حصّہ کہا جا سکے تو حائضہ کو چھونا درست نہیں اس کے برخلاف ہو تو چھونا درست ہے۔ پڑھنا دونوں حالتوں درست ہے۔

سوال ۴ :- (ایضاً)

فجر اور عصر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن میں اگر سجدہ آ جا تو کیا کیا جائے۔ جب کہ ہر دو نماز کے بعد سجدہ کرنا ممنوع ہے؟

جوابٌ :-

سجدہ کی مخالفت فی الحقیقت طلوع و غروب کے خاص او

...ے لئے ہے۔ چونکہ فجر اور عصر کے بعد طلوع وغروب کے اوقات بہت
...دیک آجاتے ہیں۔ اس لئے احتیاط کے طور پر دونوں نمازوں کے بعد
...بدہ سے روکا گیا۔ اگر دونوں میں سے کوئی نماز ایسے وقت پر پڑھی ہے
...اس کے بعد آیتِ سجدہ کی تلاوت کے وقت طلوع یا غروب میں یقینی
...در پر کافی دیر ہے تو سجدۂ تلاوت ممنوع نہیں ہے۔

سوال ؁ :— (ایضاً)

ضلع عادل آباد کے ایک موضع بری منڈی میں مرض منڈی
...ہیں گلے میں غدود ہو جاتے ہیں) کا علاج ایک ہندو ہولی کی رات
...کرتا ہے۔ یعنی اس رات میں دوا کی گولیاں تیار کرکے باجے کیساتھ
...دوا کو لے کر ان کے دیول میں (دہنومان) کے گرد تین دفعہ پھرتا ہے
...کے بعد ہر مریض کو چند گولیاں دیجاتی ہیں جس میں سے ایک گولی
...میں دوسری منہ میں ڈالی جاتی ہے۔ یہ دوا خاص ہولی کی رات میں
...باتی ہے۔ لہٰذا ایسی دوا مسلمان استعمال کر سکتے ہیں یا کیا؟ میری بڑی
...ن عرصہ چھ سال سے اس مرض میں مبتلا ہیں۔ انگریزی اور یونانی
...وں کا علاج بہت کیا۔ مگر بالکل فائدہ نہیں ہوا۔ اب مرض اور
...ھنے کا خطرہ ہے۔ ایسی مجبوری کی صورت میں اس دوا کا استعمال کرنا
...نہ ہے یا نہیں۔ معلوم فرماکر ہماری پریشانیوں کو دور فرمائیے۔

...اب ؁ :—

جس دوا کی تیاری میں کفر و شرک کے واضح طور طریق اور
...گری کے نمایاں اسلوب شامل ہوں اس کا استعمال ایک مسلمان کو تو
...ب نہیں دیتا۔ مسلمان کے لئے فی الحقیقت دوا ایک بہانہ ہے۔ ورنہ
...کا خاتمہ تو مالکِ حقیقی ہی کے ہاتھ ہے۔ اگر مریضہ یہ امید رکھتی ہے
...بر کت دوا سے فائدہ ہو جائے گا تو ہو سکتا ہے یہ امید کسی حد تک
...ت ثابت ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تکوینی آئین میں مادی نفع و
...کا مدار کسی عمل کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے پر نہیں۔ لیکن آخرت
...سا ملہ اس سے جدا ہے۔ وہاں کے نفع وضرر کا تمام تر دارا اسلامی
...ر اسلامی نقطۂ نظر پر ہی ہے۔

...ال ؁ :— از محمد سلیم۔ کھاٹیمور (ضلع نینی تال)

بار ہا میں نے دیکھا ہے کہ امام فرض نماز پڑھانے کے بعد داہنی
...گھوم کر بیٹھ جاتے ہیں اور اسی طرف منہ کئے ہوئے دعا بھی مانگتے
...با ایسا کرنا کسی حدیث سے مروی ہے؟

جواب ؁ :—

بے شک حدیث سے ثابت ہے۔

سوال ؁ :— (ایضاً)

کسی کا مرید ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور کسی کا بیعت ہونے سے
کیا مراد ہے؟ مہربانی فرماکر دونوں کے مفصل جواب سے مطلع کریں۔

جواب ؁ :—

"مرید ہونا" اور "بیعت ہونا" ایک ہی بات ہے۔ دنیاوی علوم
میں شاگردی کی طرح یہ علوم روحانی اور دین میں شاگردی کا نام ہے۔

سوال ؁ :— (ایضاً)

ہمارے یہاں لوگوں کا عقیدہ زیادہ تر اس بات پر ہے کہ کھانا یا
شیرینی سامنے رکھ کر ہی فاتحہ دینے سے ثواب پہنچتا ہے ورنہ نہیں۔
ساتھ ہی کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ محمد صاحب کو معراج روحانی ہوئی تھی۔
اور محمد صاحب کو اللہ کا عطا کردہ علمِ غیب بھی تھا۔ یہ سب باتیں کہاں تک
درست ہیں۔ تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تاکہ یہاں کے لوگوں
کی آپس کی نااتفاقی دور ہو۔

جواب ؁ :—

یہ مسئلے تو عرصے سے جنگ وجدل کا اکھاڑہ ہیں۔ ان پر مفصل کلام
کرنے سے نااتفاقیوں کا دور ہو جانا تقریباً ناممکن ہے۔ کیونکہ لڑنے
والوں میں تقویٰ طہارت، خلوص، طلبِ حق اور دین داری کا جذبہ
تو ہے نہیں جو دلیل پاکر اپنے عقیدوں کی اصلاح کرلیں۔ خود پسندی،
ضد، پندار اور نفسانیت کے گندے پانیوں میں غوطے لگانے والے
معقولیت سے قائل نہیں ہوا کرتے۔

مختصر جواب یہ ہے کہ کھانے اور شیرینی پر فاتحہ دینا محض ایجادِ
بندہ ہے جس کا حکم اسلام نے ہرگز نہیں دیا۔ معراج روحانی نہیں
جسمانی تھی اور روحانی کہنے والے دنیائے یقین سے دور تعقل کے شکار
ہیں۔ اُن بے چاروں کی عقل جب معراج جسمانی کی حیرتناکی سے عاجز
آگئی تو انھوں نے معراج روحانی کی تاویل سوچی۔ حالانکہ قرآن کی
قابَ قوسین والی آیت ان کی اس کمزور تاویل کی ہنسی اُڑا رہی
ہے اور اُڑاتی رہے گی۔

اپنے عالم الغیب ہونے سے خود آنحضور کے انکار کے باوجود
اگر لوگ زبردستی یہ غلط عقیدہ جمائے رکھیں تو کوئی اس میں کیسا

کرسکتا ہے۔ قرآن کھلے طور پر اس کی تردید کر رہا ہے۔ صحابہ اور ائمہ و فقہا سب اس عقیدۂ فاسدہ کی تردید پر مُصر ہیں۔ پھر بھی کوئی نہ مانے تو وہ جانے۔

سوال ۹:— از محمد عبد اللہ خاں۔ برنالی (پاک)

خاوند شرابی ہے اور نشہ کی حالت میں اپنی بیوی پر مار پیٹ اور ظلم و زبردستی کرتا ہے جس سے تنگ آکر بیوی اپنے میکے چلی گئی پانچ سال کا عرصہ ہو چکا مگر خاوند نے اس کی کوئی خبر نہ لی اور نہ اُس کے نان و نفقہ کا خیال رکھا۔ یہ دیکھ کر وہ اپنے خاوند سے طلاق لینا چاہتی ہے۔ اس کے ایک لڑکی بھی ہے۔ اس بارے میں دینی احکام سے برائے مہربانی مطلع فرمائیے کہ آیا یہ طلاق جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۹:—

شرعی طریقہ یہ ہے کہ عورت مسلمان حاکم کی عدالت میں اپنی روداد پیش کر کے طلاق کی خواہاں ہو۔ اگر حاکم نے ضروری قوانین کی تکمیل کے بعد اس کی درخواست منظور کر کے طلاق کا فیصلہ دے دیا تو طلاقِ بائن ہو جائے گی۔ ظالم نا انصاف شوہروں سے چھٹکارا پانے کا یہی ایک راستہ ہے اور ایماندارانہ طور پر اس راہ کو اختیار کرنے میں کوئی شرعی برائی نہیں۔

سوال ۱۰:— از سید عثمان سید محمدؐ۔ سرسی (ضلع کاروار)

ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ شادی کے موقع پر دلہن کے گلے میں پھُتّا (یعنی باریک سیاہ منکوں کی چند لڑیاں) باندھتے ہیں اور نکاح پڑھتے ہیں۔ یہ فعل ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

یہاں کے بعض غیر مقلد علماء اِس کے سخت مخالف ہیں۔ نیز اس رواج کو تشبہ بالکفار قرار دیتے ہیں۔ لیکن حنفی مسلمان اُنکی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے بدستور مذکورہ رواج کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ جب تک کوئی حنفی عالم اس رواج کو ناجائز نہ کہے گا تب تک اُس پر پابند رہیں گے۔ کیونکہ وہ غیر مقلد عالم کے کسی ایک فتوے کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ چاہے وہ کیسی ہی دلیلیں اُن کے سامنے پیش کرے۔ اِس لئے آپ کو تکلیف دی جا رہی ہے کہ آپ اِس مسئلے پر روشنی ڈالیں۔ کیونکہ دیگر عالموں کے فتووں سے یہاں کے مسلمانوں کو تسلی نہیں ہوئی۔

جواب ۱۰:—

یہ تو ظاہر ہے کہ اس طرح کی رسم کا اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں لیکن جس چیز کا حکم شریعت نے نہ دیا ہو اس کے بدعت ہونے اور ملعون ٹھیرانے کے لئے چند شرائط ضروری ہیں۔ یا تو وہ کفار کے کسی خاص طریقے کے مشابہ و مماثل ہو۔ یا اسے کارِ ثواب سمجھ کر کیا جائے یا خواہ مخواہ اس کی اتنی پابندی کی جائے کہ کسی بھی حال میں ناغہ نہ ہو۔ یا اُس رسم کے ساتھ کسی خلافِ اسلام تصوّر کی وابستگی ہو۔

اگر دلہن کے گلے میں کوئی خاص قسم کا ہار بطور زیور ڈالا جاتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ لیکن اگر اس ہار کے ساتھ شگون اور ٹوٹکے وغیرہ کے تصورات وابستہ ہوں۔ مثلاً لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ اس رسم سے دولہا دلھن کے مستقبل پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے یا نکاح میں مضبوطی آتی ہے یا اسی طرح کی کوئی اور من گھڑت بات فرض کرلیں تو یقیناً یہ جاہلانہ عقیدہ قابلِ ترک ہے۔

رہا ایسی شادیوں میں شرکت کے حرام و حلال ہونے کا مسئلہ تو ہم ایسے معاملات میں نرمی سے سمجھانے اور جنگ و جدل سے پرہیز کرنے کے قائل ہیں۔ علمائے کرام وقتاً فوقتاً ان لوگوں کو سمجھائیں۔ اور مقاطعہ (بائیکاٹ) نہ کریں۔ آج ہم مسلمانوں میں اتنی کثیر غیر اسلامی باتیں رواج پا گئی ہیں کہ اگر چُن چُن کر گرفت کی جائے تو شاید کوئی بھی برادری اور کنبہ میل ملاپ کے لائق نہ رہے گا۔ بنیادی اور اہم ترین امور ہی میں جب ہم مسلمان صراطِ مستقیم کو چھوڑے ہوئے ہیں تو جزئیات میں کیا کلام کیا جائے۔ بے شک اس بدتر حالت پر علماء کا صبر و خموشی جرم ضرور ہے۔ لیکن اس جرم سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ حسنِ تدبیر اور نرمی و حکمت کی بجائے مناظرہ اور بائیکاٹ اور لڑائی جھگڑا کیا جائے۔

غیر مقلد اور مقلد کا جھگڑا بہت پرانا ہے۔ بے شمار ایسے اسلامی احکام ہیں جن پر مقلد اور غیر مقلد مسلمان متفق ہیں۔ اگر ہم دیکھتے کہ ان احکام کی پابندی دونوں قسم کے حضرات کر رہے ہیں تب تو بقیہ مختلف فیہ مسائل میں نوری کلام کا موقع بھی تھا۔ لیکن ہو یہ رہا ہے کہ عملاً تو دونوں طرف شاندار صفر ہے۔ بس اپنے اپنے مسلکِ اعتقاد کی حقانیت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگ رہا ہے۔

سوال ۱۱:— (ایضاً)

یہاں ایک جماعت ہے۔ جو اہلِ حدیث کہلاتی ہے۔ وہ نماز تراویح صرف آٹھ ہی رکعت پڑھتی ہے۔ اور بیس۲۰ رکعت کو بدعتِ عمری

کہتی ہے۔ کیا واقعی بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعتِ عمری ہی ہے؟ کیا صرف آٹھ ہی رکعت پڑھنا درست ہے؟

جواب ۱۱ :۔

یہ پرانا جھگڑا ہے۔ بارہا علماء میں اس پر بحثیں ہو چکی ہیں۔ عقل قیاس اور دلائل و شواہد کی روشنی میں بیس رکعت ہی انسب و اولیٰ ہیں۔ لہٰذا آپ بھی بیس پڑھیے۔ اگر خدانخواستہ کسی فرقہ کے اعتقاد کی رو سے آپ اس کے لئے اللہ میاں کے دربار میں مجرم ٹھیریں گے تو فکر نہ کیجئے کہ آپ کے ساتھ نہ صرف بڑے بڑے علماء و صلحا بلکہ جنابِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی "صفِ مجرمین" میں شامل ہونگے۔ تعدادِ تراویح پر بار بار بحث اور احادیث و آثار کے انبار لگانا فی الحال تحصیل حاصل کے سوا کچھ نہیں۔

سوال ۱۲ :۔ از ابو سلیم محمد سلیم الدین صدیقی۔

شرک و بدعت، غلط رسومات و روایات وغیرہ سے منع کرنے والوں کو ہمارے اکثر مسلمان حضرات وہابی۔ اہلِ حدیث وغیرہ کے القاب سے ملقب فرماتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ اور معنے اگر آپ کو معلوم ہو تو جواب عنایت فرمائیے۔

جواب ۱۲ :۔

"وہابی" کی نسبت "عبدالوہاب" کی طرف ہے۔ "محمد بن عبدالوہاب" کے عنوان سے جون ۵۴ء کے تجلی میں ایک مختصر مضمون چھپا ہے اسے ملاحظہ فرمالیں۔ اس جھگڑے میں مت پڑیئے۔ اسلام کے فرائض و واجبات پر دھیان دیجئے۔

سوال ۱۳ :۔ (ایضاً)

اکثر حضرات داڑھی و زلف کی مقدار کے متعلق مطمئن نہیں ہیں۔ داڑھی اور زلف کی کیا مقدار ہونی چاہئے؟ شریعت شریف کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیے۔

جواب ۱۳ :۔

اسی ڈاک میں ایک سوال جواب داڑھی کے بارے میں ہے۔ غالباً آپ کے لئے بھی کافی ہوگا۔

سوال ۱۴ :۔ (ایضاً)

اہلِ بدعت اور اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ دو قسم کی بدعت ہے جس میں سے بدعتِ حسنہ کا کرنا درست و جائز ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا اور اس پر عمل کہاں تک مناسب ہے۔ صحیح جواب سے مطلع فرمائیے۔

جواب ۱۴ :۔

بدعت پر ہم گذشتہ اشاعتوں میں بہت کچھ لکھتے رہے ہیں۔ فائل ملاحظہ فرمائیں تو بہتر نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔ بدعت کی دو قسمیں صرف افہام و تفہیم اور مسائل کی تشخیص کے طور پر کر دی گئی ہیں۔ ورنہ بدعت اپنے شرعی مفہوم میں بلا تفصیل ناجائز ہے جسے بدعتِ حسنہ کہا جاتا ہے وہ حقیقت میں شرعی مفہوم میں بدعت ہی نہیں ہوتی بلکہ صوری مشابہت کے باعث بدعت کہلائی جاتی ہے۔ احادیث میں بدعت کو مطلقاً بلا تقسیم مردود ٹھیرایا گیا ہے۔ لہٰذا اصطلاحِ شرعی میں "بدعت" بلا استثنا مذموم ہے۔

سوال ۱۵ :۔ از محمد حنیف شمس الحق قریشی (ضلع رائے بریلی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع مفتیان درمیان اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی زوجہ زبیدہ کو طلاق دے دی، اس میں شبہ کی گنجائش نہیں اب زید اور زبیدہ دونوں تقریباً ۶ ماہ سے علیحدہ ہیں۔ اور دونوں حلالہ کرنے پر راضی ہیں۔ یہ بات صرف غصہ میں ہوگئی۔ ورنہ طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا۔ اور طلاق جب ہوئی اس وقت زبیدہ قریب تین ماہ کی حاملہ تھی۔ دونوں اپنی غلطی پر شرمندہ ہیں۔ دونوں دوسری جگہ نکاح کرنے پہ تیار ہیں۔ اب اگر زید اپنے بھائی چھوٹے سے نکاح کرا دے، بعد تولد ہونے بچہ کے بھائی چھوٹا زید کا زبیدہ کو طلاق دیدے تو نکاح بعد عدت گذارنے کے جائز ہے یا کہ نہیں؟

جواب ۱۵ :۔

طلاقِ مغلظہ کے بعد عورت کا کسی بھی شخص سے یہ طے کر کے شادی کرنا کہ وہ طلاق دیدیگا" تاکہ زوجِ اول سے نکاح دوبارہ کیا جاسکے درست نہیں۔ حلالہ قرآن کا حکم جلی ہے جس کے ساتھ اس طرح کی چکر بازی اور فریب کاری اس کی عظمت و احترام سے کھیل کرنا ہے۔

"صرف غصہ" میں طلاق دینے کا عذر مہمل ہے۔ طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے پہلے ارادہ نہیں تھا تو دیتے وقت تو ارادہ ہوگیا۔ وقتی جوش میں اچانک گولی چلا دینے والے کی پوزیشن مقتول کی موت کے بارے میں بالکل اُسی شخص کی سی ہے جس نے پہلے سے سوچ سمجھ کر یہ فعل کیا ہو

سوال ۱۶ :۔ از محمد محبوب علی عثمانی

داڑھی کی مقدار کیا ہے۔ اکثر سنا جاتا ہے کہ ایک مشت دو انگل ہے

میرے پیشِ نظر درمختار و بخاری شریف و صحیح مسلم شریف و ابوداؤد شریف وغیرہ ہیں۔ لیکن پتہ نہیں چلتا کہ صحیح مقدار کیا ہے اور یکمشت تھوڑی کے نیچے سے ہو یا ہونٹ کے، جہاں سے داڑھی شروع ہوتی ہے وہاں سے ہو اور کس حدیث سے ہے بصراحت خلاصہ معلوم فرمایا جائے تو احسن ہے۔

جواب ۱۳ :-

داڑھی کے سلسلہ میں ہم کئی بار گفتگو کر چکے ہیں۔ ہم نہیں جانتے اس طرح کے جزئی مسائل میں بے ضرورت شغف رکھنا موجودہ سائنٹفک اور عملی دور میں کہاں تک قرینِ دانشمندی ہو سکتا ہے۔

داڑھی رکھنا اسلاف کے اقوال و اعمال اور تاریخی شواہد سے مسلمان کے لئے ضروری ٹھیر چکا ہے اب فٹ اور گز سے اس کی پیمائش کے پیچھے پڑنا اور بال کی کھال نکالنا سوائے تضیع اوقات اور وہم بازی کے کچھ نہیں عمر کے مطابق ایک اوسط درجہ کی داڑھی مسلمان کے لئے بہت کافی ہے۔ جو لوگ داڑھی کو مُشتوں سے ناپ کر فتویٰ صادر کرتے ہیں اُنھیں یکسر نظر انداز کر کے اسلام کے دیگر صدہا ضروری ترین تقاضوں کو پورا کرنے پر دھیان دیجئے۔

سوال ۱۴ :- (ایضاً)

آپ نے تجلی ماہ جون ۵۴ء سوال ۱۵ میں سُسر سے بھی پردہ بتلایا ہے حالانکہ جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکاح ناجائز ہے اس سے پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے سُسر سے کیسے پردہ کرنا بتلایا ادھر خاوند کے والد کو سُسر کہتے ہیں۔

جواب ۱۴ :-

ہمارے جواب میں درست یا عدمِ درست کی بحث نہیں بلکہ کلام یہ ہے کہ "جیٹھ اور سُسر سے پردہ عملاً ممکن ہے" اور بعض ایسے ناگفتہ حالات میں جب کہ جیٹھ یا سُسر کی طرف سے فساد و شرارت کا اندیشہ ہو پردہ ضروری بھی ہے۔ لیکن شوہر سے پردہ عقلاً اور عملاً ممکن ہی نہیں ہے۔

رہا یہ کہنا کہ سسر سے نکاح حرام ہو گیا تو پردہ کیسے جائز ہو سکتا ہے درست نہیں ہے۔ چونکہ قرآن و سنت میں اُن رشتوں کا تفصیلی بیان نہیں ہے جن سے پردہ کیا جانا چاہئے اور جن سے نہ کیا جانا چاہئے۔ لہذا پردہ کی حدبندیاں اس کی حکمت و ضرورت کے اعتبار سے کی گئی ہیں۔ اگر جیٹھ سُسر یا کوئی اور محرم اتنا شریر النفس ہے کہ عورت اسکی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتی اور حالات ایسے ہیں کہ پردہ نہ کرنے کی صورت میں عورت اپنی عفت و پاکیزگی کو محفوظ و مامون نہیں سمجھتی تو یقیناً ایسے میں پردہ درست ہوگا۔

آج کی تاریک تر دنیا میں کتنی ہی واقعات محرموں کی بدکاریوں کے ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس حیوانیت سے محفوظ رکھے۔

سوال ۱۵ :- انڈاکٹر معین الدین۔ پھرولیا۔

زید کا باپ شراب اور گانجے کی دکان پر ملازم ہے۔ زید جوتے کی دکان کھولنا چاہتا ہے۔ لیکن سرمایہ نہیں ہے اور باپ سے سرمایہ اس لئے نہیں لینا چاہتا کہ وہ شراب و گانجے کی دکان پر ملازمت سے حاصل کیا ہوا ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ اگر زید باپ سے کچھ رقم لے کر کاروبار کرے اور نفع حاصل کر کے اصل رقم کو لوٹا دے تو یہ نفع حلال ہوگا یا حرام؟ نیز اگر والد اپنا روپیہ اور جائداد اپنی اولاد میں تقسیم کر دے تو یہ ورثہ پاک ہوگا یا ناپاک؟

جواب ۱۵ :-

باپ سے بطور قرض لی ہوئی رقم پر اپنی محنت سے کمایا ہوا نفع بالکل طیب ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی جواری یا سود خوار سے بھی کچھ روپیہ بغیر سود اور بغیر کسی شرطِ فاسدہ کے قرض لے تو اس شخص کے حق میں یہ روپیہ ناپاک نہ ہوگا۔ کیونکہ روپیہ کی ناپاکی ذاتی

نہیں اضافی ہوتی ہے۔ جب وعدہ یہ قرض ادا کر دے اس سے حاصل کیا ہوا نفع بے خوف خرچ میں لائے۔

مالِ حرام کے باب میں یہ بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ مالِ حرام دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جسے قانونِ شریعت حرمت کے باوجود کمانے والے کا مال تسلیم کرتا ہے۔ اور ایک وہ جس پر ملکیت ہی تسلیم نہیں شراب کی دکان پر ملازمت کر کے جو مال حاصل کیا گیا وہ اگرچہ شرعًا پاک نہیں ہے۔ لیکن قانونی اختیار سے کمانے والا یقینًا اس کا مالک ہے ایسا مال اگر وہ اپنی اولاد میں تقسیم کرتا ہے تو ہمارے قیاس میں اولاد کے لئے یہ مال حلال ہوگا۔ ہاں دوسری طرح کا مال۔ جیسے چوری، لوٹ، غصب غبن وغیرہ سے حاصل کیا ہوا تو اس پر قانونًا ملکیت ہی ثابت نہیں۔ لہٰذا اس مال کی وراثت حلال نہیں ہے۔ وارثین پر لازم ہے کہ اسے اس کے حق داروں تک پہنچائیں، اور نہ پہنچا سکیں تو کم سے کم خود بے تعلق ہو جائیں۔

سوال ۱۹: — (ایضًا)

جو مسلمان شراب و گانجے کے کاروبار سے روپیہ کماتے ہیں یا جو مسلمان ایسے تاجروں کے یہاں ملازم ہیں ان کے یہاں کھانا پینا حرام ہے کہ جائز؟ — اگر یہی کام کوئی ہندو کرتا ہو تو اس کے یہاں کھانا پینا مسلمانوں کے لئے حرام ہوگا کہ نہیں؟

جواب ۱۹: —

اگر مسئولہ حضرات کا کوئی اور جائز ذریعۂ آمدنی نہیں تب یقینًا ان کا کھانا پینا درست نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی اور جائز ذریعہ ہو اور یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ دعوت اُس جائز ذریعہ کی آمدنی میں سے کی گئی ہے تو اصولاً اس میں شرکت جائز ہوگی۔ لیکن حکمت و اتقا کا تقاضہ اس کے بھی خلاف ہے۔

کسی غیر مسلم کے یہاں بالعموم کھانا پینا کسی بھی حال میں درست و مناسب نہیں۔ ہاں کسی خاص تقریب پر باہمی تعلقات کے پیش نظر کھایا پیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ماکولات کی طہارت و حلت کی طرف سے کلی اطمینان ہو اور یہ بھی پتہ ہو کہ یہ ماکولات کسی جائز آمدنی سے فراہم کئے گئے ہیں۔

سوال ۲۰: — از شیخ احمد۔ مدراس۔

شہر بھر کے لئے ہمارے یہاں ایک ہی مذبح ہے۔ جہاں روزانہ سیکڑوں جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ کثرتِ تعداد کی وجہ ملّا صاحبان (ذبح کرنے والے) ہر جانور کے ذبح کرنے کے بعد چاقو سے خون نہیں دھوتے بلکہ انگلیوں سے صاف کر دیتے ہیں اور آٹھ دس جانور ذبح کرنے کے بعد خون دھو دیتے ہیں۔ دوسرے وہ جس پھرتی سے "فنِ ذبح" کو انجام دیتے ہیں اس سے اندازہ یہی ہے کہ وہ ہر جانور پر بسم اللہ نہ پڑھتے ہوں گے۔ لیکن اگر ان سے پوچھا جائے تو یقینًا یہی جواب دیں گے کہ ہم دل ہی دل میں کہہ لیتے ہیں۔ وہ بے عمل ہی نہیں۔ منکرات پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں۔ ایسے مذبوحہ کے گوشت کی شرعًا کیا نوعیت ہے؟

جواب ۲۰: —

ملّا صاحبان اگر منکرات پر عمل کرنے والے ہیں تو اس سے ذبیحہ کی حلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب وہ کہتے کہ ہم بسم اللہ اللہ اکبر وغیرہ کہہ لیتے ہیں تو خواہ مخواہ بدگمانی اور اشتباہ درست نہیں۔ رہا ہر ذبیحہ پر چھری نہ صاف کرنے کا معاملہ تو یہ اگرچہ نظافت و نفاست کے خلاف ہے۔ لیکن اس کا شرعًا کوئی دخل ذبیحہ کی حلت و حرمت میں نہیں ہے۔

سوال ۲۱: — (ایضًا)

ایک عالمِ دین جو مسجد کے امام ہیں قرأت میں کبھی کبھی مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی بجائے مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور اللّٰهُ الصَّمَدُ کی بجائے لِلّٰهِ الصَّمَدُ پڑھتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ ایسا پڑھ سکتے ہیں۔ آپ کے نزدیک کیسا ہے؟

جواب ۲۱: —

"مالک" کو "ملک" اور "اللہ" کو "للہ" پڑھنے کی غلطی اگر کبھی اتفاق سے ہو جائے تو اس سے نماز میں خلل واقع نہ ہوگا۔ لیکن اس پر ضد کرنا کہ ایسا پڑھ سکتے ہیں غلط ہے۔ "للہ الصمد" تو نحو کے لحاظ سے بالکل غلط ہی ہے۔ "ملک" مفہومًا صحیح ہو سکتا ہے۔ یعنی بجائے مالکِ یوم الحساب کے شہنشاہِ یوم الحساب مفہوم ہوگا۔ لیکن مفہوم کو سب کچھ سمجھ کر جو شخص قرآنی الفاظ کی تبدیلی جائز سمجھے وہ گویا قرآنی الفاظ کا صحیح مقام سمجھا ہی نہیں۔ قرآن حرفًا حرفًا منزل من اللہ ہے اس کا ہر حرف اپنی جگہ حرفِ الٰہی اور محکم و اٹل ہے۔ انسانی علم و ادب کو اس میں شمہ برابر تبدیلی کا حق نہیں۔

سوال ۲۲ :۔ (ایضاً)

اگر ایک عالمِ دین (ممکن ہے اپنے علم کے غرور کی وجہ سے) صرف دوسروں کے سلام کا منتظر ہو اور خود کسی کو سلام نہ کرتا ہو تو کیا ایسے آدمی سے ترکِ سلام کر سکتے ہیں؟

جواب ۲۲ :۔

کسی بھی شخص کی یہ حرکت نہایت متکبرانہ اور خود پسندانہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں سے سلام لینے کا منتظر رہا کرے۔ "سلام کرنا" آج ہماری غلطیِ فکر و نظر سے، خواہ چھوٹے پن کی علامت بن گیا ہو لیکن اسلام میں اس کی حیثیت قطعی مساویانہ ہے۔ حتّٰی کہ خود آنحضور صلعم بارہا لوگوں کو سلام کرنے میں مسابقت اور پہل فرمایا کرتے تھے۔

یقیناً عالمِ دین کا یہ طرزِ عمل کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ مگر اس کے انتقام میں آپ کا عزم ترکِ سلام بھی کچھ کم نامناسب نہیں ہے۔ ہر شخص آخرت میں اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا۔ عالمِ دین اگر پندار کا شکار ہو کر اسیرِ خطا ہو گئے ہیں تو ان کی یہ خطا آپ کے لئے گناہ کا جواز نہیں بن سکتی۔

آپ اُن کے طرزِ عمل سے آنکھیں بند کر کے اپنا فرض ادا کرتے رہئے۔ یعنی جب ملیں تو سلام کر ڈالئے۔ حقیقت یہ ہے کہ معمولی معمولی باتوں میں ضد اور جنگ پر اُتر آنا عموماً شر انگیز ہوتا ہے۔ اور عفو و درگذر عموماً بہتر نتائج پیدا کرتے ہیں۔

(مستقل عنوان)

مسجد سے میخانے تک

ملّا ابن العرب مکی

ت ۵۵ء :- بعض گھٹیا قسم کے دشمنانِ عقل کو اعتراض ہے
گورنمنٹ نے تعلیم بالغان کی اسکیم کے ماتحت تقریباً چھ لاکھ
کا جو سامانِ تعلیم سارنگیوں، ڈھولکیوں اور باجوں گاجوں کی
فراہم کیا تھا وہ سب غارت ہوا۔ اور تعلیم بالغان کی شاندار
ترک ہوگئی۔ جس پر خواہ مخواہ تقریباً انیس لاکھ روپیہ ضائع
گیا۔

اللہ کے بندو! محض انیس لاکھ روپے پر تم مقدس و برتر
مدادانِ نعمت پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے
ل تو آج کے بلند پایہ وزیروں اور نیتاؤں کے دربار میں
کھ کی حقیقت کیا۔ لاکھ دو لاکھ تو ان حضرات کے جوتوں کی
سے بھی کمتر ہے۔ پھر انجینیر کا کام خاکہ بنانا ہے اینٹیں ڈھونا نہیں
مداوندانِ نعمت نے بنائی۔ عمل کرو تم۔ یعنی کہ جنتا۔ عمل نہ ہو سکے
یم فیل ہو جائے تو اس میں ان کا کیا قصور۔

پھر روپیہ ضائع کہاں ہوا۔ جو سارنگیاں اور ڈھولکیاں خریدی
یں وہ آخر ہوا میں تو تحلیل نہیں ہوگئیں۔ جنتا ہی کے افراد میں
ں ہونگی۔ اور سرکاری اسکیم کے ماتحت بھارتی بالغوں کو جو اعلیٰ
ن سے حاصل ہو سکتی تھی وہ اب انفرادی طور پر حاصل ہو رہی
۔ تو مقصد تو تعلیم سے ہے۔ نہ سہی اسکولوں میں گھر کے کونوں
۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تعلیم سکھانے والی ڈھولکیاں اور
گیاں محض دفتری فائلوں میں تشریف لائی ہوں۔ حقیقی دنیا
کا تو نزول ہی نہ ہوا ہو۔ تو اس صورت میں اور بھی یہ اعتراض غلط
ہے کہ روپیہ ضائع ہوا۔ ضائع کہاں ہوا وہ تو جیبوں میں ہے
سنگھ کی جیب میں ہے تب محفوظ ہے۔ رام لال کی تجوری میں
ہے تب محفوظ ہے!

۲ر اگست ۵۵ء :- ملاحظہ فرمائیے :-

"مسلم خواتین کا سینما بینی کا شوق رنگ لا کر رہا۔ کیا
اب بھی ان کو ہوش نہیں آئے گا؟ آٹھ عورتوں کو اغوا
کرنے کی کوشش! غیر ضروری آزادی رنگ لا کر رہی!"

کیا فرسودہ بکواس ہے۔ چوروں کے ڈر سے روپیہ رکھنا تھوڑی چھوڑا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اغوا کی دلیل سے سینما بینی کی برائی کرنا کہاں کا انصاف ہے! اُلٹی منطق والو! سینما تو ایک آرٹ ہے۔ فن ہے۔ اسکول ہے۔ اس سے اخلاقی فائدے حاصل کرنے کے سلسلے میں اگر عورتوں کو اپنی عفت و حیا کی بھی تھوڑی سی قربانی دینی پڑے تو کیا مہنگی ہے؟ تم آج تک عصمت اور مذہب و اخلاق کے گھسے ہوئے افسانے سنائے جاتے ہو۔ حالانکہ تمام اسلامی ملکوں میں عورت مردوں کی پہنائی ہوئی بیڑیاں توڑ کر آزادی کے مقامِ اعلیٰ پر پہنچ چکی ہے۔ دور کیوں جاؤ۔ مدینۃ البھارت پاکستان میں دیکھو۔ عورت کس مردانگی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ ناچ رنگ، پہلوانی، موسیقی، الکیونزم قوالی، کونسا وہ شعبۂ حیات ہے جس میں عورت نے مرد کو نہیں پچھاڑ دیا ہے۔ بس آنا کرنا اور باقی ہے کہ مردِ لعین جس طرح کئی بیویاں رکھ سکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی کئی شوہر رکھنے کا قانونی حق ملنا چاہیئے۔ مرد میں کیا سُرخاب کا پر ہے جو عورت میں نہیں۔ عورت کیوں اتنی چھوٹی موٹی ٹھیرے کہ ذرا کسی مرد سے دل لگی کی اور بے حیا کہلائی۔ عصمت و عفت مردوں کی گھڑی ہوئی اصطلاحیں ہیں۔ عیش و نشاط کے گذار کر جس طرح مرد کے سر میں سینگ نہیں نکل آتے اسی طرح عورت

بھی عیش دنشاط کی تمام حدوں سے گذر کر کچھ کھوتی نہیں پاتی ہی ہے۔ وہ اگر نہ پائے تو تم مرد کہاں سے آؤ۔ تمھیں جو عورتیں جنم دیتی ہیں تم انھیں کے پیچھے عصمت و اخلاق کا ڈنڈا لئے پھرتے ہو۔ تم انھیں کے پیروں میں زنجیریں پہنائے ہوئے ہو' بدتمیز کہیں کے!

۳؍اگست ۱۹۵۴ء:۔ پاکستان کے کانگریسی ممبر پارلیمنٹ جناب مسٹر داس فرماتے ہیں:۔

"مشرقی پاکستان میں گورنری راج غیر قانونی غیر دستوری اور جمہوریت کے منافی ہے۔ عوام کی رائے ٹھکرا کر جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا گیا۔"

بس کیجئے شرمیان جی! جمہوریت کے معنے آپ کو معلوم نہیں۔ جمہوریت کہتے ہیں حکمرانوں کی مرضی اور فیصلہ کو۔ ہزاروں بے گناہ مارشل لا کی توپ سے اڑا دیئے گئے۔ یہ بھی جمہوریت تھی۔ جماعت اسلامی کے لیڈر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بھی جمہوریت تھی۔ مودودی کو پھانسی اور پھر چودہ سال کی قید کا حکم سنایا گیا یہ بھی جمہوریت تھی۔ خطا معاف! اب تو آپ کے یہاں بعض عاشقانِ جمہوریت نے یہ بھی جمہوری مشورہ پیش کر ڈالا ہے کہ مملکتِ پاکستان میں "مخالف پارٹی" کا وجود ختم کر کے تنہا "حکومت پارٹی" وجود میں لائی جائے جو تمام تر سیاہ سفید کی مالک ہو۔

تو میرے بھولے شرمیان جی! پاکستان میں آپ کس کس بات کو جمہوریت کے منافی ٹھیرائیں گے۔ اسلامی نقطہ نظر سے" بادشاہ "ظل اللہ" ہوتا ہے یعنی خدا کا سایہ! چونکہ پاکستانی حکمراں پکے خدا پرست قرآن کے عاشق اسلام کے شیدا ہیں اور ویسے بھی خدا جیسی برتر و معظم ہستی کا سایہ مقدس و محترم ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان میں رہنے بسنے کی شرط اول یہی ہے کہ حکمراں جو کچھ کہیں اسے خدا کا کہا سمجھو۔ ان کی بات سو فیصدی درست مانو۔ ان کی درازیٔ عمر کے لئے دعائیں کرو۔ انھیں ووٹ دو' نوٹ دو' چوٹ مت دو!

۴؍اگست ۱۹۵۴ء:۔ اور سنئے:۔

"ہائیڈروجن بم کے دھماکے سے قریبی جزیرے کے باشندوں کی صحت کو سخت نقصان پہنچا۔"

تو بھائی یہ امریکن سائنس دانوں نے کب کہا تھا کہ صحت کو فائدہ پہنچے گا۔ تمہارے بال جھڑ گئے۔ تمھیں ستے تُسنے لگی تمہارے خون کا دباؤ کم ہو گیا۔ تم جھلس گئے۔ یہ خبریں تو امریکن سائنسدانوں اور حکمرانوں کے لئے نہایت مسرت افزا ہیں۔ وہ یہی تو چاہتے ہیں کہ اُن کے بم تباہیوں کے عظیم سے عظیم طوفان لائیں۔ موت کا سمندر بہا دیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ ارمان پورے ہونے کو ہیں اور اگلے قوی ترین بموں کے تجربہ میں تم ہزار پانچسو مر مرا گئے تو وہ اور بھی مبارک بات ہوگی کیونکہ آج کی امن پسند دنیا کے امن پرست دیوتا دن رات اسی فکر میں ہیں کہ ایک ہی دو بم ایسے بن جائیں جو اُن کے اپنے ملک کے علاوہ تمام دنیا کو اکدم بھسم کر دیں اور وہ فاتح عالم بن کر قہقہے لگاتے پھریں۔

سچ تو یہ ہے۔ قیامت لانے میں اللہ میاں کے فرشتوں کا جتنا بھی ہاتھ بٹایا جائے وہ مشکور و ممنون ہوں گے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اس امداد کے شکرانے میں امریکہ کو اٹھا کر یہ فرشتے چپکے سے جنت میں رکھ دیں!

۵؍اگست ۱۹۵۴ء:۔ "غلّہ کی موجودہ ارزانی عارضی نہیں ہے اس کا اثر اقتصادیات پر بہت بُرا پڑ رہا ہے۔"

سُن لیا آپ نے یہ فیڈریشن آف انڈین چیمبرس آف کامرس کا ارشاد گرامی ہے جو حکومت عالیہ کے حضور اس مقصد سے پیش کیا گیا ہے کہ خدا کے لئے غلّہ کی ارزانی کو روکو۔ یہ تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

گویا بھارت کی غریب رعایا ایک سزا یافتہ قیدی ہے۔ جسے گرانی اور مفلسی کے شعلوں میں جھلستے رہنے کی سزا دی گئی ہے۔ چوں کہ مدّتِ سزا قیامت میں پوری ہوگی۔ لہٰذا قیامت سے پہلے ہی سن چون میں جو گرانی ذرا کم ہو گئی اور دہکتے ہوئے شعلوں پر ہلکی سی راکھ آ گئی تو فیڈریشن والوں کو عدالت کی ساکھ اور عزت کا فکر ہوا۔

خدائی فوجدارو! تم خوش رہو۔ تمھیں جس ارزانی کا خوف تھا وہ چند دن سے زیادہ نہیں جی۔ اور جب دن جی اس کی سزا میں ہم جیسے چھوٹے لوگوں کو وہ کالے کالے گیہوں کھانے پڑ رہے ہیں کہ اگر یہی گیہوں اتفاق سے جنّت میں اُگے ہوتے تو کبھی بھی آدم علیہ السلام انھیں کھانا پسند نہ کرتے۔ نہ بانس ہوتا نہ بانسری بجتی۔

ست ۵۴ء :-

'میرٹھ میں غنڈہ گردی اور نابالغ لڑکیوں کی عصمت فروشی میں پولیس خود معاون بنی ہوئی ہے۔"

آزاد سیکولر اسٹیٹ میں تو بھیا یہی مزے لٹیں گے۔ جب ترقی ہوری بھارت کے قانون میں خدا اور اخلاق نام کی کوئی چیز . اور ہر شخص پیسے کمانے میں تمام اخلاقی حدود سے آزاد ہے تو ت فروشی کا گرما گرم کاروبار ہی کیا غلط ہے ؟ پولس کا سرکاری ہے وردی پہنکر دھونس جمانا' پرائیوٹ مشغلہ اور بزنس کے طور پر غریب عصمت فروشی کا دھندہ کرکے نفع کمالے تو آپ اعتراض دالے کون ؟ —— رہا بالغ اور نابالغ کا سوال تو بھیا اس سے کوئی نہیں پڑتا۔ عورتیں بالغ ہوں یا نابالغ بنیا شاہی منطق اور ترقی ہوری فلسفہ کی رو سے وہ عملِ نیک جسے تم رجعت پسند لوگ ت فروشی" کہتے ہو اُن کے لئے کسی بھی حال میں نقصان دہ نہیں الی ہے جو اُن میں آجاتی ہے ؟ کچھ آتا ہی ہے جاتا نہیں۔

یہ حاشیہ :-

"انصاف کے سب سے بڑے محافظ ہی انصاف کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال رہے ہیں۔"

بے نتیجہ ہے۔ چودھویں صدی کا کمال تو یہی ہے کہ جو سب سے نگ جو ہو وہ امن کا دیوتا کہلائے۔ جو مطلق العنان بادشاہ ہو۔ دریت کا داد ا سمجھا جائے۔ جو بم برسائے وہ امن کا محافظ ٹھیرے انخواستہ ہمارے حکمراں سو فیصدی انصاف اور ایمانداری کے ہوگئے تو اُن غریب پولیس والوں اور پٹواریوں اور پیش کاروں ں ٹھکانا ہوگا جن کے بال بچے حکمرانوں کی فراخدلی ہی سے پرورش ں —

ست ۵۴ء :- ایک پاکستانی لیڈر نے فرمایا۔

"ملکہ سہ شنگ کے لوٹنے کے بعد افراد کی بیکاری مغربی بنگال میں خطرناک صورتِ حال پیدا کردے گی۔"

کیوں ڈرتے ہو ؟ لاہور کا مارشل لا اگر بھولا نہیں ہے تو بیکار لو مطمئن رہنا چاہئے کہ پاکستان کی عادل و عاقل ، بالغ حکومت ن کو شکست دینے میں سستی اور لاپرواہی نہیں برتتی نہ بھارت والوں کی طرح لمبی دیر طلب اسکیمیں بناتی ہے۔ بلکہ ذرا خطرے نے سر اُبھارا اور گدی نشینوں نے بندوق اٹھائی پھر اس نے شکاری ہی نشانہ خطا نہیں کرتا۔ فی کس ایک گولی۔ یعنی کہ ایک ڈیڑھ روپے کے کارتوس میں ایک پاکستانی کی زندگی کے سارے پیچیدہ مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ بے کاری بڑھے یا گھٹے۔ حکمرانوں کے کچن یعنی باورچی خانے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان کی شرابوں کے پیسوں کی گنتی بالکل کم نہیں ہوتی۔ ان کے شبستانِ رنگ و نور میں ذرا بے رونقی نہیں آتی۔ ان کے حرمِ خاص کی بہاریں قطعًا افسردہ نہیں ہوتیں۔

ہاں خدانخواستہ ستر بہرے دور دشمنوں کے کان بہرے جس دن اُن کے معمولات پر کسی خطرے کا سایہ پڑ گیا تو سمجھ لو پاکستان کی سالمیت خطرے میں آگئی۔ جمہوریت کا سورج گہنانے لگا۔ اسلام کا محل لرز گیا بس پھر تو گولی ہے۔ جیل خانہ ہے۔ پھانسی گھر ہے وغیرہ وغیرہ

---

۸ راگست ۵۴ء :- خدا رکھے۔

"حیدر آباد میں غنڈہ گردی عروج پر ہے۔ لیکن حکومت کو نظر نہیں آتی۔"

پھر حکومت کا کیا قصور ؟ نظر نہ آنے کا مطلب تو گویا یہ ہوا کہ آپ کے نزدیک حکومت نابینا ہے یا گھٹیا اردو لفظوں میں "اندھی" کہہ لیجئے تو بھائی جسے اندھا ٹھیرا دیا اس کے نظر نہ آنے میں شکایت اور اچنبھا کیا ؟

غنڈہ گردی دراصل ایک بہت باریک جرثومہ ہے جو بغیر خورد بین کے نظر نہیں آتا۔ البتہ مسلمان نام کی جو قوم بھارت میں بستی ہے وہ چونکہ گوشت خور ہے اس لئے اس میں یہ جرثومہ گوشت کھا کھا کے خوب موٹا ہوگیا ہے اور بلا خورد بین کے نہایت آنی سے فورًا نظر آجاتا ہے۔ پس اے امریکہ اور روس کے عقلمند لوگو ! ہمارے بھارت کے لئے خورد بینیں بھیجو اور کوئی انجکشن ایسا بھی عنایت ہو کہ مسلمان قوم کے خون سے غنڈہ گردی کے جراثیم فنا ہوجائیں — یا کم سے کم اتنے باریک رہ جائیں کہ بھارتی حکومت کو چشمہ لگانا پڑے

---

۹ راگست ۵۴ء :- اتحادی سبھا نے فیصلہ دیا ہے کہ :-

"امریکہ کو بحر الکاہل میں بموں کے تجربات کا پورا حق حاصل ہے۔"

کیوں نہیں صاحب۔ امریکہ آج کی دنیا کا رزّاق اور قاضی الحاجات بنا ہوا ہے اسے سب کچھ حق ہے۔ سب کچھ حتّی کہ اگر امن کی خاطر وہ کسی دو چار لاکھ کی آبادی کو موت کی نیند سلادے تب بھی یہ اس کا پیدائشی حق ہے۔ سچ کہا تھا کسی دل جلے نے:۔

اے زر تو خدا نیست ولیکن بخدا
ستارِ عیوبی و قاضی الحاجاتی

---

۱۰ اگست ۵۹ء:۔ شریمتی سچیتا کرپلانی روس کی سیاحت سے واپسی کے بعد فرماتی ہیں:۔

"روس میں امیروں اور غریبوں کے درمیان اب بھی فرق باقی ہے حکومت اب تک غربت کا خاتمہ نہیں کرسکی ہے۔ امیروں اور غریبوں کے معیارِ زندگی میں بڑا فرق ہے۔ وہاں کے عوام ہماری طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔"

غضب کرتی ہیں آپ دیوی جی! شاید روس والوں نے خاطر مدارات اچھی طرح نہیں کی۔ ورنہ آپ کے جو بھائی پہلے روس تشریف لے جاتے رہے وہ تو واپسی پر یہی کہتے تھے کہ روس میں مکمل مساوات ہے۔ برابری ہے۔ انصاف ہے۔ یہاں تک کہ تمام مردوں عورتوں کے قد بھی کمیونزم کے سانچے سے ایک کردیئے گئے ہیں۔ وزیر دن میں اگر ہزار سانس لیتا ہے تو مزدور اور کلرک بھی بلا روک ٹوک ہزار سانس لیتا ہے۔ گورنر اگر صبح بیت الخلا تشریف لیجاتے ہیں تو کسان بھی تشریف لے جاتا ہے۔ کمشنر کو اگر حق ہے کہ چت سوئے یا کروٹ بدلے تو قُلی کو بھی حق ہے کہ اوندھا سوئے یا نہ بھی سوئے۔ غرض مکمل مساوات ہے کوئی عورت کسی مرد کی ملکیت نہیں۔ کوئی مرد کسی عورت کا واحد شوہر نہیں کسر اتنی رہ گئی ہے کہ یا تو عورت کے بچے پیدا ہونے بند کرا دیئے جائیں یا مردوں کو بھی اس کارِ خیر پر مجبور کیا جائے۔ یہ جس دن ہوگیا سمجھو روس سو فی صدی مساوات کی جنت بن جائے گا۔ اور نیک بندے جب مرنے کے بعد جنت میں لیجائے جائیں گے تو فرشتوں سے کہیں گے نہیں روس لے چلو! کیونکہ اللہ میاں کی جنت کیسی ہی نفیس سہی۔ لیکن آزادی و مساوات کی یہ نعمتیں اس میں کہاں۔

تو محترمہ! بات ذرا دھیرے سے کہئے۔ اگر پیغمبرِ امن جناب سیف الدین کچلو نے سن لیا یا بھارتی کمیونسٹوں کو بھنک پڑ گئی تو آنجنابہ کا اسم گرامی امریکہ کے ایجنٹوں کی لال فہرست میں لکھ لیا جائیگا اور خدا نخواستہ امریکہ کی رضا میں اگر بھارت نے روس سے آشنائی کرلی تو آپ کا ٹھکانا جیل کے سوا کوئی نہیں۔

---

۱۱ اگست ۵۹ء:۔ پنڈت نہرو کہتے ہیں:۔

"ذبیحہ گاؤ کے خلاف ایجیٹیشن بہت بری بات ہے قانون کے ذریعہ ذبیحہ گاؤ کو نہیں روکا جاسکتا۔"

یہی تو باتیں ہیں جنھوں نے ہمارے پنڈت جی کو ایشیا کا عظیم تر سیاستدان منوالیا ہے۔ کوئی تو ایک ہی سانپ مار کر لاٹھی توڑ لیتا ہے یہاں لاکھوں۔ کروڑوں سانپ مارنے کی ترکیبیں ہیں اور لاٹھی ایک بھی نہیں ٹوٹتی۔

سچ یہ ہے کہ آدمی جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی آنکھیں زمین سے دور ہی ہوتی جاتی ہیں۔ مثلاً ننھی چڑیوں کی آنکھوں سے اونٹ اور ہاتھی کی آنکھوں کا زمین کے فاصلہ کے اعتبار سے مقابلہ کیجئے۔ پھر اونٹ اور ہاتھی سے اُس لمبی گردن والے جانور کا مقابلہ کیجئے جو اکثر زندہ عجائب گھروں میں نظر آتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ آدمی جتنا اونچا ہوگا اس کی آنکھیں زمین سے اتنی ہی دور ہوتی جائیں گی اور زمین کی چیزیں اسے چھوٹی نظر آئیں گی۔ بلکہ بعض نظر ہی نہیں آئینگی۔

تو ہمارے وزیر اعظم کو بہت بلند و برتر ہوجانے کے باعث اب ذبیحہ گاؤ کا مسئلہ بہت چھوٹا نہ ہونے کے برابر نظر آرہا ہے۔ وہ بیچارے نہیں دیکھ سکتے کہ قانون کے بغیر ہی ملک کے تقریباً تمام کونوں میں گائے کی قربانی بند ہوچکی۔ گائے کھانے والے بھینس، بیل اور بھیڑ وغیرہ کھارہے ہیں اور اس کے باوجود جب کسی شہر کے شریف مہاسبھائیوں اور جن سنگھیوں کا جی چاہتا ہے کسی مسلمان پر گائے ذبح کرنے کا الزام رکھ کر فساد کرڈالتے ہیں۔

اگرچہ اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ لوٹ مار بھی ایک پیشہ ہے۔ کاروبار ہے۔ آزاد ہندوستان میں جس کا جو جی چاہے پیشہ کرے۔ لیکن عرض و گذارش تو یہ ہے کہ پنڈت جی آپ جس خیالی ذبیحہ گاؤ کے روکنے کے قانون کی مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ پُرانے وقتوں کی بات ہے۔ وہ اُس وقت کا قصہ ہے جب آپ کی چشم بصیرت اپنے ہم وطنوں کے مسائل سے بہت قریب تھی۔ اب تو مناسب د

اولیٰ یہی ہے کہ ذبیحۂ گاؤ کے خلاف قانون نہ بنا کر جو شاندار جمہوری کرم مسلمانوں پر کیا گیا ہے اسے واپس لے لیا جائے اور صاف صاف کتابِ آئین میں لکھ دیا جائے کہ یہ مقدس بھارت کی پوِتر بھومی ہے اس پر گؤ ماتا کا پاکیزہ خون نہیں بہایا جا سکتا۔ یہ ہندو دھرم کے شیدائیوں کا روحانی ملک ہے۔ یہاں کوئی ایسا حق کسی کو نہیں دیا جا سکتا جس سے ہندو بھگتوں کی خیال و عقیدے کی توہین ہو۔ یہاں بیل اگرچہ باپ نہیں مگر گائے ماں ضرور ہے۔ یہاں بھارتیہ سنسکرتی کلچر کا دور دورہ ہوگا۔ یہاں پراچین راشٹریہ کی تہذیب زندہ کی جائیگی۔

ہم تو امریکہ کے قائل ہیں کہ اس نے منافقت اور لفظی شیشہ گری کو چھوڑ کر صاف صاف کہدیا کہ ہم کمیونزم کو جہاں بھی جس طرح بھی ہوگا موت کے گھاٹ اتاریں گے۔ اسی طرح آپ بھی پنڈت جی فرما دیجئے کہ بھارت میں گائے کی قربانی جرم ہے۔ یقین کیجئے مسلمان اب اس درجہ میں ہے کہ گائے کی قربانی تو کیا اگر آذان اور نماز پر بھی آپ پابندیاں لگا دیں تو وہ چند کراہوں کے سوا کچھ نہ کہے گا۔ یقین نہ آئے تو اُن مسجدوں کو دیکھ لیجئے جنھیں "بت کدہ" اور "مہاجر کدہ" بنا لیا گیا ہے یہ مسجدیں آپ کو ہچکیاں لے لے کر بتائیں گی کہ ان کے دامن میں آزادی و جمہوریت کی کتنی عبرتناک کہانیاں جنم لے رہی ہیں!

---

۱۱ اگست ۵۴ء:— "دہلی میں صفائی انسپکٹر گرفتار۔ رشوت کا الزام! ایک بھنگی سے تیس روپے لے لئے۔"

شاباش بھائی۔ "صفائی" اور "بھنگی" میں جو لطیف رشتہ داری ہے اس پر اگر دہلی پولیس غور کرتی تو بجائے گرفتاری کے تمھیں آرٹ اور صنعت کا نوبل پرائز ملتا۔

خیر تم گھبراؤ نہیں۔ عدالت میں سرکاری وکیل سے یہ پوچھنا کہ مائی لارڈ! رشوت لینا دینا تو خوشی کا سودا ہے۔ چوری اور ڈکیتی تو نہیں۔ لہٰذا جب ہمارے جمہوری قانون میں خوشی کا زنا اور سود اور شراب سب کچھ جائز ہے تو رشوت ہی میں کونسے کیڑے پڑ گئے جو مجھ غریب کو پکڑ لیا گیا۔

تیس روپے محض تین دس دس کے کاغذی نوٹ۔ اتنا تو صاحب کا بیرا لے لیتا ہے۔ وکیل سرکار کہے گا کہ صاحب لوگ اب کہاں؟ تو کہنا صاحب لوگ اب پہلے سے بھی زیادہ ہیں لغاتِ کشوری وغیرہ میں صاحب کے معنی "انگریز" نہیں لکھے۔ بلکہ جمہور اللغات میں صاحب کی یہ تعریف لکھی ہے کہ اس کے پاس بنگلہ ہو۔ موٹر ہو۔ عہدہ ہو اور بہت سے نوکر ہوں۔ تو یہ تعریف بھارت میں ہزاروں دیش بھگتوں پر صادق آتی ہے۔ پس چھوڑ دو مجھ کو اے جناب سرکاری وکیل۔ اور مزاج پرسی کرو اُن آسمانی سرمایہ داروں کی جن کی آمدنی کے قانونی ذرائع تو بہت محدود ہیں مگر بینک بیلنس بہت لامحدود ہے۔ انشاء اللہ منصف اگر مجھ جیسا کوئی اصول پرست ہوا تو رہائی مل جائے گی ورنہ ہوا تو خیر چند دنوں کی جیل سہی۔ جیل میں سنا ہے روٹی تو اب بھی ملتی ہے اور روٹی وہ چیز ہے جس پر عصمت اور ایمان اور عزت سب کچھ قربان کر کے اسٹالن و مارکس کی روحوں کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔

---

۱۲ اگست ۵۴ء:— ایک جمہوریت انگیز خبر۔

"لاتور ضلع عثمان آباد میں ایک عاشور خانے کو زبردستی مندر میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔"

کیا مضائقہ ہے؟ شدھی کی تازہ اسکیم کے ماتحت جب بھارتی جنتا کو چوٹیاں رکھنی اور دھوتیاں پہننی ہی ٹھیریں تو ظاہر ہے کہ مسجدوں اور عاشور خانوں کی بھی شدھی ہونی چاہئے۔ بھارت میں رہ کر جو رام راجیہ کی پیدائش میں ہاتھ نہیں بٹاتا اور اسلام کا رونا روئے جاتا ہے وہ غدارِ وطن ہے فرقہ پرست ہے پاکستانی ہے۔

آگے ہے:—

"حیدرآباد کے تعلقہ لاتور میں مسلمانوں کے ساتھ غنڈوں کی بے جا زیادتیاں۔"

گویا بجا زیادتیاں ہونی چاہئے تھیں۔ اے بھائی یہ تو سب پچھلے جنم کی کرنی کا پھل ہے۔ بیچاری بھارت سرکار تو لاکھ چاہتی ہے کہ غنڈہ گردی ختم ہو اور ہمارے پنڈت نہرو فرقہ پرستی کی مذمت میں تقریروں کے پُل باندھے ہوئے ہیں۔ لیکن مولاہی سزا دینا چاہے تو غریب غنڈوں کا کیا قصور!

پھر ہے:—

"پٹیل اور پٹواری بھی غنڈوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

یہ مخلوق بہت غمزدہ ہے اسے کچھ نہ کہئے۔ پہلے ایک پٹواری برابر چار کلرکوں کے ہوا کرتا تھا اب نئے قانون کے نتیجہ میں اس کی

پاور گھٹ گئی۔ اگر قسمت کی مہربانی سے اسے غنڈوں کا ساتھ دے کر کچھ پاور بڑھانے کا موقع ملا ہے تو آپ کو جلن کیوں؟ غنیمت سمجھئے اس نے صرف ساتھ دیا، اگر خود ہی غنڈا بن جاتا تو آپ کیا کر لیتے؟

پھر ہے :-

"پولیس غنڈوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہی ہے۔"

کیوں کرے؟ غنڈے آخر آسمان سے تو اُترتے نہیں۔ اسی پوتر بھومی کے سپوت ہیں۔ ایک تو وطنی رشتہ، پھر دھرم کا ناطہ۔ پھر کتنے ہی غنڈے کسی سپاہی کے بہنوئی کسی دیوان کے سالے کسی داروغہ کے بھتیجے ہوں گے۔ آخر پولیس کو کیا پڑی ہے کہ عربی نژاد ملیچھ مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے عزیزوں دوستوں کے خلاف کارروائی کرے۔ ایسے احمق شکارپور میں بستے ہوں گے۔

---

۱۳ اگست ۱۹۵۴ء :- بھوپال کے ایک فرسٹ کلاس مجسٹریٹ جناب آنپی داستوا صاحب پر اچانک صاف گوئی اور حق پرستی کا دورہ پڑ گیا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ دورے نے تحریری شکل اختیار کر لی ہے۔ قضیہ تو بہت لمبا ہے۔ صرف چند لفظ سنئے :-

"بھوپال میں پولیس جھوٹے مقدمے بنانے اور ذلیل و نازیبا طریقے اختیار کر کے لوگوں کو زبردستی مجرم بنانے میں مسرت محسوس کرتی ہے۔"

یہ ہے طلائی تمغہ جو مجسٹریٹ صاحب کی طرف سے پولیس کو عنایت ہوا ہے۔ کوئی بتائے مجسٹریٹ صاحب کو کہ بھائی انگریز کی پیدا کی ہوئی بیماریاں رفتہ ہی رفتہ جائیں گی۔ وہ خبیث ایسا چار سو بیس ہے کہ ادھر تو بیچاری بھارت سرکار اس کی پیدا کردہ بیماریوں کا علاج کرتے کرتے تھکی جا رہی ہے۔ اور اُدھر وہ انگلستان میں بیٹھا اٹیمی پچکاریوں سے بیماری کے جراثیم ہندوستان بھیج رہا ہے۔ افسرانِ پولیس لاکھ چاہتے ہیں کہ بھارتی پولیس خدمت اور حق و انصاف کا نمونہ بنے۔ لیکن صرف چاہنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ مرض جاتے ہی جاتے جاتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ مریض کو بھی ساتھ لیکے جاتا ہے ـــــ اور بعض مرض تو ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ڈاکٹر کو بھی ساتھ لیکے جاتے ہیں۔

خیر فاضل مجسٹریٹ کے چند اور لفظ سنئے :-

"فریادیوں کو دھمکی دے کر ان سے غلط بیانات دلوائے جاتے ہیں اور یہ پولیس کرتی ہے۔ ہندوستانی پولیس مجرموں کی زیادتی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔"

اپنا اپنا طرزِ فکر ہے۔ مجھ سے پوچھئے تو اس بات کو اس طرح ہونا چاہئے تھا کہ :-

"ہندوستانی مجرم، پولیس کی پرورش کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔"

غور کیجئے۔ مجرم نہ ہوتے تو پولیس کا کیا بنتا۔ خالی بیٹھ مکھیاں مارنے سے کس کا پیٹ بھرا ہے۔

---

۱۴ اگست ۱۹۵۴ء :- کہہ ڈالا جموں نیشنل کانفرنس کے جنرل سکریٹری صاحب نے :-

"روس یہ چاہتا ہے کہ کشمیر مکمل طور پر ہندوستان میں شامل ہو جائے۔"

ضرور چاہتا ہوگا۔ اور بھی وہ کئی باتیں چاہتا ہے۔ مثلاً :-

"امریکہ کو جو کئی طرح کی رعایتیں بھارت میں حاصل ہیں وہ ختم کی جائیں۔ مذہب و اخلاق کو طلاق دیجائے ہر چیز حتّٰے کہ بہو بیٹیوں کو بھی قومی ملکیت قرار دیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ"

فرمائیے آپ کون کون سی خواہشیں پوری کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

---

۱۵ اگست ۱۹۵۴ء :- ایک آزاد ہندو ممبر نے پاکستان پارلیمنٹ پر سخت تنقید کرتے ہوئے اسے "بے شرم" کہہ کر خطاب کیا۔

پھر تو باچھیں کھل گئی ہوں گی حکومت کی۔ خدا لگے، شرم و حیا کی لعنت کو پاکستان سے ختم کرنے کے لئے حکومت پاکستان بُری طرح کوشاں ہے۔ اپوا جیسی ترقی پسند انجمنوں کی سرپرستی فرما کے آرٹ اور عیاشی کو فروغ دے کر وہ شرم و حیا کے مرضِ خبیث کی پوری بیخ کنی کرنی چاہتی ہے۔ پاکستانی خواتین بھی اس کام میں ہاتھ

بٹانے میں نہایت سرگرم ہیں۔ نئی تجلی کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ برقعے اب نقاب کے بغیر سلنے لگے ہیں۔ اور فٹ پاتھ پر، پارکوں میں نالیوں میں، ہوٹلوں میں بے باپ کے بچوں کی فوج اُگنے لگی ہے۔ میرا مطلب فوج سے یہ ہے کہ جس طرح امریکہ بے باپ کے بچوں کو فوجی بھرتی کے لئے خداداد نعمت تصور کرتا ہے۔ اسی طرح پاکستانی ارباب حل وعقد بھی اس خودرو پود کو فالِ نیک تصور کرتے ہوئے مستقبل کا یہ حسین خواب دیکھ رہے ہیں کہ اگر سالانہ دس بیس ہزار بچے انہیں یوں مفت ملتے رہے تو بیس پچیس سال میں اُن کی فوجی کثرت سے ہندوستان کا پتّا پانی ہو جائے گا۔ اور مارے ڈر کے وہ کشمیر وغیرہ چھوڑ بھاگے گا۔

تو آنجناب نے جو "بے شرم" کا خطاب عنایت فرماکر حکومتِ پاکستان کو اس کی دلی مرادوں میں کامیابی کا سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا ہے تو اس کے لئے مجھ ابن العرب مکی کا دلی شکریہ قبول فرمائیں۔ اور امید رکھیں کہ آپ کا نام پاکستان کے وفاداران خاص کے رجسٹر میں لکھ لیا گیا ہے۔

۱۶ر اگست ۱۹۵۵ء:۔ بمبئی کا اخبار "بلٹز" کہتا ہے کہ:۔

"کشمیر کو خود مختار بنانے کا خیال سب سے پہلے بخشی غلام محمد نے پیش کیا تھا۔۔۔۔۔"

خیر سے یہی وہ الزام ہے جس کی آڑ لے کر بیچارے شیر کشمیر کی کھال اُتار لی گئی۔ اور بخشی صاحب آقا بن بیٹھے۔

مگر دنیا میں تو یہ ہوتا ہی آیا ہے۔ بہت سے تیرہ بخت صرف چند پیسے چُرانے پر جیل کی ہوا کھاتے ہیں۔ اور بہت سے نیک بخت ہزاروں روپے غبن کر لینے پر خزانچی سے وزیر بنجاتے ہیں۔ کلّو خیرو شراب پیئے تو پولیس کا ڈنڈا کھاتا ہے اور تلوار جنگ بہادر شراب پئیں تو ان کے لئے شراب کے نئے گودام بنائے جاتے ہیں۔ مُلّا اخلاق وایمان کا نام لے تو فرقہ پرست ٹھہرتا ہے شیریا جی دین ومذہب کا اُپدیش دیں تو پلیڈر سے لیڈر اور لیڈر سے وزیر بن جاتے ہیں۔

یہی سیاست کا چکر ہے۔ یہی تہذیب حاضر کا کمال ہے۔

۱۷ر اگست ۱۹۵۵ء:۔ امریکہ کے سکریٹری آف اسٹیٹ مسٹر ڈلس کہتے ہیں

"امریکہ سرخ چین کو کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔"

اجی سرخ چین کیا آپ وقت پڑنے پر سارے ایشیا ہی کو تسلیم نہ کریں۔ بلکہ آپ روس کو بھی تسلیم کرنا چھوڑ دیں۔

ایک نابینا نے اپنے بہرے دوست سے کہا:۔

"کتنا اندھیرا ہے!"

بہرہ بولا ——— "کتنی خاموشی ہے!"

بتائیے، جب صرف ایک اندھے اور ایک بہرے نے ساری دنیا کو قبر بنا دیا تو امریکہ حضور تو شہنشاہِ زر اور آقائے ایٹم ہیں۔ وہ اگر چاند سورج کو بھی تسلیم کرنا چھوڑ دیں تو کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔

۱۸ر اگست ۱۹۵۵ء:۔ "انبالہ کے میونسپل پریذیڈنٹ شری نرنجن نے سرکاری کاغذات پر دستخط کرنے کی بجائے انگوٹھے کا استعمال کیا۔ آپ شاید پہلے پریذیڈنٹ ہیں۔ جنھوں کبھی اسکول کی صورت نہیں دیکھی اور نہ قلم پکڑا۔"

کانگریسی حکومت میں تو یہی مزے لٹیں گے۔ انگریز یہاں ہوتا تو خطرہ تھا کہ جس طرح اس نے بہت دن ہوئے ہندوستانی دستکاروں کے انگوٹھے کٹوا دیئے تھے اسی طرح ہمارے پریذیڈنٹ صاحب کے انگوٹھوں پر بھی اس کی نیت پھسل جاتی۔ کیونکہ دستخط کی بجائے انگوٹھے سے کام لینا بھی دست کاری ہے اور ایسی دستکاری چونکہ یورپین ممالک میں قطعاً نایاب ہے۔ لہٰذا انگریز کو یقیناً حسد ہوتا۔ ملتے ہیں بھارتی نیتاؤں کی رعایا پروری جمہوریت اور کرم گستری کو۔

اللہ کرے زورِ کرم اور زیادہ

۱۸ر اگست ۱۹۵۵ء:۔ اطلاع ہے:۔

"اُتر پردیش کے ضلع بلیا میں ایک مسلمان گھرانے کی عزت اور آبرو لوٹ لی گئی۔"

بالکل جھوٹ! مسلمانوں کی عزت وآبرو تو ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان ہجرت کر گئی۔ ہندوستان میں جس چیز کو آپ نے عزت وآبرو سمجھا ہے وہ درحقیقت ہمارے سیکولر قانون کا رکھ رکھاؤ اور مہاشاین کرم

کا لطف و کرم ہے۔ یعنی قانون تو بیشک مانتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت و آبرو نام کی ایک چیز ہندوستان میں رہائش رکھتی ہے۔ لیکن قانون کا ماننا بھی مفید ہو سکتا ہے جب قانون والے اسے اس کی صحیح اسپرٹ اور قوت کے ساتھ چلائیں۔ حال یہ ہے کہ ہندوستانی سورماؤں کی چشم کرم جہاں ذرا بھری اور ایک عدد فساد، ہنگامہ اور خرخشہ پیدا ہوا۔ پھر قانونی نتیجہ دیکھئے تو مسلمان ہی غنڈے مسلمان ہی فتنہ پرور مسلمان ہی مجرم نکل آتے ہیں۔ پس جہاں کہیں مسلمانوں کی عزت و آبرو زندہ ہے سمجھئے وہاں کے مہاشے بڑے کریم بڑے دیالو بڑے نیک ہیں۔ اور جہاں ایسا نہ ہو سمجھئے طاقت اپنا پیدائشی حق حاصل کر رہی ہے۔

---

۱۹ اگست ۱۹۶۸ء۔ مہاشہ المہاشے جناب کرشن صاحب لکھتے ہیں:-

"ہندوستان میں آٹھ نو کروڑ مسلمان ہو گئے یہ کہاں سے آئے، اسلامی ممالک سے تو چند لاکھ آئے باقی سب یہیں کے ہیں۔ اسی بھارت ماتا کی آنکھ کا تارا ہیں۔ ہمارا ہی گوشت پوست ہیں۔ یہ لوگ مسلمان کیسے ہوئے ؟۔ مسلمان واعظوں کے وعظ سے۔ مسلم پیروں کے اعتقاد نے انھیں مسلم بنا دیا۔ قبر پرستی سے مسلمان بنے۔ گنڈے اور تعویذ سے ہوئے۔ مسلمان بادشاہوں کی تلوار تلے ہوئے۔ ایک تعداد ایسے ہندوؤں کی ہے جو اس لئے مسلمان ہو گئے کہ جس مسلم عورت پر ان کا دل آگیا انھوں نے ان سے اپنا مذہب چھوڑنے کا مطالبہ کیا۔ کچھ لڑکیاں اٹھالی گئیں۔ وہ لڑکیاں واپس بھی آئیں۔ لیکن ہندو سماج انھیں گلے لگانے کو تیار نہ ہوا۔"

ان ارشادات سے خدا جانے مہاشے صاحب کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کسی مسلمان مؤرخ نے نہیں لکھا کہ ہندوستان میں اکثر مسلمان آسمان سے اترے ہیں۔ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ باہر سے آتے ہوئے مسلمانوں کی تعلیم و تبلیغ اور خوش اطواری نے ہندوؤں پر اثر کیا اور سلسلہ در سلسلہ اسلام پھیلتا گیا۔ فاضل محرر کا اگر یہ مطلب ہے کہ پیروں فقیروں کی تبلیغ سے جو شخص مسلمان ہوا ہے وہ درحقیقت مسلمان نہیں ہے اور جلد اسے شدھی کر لینا چاہیے تو انھیں خوش ہونا چاہیے کہ یہ چند لاکھ مسلمان بھی جنھیں وہ معافی دے رہے ہیں شدھی کے لائق ہیں۔ کیونکہ اُن کے باپ دادا زمین سے مسلمان نہیں پیدا ہوئے تھے بلکہ ایک عربی پیغمبر کی تعلیم نے انھیں مسلمان بنایا تھا۔

یہ بات تو بہت پرانی ہو چکی کہ مسلمانوں کی تلوار تلے اسلام پھیلا۔ فاضل مہاشے نے اگر اپنا کوئی ذاتی کورس تاریخ کا نہیں بنا رکھا ہے تو وہ ہندوستان کی سیکڑوں سالہ مسلمان حکمرانی کی تاریخ میں ایک ہی واقعہ ایسا بتائیں جس میں کسی غیر مسلم کو جبر و زور سے مسلمان بنایا گیا ہو بیٹھے بیٹھے جو آئے دن مہاشوں کے پیٹ میں درد اٹھتا ہے تو نئے نئے رکیک الزامات تراش کر وہ ہندوستان کی وطنی یک جہتی کو اس بری طرح جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا کوئی پاکستانی کرے گا۔ اسلام ان کے دلوں میں کانٹا بنکر کھٹک رہا ہے۔ حالاں کہ کسی مسلم بادشاہ کے بُرے کرتوتوں کی ذمہ داری اسلام پر عائد نہیں ہوتی۔ نہ اسلام کی نمائندگی کسی مسلم رہنما یا بادشاہ کی ذات سے ہوتی ہے۔ لیکن دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے اگر اس اصولی باریکی کو نظر انداز بھی کیا جائے تو کم سے کم تاریخی صداقت کو تو ذبح نہ کرنا چاہیے لیکن مہاشانِ کرام طے کر چکے ہیں کہ ہم بھارت کے شہزادے ہیں، بھارت ہمارا ہے۔ قانون کچھ کہے ہم تو مسلمانوں کی زندگی حرام کریں گے۔

ذرا غور تو کیجئے۔ اگر سیکڑوں برس پہلے ایک ہندو کسی مسلمان محبوبہ کے کہنے پر مسلمان ہو جاتا ہے تو اس میں سن چوتن کے بھارتی مسلمانوں کا کیا قصور ہے ؟ یہ تو فی الحقیقت مہاشے صاحب اپنے بعض ہم قوموں کی پستی اور کمزوری کی وضاحت فرما رہے ہیں — جو من چلے عورت کے لئے ایمان بیچ دیں ان سے اپنا کوئی ناطہ جتلانا شریف آدمیوں کا تو شیوہ نہیں۔ لیکن شرافت و اخلاق مہاشوں کے گھر کی کنیزیں ہیں۔ وہ جب چاہیں ڈنڈے رسید کریں جب چاہیں پیر دبوائیں۔

"کچھ لڑکیاں اٹھالی گئیں"

ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے اٹھائیں! ان گڑے مُردوں کو اکھیڑنے کا منشا سوائے اسکے کیا ہے کہ اے پہلوان مہاشو! مسلمانوں سے کبھی کبھی کے بدلے اب لیلو۔ موقع ہاتھ آیا ہے خالی نہ جائے۔ ؎

قریب ہی یار و روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہیگی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(ملا زندہ صحبت باقی)

سچا ایمان و اسلام نجات کی ضمانت ہے

از مولانا منظور نعمانی

گذشتہ شمارے میں مولانا منظور نعمانی کی تالیف "معارف الحدیث" پر مختصر سا تبصرہ شائع کیا گیا تھا۔ کتاب کی عظمت و اہمیت کے مقابلہ میں یہ تبصرہ بہت ہی پھیکا رہا۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد بے اختیار جی چاہتا ہے کہ بعض اہم موضوعات پر اس کے کچھ اقتباسات ہدیۂ ناظرین کئے جائیں۔ اگرچہ یہ تالیف "الفرقان" میں بھی قسط وار شائع ہوتی رہی ہے اور تجلّی کے بعض ناظرین اس کے مطالعہ سے فیضیاب ہو چکے ہوں گے۔ لیکن قرآن وحدیث تو وہ انمول ہیرے ہیں کہ جتنی بار بھی انکی زیارت کا شرف چشم و بصیرت کو حاصل ہو اتنا ہی کیف و سرور اور ایقان و انبساط حاصل ہوتا ہے اور ہم مسلمانوں کی تمامتر نجات ان ہیروں سے کسب نور کرنے ہی پر منحصر ہے۔

اسلام و عمل کے باہمی تعلق اور بے عملوں کی نجات وغیرہ کے بارے میں حال ہی میں بعض اختلافات منصۂ صحافت پر آچکے ہیں۔ اگرچہ اِن اختلافات کے پیچھے زیادہ تر غیر معقولیت اور تنگ نظری کارفرما رہی ہے۔ تاہم کچھ معصوم لوگ بھی اپنے اخلاص کے باوجود اندھی تقلید میں غلط اعتقاد اور گمراہ کن خیالات کے شکار ہو سکتے ہیں اس لئے اس موضوع پر صحیح احادیثِ نبوی اور ان کی دلپذیر توضیح و تشریح کا پیش کرنا برمحل اور مفید ہوگا۔ اُن لوگوں سے بھی جو کبھی پہلے اس مضمون کو پڑھ چکے ہیں عرض کیا جائے گا کہ دوبارہ اور سہ بارہ ان ارشاداتِ مقدسہ کا مطالعہ کریں اور زیادہ سے زیادہ انکو اپنے دل و دماغ میں بسائیں:۔

(عامر عثمانی)

(۱۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَوْ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ (شَکَّ الْاَعْمَشُ) قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَۃٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَکَلْنَا وَادَّھَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِفْعَلُوْا قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّھْرُ وَلٰکِنِ ادْعُھُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِھِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰہَ لَھُمْ عَلَیْھَا بِالْبَرَکَۃِ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَ فِیْ ذٰلِکَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) نَعَمْ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِھِمْ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِکَفِّ ذُرَۃٍ قَالَ وَجَعَلَ یَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِکَفِّ تَمْرٍ قَالَ وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِکِسْرَۃٍ حَتّٰی اجْتَمَعَ عَلَی النِّطَعِ مِنْ ذٰلِکَ شَیْءٌ یَسِیْرٌ قَالَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) بِالْبَرَکَۃِ، ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِکُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِھِمْ حَتّٰی مَا تَرَکُوْا فِی الْعَسْکَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَئُوْہُ قَالَ فَاَکَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا وَفَضَلَتْ فَضْلَۃٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا یَلْقَی اللّٰہَ بِھِمَا عَبْدٌ غَیْرُ شَاکٍّ فَیُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّۃِ۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) اعمش تابعی نے اپنے اُستاذ ابُو صالح سے اس شک کے ساتھ نقل کیا کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا تھا، یا ابُو سعید خدریؓ سے) کہ غزوۂ تبوک کے دنوں میں (جب سامان خوراک ختم ہو گیا۔ اور) لوگوں کو بھوک نے ستایا تو انھوں نے رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ:- "حضرت! اگر اجازت دیں تو ہم پانی لانیوالے اپنے اونٹوں کو ذبح کرلیں۔ پھر اُن کو کھا بھی لیں اور اُن سے روغن بھی حاصل کرلیں" حضور نے فرمایا:- "اچھا کرلو!"۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ:- یارسول اللہ! اگر آپؐ نے ایسا کیا (یعنی لوگوں کو اگر اُونٹ ذبح کرنیکی اجازت دیدی۔ اور لوگوں نے ذبح کرڈالے) تو سواریاں کم ہوجائینگی (لہٰذا ایسا تو نہ کیا جائے) البتہ لوگوں کو آپؐ اُنکے بچے کھچے سامانِ خوراک کے ساتھ بلا لیجیے۔ پھر اُن کیواسطے اللہ سے اُسی میں برکت کردینے کی دعا کیجیے۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی میں برکت فرمائے گا" حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:- "ہاں ٹھیک ہے" چنانچہ آپ نے چمڑے کا بڑا دسترخوان طلب فرمایا پس وہ بچھا دیا گیا۔ پھر آپ نے لوگوں سے اُن کا باقیماندہ سامانِ خوراک منگوایا۔ پس کوئی آدمی ایک مٹھی چنے کے دانے ہی لا رہا ہے۔ کوئی ایک مٹھی کھجوریں لا رہا ہے۔ اور کوئی روٹی کا ایک ٹکڑا ہی لئے چلا آرہا ہے۔ حتیٰ کہ دسترخوان پر تھوڑی سی مقدار میں یہ چیزیں جمع ہوگئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر برکت کی دعا فرمائی۔ اُسکے بعد فرمایا:- "اب تم سب اس میں سے اپنے اپنے برتنوں میں بھر لو" چنانچہ سب نے اپنے اپنے برتن بھر لئے حتیٰ کہ (قریباً ۳۰ ہزار کے اُس لشکر میں) لوگوں نے ایک برتن بھی بغیر بھرے نہیں چھوڑا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر سب نے کھایا۔ حتیٰ کہ خوب سیر ہوگئے۔ اور کچھ فاضل بھی بچ رہا۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:- "میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں اللہ کا رسُول ہوں۔ نہیں ہے کوئی بندہ جو بغیر کسی شک شبہ کے کامل یقین واذعان کے ساتھ اِن دُو شہادتوں کیساتھ اللہ کے سامنے جائے۔ پھر وہ جنّت سے روکا جائے"

(تشریح) حدیث کا مضمون ظاہر ہے جس مقصد سے اس حدیث کو یہاں درج کیا گیا ہے اُس کا تعلق حدیث کے صرف آخری جزسے ہے۔ جس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی شہادت ادا کرکے اعلان فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اِن دُو شہادتوں کو مخلصانہ طور پر ادا کرے۔ اور شک شبہ کی کوئی بیماری اُس کے دل و دماغ کو نہ ہو۔ اور اسی ایمانی حال میں اُس کو موت آئے۔ تو وہ جنّت میں ضرور جائے گا۔

جو لوگ قرآن و حدیث کے محاورہ اور طرزِ بیان سے کچھ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر "اللہ کی توحید اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی شہادت" ادا کرنے کا مطلب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوتِ ایمان کو قبول کرلینا۔ اور آپؐ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کو اپنا دین بنالینا ہوتا ہے۔ اور اسی لئے ان دُو شہادتوں کے ادا کرنے کا مطلب ہمیشہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایمانی دعوت کو قبول کرلیا۔ اور اسلام کو اپنا دین بنالیا۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ جو شخص "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور محمد رسُول اللہ" کی شہادت ادا کرکے میری ایمانی دعوت کو قبول کرلے۔ اور اسلام کو اپنا دین بنالے۔ اور اس بارے میں وہ مخلص اور صاحبِ یقین ہو تو اگر اسی حال میں وہ مرجائیگا تو جنّت میں ضرور جائے گا۔

پس اگر کوئی شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسُول اللہ" کا اقرار کرے لیکن اسلام کو اپنا دین نہ بنائے۔ بلکہ کسی اور دین و مذہب پر قائم رہے یا توحید و رسالت کے علاوہ دوسرے ایمانیات کا انکار کرے مثلاً قیامت کو یا قرآن مجید کو نہ مانے تو وہ ہرگز اس بشارت کا مستحق نہ ہوگا۔

الغرض اِس حدیث میں توحید و رسالت کی شہادت ادا کرنیکا مطلب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایمانی دعوت کو قبول کرنا اور اسلام کو اپنا دین بنانا ہے۔ اسی طرح جن حدیثوں میں صرف توحید اور صرف "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے اقرار پر جنّت کی بشارت دی گئی ہے انکا مطلب بھی یہی ہے۔ دراصل یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ایمان کو قبول کرلینے اور اسلام کو اپنا دین بنالینے کا مشہور و معروف عنوانات ہیں۔ انشاء اللہ اس کی کچھ مزید تفصیل اگلی حدیثوں کی تشریح میں بھی کی جائے گی۔

اِس حدیث سے ضمنی طور پر اور بھی چند سبق ملتے ہیں۔

(۱) اگر کوئی بڑا حتیٰ کہ اللہ کا نبی و رسُول بھی کسی معاملہ میں اپنی رائے ظاہر کرے اور کسی صاحبِ رائے خادم کو اس میں مضرت کا کوئی پہلو نظر آئے تو وہ ادب کیساتھ اپنی رائے اور اپنا مشورہ پیش

سے دریغ نہ کرے۔ اور اُس بڑے کو چاہئے کہ وہ اُس پر غور کرے۔ اور اگر وہی رائے بہتر اور انسب معلوم ہو تو اپنی رائے سے رجوع کرنے اور اُس کو اختیار کرنے میں ادنیٰ تامل نہ کرے۔

(۲) دُعا کا قبول ہونا۔ اور بالخصوص اس قبولیت کا خرقِ عادت کی شکل میں ظاہر ہونا اللہ کی نشانیوں اور مقبولیت اور تعلق باللہ کی خاص علامتوں میں[۱] سے ہے۔ جس سے مومنین کے انشراح صدر اور اطمینانِ قلبی میں ترقی ہونا برحق بلکہ نبوت کی میراث ہے (جیسا کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمۂ شہادت پڑھنے سے ظاہر ہے) پس جن لوگوں کو اس طرح کے انعاماتِ الٰہیہ کے تذکرہ سے بجائے انشراح کے انقباض ہوتا ہے۔ یا جو اس قسم کی خوارق کو طنز و تضحیک اور استخفاف و استحقار کے لائق سمجھتے ہیں۔ اُن کے دل ایک بڑی بیماری کے بیمار ہیں۔

(۱۱) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ شَھِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ النَّارَ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے آپ ارشاد فرماتے تھے کہ "جو کوئی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اور محمدؐ اُس کے رسول ہیں تو اللہ نے اُس شخص پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے"۔

(تشریح) جیسا کہ اس سے پہلی حدیث کی تشریح میں تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے۔ اس حدیث میں بھی "توحید و رسالت کی شہادت" سے مراد دعوتِ اسلام کو قبول کرنا۔ اور اُس پر چلنا ہے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی شہادت پورے اسلام کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ جس نے یہ شہادت سوچ سمجھ کے ادا کی۔ درحقیقت اُس نے پورے اسلام کو اپنا دین بنا لیا

اب اگر بالفرض اُس سے بہ تقاضائے بشریت کوئی کوتاہی بھی ہو گی تو اُس کا ایمانی شعور، کفارہ اور توبہ وغیرہ کے مقررہ طریقوں سے اُس کی تلافی کرنے پر اُس کو مجبور کرے گا۔ اور اس لئے انشاء اللہ وہ عذابِ دوزخ سے محفوظ ہی رہے گا۔

(۱۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ کُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اِلَّا مُؤْخِرَۃُ الرَّحْلِ فَقَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَقُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً، ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ ھَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَی الْعِبَادِ قَالَ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَّعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ ھَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَھُمْ۔ (رواہ البخاری و مسلم واللفظ لہ)

(ترجمہ) حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی سواری پر سوار تھا۔ اور میرے اور آپ کے درمیان کجاوے کے پچھلے حصّے کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ (یعنی میں حضورؐ کے پیچھے بالکل ملا ہوا بیٹھا تھا کہ پچھلے ہی بیٹھے) آپ نے مجھے پکارا اور فرمایا: "معاذ بن جبل!" ــــ میں نے عرض کیا۔ "لبیک یا رسول اللہ وسعدیک" (یعنی میں حاضر ہوں، ارشاد فرمائیں)۔ پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپ نے فرمایا: "معاذ بن جبل!" ــــ میں نے عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ وسعدیک" ــــ پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپؐ نے فرمایا: "معاذ بن جبل!" ــــ میں نے عرض کیا: "لبیک یا رسول اللہ وسعدیک" ــــ (اس تیسری دفعہ میں آپ نے ارشاد فرمایا: "تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟" ــــ میں نے عرض کیا: "اللہ و رسول ہی کو زیادہ علم ہے" ــــ ارشاد فرمایا: "اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اُس کی عبادت و بندگی کریں۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں" ــــ پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپ نے فرمایا: "معاذ بن جبل!" میں نے عرض کیا: ــــ "لبیک یا رسول اللہ وسعدیک" ــــ آپ نے فرمایا: "تم جانتے ہو کہ جب بندے اللہ کا یہ حق ادا کریں تو پھر اللہ پر اُن کا کیا حق ہے؟" ــــ

[۱] واضح رہے کہ خوارق کا ظہور تعلق باللہ اور مقبولیت عند اللہ کی نشانی جب ہے کہ صاحبِ واقعہ مومن اور صاحبِ صلاح و تقویٰ ہو ورنہ اگر کسی کھلے کافر یا فاسق و فاجر یا کسی داعیِ ضلال سے ایسی کسی چیز کا ظہور ہو تو وہ دینی اصطلاح میں "استدراج" ہے۔ اور "کرامت" اور "استدراج" میں یہی پہلا اور بنیادی ظاہری فرق ہے۔ اس ناچیز نے اپنی کتاب "دین و شریعت" میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔۱۲

میں نے عرض کیا: "اللہ و رسولؐ ہی کو زیادہ علم ہے"۔ آپ نے فرمایا۔ "یہ کہ انھیں عذاب میں نہ ڈالے"۔

(تشریح) اِس حدیث میں چند چیزیں قابلِ توجہ ہیں:۔

(۱) حضرت معاذ نے اصل حدیث بیان کرنے سے پہلے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کیساتھ ایک ہی سواری پر سوار ہونے اور آپ کے پیچھے بالکل آپ سے ملکر بیٹھنے کو جس خاص انداز سے بیان کیا ہے اسکی چند وجہیں ہو سکتی ہیں:۔

ایک یہ کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو خاص شفقت اور عنایت حضرت معاذؓ پر تھی۔ اور بارگاہِ نبوی میں جو خاص مقامِ قُرب اُن کو حاصل تھا، وہ سامعین کے پیشِ نظر رہے۔ تاکہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ حضورؐ نے حضرت معاذؓ سے ایک ایسی بات کیوں فرمائی جس کی عوام مسلمین میں اشاعت کے آپؐ روادار نہ تھے۔ جیساکہ اگلی روایت میں تصریح ہے۔

دُوسری بات اس کی توجیہ میں یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے حضرت معاذ کا مقصد اس تفصیل کے بیان کرنے سے اس حدیث کے بارے میں اپنا اتقان بھی ظاہر کرنا ہو۔ یعنی لوگوں پر یہ واضح کرنا ہو کہ مجھے یہ حدیث ایسی یاد ہے کہ اُس وقت کی یہ جزئی باتیں بھی مجھے محفوظ ہیں۔

اور تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جسطرح عشاق و محبین کی عادت ہوتی ہے کہ وہ محبت کی یادگار صحبتوں کو والہانہ انداز میں اور مزے لے لیکے تفصیل کیساتھ بیان کرتے ہیں۔ اسی جذبے کے ماتحت حضرت معاذؓ نے حضور کیساتھ اپنے سوار ہونے کی یہ تفصیل بیان کی ہو۔

(۲) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد حضرت معاذؓ کو تین دفعہ مخاطب کیا۔ اور پھر جو کچھ آپ فرمانا چاہتے تھے اُس کا ایک حصہ آپ نے تیسری دفعہ میں فرمایا۔ اور دوسرا جز کچھ دیر توقف کے بعد چوتھی دفعہ میں فرمایا۔۔۔ اسکی توجیہ میں شارحین نے لکھا ہے کہ غالباً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح حضرت معاذ کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ فرمانا چاہتے تھے تاکہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر پوری رغبت و توجہ اور غور و تأمل کیساتھ آپکا ارشاد سُنیں۔۔۔ دوسری توجیہ یہ بھی کیگئی ہے کہ حضور کو اس میں تردد اور توقف تھا کہ حضرت معاذ سے بھی یہ بات بیان کردیجائے یا نہ کیجائے، اِسوجہ سے آپ نے ابتداء میں تو تین دفعہ توقف فرمایا اور جب بیان فرمانے ہی کے متعلق آپ کا شرحِ صدر ہوگیا، تب آپ نے بیان فرمایا۔۔۔ لیکن راقم کے نزدیک ان دونوں توجیہوں میں تکلف ہے۔ اور زیادہ قرینِ قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُسوقت کوئی خاص استغراقی حالت طاری تھی آپ حضرت معاذ کو مخاطب کرتے تھے اور کچھ فرمانیسے پہلے پھر اسی کیفیت میں استغراق ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے درمیان میں یہ وقفے ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اصل حدیث کا حاصل صرف یہ ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اُسکی عبادت اور بندگی کریں۔ اور کسی چیز کو اُسکے ساتھ شریک نہ کریں۔ اور جب وہ اللہ کا یہ حق ادا کرینگے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ حق اپنے پر مقرر کر لیا ہے کہ وہ اُنکو عذاب میں نہ ڈالے گا۔

اس حدیث میں "اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے" سے مراد بھی درحقیقت دینِ توحید (یعنی اسلام) کو اختیار کرنا۔ اور اُس پر چلنا ہے اور چونکہ اُسوقت اسلام و کفر کے درمیان سب سے بڑا اور واضح فرق و امتیاز توحید اور شرک ہی کا تھا۔ اسلئے اس حدیث میں (اور بعض اور حدیثوں میں بھی) اِسی عنوان کو اختیار کیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی واقعہ ہے کہ اللہ کی عبادت و بندگی کرنا۔ اور شرک سے بچنا اسلام کی رُوح۔ اور اُس کا مرکزی مسئلہ ہے اسلئے بھی کبھی کبھی اسلام کیلئے یہ عنوان اختیار کر لیا جاتا ہے۔ اس بات کی تائید (کہ اس حدیث میں اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے سے مراد دین اسلام قبول کرنا ہے) اِس سے بھی ہوتی ہے کہ صحیحین (بخاری و مسلم) ہی میں حضرت معاذ کی اِسی حدیث کی ایک روایت میں (جو اگلے ہی نمبر میں ذکر کی جارہی ہے) توحید و رسالت دونوں پر ایمان لانے اور دونوں کی شہادت ادا کرنیکا ذکر ہے۔ اور ایک روایت میں شہادتِ توحید و رسالت کے علاوہ نماز اور روزہ کا بھی ذکر ہے۔

(۱۳) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ عَلَی الرَّحْلِ قَالَ یَا مُعَاذُ! قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ یَا مُعَاذُ! قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ، قَالَ یَا مُعَاذُ! قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ ثَلَاثًا، قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ، قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِہِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا قَالَ اِذًا یَّتَّکِلُوْا فَاَخْبَرَ بِھَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِہٖ تَاَثُّمًا۔ (رواہ البخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالکؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت معاذ کو جبکہ وہ حضورؐ کے ساتھ ایک ہی کجاوے پر

سوار تھے۔ پکارا، اور فرمایا "یا معاذ!" انھوں نے عرض کیا "لَبَّیْكَ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ" حضورؐ نے پھر پکارا: "یا معاذ!" انھوں نے عرض کیا: "لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ" حضورؐ نے پھر پکارا: "یا معاذ" انھوں نے عرض کیا: "لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ" تین دفعہ ایسا ہوا۔ پھر حضورؐ نے (اس آخری دفعہ میں) فرمایا: "جو کوئی سچے دل سے شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اُس کے رسول ہیں تو اللہ نے دوزخ پر ایسے شخص کو حرام کر دیا ہے۔" حضرت معاذ نے (یہ خوش خبری سُنکر) عرض کیا: "کیا میں لوگوں کو اس کی خبر کر دوں تاکہ وہ سب خوش ہو جائیں؟" حضورؐ نے فرمایا: "پھر وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے" پھر حضرت معاذ نے کتمانِ علم کے گناہ کے خوف سے اپنے آخری وقت میں یہ حدیث لوگوں سے بیان کی۔

(تشریح) ان دونوں روایتوں (۱۳ و ۱۲) کے ابتدائی تمہیدی حصے کی مطابقت و یکسانیت سے ظاہر ہے کہ ان دونوں کا تعلق ایک ہی واقعہ سے ہے۔ اور فرق صرف یہ ہے کہ پہلی روایت میں دعوتِ اسلام قبول کرنیکے لئے اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا عنوان استعمال کیا گیا ہے۔ اور دوسری میں اسی حقیقت کو توحید و رسالت کی شہادت کے عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اسی بشارت کی تیسری روایت میں حضرت معاذ نے توحید کے ساتھ نماز اور روزہ کا بھی ذکر کیا ہے یہ روایت "مشکوٰۃ" میں "مسند احمد" کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں

مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَیُصَلِّی الْخَمْسَ وَیَصُوْمُ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهٗ قُلْتُ أَفَلَا أُبَشِّرُهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ دَعْهُمْ یَعْمَلُوْا۔	جو شخص اللہ کے سامنے اس حال میں جائیگا کہ شرک سے اُسکا دامن پاک ہو اور وہ پانچوں نمازیں پڑھتا ہو، اور روزے رکھتا ہو تو وہ بخش ہی دیا جائے گا (معاذ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا۔ حضورؐ! اجازت ہو تو سب کو یہ بشارت سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: "جانے دو انھیں عمل کرنے دو۔"

ان تینوں روایتوں کا عنوان اگرچہ مختلف ہے۔ اور ظاہری الفاظ میں اجمال و تفصیل کا کسی قدر فرق ہے۔ لیکن درحقیقت ہر روایت کا مطلب یہی ہے کہ جو کوئی دعوتِ ایمان و اسلام کو قبول کر لے گا (جس کی بنیادی اور احکام، شرک سے بچنا۔ توحید و رسالت کی شہادت دینا، اور نماز پڑھنا، روزہ رکھنا ہے) تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی نجات کا حتمی وعدہ ہے۔

پس جو لوگ اس قسم کی روایات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ توحید و رسالت کی شہادت ادا کرنے اور شرک سے بچنے کے بعد آدمی خواہ کیسا ہی بدعقیدہ اور بدعمل کیوں نہ ہو۔ بہرحال وہ اللہ کے عذاب سے مامون و محفوظ ہی رہے گا۔ اور دوزخ کی آگ اُس کو چھو ہی نہ سکے گی۔ وہ ان بشارتی حدیثوں کا صحیح مفہوم اور مدعا سمجھنے سے محروم ہیں۔ نیز دوسرے ابواب کی جو سیکڑوں حدیثیں (بلکہ قرآن کی آیتیں بھی) اُن کی اِس خام خیالی کے صریح خلاف ہیں۔ وہ اُن سے منحرف ہیں۔

(اعاذنا اللہ من ذالک)

(۱۴) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِیْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ (رواہ احمد)

(ترجمہ) حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت دینا جنت کی کنجی ہے۔" (مسند احمد)

(تشریح) اس حدیث میں بھی صرف شہادتِ توحید کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی دعوتِ ایمان کو قبول کر لینے اور اسلام کو اپنا دین بنا لینے کی ایک تعبیر ہے۔ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ اُردو محاورہ میں اسلام قبول کرنیکو "کلمہ پڑھ لینے" سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں ـــ جس ماحول اور جس فضا کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ ارشادات ہیں۔ اُس میں مسلمان بھی اور غیر مسلم کافر و مشرک بھی "توحید و رسالت کی شہادت" اور "لا الٰہ الا اللہ کی شہادت" کا مطلب ایمان لانا، اور اسلام قبول کرنا ہی سمجھتے تھے۔

(۱۵) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُهٗ وَقَدِ اسْتَیْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ، قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ، قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ، قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ، قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ، قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں (ایک دن) حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپ اُس وقت سفید کپڑا اوڑھے

ہوئے تھے۔ پھر (کچھ دیر بعد) میں حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ اُس وقت آپ نے فرمایا:۔ جو کوئی بندہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے اور پھر اسی پر اُسکو موت آجائے تو وہ جنت میں ضرور جائیگا" ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا:" اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو؛ اور اگرچہ اُس نے چوری کی ہو؟" آپ نے ارشاد فرمایا:" ہاں! اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو؛ اگرچہ اُس نے چوری کی ہو!" (ابوذرؓ کہتے ہیں) میں نے پھر عرض کیا:" اگرچہ اُس نے چوری کی ہو؟" آپ نے پھر ارشاد فرمایا:" ہاں! اگرچہ اُس نے چوری کی ہو!" (ابوذرؓ کہتے ہیں) میں نے (پھر تیسری بار) عرض کیا کہ:" (یا رسول اللہؐ! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت دینے والا جنت میں ضرور جائیگا) اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو اور اگرچہ اُس نے چوری کی ہو؟" آپ نے پھر ارشاد فرمایا:" ہاں! (ابوذرؓ کے علی الرغم وہ جنت میں جائیگا) اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو، اگرچہ اُس نے چوری کی ہو!"

(تشریح) اس حدیث میں بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ " کہنے سے مراد پورے دینِ توحید (یعنی اسلام) پر ایمان لانا اور اُس کو اختیار کرنا ہے اور بیشک جو شخص اِس دینِ توحید پر صدقِ دل سے ایمان رکھتا ہوگا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ اب اگر بالفرض ایمان کے باوجود اُس نے گناہ بھی کئے ہونگے تو اگر کسی وجہ سے وہ معافی کا مستحق ہوگا تو اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرماکے بغیر کسی عذاب ہی کے اُس کو جنت میں داخل کر دیگا؛ اور اگر وہ معافی کا مستحق نہ ہوگا تو گناہوں کی سزا پانے کے بعد وہ جنت میں جاسکے گا۔ بہرحال دینِ اسلام پر صدقِ دل سے ایمان رکھنے والا ہر شخص جنت میں ضرور جائیگا۔ اگرچہ دوزخ میں گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ہی جائے ۔۔۔ حضرت ابوذرؓ کی اس روایت کا مطلب اور مفاد یہی ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے جو بار بار اپنا سوال دُہرایا تو اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ چوری اور زنا کو سخت ناپاک گناہ جاننے کی وجہ سے اُن کو اس پر تعجب تھا کہ ایسے ناپاک گناہ کرنیوالے بھی جنت میں جاسکیں گے گویا اُس وقت تک انھیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ آج ہم جیسوں کو حضرت ابوذرؓ کے اس تعجب اور اس سوال کی وجہ سمجھنا اس لئے مشکل ہوگیا ہے کہ ہم نے اسلام ہی میں آنکھ کھولی ہے۔ اور یہ موٹی موٹی باتیں ہم کو گھروں ہی میں معلوم ہوجاتی ہیں۔ واللہ اعلم

(۱۶) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (رواہ مسلم)

سلہ عربی زبان کا یہ ایک خاص محاورہ ہے، اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ کام تمھیں ناگوار بھی ہو اور تم اسکا ہونا نہ بھی چاہتے ہو تب بھی یہ ہو کر رہے گا ۱۲۔

(ترجمہ) حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین کیساتھ جانتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ جنت میں جائیگا۔

(تشریح) اس حدیث میں بھی" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" پر یقین ہونے سے مراد وہی دینِ توحید پر ایمان رکھنا ہے، اور دخولِ جنت کے وعدہ کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ اپنے پورے اعمال نامہ کے تقاضے کے مطابق اللہ کی رحمت سے ابتداءً ہی یا گناہوں کی کچھ سزا بھگت کر بہرحال جنت میں ضرور جائیگا۔

(۱۷) عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ (وَھُوَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَھِدَ بَدْرًا مِنَ الْاَنْصَارِ) اَنَّہٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ اَنْکَرْتُ بَصَرِیْ وَاَنَا اُصَلِّیْ لِقَوْمِیْ فَاِذَا کَانَتِ الْاَمْطَارُ سَالَ الْوَادِیْ بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اٰتِیَ مَسْجِدَھُمْ فَاُصَلِّیَ بِھِمْ وَوَدِدْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تَاْتِیْنِیْ فَتُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِیْ فَاَتَّخِذَہٗ مُصَلًّی قَالَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا عَلَیَّ وَاَبُوْ بَکْرٍ حِیْنَ ارْتَفَعَ النَّھَارُ فَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَہٗ فَلَمْ یَجْلِسْ حِیْنَ دَخَلَ الْبَیْتَ ثُمَّ قَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ مِنْ بَیْتِکَ قَالَ فَاَشَرْتُ لَہٗ اِلٰی نَاحِیَۃٍ مِّنَ الْبَیْتِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَبَّرَ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاہُ عَلٰی خَزِیْرَۃٍ صَنَعْنَاھَا لَہٗ قَالَ فَثَابَ فِی الْبَیْتِ رِجَالٌ مِّنْ اَھْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْھُمْ اَیْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ اَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ؟ فَقَالَ بَعْضُھُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاہُ قَدْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یُرِیْدُ بِذٰلِكَ وَجْہَ اللّٰہِ؟ قَالَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّا نَرٰی وَجْھَہٗ وَنَصِیْحَتَہٗ اِلَی الْمُنَافِقِیْنَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْہَ اللّٰہِ۔

(ترجمہ) عتبان بن مالکؓ سے روایت ہے (اور وہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن اصحابؓ میں سے ہیں جو انصار میں سے غزوۂ بدر میں شریک تھے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: "میری نگاہ میں فرق آگیا ہے (یعنی مجھے کم دکھائی دینے لگا ہے) اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ سو جب بارشیں ہوتی ہیں اور میرے اور میری قوم والوں کے درمیان جو نالہ ہے وہ بہنے لگتا ہے تو میں اُنکی مسجد تک جاکر نماز نہیں پڑھا سکتا اور رسول اللہ! میری یہ خواہش ہے کہ حضور میرے یہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں تاکہ میں اُسی جگہ کو اپنی مستقل نماز گاہ بنالوں۔" کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: "انشاء اللہ تعالیٰ میں ایسا ہی کرونگا۔" (عتبان کہتے ہیں) کہ صبح ہی کو جب کچھ دن چڑھا تھا رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ میرے یہاں پہنچ گئے۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اندر آنیکی اجازت چاہی، میں نے آپکو اجازت دی۔ پس جب آپؐ گھر میں تشریف لائے تو بیٹھے نہیں، اور مجھ سے فرمایا: "تم اپنے گھر میں سے کونسی جگہ پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں؟" کہتے ہیں کہ میں نے گھر کی ایک جانب کی طرف اشارہ کیا۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہہ کے آپؐ نے نماز شروع کر دی۔ ہم بھی صف باندھ کے آپؐ کی پیچھے کھڑے ہوگئے۔ پس آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیر دیا (عتبان کہتے ہیں) اور ہم نے آپؐ کو خزیرہ[1] کھانے کے لئے روک لیا۔ جو آپ کیواسطے ہم نے تیار کیا تھا۔ اور (آپ کی اطلاع پاکے) محلّہ والوں میں سے بھی چند آدمی آکے جڑ گئے۔ پس انہی میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ مالک بن دخیشن (یا ابن دخشن) کہاں ہے؟ انہی میں سے کسی نے جواب دیا کہ: "وہ تو منافق ہے اللہ اور اُسکے رسول سے اُسے محبت ہی نہیں۔" پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ مت کہو! کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ وہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کا قائل ہے اور اس سے وہ اللہ کی رضا ہی چاہتا ہے۔" اُس کہنے والے شخص نے کہا کہ: "اللہ اور اُس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔ ہم تو اُسکا رُخ اور اُسکی خیر خواہی منافقوں کی طرف دیکھتے ہیں۔" رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "یقیناً اللہ عزّ وجل نے دوزخ کی آگ پر اُس شخص کو حرام کر دیا ہے۔ جس نے اخلاص کیساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا ہو، اور اُس کا ارادہ اِس کلمہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنا ہی ہو۔"

(تشریح) اس حدیث میں بھی لا الٰہ الا اللہ کہنے والے پر آتشِ دوزخ حرام ہونیکا مطلب وہی ہے جو اسی مضمون کی سابقہ احادیث کی تشریح کے ضمن میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ بلکہ اس حدیث کی صحیح مسلم کی روایت میں بجائے "قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کے "یَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللہ" ہے اور مُراد ان دونوں ہی عنوانوں سے دعوتِ اسلام کو قبول کرنا اور دینِ اسلام کو بحیثیت دین کے اختیار کرلینا ہے در اصل جیساکہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے عہدِ نبوی میں اسلام قبول کرنے اور اسلام کو اختیار کرنے کی یہ عام تعبیر تھی۔

یہاں ایک بات یہ بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جن صحابی نے مالک بن دخشن کو منافق کہا تھا۔ اُنکی نظر میں بھی مالک بن دخشن میں نفاق یا فسق و فجور کی کوئی بات اس کے سوا نہ تھی کہ اُن کے خیال میں مالک بن دخشن منافقین سے تعلقات اور میل ملاقات رکھتے تھے۔

اس سے ایک طرف تو صحابۂ کرامؓ کے ایمانی جذبے کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اتنی سی بات سے بھی اس قدر ناراض ہوتے تھے اور اس کو منافقت سمجھتے تھے۔ اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ سے سبق ملتا ہے کہ جن لوگوں میں اس طرح کی کچھ کمزوریاں ہوں، مگر اپنے ایمان اور توحید و رسالت کی شہادت میں وہ مخلص ہوں تو ان کے بارہ میں ایسی بدگمانیاں اور اتنی سخت باتیں کرنی جائز نہیں۔ بلکہ ایمان کا پہلو زیادہ قابلِ لحاظ اور واجب الاحترام ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے یہ مالک بن دخشن بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُن صحابہ میں سے ہیں جو عام غزوات میں حتیٰ کہ بدر میں بھی شریک رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ منافقین سے تعلقات رکھنے میں حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرح انکی بھی کچھ مجبوریاں ہوں۔ واللہ اعلم۔

(۱۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ اَظْھُرِنَا فَاَبْطَاءَ عَلَیْنَا وَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَتَیْتُ حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِہٖ ھَلْ اَجِدُ لَہٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِیْعٌ یَّدْخُلُ فِیْ جَوْفِ حَائِطٍ مِّنْ بِئْرٍ خَارِجَۃٍ (وَالرَّبِیْعُ الْجَدْوَلُ) قَالَ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ فَقُلْتُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ مَا شَاْنُکَ؟ قُلْتُ کُنْتَ بَیْنَ اَظْھُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَاْتَ عَلَیْنَا فَخَشِیْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَیْتُ ھٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ کَمَا یَحْتَفِزُ

[1] خزیرہ ایک قسم کے کھانے کا نام ہے جو گوشت کی بوٹیوں میں پانی چھوڑ کر پکایا جاتا ہے۔ جب وہ پک چکتا ہے تو اُس میں آٹا ڈالکر خوب پکاتے ہیں ۱۲

الشَّعْبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي فَقَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَعْطَانِي
نَعْلَيْهِ فَقَالَ اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيَكَ مِنْ وَّرَاءِ هٰذَا
الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ
بِالْجَنَّةِ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ لَقِيْتُ عُمَرَ، فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ
يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ —
مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ، فَضَرَبَ عُمَرُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ
فَخَرَرْتُ لِاِسْتِيْ فَقَالَ اِرْجِعْ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ اِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبَنِيْ
عُمَرُ وَاِذَا هُوَ عَلٰى اَثَرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَقِيْتُ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ
بَعَثْتَنِيْ بِهٖ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاِسْتِيْ فَقَالَ
اِرْجِعْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ
عَلٰى مَا فَعَلْتَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَبَعَثْتَ
اَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ —
مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَلَا تَفْعَلْ
فَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ، فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی خدمت) میں حاضر تھے۔ (اور) آپؐ کے گرداگرد بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ہمارے ساتھ ہی اس مجلس میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھے (اور کسی طرف کو نکل گئے) اور پھر آپ کی واپسی میں بہت دیر ہوگئی تو ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں ہم سے علیحدہ آپکو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے (یعنی ہماری عدم موجودگی میں کہیں دشمن وغیرہ سے آپکو کوئی ایذا نہ پہنچ جائے) پس اس خیال سے ہمیں سخت گھبراہٹ اور فکر لاحق ہوئی اور ہم لوگ (آپؐ کی جستجو میں) نکل کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں ہی گھبرا کے حضورؐ کی تلاش میں نکلا، یہانتک کہ انصار کے خاندان بنی النجار کے ایک باغ پر پہنچگیا جو چہار دیواری سے گھرا ہوا تھا۔ اور میں نے اُس کے چاروں طرف چکر لگایا کہ اندر جانیکے لئے مجھے راستہ مل جائے لیکن نہیں ملا۔ پھر مجھے پانی کی ایک گول (چھوٹی سی نہری) نظر پڑی، جو باہر کے ایک کنوئیں سے باغ کے اندر جاتی تھی (ابوہریرہؓ کہتے ہیں) میں سمٹ اور سُکڑ کے اُس میں سے باغ کے اندر گھس گیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچا۔ حضورؐ نے فرمایا:- "ابوہریرہ!" — میں نے عرض کیا:- "ہاں! یا رسول اللہؐ میں ہی ہوں" — آپؐ نے فرمایا:- "تم کیسے آئے؟" — میں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہؐ! آپ ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے، پھر وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے اور جب دیر تک آپؐ کی واپسی نہیں ہوئی تو ہمیں خطرہ ہوا کہ مبادا ہم سے علیحدہ آپؐ کو کوئی ایذا پہنچائی جائے۔ اسی خطرے سے گھبرا کے ہم سب چل پڑے اور سب سے پہلے گھبرا کے میں ہی نکل تھا۔ یہانتک کہ میں اس باغ تک پہنچا، اور (جب مجھے کوئی دروازہ نہیں ملا تو) لومڑی کی طرح سمٹ سکڑ کے میں (اس گول میں سے کسی طرح) گھس آیا ہوں اور دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے آرہے ہیں۔" پھر حضورؐ نے اپنے نعلین مُبارک مجھے عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ "میرے یہ جوتے لیکے جاؤ اور اس باغ سے نکل کر جو آدمی بھی تمھیں ایسا ملے جو دل کے پورے یقین کیساتھ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو اُسکو جنت کی خوشخبری سنا دو۔" (ابوہریرہ کہتے ہیں، میں وہاں سے چلا) تو سب سے پہلے میری ملاقات عمرؓ سے ہوئی۔ اُنھوں نے مجھ سے پوچھا:- "ابوہریرہؓ! تمہارے ہاتھ میں یہ دو جوتیاں کیسی ہیں؟" — میں نے کہا:- "یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نعلین مبارک ہیں، حضورؐ نے مجھے دیکر بھیجا ہے کہ جو کوئی بھی دل سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی شہادت دینے والا مجھے ملے میں اُسکو جنت کی خوشخبری سنا دوں" — (ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ) پس عمرؓ نے میری سینے پر ایک ہاتھ مارا جس سے میں اپنی سرینوں کے بل پیچھے کو گر پڑا، اور مجھ سے انھوں نے کہا:- "پیچھے کو لوٹو" میں روتا ہوا حضورؐ کے پاس واپس آیا اور عمرؓ بھی میرے پیچھے پیچھے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھے اس حالت میں دیکھ کر) پوچھا:- "ابوہریرہ! تمھیں کیا ہوا؟" — میں نے عرض کیا کہ:- عمر مجھے ملے تھے حضورؐ نے مجھے جو پیغام دیکر بھیجا تھا میں نے وہ اُنھیں بتلایا تو انھوں نے میرے سینے پر ایک ایسی ضرب لگائی جس سے میں اپنی سرینوں کے بل گر پڑا اور مجھ سے کہا کہ پیچھے کو لوٹو" — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو خطاب کرکے فرمایا:- "عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟" — انھوں نے عرض کیا:- "حضورؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کیا آپؐ نے ابوہریرہ کو اپنے نعلین مبارک دے کر اسلئے بھیجا تھا کہ جو کوئی بھی دل کے یقین کیساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت دینے والا اُنکو ملے وہ اُسکو جنت کی بشارت دیدیں؟" — حضورؐ نے فرمایا:- "ہاں! میں نے ہی یہ کہہ کے بھیجا تھا" — عمرؓ نے عرض کیا:- "حضورؐ! ایسا نہ کیجئے مجھے خطرہ ہے کہ لوگ بس اس شہادت ہی پر بھروسہ کرکے

(سعی و عمل سے بے پرواہ ہو کے) نہ بیٹھ جائیں۔ لہٰذا انھیں اسی طرح عمل کرنے دیجئے۔" حضورؐ نے فرمایا "تو جانے دو!"

(تشریح) اس حدیث میں چند چیزیں وضاحت طلب ہیں:

(۱) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس موقع پر حضرت ابوہریرہؓ کو اپنی نعلین مبارک کیوں عطا فرمائیں؟ شارحین نے اس کی توجیہ میں اگرچہ کئی باتیں لکھی ہیں لیکن ان سب میں زیادہ قرینِ قیاس یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کو آپ نے جس بشارتِ عظمیٰ کے اعلان کیلئے بھیجا تھا اس کی غیرمعمولی اہمیت کی وجہ سے آپ نے اپنی کوئی خاص نشانی بھی ان کے ساتھ کر دینا مناسب سمجھا اور اس وقت آپ کے پاس ایسی چیز جو اس مقصد کے لئے آپ دے سکتے تھے یہی نعلین مبارک تھیں اس لئے وہی آپ نے ان کو عطا فرما دیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) حضرت عمرؓ نے اس واقعہ میں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ جو سختی کا معاملہ فرمایا اس کی صحیح نوعیت کو سمجھنے کیلئے حضرت عمرؓ کی اس امتیازی حیثیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو صحابہ کرامؓ کی جماعت میں ان کو حاصل تھی۔ یعنی وہ (اور حضرت ابوبکرؓ بھی) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاص مشیرِ کار اور محرمِ راز خصوصی اور گویا آپ کے وزیر و نائب تھے، اور صحابہ کرامؓ عام طور سے ان کے اس امتیازی مقام کو پہچانتے تھے، اور جس طرح ہر جماعت اور ہر خاندان کا بڑا اپنے چھوٹوں کو تنبیہ اور سرزنش کا حق رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی یہ حق رکھتے تھے اور بسا اوقات حسبِ ضرورت اس حق کو آپ استعمال بھی فرماتے تھے، اور واقعہ یہ ہے کہ چھوٹوں کی اصلاح و تربیت کیلئے بڑوں کے واسطے اس حق کا ماننا ضروری بھی ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے اس واقعہ میں حضرت ابوہریرہؓ کیساتھ جو تشدد کیا وہ درحقیقت اسی قبیل سے ہے۔ اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابتداً ان سے واپس ہونے کو کہا ہوگا، لیکن وہ چونکہ تمام اہلِ ایمان کیلئے ایک بشارتِ عظمیٰ کا پروانہ لیکر آ رہے تھے۔ اور انکے نزدیک یہ ایک بڑی سعادت تھی جو انھیں حاصل ہو رہی تھی۔ اسلئے انھوں نے واپس ہٹنے سے انکار کیا ہوگا۔ اور بالآخر حضرت عمرؓ نے انکو واپس لوٹانے کیلئے اس جبر و تشدد سے کام لیا ہوگا۔ کیونکہ انکو مقامِ نبوت اور مشربِ نبوت کی پوری شناسائی کی وجہ سے اس کا کامل یقین تھا کہ اس بشارتِ عامہ کا مضر پہلو جب حضورؐ کے سامنے آئیگا تو آپ بھی اسکو خلافِ مصلحت ہی سمجھیں گے اور ابوہریرہؓ کو اس کی عام اشاعت سے منع فرما دینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ ایک دفعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت معاذؓ کو بھی ایسی ہی بشارت سنائی تھی (وہ حدیث اوپر گذر چکی ہے)۔ اس وقت حضرت معاذؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت مانگی تھی کہ وہ سب مسلمانوں کو یہ خوشخبری سنا دیں، تو حضورؐ نے اجازت نہیں دی تھی، اور اجازت نہ دینے کی وجہ یہی بیان فرمائی تھی کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے دینی ترقیوں سے رہ جائیں گے۔

(۳) اس حدیث میں بھی صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت پر جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ سو اسکی ایک عام توجیہ تو وہی ہے جو مندرجہ بالا احادیث کے ذیل میں ذکر کی جا چکی ہے، ماسوا اسکے اس حدیث کے الفاظ میں اس احتمال کی بھی کافی گنجائش ہے کہ حضورؐ کا مطلب اس ارشاد سے صرف یہ ہو کہ جو کوئی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت دے یعنی صدقِ دل سے دینِ توحید (اسلام) پر ایمان لائے اسکو خوشخبری دیدی جائے کہ وہ ضرور جنت میں جائیگا۔ اگرچہ گناہوں کی سزا پانے کے بعد ہی جائے۔ اس صورت میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔

اسکے سوا ایک خاص نکتہ یہاں یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ مقربینِ بارگاہِ قدس پر بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے بے پناہ قہر و جلال اور شانِ غضب و انتقام کا جب خاص انکشاف ہوتا ہے تو ان پر ہیبت اور خوف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس وقت انکا ادراک و احساس یہ ہوتا ہے کہ شاید کسی بھی نافرمان کی نجات نہ ہو سکے گی، اور اس خاص حال میں ان کے ارشادات اس طرح کے ہوتے ہیں کہ جو بھی گناہ کرے گا جنت میں نہیں جا سکیگا۔ جو وہ گناہ کرے گا جنت کی ہوا بھی نہیں پا سکیگا وغیرہ وغیرہ ــــ اور اسی طرح جب دوسرے بعض اوقات میں ان پر اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت اور اسکے بیحساب اور بے اندازہ فضل و کرم کا انکشاف ہوتا ہے تو ان پر رجاء اور امیدِ رحمت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور اس عالم میں ان کا ادراک و احساس یہ ہوتا ہے کہ جس میں کچھ ذرہ خیر ہوگا وہ بخشا ہی جائیگا اور ایسے ہی احوال میں ان حضرات کی زبانوں سے اس طرح کی عام بشارتیں نکلتی ہیں ــــ اسی نکتہ کو عارف شیرازیؒ نے اس طرح ادا کیا ہے۔ ؎

بہ تہدید گر برکشد تیغِ حکم ۔۔۔ بمانند کروبیاں صم و بکم
وگر در دہد یک صلائے کرم ۔۔۔ عزازیل گوید نصیبے برم

پس حدیث مندرجہ بالا کے بارے میں یہ بھی بہت زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جس وقت بنی النجار کے اس باغ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے ہوں تو اس وقت آپ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں شئونِ رحمت اور تجلیاتِ کرم کے مراقبے و مشاہدے میں مستغرق ہوں اور اسی حالت

میں آپؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو بطورِ نشانی اپنی نعلین مبارک عطا فرما کر ہر شاہدِ توحید کو جنت کی خوشخبری سنانے کا حکم دیدیا ہو۔ لیکن حضرت عمرؓ چونکہ اس پوری حقیقت کے رازداں اور ان احوال و کیفیات کے اُتار چڑھاؤ سے باخبر تھے۔ اسلئے انھوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے براہِ راست مراجعت و تحقیق تک حضرت ابوہریرہؓ کو اسکے اعلانِ عام سے روکا ہو۔ دوسرے طور پر اسکو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ پر اُس وقت رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قلبِ مبارک کی اُس خاص کیفیت (یعنی غلبۂ رجا و رحمت) کا انکشاف منجانب اللہ ہو چکا تھا اور اُن کو اپنے نورِ فراست سے اس بات کا یقین تھا کہ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کیفیت کا غلبہ نہیں رہیگا اور اس اعلان کا دوسرا پہلو آپؐ کے سامنے رکھا جائے گا تو خود آپ اُسکو منع فرما دینگے۔ جیسا کہ ظہور میں آیا — اس طرح کے مواقع پر صحیح حقیقت کا ادراک و انکشاف حضرت عمرؓ کی امتیازی فضیلت ہے جسکو حدیثِ نبوی میں "مقامِ محدّثیت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایک اور اصولی بات جس سے اس طرح کی بہت سی حدیثوں کا اشکال حل ہو جاتا ہے

اس قسم کی آیات یا احادیث پر غور کرتے وقت ایک اصولی بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ اس قسم کی بشارتوں میں متکلم کا مقصد اور مطمحِ نظر کسی عملِ خیر کی ذاتی خاصیت اور اسکا اصلی اثر بتلانا ہوتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اگر دوسرے اعمال کا تقاضا اسکے خلاف ہوا تو پھر انجام کیا ہوگا — اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ طب کی کتابوں میں اسی اصول پر دواؤں کے خواص بیان کئے جاتے ہیں مثلاً لکھا جاتا ہے کہ جو شخص اطریفل استعمال کرتا رہیگا وہ ہمیشہ نزلہ سے محفوظ رہیگا۔ اب اس سے یہ سمجھ لینا کہ جو شخص اطریفل کھانیکے ساتھ ساتھ تیل، ترشی وغیرہ انتہائی درجے کی نزلہ پیدا کرنیوالی چیزیں بھی برابر کھاتا رہے اُسکو بھی کبھی نزلہ نہ ہوگا۔ سخت ناسمجھی اور اطبا کے طرزِ کلام سے ناواقفی ہے۔

اس اصول کی روشنی میں اس قسم کی حدیثوں کا مدعا صرف اتنا ہی ہے کہ توحید و رسالت کی شہادت کا ذاتی اقتضا یہی ہے کہ ایسا آدمی عذابِ دوزخ سے محفوظ رہے۔ اور جنت میں جائے۔ لیکن اگر اُس نے اپنی بدبختی سے کچھ ایسے بداعمال بھی کئے ہیں جن کا ذاتی اقتضا قرآن و حدیث میں عذاب پانا اور دوزخ میں جانا ہی بتلایا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی اپنا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہی دکھائیں گے۔

اگر یہ چھوٹا سا نکتہ ملحوظ رکھا جائے تو وعدہ و وعید اور ترغیب و ترہیب کے سلسلہ کی صدہا حدیثوں کے بارے میں لوگوں کو غلط فہمی اور اس کی وجہ سے جو الجھن ہوتی ہے وہ انشاء اللہ نہ ہوگی۔

(۱۹) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيْرَةً ثُمَّ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً (رواہ البخاری)

(ترجمہ) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "دوزخ میں سے وہ سب لوگ نکال لئے جائینگے جنھوں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا اور اُنکے دلمیں جو کے دانے کے برابر بھی بھلائی تھی۔ پھر وہ لوگ بھی نکال لئے جائینگے جنھوں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا۔ اور اُنکے دل میں گیہوں کے دانے برابر بھی بھلائی تھی۔ اور اُسکے بعد وہ لوگ بھی نکال لئے جائینگے۔ جنھوں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا اور اُنکے دلمیں ذرّہ برابر بھی بھلائی تھی۔

(تشریح) جیسا کہ بعض احادیثِ سابقہ کی تشریح میں مفصّل اور مدلّل طور پر لکھا جا چکا ہے اُسی طرح اس حدیث میں بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے سے مراد "دینِ اسلام" قبول کرنا اور اس کا اقرار کرنا ہے، اور اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہوں اور اپنے کو اسلام سے وابستہ کرتے ہوں اور اُن کے دل میں ذرّہ برابر خیر (یعنی نورِ ایمان) ہو تو وہ بالآخر دوزخ سے نکال ہی لئے جائینگے۔ اس روایت میں تین جگہ "خیر" کا لفظ آیا ہے جسکا ترجمہ ہم نے بھلائی کیا ہے لیکن حضرت انسؓ کی اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں (جس کو امام بخاریؒ نے بھی ذکر کیا ہے) بجائے خیر کے ایمان کا لفظ بھی آیا ہے جو اس بات کا صاف قرینہ ہے کہ یہاں خیر سے مراد نورِ ایمان ہی ہے۔

اس حدیث سے دو نہایت اہم باتیں جو اہلِ حق کے خاص اجماعی عقائد میں سے ہیں پوری صراحت اور صفائی کے ساتھ معلوم ہو جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ بہت سے لوگ کلمۂ اسلام پڑھنے کے باوجود اپنی بداعمالیوں کی سبب دوزخ میں بھی ڈالے جائینگے۔

اور دوسرے یہ کہ اگر اُن کے دلوں میں خفیف اور ضعیف سے ضعیف حتّٰی کہ (حدیث کی تصریح کے مطابق) ذرّہ برابر بھی ایمان ہوگا تو بالآخر وہ دوزخ

…سے نکال لئے جائینگے یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی ادنیٰ درجے کا مومن بھی کافروں مشرکوں کی طرح ہمیشہ دوزخ میں رہے، اگرچہ اعمال کے لحاظ سے کیسا ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہو۔

اس مضمون کی حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہی میں حضرت انسؓ کے علاوہ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہیں اور حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ مضمون ان حضرات کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوموسیٰ وغیرہ متعدد صحابۂ کرام سے روایت کیا گیا ہے، بہرحال فنِ حدیث کی معرفت اور علومِ حدیث میں بصیرت رکھنے والوں کے نزدیک یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے، بلکہ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی جو مفصل روایت ہے اس میں صراحت کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ جو گنہگار مسلمان دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ اُن کے حق میں نجات یافتہ مومنین اللہ تعالیٰ سے بڑے الحاح کے ساتھ عفو و درگذر اور بخشش و کرم کی استدعا کرینگے، اور اللہ تعالیٰ اُن کی اس استدعا والتجا کو قبول فرماکر اُنہی کو اجازت دیدینگے کہ جاؤ جس میں ایک دینار برابر خیر بھی تمھیں نظر آئے اُس کو نکال لو۔ چنانچہ ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی نکال لی جائیگی، پھر اُن کو اجازت دی جائیگی کہ جاؤ ایسے لوگوں کو بھی نکال لو جن میں نصف دینار کے برابر خیر بھی تمھیں نظر آئے۔ چنانچہ ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی نکال لی جائیگی، پھر حکم ہوگا کہ جاؤ ایسے لوگوں کو بھی نکال لو جن کے اندر ذرہ برابر خیر بھی تمھیں نظر آئے۔ چنانچہ پھر بہت بڑی تعداد اس درجے کے لوگوں کی بھی نکال لی جائیگی اور اس کے بعد یہ سفارش کرنیوالے خود عرض کرینگے۔ "رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا خَيْرًا" (خداوندا! اب دوزخ میں ہم نے کچھ بھی خیر رکھنے والا کوئی آدمی نہیں چھوڑا ہے) — اسکے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔

"شَفَعَتِ الْمَلٰئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ" (فرشتوں کی بھی سفارش ہوچکی۔ اور نبیوں کی بھی سفارش ہوچکی۔ اور مومنین کی بھی سفارش ہوچکی، اور ان کی سفارشیں قبول کی جاچکیں، اور اب بس ارحم الراحمین ہی کی باری رہ گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود اپنی مغفرت و رحمت کے ہاتھ سے ایسے لوگوں کو بھی دوزخ سے نکال لینگے، جنھوں نے کبھی کوئی نیک عمل کیا ہی نہ ہوگا)۔ آگے حضرت ابوسعید کی اسی حدیث کے آخر میں ان لوگوں کے متعلق یہ بھی ہے کہ۔

"هٰؤُلَاءِ عُتَقَاءُ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ" (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے چھوڑے ہوئے ہونگے اللہ اُن کو جنت میں داخل کریگا بغیر عمل کے۔ جو انھوں نے کیا ہو اور بغیر خیر کے جو انھوں نے پیش کیا ہو)۔ گویا یہ وہ لوگ ہونگے جن کے پاس بہت ہی ضعیف اور نہایت ہی خفی ایمان کے سوا عمل صالح اور خیر کا کوئی سرمایہ بالکل نہ ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ بالآخر اُنکو بھی اپنے رحم و کرم سے دوزخ سے نکالکر جنت میں داخل کردینگے۔

اس مسئلہ میں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مرجیہ اور خوارج نے افراط اور تفریط کی راہ اختیار کی تھی، اور آجکل بھی بعض حلقوں کا رجحان افراط کی طرف اور بعض کا تفریط کی طرف ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم نے حدیث کی نفسِ تشریح سے زیادہ یہ چند سطریں لکھنی ضروری سمجھیں۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔

ازدواجی تعلقات اور قرآن

از بیگم حکیم محمد عظیم زبیری، امروہہ

دنیا کے تمدن اور صنفی خواہشات نے ایک مرد اور ایک عورت کو باہمی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا ہے، انسانی آبادی کے ظہور ہی کے وقت سے عورت مرد کا باہمی تعلق جاری ہے، اوّل دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کے نزول سے پہلے اس تعلق کی نوعیت کیا تھی، تاکہ اسلامی نکاح کی اہمیت کو ہر شخص سمجھ سکے۔

مصر قدیم مصر میں شوہر اور بیوی کا رشتہ خالص اور مستقل محبت کا رشتہ تھا، سوسائٹی کے ہر طبقہ میں یہ رواج عام تھا کہ حقیقی بھائی اور بہن سنِ بلوغ کو پہونچ کر میاں بیوی بن جاتے تھے، ہر شریف نوجوان کا فرض تھا کہ وہ اپنی سگی بہن سے شادی کرے، بھائی بہن کا ازدواجی رشتہ تو درست سمجھا ہی جاتا تھا، لیکن اگر باپ بیٹی کے درمیان ازدواجی تعلق قائم ہو جائے تو اسے بھی جائز تسلیم کیا جاتا تھا، پہلی بیوی شوہر کی قانونی بیوی سمجھی جاتی تھی اور گھر کے اندر سردار کا درجہ رکھتی تھی اپنے طبقہ کی ایک عورت سے شادی کر لینے کے بعد مرد کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ اسی طبقہ کی دوسری عورتوں سے شادی کرے، ہاں اس کی اجازت تھی کہ وہ ضرورت سمجھے تو کچھ کنیزیں رکھ سکتا تھا یہ صورت بہت عرصہ تک قائم نہ رہ سکی، ایک مرد اپنے طبقہ کی کئی کئی عورتوں سے نکاح کرنے لگا، اور تعددِ ازدواج کا دور دورہ ہو گیا۔

بابل بابل میں نکاح یا شادی کو ایک قسم کی قانونی بیع کا درجہ حاصل تھا، کنواری لڑکی کے والدین اپنی لڑکی کو اس وقت تک لڑکے کے سپرد نہیں کرتے تھے جب تک کہ لڑکے کی حیثیت کے مطابق نذرانہ کی رقم وصول نہ کر لیتے تھے، نکاح کی مروجہ رسموں کے بعد ایک غیر متعلق آدمی کھڑا ہو کر دولہا اور دلہن کے ہاتھ ملا دیتا تھا، اس کے بعد دونوں بہت سے آدمیوں کے ساتھ دیوتاؤں کے سامنے جاتے تھے، مراسم سے فارغ ہو کر یہ جوڑا گھر پہنچتا وہاں شوہر اپنی بیوی کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہتا کہ "میں امیر کا لڑکا ہوں تیری گود سونے اور چاندی سے بھر دوں گا، تو میری بیوی ہے اور میں تیرا شوہر ہوں، جس طرح ایک پھل دار درخت لوگوں کو فائدہ پہونچاتا ہے اسی طرح میں تجھکو فیض پہونچاؤں گا" اس کے بعد کاہن کچھ دعا کر کے میاں بیوی سے مخاطب ہو کر کہتا تھا ——— "اے شخص تو آج سے اس عورت کا شوہر ہے، اور اے عورت تو آج سے اس مرد کی بیوی ہے۔"

پس اس وقت سے عورت شوہر کے گھر کے اندر اور باہر کا تمام کام سنبھال لیتی تھی، منکوحہ عورت بالکل اپنے شوہر کے حکم اور مرضی کے تابع تھی اور زندگی بھر اس کی نجات کی کوئی شکل نہیں تھی، مرد اگر عورت سے مسلسل بدسلوکی کرتا اور اس کا نان نفقہ بند کر دیتا تو یا تو طلاق اس کی مصیبتوں کا خاتمہ کر سکتی تھی یا موت۔ مرد کو ہر وقت طلاق دینے کا اختیار حاصل تھا، اس کے صرف یہ کہنے سے کہ "تو میری عورت نہیں ہے" طلاق کا منشا پورا ہو جاتا تھا، اس کے بعد مرد اس کا جہیز واپس کر کے اس کے باپ کے گھر پہنچا دیا کرتا تھا اور اگر عورت کے منہ سے یہ الفاظ نکل جائیں کہ "تو میرا شوہر نہیں ہے" تو ان الفاظ کے کہتے ہی اس کو دریا پار لیجایا جاتا تھا اور اس کو دریا میں ڈبو دیا جاتا، اگر وہ ہلاکت سے بچ جاتی تو پھر خاوند اس کے کپڑے اتار کر اور ایک چادر حوالہ کر کے بازار میں بٹھا دیتا تھا جس کا جی چاہتا اسے اٹھا کر لیجاتا اور اپنی کنیز بنا لیتا۔

بنی اسرائیل کا عہد

اس عہد میں شادی کی بنیاد دو چیزوں پر تھی (۱) چڑھاوا (۲) مہر نوشاہ کی طرف سے چڑھاوے کی چیزیں دلہن کو یا اس کے متعلقین کو بھیج دی جاتی تھیں، مہر کی رقم نوشاہ اپنے خسر کے روبرو پیش کرتا تھا، مہر کی رقم کم سے کم چاندی کے پچاس سکوں پر مشتمل ہوتی تھی یہ بھی دستور تھا کہ نوشاہ اگر نادار و محتاج ہوتا تو وہ مہر کی رقم نقد ادا کرنے کی بجائے چند سال تک اپنے خسر کی خدمت انجام دیتا شوہر اپنی بیوی پر آزادانہ حکمرانی کرتا تھا، بیوی کا فرض تھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے شوہر کی اطاعت کرے، مرد کے لئے طلاق دینا ایک معمولی سی بات تھی، اتنی بات بھی طلاق دینے کے لئے کافی تھی کہ وہ عورت کی کسی بات کو ناپسند کرتا ہو، طلاق کی یہ صورت تھی کہ جب بیوی کی کوئی بات ناپسند ہوتی وہ طلاق نامہ لکھکر بیوی کے حوالہ کرتا اور اسے اپنے گھر سے نکال دیتا۔

شریعتِ موسوی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ماسبق کی نسبت عورت کے احترام میں بہت کچھ اضافہ ہوا، یہ تاکید تھی کہ دوسری بیویوں کے مقابلہ میں پہلی بیاہتا بیوی کا پورا پورا خیال رکھا جائے، اور اس کے ساتھ بے پرواہی اور بے اعتنائی کا برتاؤ نہ کیا جائے۔

عبرانی

عبرانیوں میں دستور تھا کہ دو بیویاں رکھتے تھے، اور اس سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اولاد زیادہ پیدا ہو، بیک وقت دو حقیقی بہنوں سے شادی جائز تھی۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک وقت میں دو حقیقی بہنوں سے شادی کی تھی، ہر شخص کے لئے ضروری تھا کہ مرنے کے بعد اس کا نام باقی رہے، اسی بنا پر جب کوئی لاولد بیوہ ہو جاتی تھی تو حکم تھا کہ وہ اپنے شوہر کے بھائی سے اگر بھائی نہ ہو تو سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار سے شادی کرے اور اس شادی سے جو پہلا بچہ پیدا ہو اس کا نام متوفی شوہر کے نام پر رکھا جائے اور اس کے ترکہ کا وارث قرار دیا جائے جو لوگ بیوہ سے شادی کرتے تھے وہ بنی اسرائیل میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

قدیم چین:- قدیم چین میں عورت کی وہی حیثیت تھی جو بابل میں تھی، عورت کو منجملہ ان اشیاء کے شمار کیا جاتا تھا جو مرد کے راحت و آرام و لذت کی خاطر پیدا کی گئی ہیں، لڑکی سے اس کے رفیقِ زندگی کے انتخاب میں قطعاً مشورہ نہیں کیا جاتا تھا؛ بلکہ پیام دینے والے کو دیکھنا لڑکی کے واسطے بُرا سمجھا جاتا تھا، مرد کے بعد عورت کی حیات بیکار سمجھی جاتی تھی، وہ عموماً شوہر کی وفات کے بعد ستی ہو جانا اپنی سعادت تصور کرتی تھی، مرد کم سے کم چار لونڈیاں اصل بیوی کے ساتھ رکھ سکتا تھا، قانون نے مرد کو ایک سو تیس[۱۳۰] عورتیں کرنے کا اختیار دے دیا تھا، کوئی شخص عورت کو اس وقت تک طلاق نہیں دے سکتا تھا جب تک اس پر زنا کا الزام ثابت نہ ہو۔

یونان

قدیم یونان

یونان میں مرد کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی پھوپی سے شادی کر لے لیکن خالہ سے رشتہ مناکحت قائم نہیں کر سکتا تھا، عورت کے کوئی بچہ نہ ہوتا تو شوہر کو طلاق دینے میں ذرا باک نہ ہوتا، شوہر کو اپنی زندگی میں اس کا بھی اختیار تھا کہ وہ اپنے کسی دوست کو اپنی بیوی ہدیۃً منتقل کر دے، عورت پر اس حکم کی پابندی ضروری تھی، ولی و سرپرست عورت سے پوچھے بغیر جہاں چاہے اس کی شادی کر دیتا تھا۔

قدیم روم

روم کے ابتدائی دو دوروں میں لڑکیاں باپ کی مملوک سمجھی جاتی تھیں، وہ کم عمری ہی میں ان کی شادی کر ڈالتا تھا، انھیں بجانہ اپنے مستقبل اور اپنے شریک زندگی کے انتخاب میں کوئی دخل نہ تھا، لڑکی کا تمام مال طلاق کے بعد شوہر کی ملک سمجھا جاتا تھا۔

روم کے تیسرے اور چوتھے دور میں دو خاندانوں کی مالی آسائش و آرام کا لحاظ کر کے شادی کا معاملہ طے ہونے لگا، محبت و عشق کے جذبات بہت کم کارفرما نظر آتے تھے، کیونکہ ان کا گلا کم عمری میں شادی کر کے گھونٹ دیا جاتا تھا، شادی ہوتے ہی میاں اپنی بیوی کو گھر کی کنجیاں سپرد کر دیتا تھا، اور طلاق کی صورت میں یہ کنجیاں واپس کر دی جاتی تھیں۔

ہندِ قدیم

از منہ قدیم میں ہند کے اندر شادی کا "گندھرو" طریقہ عام طور پر رائج تھا، ماجاؤں

دیا جاتا تھا۔ ان میں ستی کی رسم جاری تھی، لوگ اس بات کے قائل تھے کہ لڑکی کے سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے جو شادی ہوتی ہے وہ اس کی روحانی زندگی کے لئے زیادہ مفید ہے، شوہر کے مرنے پر عورت ستی ہو جاتی تھی، طلاق کا رواج بالکل نہ تھا، سوسائٹی نے شادی پر ایک پابندی یہ لگا رکھی تھی کہ ہر نوجوان کو شادی سے پہلے اپنی تعلیم کو مکمل کر لینا چاہیئے اور اس وقت تک برہمچاری یعنی پارسا رہنا چاہیئے۔

عرب میں بھی شادی کے معاملہ میں کوئی آزادی حاصل نہ تھی، لڑکیوں کی مرضی کے خلاف زبردستی ان کے والدین شادیاں کر دیا کرتے تھے، مرد اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق کئی کئی بیویاں کرنے میں کامل طور پر آزاد تھا، لڑکے باپ کی بیواؤں (یعنی سوتیلی ماؤں) سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتے تھے، جب شوہر کا انتقال ہوتا تو عورت پورے ایک سال تک عدت میں بیٹھتی تھی، بناؤ سنگھار نہیں کرتی تھی اور نئے کپڑے بھی پہننا اس کے لئے منع تھا۔

قرآن کریم نے مروجہ تمام خرابیوں کا استیصال کیا، اولاً وہ رشتے بتائے جن سے نکاح حرام کیا گیا۔

ارشاد فرمایا کہ :-

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط ..... اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ه وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ ..... بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط (سورہ نساء)

ترجمہ :- اور ان عورتوں کو نکاح میں نہ لاؤ جنہیں تمہارے باپ نکاح میں لا چکے ہوں، اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا (آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ) یہ بڑی ہی بے حیائی کی بات تھی مردود نکرو پیشہ تھا، اور برا دستور (دیکھو) تم پر نکاح کے لئے ان رشتوں کی عورتیں حرام ٹھیرا دی گئی ہیں۔

(۱) تمہاری مائیں (۲) تمہاری بیٹیاں (۳) تمہاری بہنیں (۴) تمہاری پھوپھیاں (۵) تمہاری خالائیں (۶) تمہاری بھتیجیاں (۷) تمہاری بھانجیاں (۸) تمہاری دودھ پلانیوالی مائیں (۹) تمہاری رضائی بہنیں (یعنی دودھ پینے کے رشتے کی بہنیں) (۱۰) تمہاری بیویوں کی مائیں (۱۱) تمہاری بیویوں کی (پچھلی) اولاد جو تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں (یعنی اگرچہ تمہاری نسل سے نہیں ہیں، لیکن جب ان کی ماؤں سے تم نے نکاح کیا تو اس کی سابقہ اولاد بھی تمہاری ہی اولاد جیسی ہو گی) البتہ یہ ضروری ہے کہ (نکاح کے بعد) ان (شوہر) کا مخصوص تعلق بھی ہو گیا ہو، اگر ایسا نہ ہوا ہو تو پھر ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی پکڑ نہیں۔

(۱۲) تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں (یعنی تمہاری بہوئیں (۱۳) نیز یہ بات بھی حرام کر دی گئی ہے کہ ایک وقت میں دو بہنوں کو جمع کر و (احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ خالہ - بھانجی - پھوپھی - بھتیجی کا جمع کرنا بھی جائز نہیں) اس حکم کے نزول سے پہلے جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا اللہ بخش دینے والا اور (اپنے بندوں کے لئے) رحمت رکھنے والا ہے۔

اور (دیکھو) وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں .... ان عورتوں کے علاوہ (جن کا ذکر اوپر گذر چکا) تمام عورتیں تم پر حلال ہیں۔ (یعنی تم ان سے نکاح کر سکتے ہو) بشرطیکہ ازدواجی زندگی کے قید و بند میں رہنے کے لئے نہ کہ نفس پرستی کے لئے اپنا مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرو۔

نکاح کی اہمیت قرآن کریم نے ناکح و منکوحہ کے درمیان معاشرتی قانون بنایا، یکجائی زندگی شروع ہونے سے قبل نکاح فرض قرار دیا۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (۸-۱)	اور جو تم میں مجرد ہیں ان کے نکاح کرو اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو صلاحیت رکھتے ہوں (ان کے بھی)

ایک مسلم بالغہ و عاقلہ لڑکی کو یہ حق عطا کیا کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے شوہر کا انتخاب کرلے اور مرد کے لئے بھی پسندیدگی کی شرط ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو

صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ ایک صحابی سے جو ایک انصاری خاتون سے نکاح کرنا چاہتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا "تم نے اسے دیکھ لیا ہے" انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اسے دیکھ لو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اسلامی طرز معاشرت پر تقریر کی اسی تقریر میں فرمایا کہ اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظر منہا الی ما یدعوہ الی نکاحہا فلیفعل۔

ترجمہ :- جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اگر ممکن ہو تو شادی سے پہلے اسے ایک نظر دیکھ لے۔

جمہور علماء کا بھی یہ مذہب ہے کہ نکاح کے لئے عورت کو دیکھنا جائز ہے، فرمانِ اقدس میں ہزاروں مصلحتیں محفوظ ہیں، جب تک یہ طریقہ جاری رہا زن و شوہر کی زندگی خوشگوار رہی، جب سے جاہلانہ رسم و رواج نے فروغ پایا تو ازدواجی زندگی میں بدمزگی پیدا ہو گئی، اس دور میں بھی مسلمانوں کا عمل اس پر نہیں، اس کا نتیجہ باہمی نا اتفاقیوں کی کثرت ہے، ضرورت اس کی ہے کہ نہ صرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ السلام کی مذکورہ حدیث پر سختی کیساتھ عمل کیا جائے، بلکہ عورت کو بھی مرد کو دیکھنا چاہیئے، تاکہ بعد شادی صورت کے اعتبار سے ایک کو دوسرے سے نفرت نہ ہو۔

اسلام نے بلوغ کے نکاح کو مستحسن قرار دیا ہے اور طریقہ نکاح بھی بہت سادہ مقرر کیا ہے، شوہر کی حسب حیثیت مہر کے عوض دو گواہوں کے سامنے فریقین نے یا وکلاء فریقین نے ایجاب و قبول کر لیا نکاح ہو گیا، رہا خطبۂ نکاح وہ سنت ہے اور برکت کے لئے پڑھایا جانا ضروری ہے، نکاح کے بعد دلہن بیاہ لانے پر دعوت ولیمہ کر دی چلو چھٹی ہوئی۔

عہد اولین میں اسی خاموشی اور سادگی کے ساتھ شادی ہوا کرتی تھیں، لغویات کو اسمیں دخل نہ تھا، لیکن موجودہ دور میں جو شادیاں ہوتی ہیں اس میں سادگی کم نظر آتی ہے اور طمطراق اور نمود و نمائش کا عنصر غالب ہوتا ہے جس کا نتیجہ مسلمانوں کی پستی اور ذلیل حالی ہے، ان ہزار کھڑاگ اور جہیز کی نمود و نمائش کے جذبہ کی وجہ اور دولتمند لڑکیوں کی خواہش کے سبب سے لڑکیاں بوڑھی ہو جاتی ہیں لیکن شادی نہیں ہو سکتی، لیکن اس صورت حال کا کچھ بھی احساس نہیں۔

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اسلام نے تو شادی بیاہ میں آسانیاں پیدا کی تھیں اور مسلمانوں نے خود دشواریاں پیدا کر کے اپنی زندگیاں اجیرن بنا لی ہیں، سیکڑوں رسومات غیر مذاہب کی شامل کر لی ہیں، مثلاً کنگن، ہنسلی، کلاوہ وغیرہ باندھنا، سرخ اور ریشمی لباس پہننا مرد کے لئے جائز نہیں، دولہا کے پاؤں یا ہاتھ پر مہندی لگانا بھی حرام ہے، باجوں کا بجانا، ناچنے گانے والوں کا بارات کے ہمراہ ہونا وغیرہ وغیرہ ناجائز ہے، اس قسم کی محفلیں منعقد کرانے والوں کے ساتھ ساتھ اہل محفل بھی گنہگار ہوتے ہیں۔

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ط (۱۵ - ۸)

ترجمہ :- اور جو کوئی برائی میں دوسرے کیساتھ ملتا اور مددگار ہوتا ہے تو اس کے لئے اس برائی میں حصہ ہوتا ہے۔

یہ تمام بیجا اور ناجائز رسومات صنف نازک کی ہی خواہشات اللہ احمقادمہٹ کا نتیجہ ہیں، جب تک خواتین ان رسومات کو خود ترک نہ کریں گی یہ خرابیاں کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہی رہیں گی۔

مہر

مہر ایک جزو نکاح اور اس کی ادائگی کا حکم ہے...

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ط	پھر جن عورتوں سے تم نے ازدواجی زندگی کا فائدہ اٹھایا ہے تو ان کا جو مہر مقرر ہوا تھا ان کے حوالے کر دو۔

قرآن نے مہر کی رقم کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی ہے، لیکن احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مہر کی زیادتی میں مبالغہ کرنا اور مرد کی قوت برداشت سے زیادہ مہر باندھنا ایک ناپسندیدہ فعل ہے، حضورؐ نے فرمایا ہے کہ :- عورتوں کو مردوں کے دامن سے وابستہ کرنے کی کوشش کرو اور مہروں میں حد سے نہ بڑھو۔ لیکن اب ہزاروں روپیہ کی دستاویزیں مہر موجل کے طور پر تحریر کرائی جاتی ہیں، مہر کی رقم کا اقرار کرتے وقت یا دستاویز لکھتے وقت مرد کے لئیں اگر یہ خیال آجائے کہ مجھے مہر کی رقم ادا کرنی ہی نہیں ہے تو نکاح میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
"جس نے ایک مہر کے عوض کسی عورت سے نکاح کیا اور نیت
یہ تھی کہ وہ اس کو ادا نہیں کرے گا وہ دراصل زانی ہے"
شوہر کی حیثیت سے زائد کے مہر باندھنے کا عموماً مقصد
یہ ہوتا ہے کہ شوہر طلاق نہ دے سکے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر میاں
بیوی میں آپس میں ناموافقت ہوجائے اور ان کا یکجا رہنا دشوار
بن جائے تو یہی مہر کی زیادتی عورت کے لئے زندگی اذیت کا باعث
بن جاتی ہے، شوہر محض مہر کی نالش کے خوف سے بیوی کو طلاق نہیں دیتا
سالہا سال بلکہ تمام عمر مظلوم عورت معلق پڑی رہتی ہے۔ [illegible]
عمل کریں گے اور نکاح کی پابندی سے اپنے کو آزاد کر کے حلقہ اسلام اپنے گلے میں ڈالیں گے

قرآن بدو ترجمہ

ہندوستان کے دو مشہور بزرگوں، شاہ رفیع الدین اور مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہما کا یکجائی ترجمہ، اصح المطابع (کراچی) کے بلند معیار طباعت و کتابت سے کون واقف نہیں، قرآنی متن کے درمیان دونوں ترجمے نہایت صفائی اور خوبصورتی سے ٹکے ہوئے ہیں، پاکستان سے کتابوں کی آمد میں دشواریوں اور سکّے کے فرق کے باوجود ہم نے کوشش کر کے کچھ نسخے منگائے ہیں۔ شائقین جلد متوجہ ہوں۔

ھدیہ مجلد کرنج آٹھ روپے آٹھ آنے، مجلد اعلیٰ گیارہ روپے۔

تاج کمپنی کے قرآن اور حمائلیں

تاج کمپنی کی مشہور مطبوعات کے حسن و جمال سے باخبر حضرات کیلئے خوشخبری کا باعث ہوگا کہ فی الوقت بھارت میں تاج کا اصلی مال نایاب ہونے کے باوجود مندرجہ ذیل چیزیں مکتبہ تجلی سے مل سکتی ہیں:- (۱) قرآن مترجم، ترجمہ سلیس، حاشیہ پر "موضح القرآن" کا مفید اضافہ، نفیس آرٹ پیپر، حسین رنگین چھپائی، ناول سائز، مجلد چرمی بائیس روپے (۲) یہی سفید گلیز کاغذ پر سولہ روپے (۳) قرآن غیر مترجم چھوٹا سائز تیرہ روپے (۴) قرآن غیر مترجم۔ سات روپے (۵) حمائل جیبی سائز تین روپے۔

مضامین مولٰنا سید سلیمان ندوی

۳۹۲ صفحات پر مشتمل مولٰنا سید سلیمان ندوی کے خاص الخاص اور معرکۃ الآرا مضامین کا یہ مجموعہ پہلی فرصت میں مطالعہ کی چیز ہے، بیش اعلیٰ درجہ کے معلومات سے لبریز مضامین، گویا قیمتی موتی ایک رشتہ میں پرو دیئے گئے ہیں۔ قیمت غیر مجلد چار روپے (مجلد پانچ روپے)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

صلاح الدین احمد ندوی

ماخذ طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، اصابہ، معرفت الصحابہ، استیعاب اور سلسلۂ سیر الصحابہ وغیرہ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک بڑے مشہور اور بلند پایہ صحابی ہیں، اور ان دس بزرگوں میں ہیں جنھیں زندگی ہی میں جنت کی بشارت مل گئی تھی۔

باپ کا نام مالک اور دادا کا نام وہیب ہے، جو حضرت آمنہؓ کے والد ہیں، اس طرح حضرت سعدؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزیز داری کا شرف حاصل ہے۔

اسلام آپ جب پیدا ہوئے تو گرد و پیش کفر و شرک کی فضا چھائی ہوئی تھی، ماں باپ عزیز و اقارب، بھائی بند سب اسی رنگ میں تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی نیک طبیعت بخشی تھی کہ اس حال میں بھی ایمان کا اثر ان تک پہونچا اور دین حق کا نقش دل پر جم گیا۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مکہ معظمہ میں شروع ہو چکی تھی، اور آہستہ آہستہ اسلام کا پیام لوگوں تک پہونچ رہا تھا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، اور کوشش کر رہے تھے کہ دوسروں کو بھی اللہ کے دین کی راہ دکھائیں جن لوگوں کو آپ کے ذریعہ ہدایت ہوئی ان میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں، آپ نے ان سے اسلام کی خوبیاں بیان کیں اور یقین دلایا کہ یہی وہ سیدھا راستہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کو خوش رکھ سکتا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بڑا اطمینان ہوا اور دربار رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا، اس وقت صرف سترہ سال کی عمر تھی۔

آزمائش سچے مسلمان کے لئے امتحان اور آزمائش ضروری ہے، کیونکہ ؎

دہر میں مسلم ہے حق کی آزمائش کے لئے
تمغۂ ایماں نہیں ملتا نمائش کے لئے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان نمائشی نہ تھا، اس لئے انھیں بڑی سخت آزمائشوں سے گذرنا پڑا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سچے دل سے مسلمان ہوئے تھے، پھر بھلا وہ ان مشکلوں سے کس طرح بچ سکتے تھے، جس وقت ان کی والدہ کو ان کے اسلام لانے کی خبر ہوئی تو انھوں نے ان کو اسلام سے روکنے کی بڑی کوششیں کیں، مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں کسی کی بھی نہ سنی۔

ان کی والدہ نے جب دیکھا کہ زبانی باتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے تو انھوں نے بلا کر کہا بیٹا! جب تک تم پھر اپنے دین پر نہ آجاؤ گے میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کی اس بات کو مذاق سمجھا اور کوئی توجہ نہ دی، لیکن ان کی والدہ اپنی بات پر اڑ گئیں اور کھانا پینا چھوڑ دیا، حالت نازک سے نازک تر ہوتی گئی، مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے

قدم نہ ڈگمگائے۔

اسلام کا نشہ وہ نشہ نہ تھا جو ذراسی ترشی سے اتر جاتا ماں کی حالت دیکھ دیکھ کے غمگین ہوتے مگر دین اسلام سے ٹس سے مس نہ ہوتے۔

جب اللہ تعالیٰ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا امتحان لے چکا اور وہ اپنی آزمائش میں کھرے نکلے تو ان کے لئے یہ آیت اتری۔

وإن جاهداك على أن تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما	اگر وہ تجھے، تیرے ماں باپ میرے ساتھ شریک کرنے پر مجبور کریں جس کا تجھے کوئی علم ویقین نہ ہو تو (اس میں) ان کا کہنا نہ مان

مکی زندگی اسلام قبول کرنے کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ چھوڑنے تک آپ مکہ میں مقیم رہے، عام مسلمانوں کی طرح کفار آپ کے ساتھ بھی بے رحمی کا سلوک کرتے تھے اور بری طرح پیش آتے تھے سر بازار گالیاں دیتے، لیکن آپ ان لوگوں کی شرارتوں کے باوجود اسلام پر قائم رہے۔

مکہ کے فسادی کافروں کو اس بات سے بڑی جلن تھی کہ لوگ ایک اللہ کی عبادت کریں، مسلمانوں کی تعداد اس زمانہ میں بہت کم تھی، اس لئے وہ چھپ کر خدا کو یاد کرتے تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا، جہاں موقع ملتا کافروں کی نظر بچا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

ایک دن جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے چند احباب کے ساتھ کسی سنسان گھاٹی میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک دشمنان اسلام نے آگھیرا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ کافروں کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو گھیرے ہوئے ہے، اب کیا تھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کے جوش ایمان نے بے قرار کر دیا اور اسی بے بسی کی حالت میں کافروں سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گئے، ابھی آپ اپنے احباب کو ہوشیار ہی کر رہے تھے کہ کافروں نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی، آپ سے برداشت نہ ہو سکا، اور اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر ایسا تاک کر نشانہ مارا کہ ایک مشرک پر جا لگی وہ خون سے شرابور ہو گیا اور اسی کفر کی حالت میں جہنم کا راستہ لیا۔

اس موقعہ پر یہ بات قابل غور ہے کہ ایک نو مسلم جس نے ابھی ابھی اپنے تاریک سینہ کو ایمان کے نور سے روشن کیا ہے، اس میں خدا پرستی حق شناسی کا اس قدر جذبہ پیدا ہو جائے کہ اپنی بندگی کا ثبوت پیش کرتے وقت کوئی خلل ایسا ناگوار گذرے کہ اس کے لئے جان تک کی پرواہ نہ کرے اس کی وجہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین کے سوا اور کیا تھا۔

ہجرت جب مکہ کے فسادی کافروں کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو مدینہ منورہ چلے جانے کا حکم دیا، حکم ہونا تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے اور اپنے بھائی عتبہ ابن ابی وقاص کے مکان پر ٹھیرے۔

جب مسلمانوں کا سارا قافلہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ منتقل ہو گیا تو یہاں کسی قدر سکون میسر آیا، خیال تھا کہ یہاں اطمینان کا سانس لینے کا موقع ملیگا، مگر قریش کی شرارتیں دم نہ لینے دیتی تھیں، کبھی یہودیوں کو بھڑکاتے کبھی منافقوں کو اکساتے، کبھی عرب کے قبیلوں کو ابھارتے، غرض کہ ہر طریقہ سے مسلمانوں کو تہس نہس کرنیکی کوشش کرتے، یہ وقت بڑا نازک تھا، ہر آن مدینہ منورہ پر قریش کے حملہ کا خطرہ تھا مسلمان جاگ جاگ کر راتیں گذارتے تھے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ دشمنان اسلام جنگ کی تیاری میں مشغول ہیں، آپ نے حضرت عبیدہ بن الحارث کی قیادت میں ستر سواروں کا ایک دستہ دشمنوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لئے روانہ فرمایا، اس دستہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ پہلا دستہ

مختلف مقامات کا دورہ کرتا حجاز کے ساحلی علاقہ میں پہونچا، جہاں حق و باطل میں ٹکر ہوگئی، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف خبر معلوم کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے، اس لئے اپنے آپ کو ہر جگہ سے بچاتے ہوئے گزر رہے تھے لیکن حجاز میں دشمنوں کی بڑھتی ہوئی طاقت نا قابل برداشت تھی، مخالف اسلام کے سرگروہ ساز و سامان سے آراستہ کافروں پر نظر پڑی تو صبر نہ ہوسکا اور خیال ہوا کہ یہ لوگ بچ کر نکل گئے تو یہ اور ان کا ساز و سامان مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوگا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ حملہ کر دیا جائے، ادھر کافروں نے حملہ کرنا چاہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک نعرہ تکبیر بلند کیا اور ترکش (تیر دان) سے ایک تیر نکال کر دشمنوں پر چلا دیا، جو ایک ظالم دشمن کو جا لگا، وہ زمین پر گر پڑا اور اسی حالت میں دم توڑ دیا، یہ راہِ الٰہی میں پہلا تیر تھا جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خدا کے نام پر چلایا۔

غزوات اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے درمیان سب سے پہلی جنگ بدر کے مقام پر ہوئی، اس جنگ کے بعد بارہا مسلمانوں کو اپنی اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا، یہ وقت بڑا نازک تھا، مسلمان بڑی بے سروسامانی کی حالت میں تھے، اور قریش کا زبردست لشکر تھا، بظاہر شیشہ و پتھر کا مقابلہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا اور اپنے رسول اور ان کے ماننے والوں کو فتح دی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں بڑی بہادری اور دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا، اسلام کے بعض سخت موذی دشمن ان کے ہاتھ سے اپنی سزا کو پہونچے۔

اُحد بدر کی جنگ کو ابھی زیادہ عرصہ گزرا نہ تھا کہ پھر حق و باطل کا معرکہ چھڑ گیا، بدر کی ہار کا بدلہ لینے کے لئے قریش نے پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینے پر چڑھائی کی۔

شوال ۳ھ میں اُحد کی پہاڑی کے کنارے دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے مشورہ سے باہر نکل کر مقابلہ کا فیصلہ کیا، مدینہ سے ایک ہزار فوج روانہ ہوئی، لیکن راستہ میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی نے دھوکہ دیا اور اپنے تین سو ساتھیوں کو لیکر واپس چلا گیا، اب تین ہزار کافروں کے مقابلہ میں صرف سات سو مسلمان رہ گئے، حفاظت کے خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی کی طرف اسلامی فوج کی پیٹھ کی، ایک جگہ پہاڑ میں درّہ تھا جس سے دشمنوں کے گھس آنے کا خطرہ تھا، اس لئے آپ نے پچاس سواروں کا ایک دستہ وہاں کھڑا کر دیا اور حکم دیا کہ کسی حال میں بھی وہاں سے نہ ہٹیں، جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور تتر بتر ہوکر بھاگنے لگے، درّہ کے محافظوں نے سمجھا کہ کافر ہار کر بالکل بھاگ کھڑے ہوئے ہیں اور ہمیں پوری فتح حاصل ہوگئی ہے، اس لئے وہ درّہ کو چھوڑ کر مالِ غنیمت کی طرف جھک گئے، حضرت خالدؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور کافروں کی فوج میں موجود تھے، انھوں نے درّہ کو خالی دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو لے کر ادھر سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اس خلاف توقع حملہ سے تھوڑی دیر کے لئے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیل گیا، بڑے بڑے بہادروں کے پیر اکھڑنے لگے، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ پہاڑی کی طرف جمے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوگئے تھے کفار کا سارا زور آپ ہی کی طرف تھا، اس لئے صحابہ کرامؓ بھی سمٹ سمٹ کر اس طرف آ رہے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تیر چلانے کی مشق اچھی تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیر دان (ترکش) سے تیر نکال نکال کر ان کی طرف بڑھاتے اور فرماتے تھے یا سعد! (ارم فداک ابی وامی)

ابی و امی (یعنی اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملہ پر حضرت سعد زندگی بھر ناز کرتے رہے اور آج بھی یہ ان کی بہت بڑی عزت ہے۔

اس ہنگامہ میں اچانک کسی جانب سے ایک بڑا جنگی کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آگیا جسے دیکھکر لوگ گھبرا گئے، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہی تیر سے اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کافر کا ابھی کام تمام ہوا ہی تھا کہ طلحہ بن ابی طلحہ نامی ایک اور زبردست شخص سامنے آگیا، لیکن حضرت سعدؓ نے حلق میں ایک تیر ایسا تاک کر مارا کہ کتے کیطرح زبان نکل پڑی اور تڑپ کر جہنم رسید ہو گیا۔

حُنَین جنگِ اُحد کے بعد آپ دوسرے معرکوں میں بھی بڑی دلیری کے ساتھ شریک ہوئے اور ہتھیلی پر سر رکھ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا، یہانتک کہ مکہ معظمہ فتح ہو گیا، حُنین کی مہم سر ہو گئی، یہودیوں کے قلعے قبضے میں آگئے اور عرب کے کونے کونے میں اسلام کا نور پھیل گیا۔

تبوک رجب ۹ھ میں پھر بہادران اسلام کو دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کرنا پڑا، یہ جنگ سخت قحط کے زمانہ میں واقع ہوئی، دور کا سفر تھا ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کا سامان تھوڑا، سپاہیوں کی تعداد زیادہ، پھر فوج کشی بھی رومی شہنشاہ کے خلاف، سخت پریشانی کیحالت تھی، منافق بھی اس پریشانی کو اپنی شرارتوں سے اور بڑھا رہے تھے، لیکن اللہ کے نیک بندے اس کے رسول کے حکم پر نکل کھڑے ہوئے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جاں نثارانِ اسلام کو اللہ کے نام پر صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا، اس لئے ہر شخص اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور لایا، چونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس وقت تک غریب تھے اس لئے آپ نے مال و دولت کی بجائے اپنی خدمت پیش کی، جسے اللہ تعالے کے سچے رسول نے قبول فرمایا۔

تیس ہزار فوج لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے ایک مہینہ تک رومی علاقہ میں [illegible] لیکن قیصرِ روم کو مقابلہ میں آنیکی جرأت نہ ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ دور دور تک مسلمانوں کی دھاک جم گئی۔

قادسیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بہادرانہ کارنامے تمام صحابہؓ کی نظر میں تھے اس لئے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ایرانیوں کے غرور نے مسلمانوں کو پوری قوت سے ایرانی شہنشاہی سے ٹکر لینے پر مجبور کیا تو سپہ سالاری کے لئے سب کی نظر حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر پڑی۔

چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق آپ ایرانیوں کی طرف بڑھے اور مختلف مقامات پر قبضہ کرتے ہوئے مقام مشراف میں پہونچے، یہ جگہ قادسیہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہے، یہاں سے تمام جنگی معاملات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کی، دربارِ خلافت سے حکم آیا کہ مشراف سے آگے بڑھکر قادسیہ میں خیمے لگاؤ۔

ایرانی پہلے ہی سے تیار ہو رہے تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے یزدگرد (شاہِ ایران) کے حکم سے مشہور ایرانی سپہ سالار رستم بیشمار گھوڑوں اور ہاتھیوں کے جُھرمٹ میں لاکھوں سپاہیوں کے ساتھ آگے بڑھا، اور اسلامی فوج کے سامنے آکر ڈیرا ڈال دیا، قاعدہ کے مطابق پہلے صلح کی گفتگو ہوئی، اسلام کا پیغام رستم کو سنایا گیا اور اسے بتایا گیا کہ یہ کتنا اچھا دین ہے اور اس کے اصول کس قدر بہتر ہیں، لیکن رستم غرور میں مست تھا اسے اس طرف کیا توجہ ہوتی، اب مسلمان سفیر نے اسلام کی منصفانہ حکومت کا ذکر کیا اور رستم کو دعوت دی کہ وہ اس حکومت کو مان لے اور ایرانیوں کو اجازت دے کہ وہ انسانوں کے ظالمانہ چنگل سے نکلکر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں تاکہ راحت و آرام سے زندگی بسر ہو۔ لیکن ایرانی گھمنڈ نے توجہ نہ کرنے دی اور رستم اکڑ کر بولا جاؤ میں کل تم لوگوں سے نپٹ لوں گا، بادشاہ (یزدگرد) کے پاس بھی مسلمان قاصد اسلام کا پیام امن لے کر گئے تھے، لیکن اس نے بھی کوئی توجہ نہ کی اور بگڑ کر بولا جاؤ! رستم تمہیں قادسیہ کی خندق میں

دفن کر دے گا، اس جواب کے بعد لڑائی کے سوا اور کیا چارہ تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور سپاہیوں کو اسلام کی عزت قائم رکھنے اور اللہ کے نام کو بلند کرنیکی نصیحت کی اور اس راہ میں جان کی بازی لگانے پر آمادہ کیا۔

آپ کی اس تقریر نے مسلمانوں کے دلوں میں بڑا جوش پیدا کر دیا اور بے چین ہو کر سب چاہتے تھے کہ ہمیں حکم دیا جائے کہ اللہ کی راہ میں قربانی کے جوہر دکھائیں۔

یہ عجیب نازک وقت تھا، رستم کی دَل بادَل فوجیں پرا باندھے سامنے کھڑی تھیں، ان کے تیز ہتھیار چمک چمک کر نگاہوں میں چکا چوند پیدا کر رہے تھے، ہاتھیوں کی چنگاڑ دلوں کو لرزا رہی تھی، نیزوں کے پھل جگر کے پار ہونا چاہتے تھے، لیکن خدا کے بندے ہمت باندھے کھڑے تھے، قدم زمین پر جمے ہوئے تھے، دل اللہ کیطرف لگا ہوا تھا اور زبان پر اس کا نام جاری تھا

تین دن اور تین رات حق و باطل کا یہ معرکہ بڑی شدت کیساتھ ہوتا رہا پہلے دن ہاتھیوں کا ریلا ہوا تو عرب کے گھوڑے بھڑک کر پیچھے ہٹے، لیکن بہادروں کے قدم کو جنبش نہیں ہوئی، دوسرے دن ہاتھیوں کی کالی بلا کا عجیب علاج سوچا گیا، اونٹوں پر بڑی بڑی جھولیں ڈال کر ان کی ایسی خوفناک شکل بنائی گئی کہ ایرانیوں کے گھوڑے سہم کر بھاگنے لگے۔

تیسرے دن اور زور کا معرکہ ہوا، ایرانی فوج کا زور شدت کیساتھ مسلمانوں پر پڑ رہا تھا، اور ہاتھیوں کے ریلے سے ان کے قدم اکھڑے جاتے تھے، مسلمانوں نے خدا سے دعائیں مانگیں کہ ان کے قدم کو جمائے رکھے اور حق و باطل کے اس معرکہ میں حق کا بول بالا ہو۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فوج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "میرے بہادرو ہماری فتح ان ہاتھیوں پر قابو حاصل کر لینے پر موقوف ہے۔ کوشش کر کے ان ہاتھیوں سے نبٹ لو، بہت جلد فتح کا جھنڈا تمہارے ہاتھوں میں ہوگا۔"

اب کیا تھا بہادر سپاہیوں نے ہاتھیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا، ایک بڑے نامور مجاہد حضرت قعقاعؓ اور ان کے ساتھی حضرت عاصم تلوار اور نیزے لیکر آگے بڑھے اور فوج کے سب سے بڑے ہاتھیوں دفیل اجرب اور فیل سفید) پر حملہ کیا، ایک لمحہ میں نیزوں کے پھل ان کی آنکھوں کے پار اتر گئے، اور تلواروں نے سونڈوں کو مستک سے جدا کر دیا، دونوں ہاتھی بوکھلا کر پیچھے ہٹے، ان کا یہ رنگ دیکھکر دوسرے ہاتھی بھی بھاگے اور اس کالی بلا سے سارا میدان صاف ہو گیا، اب کیا تھا سپاہی تلواریں لے کر سامنے آ گئے اور اس زور کا حملہ کیا کہ دشمنوں کی صفیں ٹوٹنے لگیں۔

حضرت قعقاع اور ان کے ساتھیوں نے خاص رستم کی طرف رخ کیا اور سپاہیوں کو ہٹاتے ہوئے اس کے قریب پہونچ گئے، کچھ دیر رستم نے مقابلہ کیا، لیکن پھر بھاگ کر نہر میں کود پڑنا چاہتا تھا کہ تیر کر اس پار نکل جائے لیکن ایک سپاہی ہلال نامی کھینچ کر باہر نکال لائے اور تلوار سے کام تمام کر دیا۔

خدا کی شان دیکھئے رستم مسلمانوں کو قادسیہ کی خندق میں دفن کرنے آیا تھا، لیکن آج انھیں ناتوانوں کے ہاتھوں اس کی طاقت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کی بے گور و کفن لاش قادسیہ کے میدان میں پڑی تھی۔

اخلاق و عادات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے نیک اور خوش اخلاق تھے، اللہ کے ڈر، رسول کی محبت، تقویٰ، پرہیز گاری ایمانداری، سچائی، سادگی اور خاکساری میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے، اللہ کے خوف سے رات رات بھر عبادتیں کیا کرتے تھے، عموماً آدھی رات کے بعد مسجدِ نبوی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیحد محبت تھی،

میدانِ جنگ میں بھی آپ سے جدا ہونا گوارہ نہ تھا، قریب قریب سب ہی لڑائیوں میں حضور کے ساتھ رہے، نازک موقعوں پر رات رات بھر جاگ کر آپ کے خیمے کے ارد گرد پہرا دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ دشمنوں کے حملے کا سخت خطرہ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ "کاش میرے اصحاب میں کوئی مردِ صالح ہوتا تو آج پہرہ دیتا، ابھی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "سعد! تم کیسے آئے" عرض کی کہ آج دل چاہا کہ اللہ کے رسول کی حفاظت کروں اس لئے دربارِ عالی میں حاضر ہوں تاکہ کوئی کام سپرد کیا جائے اور میں اسکو انجام دوں" آپ کی اس جاں نثاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور دعا دی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ تھی، آپ کوشش کرتے کہ اپنی ہر نقل و حرکت، قول و فعل کو اللہ کے رسول کی نقل و حرکت اور قول و فعل سے ملا دیں، سنتِ رسول کی اتباع اور آپ کے احکام کی کامل پیروی کو اپنی بڑی سعادت سمجھتے تھے، بڑے بڑے صحابہ آپ کو سنتِ رسول کا نمونہ سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں اسکا اظہار کیا، اس عزت و مرتبے کے باوجود مزاج میں بے حد سادگی اور خاکساری تھی، اس وقت جبکہ ایرانی شہنشاہی کا آپ کے ہاتھوں خاتمہ ہو چکا تھا، کیانی تخت قدموں کے نیچے تھا، کسروی خزانوں کی کنجیاں ہاتھوں میں تھیں نوشیروانی محل پر اسلامی جھنڈا لہرا رہا تھا اس وقت بھی آپ کو بکریاں اور اونٹ چراتے میں کوئی عار نہ تھا۔

آپ اپنے سردار کی بڑی اطاعت کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت سعد نے ایک شاندار محل بنوایا ہے اور اس میں ایک بڑا سا پھاٹک لگایا ہے، اس خبر کو سن کر حضرت عمر کو خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سعد محل کے اندر آرام کرتے رہیں اور باہر رعایا پریشان پھرتی رہے لوگ شکایت لے کر آئیں تو پھاٹک پر دربان روک ٹوک کرے اور مصیبت کے مارے عوام اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتے پھریں، یہ خیال کر کے ایک صاحب کو حکم دیا کہ جا کر پھاٹک میں آگ لگا دو اور جب سعد کچھ کہیں تو انھیں میرا خط دیدو، چنانچہ ان صاحب نے کوفہ پہونچکر حکم کے مطابق پھاٹک میں آگ لگا دی حضرت سعد رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو انھیں امیر المؤمنین حضرت عمر کا خط دیا، خط پڑھکر حضرت سعد خاموش ہو گئے پھاٹک جلتا رہا اور وہ کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔

اسلام لانے کے بعد سے دم تک آپ برابر اسلام کی خدمت کرتے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ کی مصیبتیں جھیلیں، ہجرت کے بعد دشمنوں کے حملے شروع ہوئے، مدینہ منورہ کے اندر منافقوں کی شرارتوں اور یہودیوں کی چال بازیوں کا زور تھا اور باہر سے مشرکوں اور کافروں کی بڑی بڑی فوجیں مدینہ کی دیواروں سے آکر ٹکرا رہی تھیں، لیکن ان مشکلوں اور مصیبتوں میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ برابر اپنا فرض ادا کرتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد (دین سے پھرنے) کے واقعات شروع ہوئے، اور سارے عرب میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے، اس سے چھٹی ملی تو ایران و روم کی لڑائیاں چھڑ گئیں، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی تمام قوت کے ساتھ برابر اسلام کی خدمت کے لئے حاضر رہے، ایران کے معرکوں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کس طرح اپنی جان کو خطرے میں ڈالکر اسلام کے جھنڈے کو اونچا رکھا اور اللہ کے رسول کے جلائے ہوئے چراغ کو دشمنوں کی پھونکوں سے گل نہ ہونے دیا، بلکہ اسے اتنا روشن کر دیا کہ ساری دنیا اس کی چمک سے

تجگاتھی۔

وفات ایرانی فتوحات کے بعد کچھ عرصہ تک ملک کے انتظام اور فوجوں کی درستی میں مصروف رہے، ان کے بعد ان خدمات سے الگ ہوکر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور وہیں مستقل طور پر رہنے لگے، شہر کے باہر چند میل کے فاصلہ پر عقیق میں ایک بڑا سا مکان بنوا لیا تھا، زندگی کا آخری حصہ اس محل میں بسر ہوا، اخیر عمر میں آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی، عمر کچھ اوپر ستر سال کی ہو چکی تھی، جسم کمزور اور قوی مضمحل ہو چکے تھے، اس لئے دیدارِ الٰہی کے شوق میں ہمیشہ کے لئے جنت کا راستہ اختیار کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ حادثہ ۵۵ھ میں ہوا، چونکہ آپ کو مدینہ منورہ سے بڑی محبت تھی، اس لئے آپکی لاش مدینہ لائی گئی اور امہات المومنین کی خواہش تھی کہ وہ بھی نمازِ جنازہ میں شریک ہوں، ان کے حجرے مسجد نبوی سے ملے ہوئے تھے، اس لئے جنازہ مسجد تک لایا گیا اور اس کے قریب اس طرح نماز ادا کی گئی کہ وہ اپنے حجرے سے نماز میں شریک ہو سکیں اس کے بعد آپ مقام بقیع میں دفن کئے گئے۔

؎ خدا رحمت کرے ان عاشقانِ پاک سیرت پر

خلافت

مولوی یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی رح

برادر محترم مولوی یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے چند مضامین ناظرین تجلی ملاحظہ فرماچکے ہیں، ایک شہ پارہ اور پیش خدمت ہے، اگرچہ اپنے عنوان پر یہ بہت ہی تشنہ اور ادھورا ہے، لیکن اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مصنف بیماری اور آخرکار موت سے فرصت نہ پاسکے ورنہ علم و بصیرت کے لحاظ سے آپ بہت عالی مقام تھے، اور علماءِ کرام کے اس مخصوص حلقے میں جس میں اسلام کی حاکمانہ برتری اور غلبہ کا تصور متحدہ قومیت وطن پرستی اور لادینی سیاست کے قدموں پر سجدہ ریز ہوچکا ہے، آپ کا زاویۂ نظر و فکر بہت صالح اور حق پسندانہ تھا جیسا کہ آپ کے مضامین سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حکومت الٰہیہ اور خلافت کیا ہے؟ اس اہم ترین سوال کے جواب میں باطل سے مرعوب پسپا ہوجانیوالے عالمان دین خواہ کتنی ہی دنیادارانہ تاویلیں پیش کریں اور آج کی دنیا میں خلافت کا نام لیتے ہوئے بھی شرمائیں لیکن جو لوگ اسلام کی آفاقیت اور اسلام کے سوا ہر دین و مذہب کے بطلان پر یقین کامل رکھتے ہیں، وہ کبھی اس حقیقت سے منحرف نہیں رہ سکتے کہ معاشرہ کی حقیقی اصلاح اور انصاف و امن کی خاطر انسانوں کو قانون الٰہی کی طرف بلانا اور نظام آسمانی کے قیام کی کوشش کرنا اس طرح فرض اور واجب ہے جس طرح کہ اسلام کی دوسری عبادتیں، جو لوگ اسلام کو محض چند عبادات تک محدود کرکے سیاسی و معاشرتی مسائل میں دیگر انسانی قوانین و نظریات کی تقلید و اتباع کے قائل ہیں، وہ یا تو اسلام کی روح سے واقف نہیں یا جان بوجھ کر راہ حق سے کتراتے ہیں، بہرحال یہ مختصر مضمون بطور "اشاریہ" پیشِ خدمت ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ... عامر عثمانی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق اور صراطِ مستقیم کیساتھ بھیجا، جس نے آپ کا اتباع کیا نجات پائی، اور جس نے سرکشی اور مخالفت کی ہلاک ہوا، اس دین میں ایسے قوانین موجود ہیں جن پر عمل کرکے عالم انسانی دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح حاصل کرسکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قوانین کی تبلیغ کی، لوگوں تک ان کو پہونچایا، اور جب آپ اپنا کام انجام دے چکے، اپنے رب کے پاس خوشی خوشی پہونچ گئے۔

لیکن آپ کی وفات کے بعد عالم انسانی کو ان قوانین الٰہیہ اور احکام دینی کے اتباع کا حکم دینے اور استقلال کیساتھ قائم رکھنے کے لئے ایک ایسے امام کی ضرورت تھی جو اس کام میں آپ کی نیابت کرسکے، تاکہ ہر انسان بلا افراط و تفریط کمی و زیادتی اپنے اپنے مقام پر کھڑا رہے۔ اور اس کی نظر میں قوی و ضعیف ادنیٰ و اعلیٰ حق و انصاف کی بارگاہ میں برابر ہوں، اسلامی زبان میں اسی امام کو خلیفۂ رسول کہتے ہیں، معاملات کے فیصلوں اور دین کی حفاظت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوتا ہے۔

خلیفہ کا قائم کرنا باجماعِ امت واجب ہے، اس اجماع کا

خلاف سوائے کچھ خوارج اور بعض معتزلہ کے کسی نے نہیں کیا اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کے دو خلیفہ یا اس سے زائد نہیں ہو سکتے۔

غرض دین کی حفاظت اور دنیا کے انتظام میں خلیفہ کا کام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کرنا ہے۔

خلفائے راشدین اپنے جملہ اقوال و اعمال میں قرآن کریم اور سنتِ رسول سے مدد حاصل کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر قدم خدا اور خدا کے رسول کے احکام کے اتباع میں اٹھتا تھا، گویا انکا خود عمل حضور کی نیابت کا درس تھا، اسی لئے لوگ ان کو عزت و وقار کی اس نظر سے دیکھتے تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کو دیکھا جانا چاہیئے تھا، ظاہر و باطن میں خلفاء کا اتباع فرض جانتے تھے، کیونکہ قرآن میں ہے۔

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم	اے ایمان والو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اپنے صاحب امر کی اطاعت کرو۔

دوسری جگہ ہے۔

ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها وقد جعلتم الله عليكم كفيلا ان الله يعلم ما تفعلون ولا تكونوا كالتي نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا۔

ایک اور جگہ ہے۔

فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه اجرا عظيما۔

قرآن کریم کے ان ہی احکام کے باعث خلیفہ کی نافرمانی کے دوسرے معنی اسلام و ایمان سے خارج ہونیکے سمجھے جاتے تھے مسلمانوں میں اپنے خلیفہ کا یہ اتباع حاشا و کلا اس وجہ سے پیدا نہ ہوا تھا کہ خود خلفا جبار تھے یا ان میں اپنی ذات کے لئے بڑائی یا تکبر پایا جاتا تھا، اور وہ اپنے آگے مخلوقِ خدا کو جھکا کر اپنے نفس کو خوش کرنا چاہتے تھے، ایسا ہرگز نہ تھا، بلکہ خلفائے کرام کا حال تو یہ تھا کہ معمولی سے معمولی اور چھوٹے سے چھوٹے شخص کی حاجت، ضرورت پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تو یہ حال تھا کہ فقراء اور مساکین کی محفل میں اٹھتے بیٹھتے تھے، یہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور آپ کی اقتداء کی وجہ سے تھا، خلفاء میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو دیگر مسلمانوں سے بڑے درجہ کا نہ سمجھتا تھا، خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلا خطبہ دیا تو فرمایا۔

میں تم پر والی بنا دیا گیا ہوں
لیکن تم میں کا بہترین شخص نہیں ہوں

خلفائے کرام کے دل و دماغ میں ادنیٰ تصور بھی اس کا نہ آتا تھا کہ ان کو لوگوں کی جان و مال میں تصرف کا حق ہے، وہ اپنے آپ کو ایک راعی اور مصلح کے سوا کچھ نہ سمجھتے تھے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں فرمادیا تھا۔

"اے لوگو! تمہاری جانیں، تمہارے مال تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لئے ایسے ہی حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن اور اس مہینے اور تمہارے اس شہر میں حرام ہیں"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ ذی شان نے قیامت تک کے لئے ہر مسلمان کی جان، اس کا مال، اس کی عزت کو ایک دوسرے پر حرام کر دیا تھا، خواہ بادشاہِ وقت یا خلیفہ ہی کیوں نہ ہو پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ خلفاءِ اسلام بادشاہانِ جہاں کی طرح خود کو رعایا کی جانوں، ان کے اموال اور عزتوں کے مالک سمجھتے بلکہ خلفاء اپنے آپ کو رعایا کا خادم اور محافظ یقین کرتے تھے۔

خلیفہ کی خدمت میں ہدیہ

شاہانِ عجم کو زمانے کے دستور کے مطابق ہدیے پیش کئے جاتے تھے، حضرت خالد بن ولید نے صدیق اکبر کی خدمت میں ایک بہترین گھوڑا بھیجا جو کہ رعایا نے ہدیتاً پیش کیا تھا، تو آپ نے اس کو ہدیہ میں شمار نہ فرمایا بلکہ اس گھوڑے کو اس کی قیمت کے لحاظ سے اس مال میں شمار کر لیا جو کفار سے بطور ٹیکس (جزیہ) لیا جاتا تھا، اور حضرت خالد بن ولید کو بھی یہی لکھ بھیجا۔

خزائن اور خلفاء

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عراق کی فتح کے بعد جب خزانے ہاتھ آئے، آپ نے واپس کر دیئے تاکہ ان کو فروخت کر دیا جائے اور فتح کرنے والوں پر حسبِ قاعدہ تقسیم کر دیئے

جائیں۔

خلفائے کرام اور عام رعایا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مملکت میں اعلان کرا دیا تھا کہ جس کو کوئی حاکم یا امیر تکلیف پہونچائے اطلاع کرا دی جائے تاکہ اس سے محاسبہ کیا جائے اور قصور ثابت ہونے پر سزا دی جائے۔

اسی وجہ سے اس زمانہ کے حکام اور امراء کسی مسلمان یا ذمّی کو تکلیف پہونچانے کے تصور سے بھی کانپتے تھے کہ عام مسلمانوں میں کھڑا کر کے ہمیں سزا دی گئی تو ہم رسوا اور بے وقار ہو جائینگے

غرض خلیفہ کے نزدیک تمام امّت (رعایا) برابر تھی کسی عربی کو عجمی پر فضیلت تھی تو صرف تقویٰ اور خدا ترسی کی وجہ سے

یہی باعث تھا کہ خلفاء نے عام رعایا سے اجنبیت اور پردہ نہ رکھا تھا، بلکہ جب بھی کوئی شخص چاہتا خلیفہ سے مل سکتا اور اپنی تکلیف کو پہونچا سکتا تھا، یہ اس لئے کہ مظلوموں کی دادرسی میں آسانی ہو، حضرت عمر فاروق ضرورت کے وقت مسجد یا بازار میں بے تکلف بیٹھ جاتے، رعایا کی محبت اور شفقت سے آپ کا قلب لبریز تھا۔

یہ سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء و نیابت کی وجہ سے تھا، کیونکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں خداوند تعالےٰ نے رؤف الرحیم فرمایا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں رات میں نکلکر محتاجوں اور ضرورت مندوں کے احوال معلوم کرتے اور ان کی ضرورتیں اور حاجتیں پوری کرتے تھے۔

نگہبانی اور حفاظت کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ فرمایا کرتے تھے کہ

> قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو حق و عدل عطا کر کے دنیا میں بھیجا، اگر ایک اونٹ بھی نہرِ فرات کے کنارے ھلاک ہو کر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں خطّاب کی اولاد (یعنی آپسے) سوال نہ ہو۔

جب آپ کسی حاکم کو مقرر فرماتے تو خدا سے دعا کرتے "اے اللہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگوں کا مال حاصل کرے اور ظالموں کو سزا نہ دے"

آپ بے تکلف اپنی پیٹھ پر آٹا لاد کر فقراء اور مساکین کو پہونچا دیتے۔

خدا ترسی، رعایا کی نگہبانی اور غریب پروری کی لازوال مثال

امام طبری نے زید بن اسلم کے حوالے سے یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے، زید کے والد اسلم فرماتے ہیں:—

میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں ایک مقام پر پہونچا، رات ہو گئی تھی، سخت سردی تھی، فاروق اعظم نے دیکھا کہیں دور آگ روشن ہے۔ مجھ سے فرمایا

> اسلم دیکھو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ غریب لوگ سخت سردی کی وجہ سے پریشان ہیں، رات اور سردی نے انھیں تنگ کر دیا ہے چلو دیکھیں۔
>
> جب ہم قریب پہونچ گئے، دیکھا ایک عورت اور اس کے چند بچے ہیں۔ چولھے پر ہنڈیا چڑھی ہوئی ہے اور بچے رو رہے ہیں اور چلا رہے ہیں، ذرا نزدیک پہونچکر امیر المومنین نے فرمایا السلام علیکم اے روشنی والو، موقع تھا کہ آپ اس طرح خطاب فرماتے۔
>
> اے آگ والو السلام علیکم، لیکن آپ نے ان لفظوں کو پسند نہ فرمایا اور اے روشنی والو فرمایا اس بی بی نے جواب میں فرمایا وعلیکم السلام تب امیر المومنین نے قریب آنیکی اجازت طلب کی، تو اس غریب عورت نے نہایت اچھے الفاظ میں آگے آنیکی اجازت دی، امیر المومنین نے قریب جا کر پوچھا آپ کا کیا حال ہے۔

عورت نے کہا رات کی تاریکی اور سخت سردی نے مجبور و بے بس کر دیا ہے۔ آپ نے پوچھا بچے کیوں رو رہے ہیں، اس نے جواب دیا بھوک اور فاقہ کی وجہ سے، آپ نے تعجب سے پوچھا تو اس ہانڈی میں کیا پک رہا ہے، کہا صرف پانی ابل رہا ہے تاکہ ان کو بہلانے اور چپ کرنے کا بہانہ مل جائے، میں کہہ رہی ہوں پک رہا ہے۔ جب پک جائے گا دوں گی اور خیال ہے کہ یہ اسی طرح انتظار میں رو رو کر سو جائیں گے۔ یہ کہہ کر ٹھنڈی سانس بھری اور عورت نے

کب، عمر کے (امیر المومنین) اور ہمارے درمیان اللہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، خدا تم پر رحم کرے، بیچارے عمر کو کیا خبر کہ تم اس حال میں ہو، عورت نے جواب دیا، افسوس ہمارے اوپر حاکم بنے اور ہماری خبر نہ رکھے (یعنی اس کو حکومت کرنے کا کیا حق ہے)

اس بی بی کا یہ جملہ سنکر امیر المومنین میری طرف (اسلم کی طرف) متوجہ ہوے، فرمایا واپس مستقر پر چلو، یہانتک کہ واپس آئے، غذا گھر (اسٹور) سے ایک تھیلا نکالا اور چربی ساتھ لی یہ کافی وزنی ہوگیا تھا، جب غذا اور چربی ایک بڑے تھیلے میں بھر کر منھ بند کر چکے فرمایا

اسلم! اس تھیلے (بستہ) کو عمر کی پیٹھ پر لاد دو، میں نے عرض کی امیر المومنین میں لیجاتا ہوں، قدرے سختی سے فرمایا اس کو عمر کی پیٹھ پر لاد دو، میں نے دوسری بار پھر عرض کی امیر المومنین میں لے چلتا ہوں، پھر ذرا تشدید کے ساتھ وہی ارشاد ہوا، نہیں اس کو عمر کی پیٹھ پر لاد دو۔

تیسری مرتبہ میں نے ذرا لجاجت سے پھر عرض کرنے کی جرأت کی تو ارشاد ہوا، کیا قیامت کے دن کا بوجھ بھی تم عمر کی طرف سے اٹھالوگے، لاد دو میری پیٹھ پر۔

میں نے بہ جبر امیر المومنین کے حکم کی تعمیل لرزتے ہوئے ہاتھوں سے کی، یہانتک کہ ہم امیر المومنین کے ساتھ ساتھ پھر اسی طرف چلے جہاں وہ عورت اور اس کے بچے موجود تھے، جب وہاں پہونچ گئے وہ تھیلا اتارا اور اس میں سے لیکر ہانڈی چڑھائی اور فرمایا مجھے چھوڑ دو میں آگ سلگاؤں گا۔

رات اور سردی کی وجہ سے آگ نہیں جلتی تھی، لیکن امیر المومنین مسلسل چولھے کو پھونک رہے تھے یہانتک کہ تمام روئے مبارک دھوئیں کی چادر میں چھپ جاتا تھا، لیکن آپ برابر آگ روشن کرنے اور پکانے میں مشغول تھے، جب تیار ہوگیا ہانڈی اتاری، فرمایا کوئی برتن لاؤ، برتن لایا گیا، فرمایا اسلم میں کھانا اتارتا ہوں تم سب کو کھلاؤ۔

چنانچہ میں نے سب کو کھلانا شروع کیا، یہانتک کہ اس بی بی نے اور اس کے بچوں نے خوب شکم سیر ہو کے کھالیا، پھر باقی سب کچھ اس کے پاس چھوڑ دیا اور واپس جانے کے لئے کھڑے ہو گئے، میں بھی ساتھ ہو لیا اتنے میں اس عورت نے امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہا

آپ کو خدائے نیک بدلہ دے، بادشاہ سے زیادہ خلافت وحکومت کے تم مستحق اور اولیٰ ہو۔

حضرت رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کلمۂ خیر کہو تم امیر المومنین کے پاس جب جاؤگی ان کو ایسا ہی پاؤگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر میں اور حضرت عمر وہاں سے چل دئیے، کچھ دور پہونچکر حضرت عمر چھپ چھپ کر اس کو اور اس کے بچوں کو دیکھتے کہ اب آرام سے ہیں یا نہیں،

اور چہرہ خوف سے زرد ہو گیا تھا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ خون کا نام نہیں ہے، رنگ فق ہو گیا تھا، یہ حال دیکھکر میں گھبرا گیا اور پوچھا یہ کیا حال ہے امیر المومنین اس طرح تو میں نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا، وہ کچھ جواب نہ دیتے اور بالکل خاموش سہمے ہوے تھے یہانتک کہ جب انھوں نے دیکھ لیا کہ بچے ہنس بول رہے ہیں اچھل کود رہے ہیں، اور پھر کھیل کود کر سو بھی گئے، تب وہاں سے یہ کہتے ہوئے چلے

اے خدا تیرا ہزار ہزار شکر ہے۔

اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اسلم بھوک نے ان کی نیند تک اڑا دی تھی، میں نے پسند نہ کیا کہ جب تک انکو بشاش کھیلتا نہ دیکھ لوں یہاں سے جاؤں۔

لیکن خلفائے اسلام جس قدر رحیم وکریم اور مخلوق خدا پر ترس کھانے والے اور ان کی خدمت کرنے والے تھے اسیقدر حدود الٰہیہ میں سخت تھے۔

کچھ درسی کتابیں

نام کتاب	زبان وفن کتاب	قیمت
ابو داؤد شریف (کاغذ سفید گلیز، مطبوعہ اصح المطابع۔ کراچی)	عربی۔ حدیث	تیس روپے
ابن ماجہ شریف (گلیز ")	" "	بیس روپے
العرف الشذی، تقریر ترمذی (از علامہ انور شاہ صاحبؒ)	" "	دس روپے
الورد الشذی۔ تقریر ترمذی۔ اردو	اردو "	چار روپے
بخاری شریف کامل (کاغذ گلیز، مطبوعہ مجتبائی پریس۔ قسم اعلیٰ)	عربی "	پچاس روپے
بیضاوی شریف (از آل عمران تا نصف۔ گلیز۔ مجتبائی)	" تفسیر	آٹھ روپے
" (سورۃ البقرہ۔ مطبوعہ اصح المطابع۔ سفید عمدہ)	" "	آٹھ روپے
ترمذی شریف مع حاشیہ قوت المغتذی۔ مع اضافہ تقریر شیخ الہندؒ	" حدیث	بیس روپے
تقریر ترمذی از شیخ الہندؒ	" "	ایک روپیہ
جلالین شریف (گلیز سفید، مطبوعہ اصح المطابع)	" تفسیر	بیس روپے
" (رف کاغذ ")	" "	سولہ روپے
مشکوٰۃ شریف (گلیز ")	" حدیث	بائیس روپے
" (کاغذ میکنیکل)	" "	انیس روپے
" (قیومی گلیز)	" "	پچیس روپے
" (مجتبائی)	" "	بیس روپے
مشکوٰۃ اردو کامل (کاغذ سفید گلیز، اصح المطابع)	اردو "	اٹھارہ روپے
مقاماتِ حریری کامل (بادامی۔ مجتبائی)	عربی ادب	آٹھ روپے
مقاماتِ حریری تا درس (گلیز)	" "	تین روپے آٹھ آنے
ملا حسن درسی (محشی گلیز)	" منطق	تین روپے
موطا امام مالکؒ (مترجم گلیز۔ اصح المطابع)	عربی، اردو، حدیث	بارہ روپے
موطا امام مالکؒ (سفید۔ گلیز)	عربی، حدیث	آٹھ روپے
میبذی (محشی کلاں)	" فلسفہ	آٹھ روپے
نسائی شریف (مطابق۔ مجتبائی۔ عمدہ گلیز)	" حدیث	پینتیس روپے
نفحۃ الیمن کامل محشی (گلیز۔ مجتبائی)	" ادب	چار روپے
نور الایضاح کلاں۔ محشی (سفید گلیز)	" فقہ	دو روپے آٹھ آنے

بازار کتابیں نہیں ملتیں؟ کچھ درسی کتب بھی موجود ہیں۔ جلدیں اگر مطلوب ہوں تو قیمتیں نہیں بندھوائی جاتی ہیں، جس معیار کی چاہیں بندھوالیں۔

منیجر مکتبہ تجلی دیوبند، ضلع سہارنپور۔ یو۔ پی

غزل

عامر عثمانی

نہ توانِ ضبطِ گریہ، نہ مجالِ اشک باری
یہ عجیب کیفیت ہے نہ سکوں نہ بیقراری

ترا ایک ہی کرم ہے، ترے ہر ستم پہ بھاری
غمِ دو جہاں سے دیدی مجھے تو نے رستگاری

مری زندگی کا حاصل ترے غم کی پاسداری
ترے غم کی آبرو ہے مجھے ہر خوشی سے پیاری

وہ جسے قرار کہیے نہیں قسمتِ محبت
شبِ ہجر بھی گزاری شبِ وصل بھی گزاری

یہ قدم قدم بلائیں یہ سوادِ کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

ترے جاں نواز وعدے مجھے کیا فریب دیتے
ترے کام آگئی ہے مری زود اعتباری

مری رات منتظر ہے کسی اور صبحِ نو کی
یہ سحر تجھے مبارک جو ہے ظلمتوں کی ماری

وہی پھول چاک داماں وہی رنگ اہلِ گلشن
ابھی صرف یہ ہوا ہے کہ بدل گئے شکاری

مری عاقبت کے دشمن مجھے چین آچلا ہے
کوئی اور داغِ تازہ کوئی اور زخم کاری

وہ نگاہ یاد آئی مجھے تھامنا چلا میں
یہ پڑے ہیں جام و ساغر یہ دھری ہے بادہ خواری

تجھے کیا خبر کہ جس نے ترے ہوش کھو دیے ہیں
وہی آنکھ بانٹتی ہے کبھی جنسِ ہوشیاری

یہ کمالِ علم و فن ہے کہ زوالِ علم و فن ہے
نہ وفا نہ مہر و الفت نہ کرم نہ غمگساری

مجھے لے چلا بہا کر غمِ زندگی کا طوفاں
غمِ عشق یاوری کر ہے مقامِ شرمساری

جو غنی ہو ماسوا سے وہ گدا گدا نہیں ہے
جو اسیرِ ماسوا ہو وہ امیر بھی بھکاری

کبھی کاش تو بھی سمجھے مری صنعتِ وفا کو
تجھے کیا بنا گئی ہے میری حاشیہ نگاری

ہے عجب طرح کی بازی یہ بساطِ عشق عامر
کبھی جیت کر نہ جیتی کبھی ہار کر نہ ہاری

جزیر

عنوان چشتی، منگلوری

مجھے یہ توہینِ "رنگ و نکہت" نہیں گوارا نہ بھول ساقی
خزاں رسیدہ ہیں "غنچہ و گل" پنپ رہے ہیں ببول ساقی

شاہراہِ ہستی سے اس طرح گزرنا ہے
مسکرا کے جینا ہے، مسکرا کے مرنا ہے

دوست "دار و رسن" کی کہانی سُنا
دل محبت کی باتوں سے اُکتا گیا...

فرض اور عشق میں، کشمکش ہو گئی
مجھ کو جب بھی کسی کا خیال آ گیا۔

یہ ہے انقلابِ زمانہ کی برکت
تجلی ہے تاریک پُر نور سائے...

جو ناواقفِ مقصدِ زندگی ہیں
انھیں زندگی کی فضا راس آئے

مجھے حیات کے نقشوں میں رنگ بھرنا ہے
ذرا خدا کے لئے تم ابھی نہ یاد آؤ

ہنوز روئے سحر پر ہے ظلمتوں کی نقاب
نظامِ گردشِ دوراں سے اور ٹکراؤ

ہائے تغیر، ہائے توہم!
خیر سے بھی اندیشۂ شر ہے

گاہے ناصح، گاہے میکش
ہر فن مولا، آج بشر ہے...

عنواں مرے خلوصِ مسلسل کے باوجود
احباب کے لبوں پہ ہے بیگانہ پن کی بات

اے ساقی!

صبا جائسی

لہو گرما گیا ہے دل کی دھڑکن تیز ہے ساقی
ترا غمزہ بھی کس درجہ نشاط انگیز ہے ساقی

شگفتِ غنچہ و گل صرف کرنوں سے نہیں ممکن
ہماری آنکھ بھی گلشن پہ شبنم ریز ہے ساقی

نہیں ہے جذب و مستی اب حرم کے پاسبانوں میں
یہ خاموشی بھی کتنی مصلحت آمیز ہے ساقی

نہ جا رنگینیٔ پیراہنِ تہذیبِ حاضر پر.....
کہ اس قالب میں روحِ نادر و چنگیز ہے ساقی

غزل

جناب شبنم سبحانی

جب بہاروں کا ذکر ہوتا ہے
اشک باروں کی یاد آتی ہے

مرحبا ذوقِ آبلہ پائی...
کوہساروں کی یاد آتی ہے

کل جو تھے راہبر زمانے کے
اُن ستاروں کی یاد آتی ہے

جب بھی ہوتا ہوں دلفگار کبھی
غمگساروں کی یاد آتی ہے

جن کی خواہش تھی ڈوب جاؤں میں
اُن کناروں کی یاد آتی ہے

دیکھکر ہم جنوں کے ماروں کو
بے سہاروں کی یاد آتی ہے

اُن سے پھولوں کا ذکر کیا کیجیے
جنکو خاروں کی یاد آتی ہے

جب تری رہگذر کو تکتا ہوں
غم کے ماروں کی یاد آتی ہے

تجھ کو خونبار دیکھکر شبنم
لالہ زاروں کی یاد آتی ہے

غزل

محمد اسحاق، حافظ، سہارنپوری

رعنائیِ جمال دکھا کر چلے گئے
دنیائے عقل و ہوش پہ چھا کر چلے گئے

"وہ" میرے بوستانِ تمنا میں آندیم
مہر و وفا کے پھول کھلا کر چلے گئے

ہم گشتگانِ راہِ محبت، خدا گواہ
منزل قدم قدم پہ بنا کر چلے گئے

اس شانِ ادلیں سے کبھی پھر نہ لوٹ کے
آنے کو یوں تو روز وہ آکر چلے گئے

ہوتا نہیں ہے شام و سحر میں بھی امتیاز
حافظ وہ جب سے بزم میں آکر چلے گئے

دینی و علمی کتابیں

مکتبہ تجلی سے کتابیں خرید کر دینی خدمت میں ہاتھ بٹائیے

مکمل و مدلل بہشتی زیور

روزمرہ کے معاملات میں صحیح شرعی رہنمائی کے لئے اس مشہور زمانہ کتاب کا ہر مسلمان گھر میں رہنا ضروری ہے۔ ہر مسلمان خصوصاً عورتوں کے لئے یہ ایک تحفۂ بے بہا ہے۔ بعض مفید اضافے بھی کئے گئے ہیں۔ مثلاً کشیدہ کاری۔ طبِ نبوی۔ معمولاتِ محمدی۔ سوانح مصنف وغیرہ وغیرہ۔

کاغذ۔ کتابت و طباعت عمدہ مکمل گیارہ حصے۔ قیمت غیر مجلد پندرہ روپے (مجلد سترہ روپے)

قصص القرآن

ایک عظیم الشان مذہبی اور علمی ذخیرہ اردو زبان میں

حصہ اول :- حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت موسیٰ و ہارون ع تک تمام پیغمبروں کے مکمل حالات و واقعات۔ قیمت چھ روپے۔

حصہ دوم :- حضرت یوشع علیہ السلام سے لیکر حضرت یحییٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کی مکمل سوانح حیات اور ان کی دعوتِ حق کی محققانہ تشریح و تفسیر۔ قیمت صرف تین روپے۔

حصہ سوم :- اصحاب الکہف والرقیم اصحاب القریہ اصحاب السبت اصحاب الرس۔ بیت المقدس اور یہود۔ اصحاب الأخدود۔ اصحاب الفیل۔ اصحاب الجنۃ ذوالقرنین اور سدِ سکندری سبا اور سیل عرم وغیرہ۔ قصص القرآن کی مکمل و محققانہ تفسیر۔ قیمت پانچ روپے۔

حصہ چہارم :- حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے مکمل و مفصل حالات۔ قیمت چھ روپے آٹھ آنے۔ قیمت مکمل سٹ غیر مجلد بیس روپے آٹھ آنے۔ ہر حصہ الگ الگ بھی طلب کیا جاسکتا ہے۔

ایک نازک اور پیچیدہ سوال جو ازل سے ابتک محتاجِ جواب ہے

تقدیر کیا ہے ؟

آئیے ـــــ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر بخاری (اردو) کا وہ حصہ آپ کو دکھائیں جو اس عقدہ کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ عام فہم زبان میں دلنشیں دلائل اور تقدیر کی الجھنوں کا حل۔ آپ مان جائیں گے کہ "تقدیر" کے موضوع پر آج تک اس سے بہتر گفتگو آپ نے نہیں سُنی۔

لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ

قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

مکتبہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

المصالح العقلیہ
یعنی
احکام اسلامی کی حکمتیں

کتنا روحانی کیف حاصل ہوگا ان لوگوں کو جو یہ جان سکیں کہ اسلام کے فلاں حکم میں کیا نکتہ ہے۔ فلاں حکم میں کیا بھید ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے "المصالح العقلیہ" میں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ نکاح بیع وشرع اور دیگر صدہا امور دینی کی مصلحتوں اور باریکیوں پر عام فہم سلیس اردو میں روشنی ڈالی ہے۔ غیر مجلد ے ر (مجلد ؁)

حیات المسلمین (اردو)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ نے اس کتاب میں ایسی اہم دینی چیزیں شامل کی ہیں جن کو اختیار کر کے مسلمان کی زندگی صحیح معنی میں اسلامی زندگی ہو جاتی ہے —— جو اہم اصول عقائد اور اعمال و عبادات مختلف مذہبی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں ان کو یکجا کر کے ہر شخص کے لئے تکمیلِ عقائد اور تکمیلِ عبادت کی مشکل راہ آسان کر دی گئی ہے۔ مجلد مع خوبصورت ڈسٹکور۔ قیمت عہ

رہنمائے قرآن

اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم کے پیغام کی تابناک صداقت کو سمجھنے کے لئے اپنے انداز کی یہ بالکل جدید کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

التوحید

اسلام کی توحیدِ خالص پر ایمان افروز معلومات کا خزانہ ہے۔
ہدیہ ایک روپیہ۔

رہنمائے عربی

نہایت آسان عام فہم انداز میں عربی پڑھنے لکھنے اور بولنے کے قواعد پر مشتمل یہ کتاب عربی کے شائقین کے لئے بہترین استاد ہے۔ کم خرچ بالانشیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

اصلاح الرسوم (اردو)

از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ زندگی کے ہر شعبے میں بے شمار رسمیں اور طریقے ایسے رائج ہو گئے ہیں کہ جو فی الحقیقت غیر اسلامی ہیں لیکن ہم لاعلمی کے سبب انکی بُرائی سے واقف نہیں۔ ایسے رسم و رواج کی اصلاح کے لئے حضرت حکیم الامت کی یہ تصنیف بیش بہا تحفہ ہے زبان عام فہم سلیس، آخر میں رسالہ "صفائی معاملات" بھی شامل ہے کتاب مجلد ہے۔ مع خوبصورت رنگین ٹائٹل۔ ہدیہ ایک روپیہ بارہ آنے۔

تعلیم الدین (اردو)

از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ —— بہت آسان اردو میں دین کے ضروری احکامات کی دلنشیں تصریحات، شرک و بدعت کی تفصیل، تصوّف کے نکات پر معلومات انگیز گفتگو، بیعت تصورِ شیخ، سماع اور دیگر اہم مباحث، خوبصورت ٹائٹل مع جلد قیمت ایک روپیہ بارہ آنے۔

تفسیر فیض الرحمٰن (حصہ اول)

مصنفہ:- حضرت مولانا یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ۔
نئے عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں تفسیر قرآن کا ایمان افروز سلسلہ حصہ اول بسم اللہ، الحمد اور معوذتین کی تفسیر و توضیح پر مشتمل ہے۔ مفسّر نے موقع بہ موقع حضرت شاہ ولی اللہؒ۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ اور دیگر بلند پایہ علماء کی آراء کا خلاصہ بھی شامل کیا ہے۔
قیمت عہ (مجلد ے ر)

حکایات صحابہؓ

صحابی مردوں اور عورتوں بچوں کے وہ سبق آموز و ایمان افروز واقعات جنکے مطالعہ سے روح تازہ اور سینہ کشادہ ہوتا ہے، تازہ ایڈیشن عمدہ کتابت و طباعت اور سفید کاغذ۔ جلد پر خوبصورت گرد پوش ہدیہ دو روپے چار آنے۔

مباحثہ شاہجہانپور

باخبر حضرات جانتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے بہت بڑے بڑے پادریوں سے مناظرے کئے اور ہمیشہ فتحمند ہوئے، ان کے ایک اہم اور عجیب و غریب مناظرے کی دلچسپ تفصیل "مباحثہ شاہجہانپور" میں ملاحظہ فرمائیے۔ دلائل اور انداز بحث پر آپ عش عش کر جائیں تو ہمارا ذمہ۔ قیمت صرف عمر۔

لطیف حادثے

عوام ہوں یا خاص، سب کی زندگی میں کچھ نہ کچھ لطیفے پیش آتے رہتے ہیں بعض مشہور شخصیتوں کے دلچسپ لطیفے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے، اس کتاب میں جن حضرات کی زندگی کے لطیفے درج ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت انور شاہ صاحبؒ، فیروز خاں نون، مولانا محمد علی جوہر، جناب عطاء اللہ شاہ بخاری، شاہ عبدالعزیزؒ۔ مولانا حالیؒ، مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ وغیرہم۔

کتاب مجلد ہے۔ مع ڈسٹ کور۔ قیمت ۱۲ر

شہید اعظم

یعنی

حضرت امام حسینؓ

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول — تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول

اثر خامہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد۔ حضرت امام حسینؓ اور واقعات کربلا کے متعلق تاریخی تحقیق اور معتبر روایات کا مجموعہ، قیمت عمر

اسلام کے اہم عقیدے

یعنی

کتاب الوصیت (اردو)

از:- امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

بعض اہم اصول و عقائد کی تشریح بزبان عام فہم سلیس، صفحات ۱۲۰ قیمت عمر

فقہ اکبر (اردو)

از:- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:- ترجمہ عام فہم دلنشیں۔ قیمت ۸ر

انسان کی حقیقت

از حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث کی روشنی میں انسان کی حقیقت پر ایمان افروز کلام، صفحات ۵۶ قیمت ۱۲ر

نصائح امام غزالیؒ

امام غزالیؒ کی تحریر کردہ چند خاص نصیحتیں، کوزہ میں دریا قیمت ۱۲ر

بیان السنۃ والجماعت

امام المحدثین حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مختصر جامع تصنیف کا سلیس اردو ترجمہ ... جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے بنیادی عقائد کا بیان ہے۔ قیمت ۱۰

الفاروقؓ

مصنفہ مولانا شبلی علیہ الرحمۃ

حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت، حالات اور کارناموں پر مشتمل یہ کتاب اہل علم میں جتنی مقبول و مشہور ہوئی وہ محتاج بیان نہیں، حقیقت یہ ہے اسلام کے اس فاتح اعظم اور بطل جلیل کی زندگی اور دور خلافت کی تفصیل "الفاروق" سے زیادہ اور کسی اردو کتاب میں نہیں ملتی، نہ صرف آپ کی سیرت اور اخلاق و فضائل کا بیان ہے بلکہ آپ کے جگمگاتے ہوئے عہد خلافت کے حیرت انگیز واقعات، آپ کے علمی، قانونی اور تمدنی کارنامے اور جنگی معرکوں کی صحیح تفصیلیں شامل کتاب ہیں۔

اسلامی تاریخ کے سب سے زریں دور کی معتبر تاریخ جاننے کیلئے "الفاروق" اپنی قسم کی واحد تصنیف ہے۔ تازہ ایڈیشن مجلد مع ڈسٹ کور، قیمت چھ روپے

مضامین مولانا سید سلیمان ندوی

۳۹۲ صفحات پر مشتمل مولانا سید سلیمان ندوی کے خاص الخاص اور معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ پہلی فرصت میں مطالعہ کی چیز ہے۔

بیش اعلیٰ درجہ کے معلومات سے لبریز مضامین گویا بیش قیمتی موتی ایک رشتہ میں پرو دیئے گئے ہیں۔

قیمت غیر مجلد چار روپے (مجلد پانچ روپے)

خلفائے راشدین

مؤلفہ مولانا عبدالشکور صاحب ایڈیٹر النجم لکھنؤ

خلفائے راشدین کی سیرت پر لکھی گئی تمام کتابوں میں اس تالیف کو ایک امتیازی شان اور خاص مقام حاصل ہے۔ مؤلف ردِ شیعیت کے میدان میں بہت شہرت پا چکے ہیں "خلفائے راشدین" میں آپ نے اس بات کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ جن روایات و واقعات سے اہل تشیع کو اپنے مسلک کی تاویل اور اہل سنت پر اعتراض کا موقع ملتا ہو ان کی تشریح صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں اس طرح کر دی جائے کہ حق پر باطل کی یورش کا موقع نہ رہے اور اشتباہات کی بیخ کنی ہو جائے۔ قیمت عہ (مجلد ہے)

تاریخ دیوبند

اسلامی علوم و فنون کے ایک شاندار دور کی تاریخ

دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے علمی و تاریخی حالات کا دلکش مرقع اور اسلامی علوم و فنون کے ایک زرین اور شاندار دور کی تاریخ جو سوا سو کے قریب دلچسپ علمی، مذہبی اور تاریخی عنوانات پر مشتمل ہے۔

چند عنوانات: دیوبند کی وجہ تسمیہ، قدامت اور اس کے دلچسپ تاریخی حالات، قدیم عمارتوں اور تاریخی مساجد کا تذکرہ، دارالعلوم کی ۹۰ سالہ زندگی اور اس کے نشو و ارتقا کی حیرت انگیز تاریخ، پرشکوہ عمارتوں کا تعارف، دارالعلوم کی تعلیمی اور انتظامی خصوصیات، داخلہ سے لیکر امتحان تک کے قواعد و ضوابط، دارالعلوم سے متعلق رویائے صادقہ اور مبشرات، اکابر علمائے دارالعلوم کے سوانحات۔

قیمت مجلد مع ڈسٹ کور صرف دو روپے۔

مناجات مقبول

مع قربات عند اللہ و صلوٰۃ الرسول

یعنی:- ادعیہ ماثورہ و قرآنی دعائیں

جس میں تمام دعائیں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے حضرت الحاج مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ نے جمع فرما کر ہفتہ کے ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ سات منزلوں میں تقسیم فرمائیں، اور جس کا اردو میں منظوم ترجمہ بھی سات منزلوں میں کرا دیا گیا ہے، یہ بھی ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص ہے، دعائے حزب البحر، مثنوی ہفت احزاب، شجرات چشت مکمل و اسمائے بدریین۔ اور بعض اہم فوائد نافعہ ضروریہ۔ کتابت دیدہ زیب، کاغذ سفید، ہدیہ غیر مجلد عہ (مجلد دو روپے)

صحابہؓ کی جاں نثاری

صحیح تاریخ سے چنے ہوئے عبرتناک حیرت انگیز واقعات، رسول پاک کی محبت بڑھانے والے سچے قصے، انتہائی دلچسپ اور نصیحت آمیز۔ قیمت آٹھ آنے۔

محامد الخلفاء

خلفائے راشدینؓ کے منتخب حالات و فضائل قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

فضائلِ نماز

قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کی خوبیوں اور فضیلتوں کا جامع اور مفصل بیان قیمت ۱۵ ار۔

فضائلِ تبلیغ

تبلیغ میں کیا فضیلتیں ہیں اور ہر شخص اپنی جگہ پر کس طرح اس دینی فریضہ کو ادا کر کے سعادت دارین حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت ۲ر

فضائلِ رمضان

رمضان کی عظمت اور روزے کی برکات و فضائل کا روح نواز تذکرہ قیمت ۱۲ر

تعلیم الاسلام

یہ مشہور کتاب ہمیشہ کی طرح آج بھی آپ کے بچوں کی تعلیم کا بیحد ضروری جزء ہے، وہ کسی بھی اسکول یا مدرسہ میں پڑھتے ہوں، آپ تعلیم الاسلام انھیں ضرور مطالعہ کرائیں، یہ اسلام کی بنیادی تعلیم اور سچی تاریخ کو دلکش پیرایہ میں نقش کرتی ہے، اور انداز بیان کی خوبصورتی اور سلاست کے باعث بچے اسے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں، حصہ اول ۸ آنے، حصہ دوم ۱۰ آنے، حصہ سوم ۱۲ آنے، چہارم ۱۴ آنے، مکمل سیٹ مجلد دو روپے، ہر حصہ الگ بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔

gd. No. A 978

TAJALLY MONTHLY

DEOBAND, Distt. Saharanpur U.P.

ماہنامہ تجلی دیوبند

١٩٥٦

مرتب۔ عامر عثمانی ، وزیر افضل عثمانی ، ناصر حسین دیوبند

V

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ تجلی دیوبند

شمارہ نمبر (۷) جلد نمبر (۵)

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے

عام سالانہ قیمت پانچ روپے

فی پرچہ سات آنے

معززین سے سالانہ چندہ حسب استطاعت

(بیرون ملک سالانہ چندہ ۱۲ شلنگ یا ڈیڑھ ڈالر)

بابت ماہ ستمبر سنہ ۵۴ء

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

دفتر تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (یو-پی)

ترتیب دینے والے

عامر عثمانی و زبیر افضل عثمانی

پاکستان کا پتہ

شیخ سلیم اللہ صاحب ۲۰/۵ بی

۲۰/۵ ناظم آباد - کراچی پاکستان

عامر عثمانی پرنٹر پبلشر نے محبوب المطابع برقی پریس دہلی سے چھپوا کر اپنے دفتر تجلی دیوبند سے شائع کیا۔

آغازِ سخن

ہمیشہ کی طرح اس سال بھی عیدالضحیٰ آئی اور گذر گئی۔
خدائے جل شانہٗ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ امسال ہمارے بھارت میں اس موقع پر کہیں فساد نہیں ہوا۔ ایک ایسے ملک میں جہاں اکثریت کا ایک معتد بہ حصّہ بغض و عناد اور فرقہ پرستی کے بادۂ لعین سے بدمست ہو۔ جہاں آئے دن مسلمانوں کی عزّت و آبرو اور جان و مال پر یلغار یا ہوتی ہوں۔ جہاں ایک حیوان ایک جانور کے تقدس کی آڑ میں اشرف المخلوقات انسان کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہو وہاں کسی عیدالبقر کا خیر و عافیت سے گذر جانا یقیناً باعثِ صد ہزار شکر ہے۔ اور ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس امن و سکون کے پیچھے اربابِ حکومت کی خوش اندیشی۔ فرض شناسی اور عدل گستری کی کارفرمائی ہے۔ ورنہ فرقہ پرستی اور مسلمان دشمنی کے جو شعلے جہاں جہاں بھڑک رہے ہیں ان میں کوئی کمی۔ کوئی اضمحلال۔ کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ اگر اہلِ اقتدار اپنی عادت دیرینہ کے مطابق اس مرتبہ بھی سے تو تہی اور خوابِ خرگوش سے کام لیتے تو وہی کچھ ہوتا جو سن سینتالیس کے بعد سے ہوتا آرہا ہے ہم اربابِ اقتدار کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وطن کی ترقی اور فلاح کا واحد راستہ یہی ہے کہ فرقہ پرست عناصر پر ہمہ وقت کڑی نگرانی رکھی جائے اور ان بے بس مسلمانوں کو جن کی عمومی فطرت کبھی بھی غداری۔ منافقت اور فرقہ پرستی نہیں رہی ہے چین کا سانس لینے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ وسیع و عریض ہندوستان کی ہر جہتی ترقی اور فلاح و بہبود میں وہ اپنا بہترین پارٹ ادا کرسکیں۔

اس کے ساتھ ہم مسلمان بھائیوں سے ایک سوال کریں گے کہ کیا آپ نے عیدالبقر کو ٹھیک اسی طرح منایا جس طرح ایک مسلمان کو منانا چاہیئے؟۔

یہ سوال کئی ضمنی سوالات اپنے اندر رکھتا ہے۔ آپ غور کرنا چاہیئے کہ عیدالبقر کیا ہے۔ اس سے اسلام کا کیا مقصد اسے کس طرح منانا چاہیئے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ اسلام کے تہواروں اور دیگر کے تہواروں میں کتنا عظیم فرق ہے۔ دیگر مذاہب کے تہوار با انسان کے خود ساختہ اور بہت سطحی جذبات کی آسودگی کر والے ہیں۔ ان کو منانے میں انسان محض اپنے طرزِ فکر اپنے مز اور اپنے نفس سے کام لیتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام کے اور خدائے جل شانہٗ کے عطا کردہ ہیں۔ اس خدا کے جو انسان کی کا خالق۔ اس کے ذات صد سے واقف اور ہر چھوٹے بڑے تمام تر اثرات و نتائج کا عالم ہے۔ جس کا معیار تعلیم سطحیت سے واقفیت اور گہرائی کا حامل ہے۔

اب آپ غور فرمائیں کہ "عیدالضحیٰ" منانے کا جو معیار جل شانہٗ کو مطلوب ہو سکتا ہے۔ کیا اس پر آپ کسی درجہ میں پور اترتے ہیں۔ یہ تو آپ نے قرآن کی زبان سے سن ہی لیا ہے کہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور کھال مطلوب نہیں بلکہ وہ نیت وہ وہ عقیدہ مطلوب ہے جو قربانی پر ابھارتا ہے۔ یہ بھی آپ جانتے ہیں جس عظیم قربانی کی یادگار میں یہ "تہوار" آپ کو دیا گیا وہ جانور کی قربانی نہ تھی۔ وہ ایک جلیل القدر انسان کے ہاتھوں ایک جلیل القدر انسان کی قربانی تھی۔ ایک باپ کے ہاتھوں ایک چہیتے بیٹے کی قربانی تھی۔ ایک ایسی انوکھی قربانی تھی جس کی کامیابی کا تمام تر دار و مدار اس بات پر تھا کہ اللہ کا بندہ اللہ کی

اطاعت کے بالمقابل اپنے جان و مال اپنی اولاد کی قطعاً پروا نہیں کرتا۔

ایسی ولولہ انگیز تاریخی قربانی کی یادگار مناتے ہوئے اگر منانے والے صرف ظاہری رسوم کی پابندی کرلیں۔ صرف نمازِ عید اور گوشت خوری کو کافی سمجھ لیں۔ یا زیادہ سے زیادہ کچھ روپیہ خیرات کر دیں۔ یا ذبحِ جانور ذبح کرلیں۔ اور ان کے دلوں میں قربانی۔ ایثار۔ اطاعت۔ بندگی۔ جاں نثاری و جاں سپاری کا کوئی جذبہ نہ ہو ــــ یا ہو تو محدود۔ بے تہہ۔ سرد۔ تو ایمانداری سے فیصلہ کیجئے کہ کیا اللہ کا مطلوب پورا ہوگیا؟ کیا یادگار منا گئی؟ کیا بندہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوگیا؟۔

خدا ہمارے حال پر رحم کرے۔ اجتماعی و انفرادی زندگی میں ہمارا جو کچھ کردار ہے وہ مجموعی طور پر ہمارے جذبات و اعتقادات کا مکمل آئینہ ہے۔ ہم آپس میں تنگدل، جنگ جو۔ قہار۔ تخریب پسند اور ہرزہ کار ہیں۔ حالانکہ اگر ہمارے اندر کسی بھی درجہ میں وہ جذبہ۔ وہ یقین۔ وہ شعور زندہ ہوتا جو اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے پر ابھارتا ہے۔ جو ایک باپ کے ہاتھ سے اپنے جگر گوشہ کے حلقوم پر چھری چلوا دیتا ہے۔ جو باپ کو بیٹے اور بیٹے کو باپ کے بالمقابل تلوار سونت لینے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ تو بالیقین اس کی پرچھائیاں ہمارے تمام اعمال میں نظر آتیں۔ ہم ان بھائیوں کے ساتھ جن کو اللہ کے دین نے ہمارا بھائی بنایا ہے تنگدلی اور بے مہری کا برتاؤ نہ کرتے۔ ہم ان ساتھیوں کے ساتھ جو اسلام کے صراطِ مستقیم پر ہمارے پہلو بہ پہلو ایک ہی منزل کی طرف گامزن ہیں۔ خود غرضی اور کج روی سے پیش نہ آتے۔ ہمارا کوئی بھی جذبہ۔ کوئی بھی اعتقاد جس طرح اعمال کے گوشہ گوشہ میں کارفرما ہوتا ہے اسی طرح جذبۂ ایثار و قربانی بھی تمام اعمال میں کارفرما نظر آتا۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ موجودہ ہندوستان میں مسلمان بڑی زبردست قربانی دے رہا ہے۔ فرقہ پرستی کے سیلاب سے لڑ رہا ہے۔ دشمنانِ اسلام کے نرغہ میں دامنِ مذہب تھامے ہوئے ہے۔ مظلومیت، بے یاری۔ اور صبر و تسلیم کی ایک مستقل تاریخ بنا رہا ہے۔

اس کا جواب بہت سادہ اور مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ یہ محض فریبِ خیال ہے۔ تلبیس ہے۔ تاویل ہے۔ بھارت کی فرقہ پرستی کے دیوِ استبداد پر ہزاروں جانیں ہزاروں عصمتیں، بے اندازہ مال اور امن و طمانیت قربان کر دینے اور قربان کرتے رہنے کے باوجود اس قربانی کا قربانیِ مطلوب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اضطرار و جبر ہے وہ اختیار و اقدام ہے۔ یہ مجبوری و بے بسی ہے۔ وہ سپردگی و شجاعت یہ ذلت ہے وہ عزت۔ یہ پستی ہے وہ عروج۔ یہ کمزوری ہے وہ طاقت یہ قہرِ درویش بجانِ درویش ہے۔ وہ

دولتِ عشق کے عوض دولتِ دوجہاں نہ لوں!

یہ موت ہے وہ زندگی۔ یہ درماندگی ہے وہ آسودگی۔ یہ عذاب ہے وہ آزمائش۔ یہ قہرِ الٰہی ہے وہ اکرام و انعام۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام ہی قربان ہونے والوں کے سینے حقیقی قربانی کے جذبے سے بالکل خالی رہے۔ اللہ قلوب کا حال جاننے والا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ مظلوم حقیقتاً جذبۂ اطاعت اور مرضیِ الٰہی کی تسلیم کے احساس سے مالا مال رہے ہوں لیکن دریا میں قطرے کی۔ پہاڑ میں ذرّے کی کیا گنتی ہے۔ غالب ترین اکثریت کا جو حال رہا ہے اور جو آج ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ خدا کی راہ میں جان و آبرو اور اولاد تو کجا ہم اپنی مستعار زندگی کے کچھ اوقات ان بے کلفت احکام کی تعمیل میں بھی صرف نہیں کر سکتے جو مومنِ کامل کے لئے ابجد کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی خواہشات اور کام و دہن کے مرغوبات ان عبادات کے لئے بھی تج نہیں سکتے جو جذبۂ پرستش کی ابتدائی علامات کہی جا سکتی ہیں۔ ہمیں خدا کی کارسازی۔ اسلام کی برکت۔ قرآن کی لازوال صداقتوں پر محض رسمی۔ روایتی۔ سطحی ایمان ہے ہمارے شعور کی گہرائیاں۔ ہمارے احساس کی وسعتیں۔ ہمارے جذبات کے خزانے۔ ہمارے فکر و تخیل کے کارخانے اس مستحکم ایمان اور مستحکم یقین سے محروم ہیں جو راہِ حق پر جان و مال کی اختیاری قربانی پر بطیبِ خاطر بخوشی برغبت و رضا آگے بڑھاتا ہے۔ جو قربانی پیش کرتے ہوئے دل میں ذرا سی جھجک۔ ذرا سی گھٹن۔ اور ذرا سا تأمل اور جمود نہیں رہنے دیتا۔

فاعتبروا! غور کرو۔ سوچو۔ شرماؤ۔ احساسِ ندامت سے پانی پانی ہو جاؤ! تم وہ خوش نصیب جنھیں قرآن جیسی متاعِ بیش بہا دی گئی۔ قرآن کی ناقدری کی سزا میں گرفتار ہو گئے۔ تم وہ جن کے

باپ دادا میں عمرؓ جیسا بطلِ جلیل۔ صدیقؓ جیسا انسانِ عظیم اور عثمانؓ وعلیؓ اور ابوذرؓ وخالدؓ۔ حمزہؓ وبلالؓ جیسے ایثار پیشہ۔ خدا پرست ہوگذرے ہیں۔ روش سے ہٹکر ہلاکت وفلاکت کا شکار ہوگئے۔ تم وہ جسے خدا نے محمد جیسا پیغمبر دیکر اپنی خلقت کے کمال پر آخری مہر ثبت کردی۔ جسے "احسنِ تقویم" میں پیدا کیا گیا۔ جسے دین قیم دیا گیا۔ جسے "امتِ وسطا" بنایا گیا۔ ہاں تم عطاؤ احسان کی ناشکری میں۔ بےحسی میں اندھے پن میں ذلت وبربادی کی زنجیروں سے باندھ دیئے گئے ہو۔

تم! رسولِ آخرالزماں کے غلامو! قرآن کے حاملو! رسول اور قرآن سے بغاوت کرکے شاد کام نہیں ہو سکتے۔ تم اسباب ووسائل پر تکیہ کرکے خدا فراموشی سے دین دنیا میں کچھ حاصل نہیں کرسکتے۔ اور اگر دنیا میں کچھ حاصل کر بھی لیا تو سمجھ لو کہ دنیا کی ہر نعمت آخرت کے ایک عذاب الیم کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا کا ہر عیش نارِ جہنم کی تپش وشورش کا پیغامِ ہلاکت آفریں ہے۔ مسلمان کو خدا فراموشی کے ساتھ جب بھی دنیا ملی ہے کچھ لو بڑی ہلاکت۔ بڑا خسران۔ بڑی خرابی ہوئی ہے۔ تم اگر دنیا ہی کو مقصود ومنزل بنا کر چلتے ہو تو اس سے بہتر ہے کہ اللہ اور رسول سے کھلا انکار کردو۔ کافر بن جاؤ خدا کی عادت ہے کہ اہلِ کفر کو بالعموم عیشِ دنیا وہی سے فراخدلی کے ساتھ نوازتا ہے۔ اور یہ عادت عقل ومنطق کے اعتبار سے نہایت منصفانہ ومعتدل ہے۔ کیونکہ کفر کے بعد جب آخرت میں کوئی حصہ باقی نہیں رہا تو چند روزہ زندگی میں تھوڑے مزے ملجائیں۔

ہمارا وعظ تمہارے لئے شاید بدمزگی کا باعث ہوگا۔ تم کہوگے کہ یہ رونا تو ہم مدت سے سنتے چلے آئے ہیں۔ یہ فرسودہ باتیں ہیں۔

ہاں دیکھو دنیا ــ تمہاری عقل وسائنس کی دنیا۔ تمہاری تہذیب وتمدن کی دنیا۔ تمہاری نفس وشکم کی دنیا کتنی ہی جدت پرست بنجائے لیکن تمہاری نجات وحیات کا واحد راستہ وہی پرانا اسلام۔ پرانا قرآن رہیگا۔ پرانا خدا جس سے تم عملاً فرار اختیار کئے ہوئے ہو۔ جسے تم فرسودہ بتاتے ہو۔ نئے ازموں۔ نئے نظریوں۔ نئے نظاموں کی چمک دمک پر اپنی بصیرت وبصارت قربان کرکے تم نامرادی وخسران کے سوا کچھ نہ پاسکوگے۔ تمہیں پرانے وعظ پرانے نغمے یاد ہیں۔ پرانے نغمے ہی سننے ہوں گے اور "آدھا تیتر آدھا بٹیر" کی زندگی بدلنی ہوگی۔ تمہیں اپنی عملی منافقت اور دورنگی زندگی بدلنی ہوگی۔ تمہیں اپنا سراپا اندر اور باہر سے پوری طرح بدلنا ہوگا۔

نہ بدلوگے تو مٹ جاؤگے اے مذہب فراموشو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

بہت ضروری

اگر اس گول دائرہ میں سرخ نشان بنا ہوا ہو تو سمجھئے آپ کی مدت خریداری اس پرچہ پر ختم ہے۔ اب آپ یا تو اگلے سال کی قیمت پانچ روپے منی آرڈر سے بھیجیں۔ یا خط سے وی۔پی کی اجازت دیں۔ خدانخواستہ اگر کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہیں تب بھی ہمیں مطلع فرما دیں۔ اگر آپ خاموش رہے تو ہم اگلا پرچہ "اکتوبر سنہ ۵۴ء" کا وی۔پی سے روانہ کردیں گے جو ڈاک خرچ ملاکر آپ کو 5/11/- ادا کرکے وصول کرنا ہوگا۔ اس کا وصول کرنا آپکا اخلاقی فرض ہوگا...... واضح رہے کہ سنہ ۵۳ء میں جو تین اشاعتیں ناغہ ہوگئی تھیں وہ آپ کے حصہ میں بڑھا کر ہی مدتِ خریداری کا حساب کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ فوری توجہ سے کام لیں گے اور اس مہینہ کے ختم سے پہلے اپنے فیصلہ سے آگاہ فرمادینگے۔ پاکستانی حضرات اپنا روپیہ ہمارے پاکستانی پتہ پر بھیجیں۔ جو فہرست مضامین کے صفحہ پر درج ہے۔ اور ہمیں اطلاع دیں۔

اے دوست!

رقص کرتا تھا جہاں تیرے اشاروں پہ کبھی
رشک کرتا تھا اِرم تیری بہاروں پہ کبھی
تھے ترے نقشِ قدم چاند ستاروں پہ کبھی

آج کس درجہ شکستہ ہے ترا حالِ زبوں
چل گیا تجھ پہ اداکاریِ باطل کا فسوں

زندگی قعرِ مذلت سے نکل سکتی ہے
تیری بگڑی ہوئی تقدیر بدل سکتی ہے
رات پیمانۂ خورشید میں ڈھل سکتی ہے

مگر اے دوست! تجھے رنگ بدلنا ہوگا
پابرہنہ رہِ پُرخار میں چلنا ہوگا

وقت کہتا ہے زمانے کی فضاؤں کو سمجھ
شاہدِ عصرِ مہذب کی اداؤں کو سمجھ
دورِ موجود کے فنکار خداؤں کو سمجھ

ورنہ دنیا سے ترا نام بھی مٹ جائیگا
یہ سسکتا ہوا اسلام بھی مٹ جائیگا

فکرِ ایماں کی قسم گردشِ دوراں کی قسم
سازِ وحدت پہ حسیں نغمۂ قرآں کی قسم
عرشِ اعلیٰ کی قسم رحمتِ یزداں کی قسم

بزمِ عالم کو پھر اک بار درخشاں کر دے
دہر میں مشعلِ یزداں کو فروزاں کر دے

غم و آلام کے امڈے ہوئے طوفاں سے نہ ڈر
موت کا خوف نہ کر سختیِ زنداں سے نہ ڈر
اہلِ باطل کے فراواں سر و ساماں سے نہ ڈر

جہد کی آنچ سے ہر چیز پگھل جاتی ہے
سنگ و فولاد کی دیوار بھی گل جاتی ہے

باہمی ربط بڑھا اور منظم ہو جا
طاعتِ حق کے لئے شوقِ مجسم ہو جا
سعی کر! سعی کے انجام سے بے غم ہو جا

تیری تخلیق ہوئی حق کی اشاعت کے لئے
امن و ایمان و دیانت کی حفاظت کے لئے

یہ تکالیف و مصائب یہ ہجومِ آلام
حسرت و یاس کے بڑھتے ہوئے سائے ہر گام
دے رہے ہیں تجھے اک دورِ نوی کا پیغام

دوربینوں کی نتیجے پہ نظر ہوتی ہے..
شبِ تاریک کے پردے میں سحر ہوتی ہے

ایک دن آئے گا ہر شے میں لطافت ہوگی
امن و انصاف کی دنیا میں حکومت ہوگی
دلِ انساں میں انساں کی محبت ہوگی

یہ گناہوں کی سیہ رات بدل جائے گی
وادیِ جہل و خرافات بدل جائے گی

جناب کفیل احمد کفیل

کوثر نیازی

ہر روش زندگی سے خالی ہے — کیسا گلشن ہے کیسا مالی ہے
اور ساری خدائیاں باطل — توہی آقا ہے توہی والی ہے
جس نے پی لی وہ بن گیا انساں — میرے ساقی نے ایسی ڈھالی ہے
وہ جو روٹھا ہے پھر سے من جائے — ایسی صورت کوئی نکالی ہے؟
بات یہ ہے کہ بات کچھ بھی نہیں — آپ کی بات میں نے پالی ہے
کیا ارادے ہیں قافلے والو! — دور منزل ہے رات کالی ہے
مژدہ اے عشق! گردشِ دوراں — تیرے سانچے میں ڈھلنے والی ہے
اور کھاتے ہیں ٹھوکریں کھائیں — تم نے اپنی جگہ بنالی ہے

شاکیِ جورِ باغباں، کوثر
پتی پتی ہے، ڈالی ڈالی ہے

آزاد قاسمی. ٹونکی

نہ پوچھ ظلمات زندگی میں خوشی کی ہلکی کرن کا عالم — لرز رہا ہو سیاہ کانٹوں میں جس طرح کوئی اش
خزاں رسیدہ چمن میں مانا بہار کا نام تک نہیں ہے — اگر ہو کوشش تو کیا عجب ہے بدل ہی جائے چم
نفس نفس میں سرور بن کر نظر نظر میں بہار لے کر — یہ کون ہے جو بصد ترنم صدا مجھے دے رہا
مری محبت ہدف تمسخر کا، نکتہ چینی کا بن چکی ہے — کوئی تو جلوہ دکھاؤ ایسا کہ کانپ اٹھے زما

اسے تو فرصت نہیں ہے حاصل غمِ زمانہ کی کشمکش سے
نہ دیجے آزاد کو خدارا نشاط و عشرت کا اذن پیہم

تجلی کی ڈاک

شرائط:- ایک دفعہ میں تین سوالوں سے زیادہ ہرگز نہ بھیجیں (۲) سوالات مختصر اور تحریر خوش خط ہونی چاہیے۔ گھسیٹ لکھے ہوئے قابلِ جواب نہ ہوں گے۔ (۳) جنسی مسائل اور عریانی آمیز سوال نہیں شائع کئے جائیں گے۔ اگر کوئی جنسی مسئلہ ضروری دریافت طلب ہو تو جوابی خط لکھئے (۴) فوری اشاعت کا مطالبہ نہ کیجئے، اپنے نمبر پہ اشاعت ہوگی۔ اور ضروری نہیں کہ آپ کے تینوں سوال ایک ہی بار شائع ہوں (۵) سوال کے خط میں دیگر دفتری امور مت شامل کیجئے۔ ورنہ جواب نہ ملیگا (۶) اپنا پورا پتہ اور نام صاف لکھئے۔ ورنہ سوالات شائع نہ ہوں گے۔

شرائط کی پابندی نہایت ضروری ہے

سوال ۱:- (نام ومقام نامعلوم)

علماءِ کرام دیوبند کے خلاف سازش

محترمی جناب اڈیٹر صاحب السلام علیکم۔

تجلّی کی گذشتہ اشاعت میں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے حالیہ واقعات سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے اُسے پڑھ کر کسی حد تک افسوس ہوا۔

آپ کی تحریر سے قبل "الجمعیۃ" میں "جماعت اسلامی اور مدرسۃ الاصلاح" کے عنوان سے ایک ندوی صاحب کا تفصیلی بیان بھی میری نظروں سے گذر چکا تھا۔ ان ندوی صاحب کی ذاتِ گرامی اور اُن کے پس منظر سے جو قریبی طور پر واقف ہے۔ اُس کے لئے یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ مدرسۃ الاصلاح اور جماعت اسلامی کے خلاف ان واقعات کی حقیقت کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس پسِ منظر کو سمجھے بغیر آپ نے ایک لمبا چوڑا مضمون لکھ مارا جس میں آپ نے صرف یہ بتانے کی کوشش کی کہ حالیہ واقعات میں سراسر علماءِ کرام دیوبند کا قصور ہے حالانکہ آپ کے لئے ضروری تھا کہ ان واقعات کے پسِ منظر میں کام کرنے والی سازشوں کا پردہ بھی چاک کرتے۔

ندوہ وہ بلند پایہ دینی ادارہ ہے جس نے ہندوستان میں ا
روشن خیال شخصیتیں پیدا کیں۔ مگر ساتھ ہی بہت افسوس کیساتھ کہ
پڑتا ہے کہ اس ادارے نے ...... اور ...... ندوی جیسی
بھی پیدا کیں۔ جن کی زندگی کا واحد مقصد علماءِ کرام کے اب تک
تمام کارناموں پر سرے سے پانی پھیر کر خود کو حکومت اور دشمنا
اسلام کی نظروں میں بلند کرنا ہے۔ چنانچہ انھوں نے سیاسی مفاد
والے دوسرے تمام عناصر سے گٹھ جوڑ کر کے علماءِ کرام دیوبند کو بد
کرنے اور اُن کے وقار کو ملیامیٹ کرنے کے لئے ایک خفیہ مگر
سازش شروع کر رکھی ہے۔ ہمارے دیوبند کے علماءِ کرام ہمیشہ
مخلصانہ اور سیدھے سادے طور پر اسلام کی خدمت کرنے کے عاد
رہے ہیں۔ یہ سازش کرنا نہ خود جانتے ہیں۔ اور نہ دوسرے رو
خیال مولویوں کی طرح سازش کی صورتوں سے واقف رہے ہیں
ہندوستان کی آزادی کے بعد سے علماءِ دیوبند کی اس سا
چند روشن خیال سیاسی مولوی برابر استعمال کرتے چلے آرہے
آج آپ جماعت اسلامی کے خلاف محاذ کی صورت میں جو کچھ

دیکھ رہے ہیں یا سن رہے ہیں۔ در اصل وہ اسی "سیاسی" سازش کا نتیجہ ہے۔ اسی سازش کا ایک افسوسناک رُخ یہ بھی ہے کہ جمعیۃ علماء کی پوری دینی تحریک کو اسلام اور علماء کے روایات کیخلاف ایک دم غلط رُخ پر ڈال دیا گیا اور یہاں بھی ہمارے علماء کرام کی سادگی کو بُری طرح استعمال کیا گیا۔ ان سیاسی مولویوں نے جب دیکھا کہ جماعت اسلامی اُن کی "سیاست" کو منظم فکری اور عملی بنیاد پر ناکام بنانے کے درپے ہے تو انھوں نے فوراً ایک محاذ اس دینی جماعت کے خلاف بھی قائم کر دیا۔ اس نئے محاذ کے لئے بھی وہ دیوبند کی مخلصانہ سادگی کو استعمال کر رہے ہیں اور آگے آگے ہمارے علماءِ کرام کو صرف اس لئے رکھ رہے ہیں تاکہ اگر بدنامی ہو تو اُن کی ہو، اور وہ چور دروازے سے کسی نہ کسی طرح بھاگ نکلیں۔

آزادی کے قبل جمعیت علماء ہمیشہ تحریک اقامتِ دین کی داعی رہی ہے۔ نظامِ طاغوت کے تحت "حفظِ دین" کا بے معنے اور مہمل نصب العین جمعیۃ علما نے کبھی نہیں اپنایا تھا۔ جنگِ آزادی میں ہمارے علماءِ کرام نے صرف اس لئے حصہ لیا اور طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کیں کہ ملک کو انگریزوں کی سیاسی لعنت سے آزاد کرا کے اقامتِ دین کی منظم اور مکمل تحریک پورے شد و مد سے شروع کی جا سکے۔ مگر چند سیاسی مولویوں نے جمعیۃ اور ہمارے علماءِ کرام کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کو کسی نہ کسی طرح استعمال کر کے موجودہ حکومت سے کسی نہ کسی شکل میں اپنا "مفاد" وابستہ کر لیا اور مسلمانوں کے نام نہاد سیاسی اور مذہبی نمائندے بن بیٹھے۔ حد تو یہ کہ جمعیت کا پاک اور مقدس پلیٹ فارم دینی نظامِ حکومت کے بجائے لادینی حکومت کی مدح سرائی کے لئے بھی استعمال کیا جانے لگا۔ اور مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے کو بے وقوف بنا کر اپنے سیاسی مفاد کی حفاظت کے لئے سیکولرزم کا غلط مفہوم اور سیاسی مصلحتوں کے افسانے تک گھڑ لئے گئے اس گھناونی سازش میں دیوبند کے علماءِ کرام کو اگلی صفوں میں نمائشی جگہیں دے کر صرف اس لئے استعمال کیا گیا کہ ادارے کی حیثیت سے اگر بدنام ہو تو صرف دیوبند ہو، جو کہ ہمیشہ سے دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے لئے ملّی اور دینی رہنمائی کا مرکز رہا ہے۔ ان سیاسی مفاد رکھنے والے روشن خیال اور "ترقی پسند" مولویوں میں سے کم ہی ایسے ہیں جن کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے کسی زمانے بھی رہا ہو۔ اس لئے فطری طور پر دیوبند سے کسی قسم کی محبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ وہ ذاتی کردار کے لحاظ سے ہی اتنے بلند ہیں کہ ملّی مفاد پر اپنے ذاتی مفاد قربان کر سکیں۔

دیوبند کے علماء کرام کو صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کی نظروں میں بے وقار بنانے کی سب سے گھناونی سازش یہ ہے جو آج جماعت اسلامی کے خلاف ہمارے مشہور اور معروف علماء کرام کے خلاف استعمال کر کے کی جا رہی ہے۔ جماعت اسلامی ایک نہایت منظم اسلامی تحریک ہے جو بین الاقوامی خطوط پر کام کر کے نہایت سرعت سے دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیلتی جا رہی ہے۔ ہندوستان کی اور دنیا کی دوسری زبانوں میں اس کا لٹریچر تیزی سے منتقل کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کا تعلیم یافتہ اور ذہین طبقہ ایک سیلاب کی شکل میں اس اقامتِ دین کی تحریک کو اپنا رہا ہے اس کی مقبولیت کی رفتار اور منظم علمی اور فکری کاموں نے حکومت تک کو بوکھلا دیا ہے۔ ایسی زبردست علمی اور عملی تحریک کے لٹریچر کے خلاف اوچھے اور مہمل اعتراضات عائد کرنا مستقبل میں خود اپنے وقار کو ملیا میٹ کرنا ہے۔ چنانچہ دیوبند کے دشمنوں نے اِن اوچھے ہتھیاروں سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔ یہ ہمارے علماء کرام کے اردگرد نہایت معصوم صورتیں بنائے بیٹھے رہتے ہیں اور نمائشی احترام کا ہر وقت مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ جماعت اسلامی کے لٹریچر کے جملے توڑ مروڑ کر اور غلط معنی پہنا کر پیش کرتے رہتے ہیں مصروفیت کی وجہ سے ہمارے علماء کرام لٹریچر کا باضابطہ مطالعہ کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ مخلصانہ سادگی کی وجہ سے وہ ان چالباز مولویوں کی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ مولوی اپنی گفتگوؤں کے ذریعہ علماءِ کرام کے ماحول میں ہر وقت ایسی فضا تیار رکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے خلاف کشیدگی زیادہ سے زیادہ بڑھتی رہے تاکہ مفاہمت اور غلط فہمی دور کرنے کی کوئی صورت نہ نکلنے پائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں انھیں بھانڈہ پھوٹ جانے اور سازش پکڑے جانے کا خوف ہے۔

یہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ "سازش" کے قریبی ماحول سے لکھ رہا ہوں۔ حال ہی میں ممکن ہے کہ اس گھناؤنی سازش کا پردہ چاک ہو جائے آپ سے صرف ایک گذارش ہے اور وہ یہ کہ آپ اس سازش کو اچھی طرح سمجھئے، جو آج آپ کے اور ہمارے اسلامی ادارے (دیوبند) کا

لص علماءِ کرام کے خلاف نہایت ہی منظم طور پر کی جا رہی ہے
قریب "چند ایسی شخصیتیں بھی ہیں جو اس سازش کا پردہ
کے ہمارے علماء کو بدنامی سے بچا سکتی ہیں۔ مہربانی فرما کر
بات نہ لکھیں جس سے ہمارے اسلامی ادارے اور ہمارے
وقار پر دھبہ آئے۔ بلکہ اصل کوشش ان سیاسی مولویوں کو
کرنے کی کیجئے جو تالاب کے صاف و شفاف اور صحت بخش
پنے ذاتی سیاسی مفاد کے لئے گندہ کر رہے ہیں۔

آج ہمارے اپنے حلقے میں جو ماتم برپا ہے اس کا علاج
یں ہے کہ ہمارے ضعیف العمر علماءِ کرام کی جہالت ثابت کی
لہ اصل خدمت یہ ہے کہ ان بزرگانِ دین کو جن کے ہمارے
نات ہیں کسی طرح بدنامی سے بچانے کی منظم کوشش کی جائے
اتنی منظم کوشش جتنی کہ انھیں بدنام کرنے کی آج ہمارے
ولویوں" کے حلقے سے کی جا رہی ہے ورنہ مستقبل کی تاریخ
کے کارناموں کو بھلا کر اسے اسلامی تاریخ پر صرف ایک بدنما
دے گی۔

کاش کہ ہمارا یہ خط مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ اور دیوبند
ے علماءِ کرام کی نظروں سے گذرتا۔ مگر مجھے خوب معلوم ہے
نی حلقہ" اس خط کی بھنک بھی ہمارے علماءِ کرام کی خدمت
نہ دے گا۔

فی الحال میں اپنا نام شائع کرانا نہیں چاہتا۔ پھر بھی میں آپ سے
ا ہوں کہ وقت آنے پر میں ثابت کروں گا کہ مجھ جیسا ناچیز بھی
اور جمعیۃ علماء کے وقار کو بچانے کے لئے کتنی "حیرت انگیز"
ان کر سکتا ہے۔ امید ہے کہ آپ میرے اس خط کو شائع
گے۔

ما :—

محترمی! آپ نے چونکہ اپنا نام ظاہر نہیں فرمایا۔ اس لئے
ی وہ دونوں نام کاٹ دیئے جنھیں آپ نے مبینہ سازش
ہ اور سرغنہ قرار دیا ہے۔

ہم نے مئی کے تجلّی میں جو کچھ لکھا وہ اگر سیاسی نقطۂ نظر سے
ب اور بے محل ہے تو اسے آپ اور آپ جیسے دیگر سیاستداں
بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ ہم تو واقعہ یہ ہے کہ سیاست کے داؤ پیچ
سے ناواقف اور سیاسی جوڑ توڑ سے نابلد ہیں۔ محض دینِ حق کے احکام
اور تقاضے ہمارے سامنے ہیں۔ ہمارا ناقص علم اور بے مایہ عقل و دانش
کسی مسئلہ میں جو کچھ حق اور درست سمجھتے ہیں وہی بلا خوفِ تردید اور
بے لاگ ہم ظاہر کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی اور علماء
کے اختلافات کے باب میں ہمیں بارہا اُن محترم و مکرم بزرگوں کی رائے
کے خلاف لکھنا پڑا جن کی عظمت و عزت کا نقش ہمارے قلب پر
کندہ ہے۔ اور جن کی شاگردی ہی ہمارے لئے باعثِ فخر ہے آجکی خلوص
دشمن دنیا میں کسی اختلافِ خیال کو مخلصانہ تصور کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے
بلکہ ہر اختلاف کرنے والے کو بالعموم دشمن اور معاند تصور کر لیا جاتا ہے
یہی حال ہمارے ساتھ بھی ہے۔ لیکن خدائے علیم و خبیر خوب واقف ہے
کہ علماء یا دار العلوم سے اختلافِ خیال کے اظہار سے ہمیں کبھی وہ وحشیانہ
مسرت نہیں ہوتی جو ایک معاند اور دشمن کی خصوصیت ہوا کرتی ہے
بلکہ ایک درد ایک ٹیس ایک کرب کے ساتھ ہم قلم اُٹھاتے ہیں اور
ہمارا مقصد ہمیشہ یہ ہوا کرتا ہے کہ کسی بھی سنجیدہ و معقول آدمی کے
لئے بدسے بدتر دشمن کی بھی مخالفت پست اور غیر متین انداز میں ٹھیک
نہیں۔ اس سے وقار گرتا ہے اور فائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے

دار العلوم دیوبند اور علمائے دیوبند کی عظمت و اہمیت کے
بارے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ نہ صرف حقیقت بلکہ حقیقت
سے کچھ کم ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دینِ پاک کی یہ درسگاہ اپنے
تقدس اور عظمت کے لئے لاجواب ہے۔ ہم جیسے ہزاروں شاگرد
اس کے دامنِ علم کے خوشہ چیں ہیں اور اس کے اساتذۂ کرام میں
اکثر و بیشتر انتہائی عزت و احترام کے لائق اور مسندِ علم کے شاہنشاہ
اور کردار و گفتار کے مومن ہیں۔ ہم جیسے سیاہکار و ہیچمداں ان کی
خاکِ کفِ پا بھی نہیں۔

لیکن اِن حقائق کے باوجود ہمارا دین ہمیں اندھی تقلید،
شخصیت پرستی، جانب داری اور اخفائے حق سے علی الاعلان
منع کرتا ہے۔ وہ ہم سے کہتا ہے کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ
کوئی بھی انسان اِس لائق نہیں کہ اس کی ہر بات کو عقل و علم کی
کسوٹی پر پرکھے بغیر اندھا دھند حق مان لیا جائے۔ کوئی معصوم
نہیں کوئی محفوظ عن الخطا نہیں۔

آپ نے جس سازش کا ذکر کیا وہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔

دارالعلوم دیوبند کے حالات سے ہم پوری طرح واقف ہیں۔ یہاں کے علماء کا کردار و گفتار ہمارے سامنے ہے۔ ذہنوں اور نیتوں کے بارے میں ہم کافی اندازے رکھتے ہیں۔ آپ کے ارشاد کے مطابق بے شک یہ تو ممکن ہے کہ کچھ شریر لوگ در پردہ سازش کئے ہوئے ہوں اور بعض علماء بعض حالات میں اُن کی شیطنت کا شکار بھی ہو گئے ہوں۔ لیکن اول تو علماء کی طرف سے جماعتِ اسلامی کے خلاف پیش کیا جانے والا تحریری و تقریری مواد مقدار و نوعیت کے اعتبار سے اس درجہ کا ہے کہ اس کے پیش کرنے والوں کو انصاف و عقل کی عدالت میں یقیناً ایک فریق کا ہی درجہ دیا جائے گا۔ دوسرے ازلی و ابدی قانون یہ ہے کہ قتل کرنے والا بہرصورت مجرم ٹھیرتا ہے خواہ اس نے کسی کے بہکائے میں آکر قتل کیا ہو یا از خود۔ آدم و حوا علیہما السلام کو شیطان نے بہکایا — اللہ جل شانہ خود شیطان ہی کو باعثِ جرم اور بنیادی مجرم ٹھیراتے ہیں۔ لیکن کیا آدم و حوا کو بطور مجرم سزا نہیں دی گئی؟ کیا یہ عذر قابلِ قبول ہو سکا کہ وجہِ جرم شیطان کی خباثت و شرارت ہے؟

جب آدم و حوا ہی مشیت کے اس ازلی قانون کی زد سے نہ بچ سکے تو ان کی اولاد کیسے بچ سکتی ہے۔ شیطان آج بھی بہکاتا ہے۔ لیکن بارگاہِ خداوندی میں بہکائے میں آجانے والا بندہ خاطی و مجرم ہی ٹھیرتا ہے۔ حشر میں یہ عذر نہیں سنا جائے گا کہ ہمیں فلاں نے بہکایا اس لئے یہ غلطی کی!

ہماری اپنی دنیا میں بھی یہی آئین رائج ہے۔ چور یہ ثابت کر کے سزا سے نہیں بچ سکتا کہ میری چوری فلاں کی ترغیب کا نتیجہ ہے۔ ایک قاتل یہ عذر کر کے بری نہیں ہو سکتا کہ میرا جرم فلاں کی تحریک و شرارت کا ثمرہ ہے۔

آپ سازش کا ذکر کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہوگی لیکن اس سازش کا شکار ہو کر علمائے کرام جو کچھ بھی کہیں اور کریں گے اس کی تمام تر ذمہ داری انہیں پر ہوگی۔ ہمیں بھی خوب معلوم ہے کہ جماعتِ اسلامی کی شدید مخالفت کرنے والے علماء میں سے اکثر کی بنیادِ مخالفت محض وہ اقتباسات اور تراشے ہیں جو اُن کی خدمت میں خاص اسی غرض سے بھیجے جاتے رہے کہ وہ حقیقت سے ناواقف رہ کر جماعتِ اسلامی کے خلاف فتویٰ صادر کریں۔ انھوں نے جماعتِ اسلامی کے پورے لٹریچر کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے۔ اگر وہ مطالعہ فرما لیتے۔ اور جذبات سے بالاتر ہو کر غور کرتے تو بعض جزئیات یا اصول سے اختلافِ خیال رکھنے کے باوجود معاند اور دشمن نہ بنتے۔ جماعتِ اسلامی کے کسی فرد یا خود مولانا مودودی کی تحریروں میں ایسی غلطیاں ہو سکتی ہیں کہ اُن کی بنیاد پر علماء منطقی استدلال کے ساتھ بدعقیدگی یا خروج و اعتزال کا فیصلہ صادر فرما دیں۔ نیز ایسا بھی ممکن ہے کہ جماعت کا پورا لٹریچر مطالعہ فرمانے کے بعد بھی بعض اکابرین چند اہم اختلافات کو اس درجہ اہمیت دیتے رہیں کہ جماعت اور مولانا مودودی مقہور و مبغوض ہی رہیں تب بھی ہم سنجیدہ و ثقہ علماء کا یہ موقف نہیں سمجھتے کہ بجائے سعیِ اصلاح اور حسنِ سیاست کے وہ اعلانِ جنگ کر دیں۔ اور اس جنگ کے ہراول میں ایسے نااہل لوگوں کو متعین فرمائیں جو میدانِ تحریر و مناظرہ میں گھٹنوں کے بل ہی چل سکتے ہیں۔ جن کے ارشادات سے خود علماء کی ہوا خیزی ہوتی ہے۔ جو اپنے الفاظ اور نعروں سے جذبۂ اصلاح و مفاہمت کی بجائے عناد و جنگ بازی اور جارحانہ ذہنیت کا اظہار کرتے ہیں۔

جن معروف مباحث میں علماء کرام مولانا مودودی سے مختلف الرائے ہیں وہ دیوبند کے شائع شدہ بعض کتابچوں سے عوام کو معلوم ہو گئے۔ فی الوقت ہم اُن پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ صرف اتنا کہیں گے کہ ان کتابچوں میں اکثر ایسے ہیں کہ ایک حق کا متلاشی غیر جانب دار انسان انھیں پڑھ کر طرزِ مخالفت اور اندازِ مناظرہ کی حیرت ناکیوں میں گم ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ خود قبلہ مولانا حسین احمد مدنی یا اُن کے پائے کے دیگر بزرگ اصلاح کی خاطر جو کتاب شائع کریں وہ بجا۔ یقیناً مولانا مودودی جیسے شخص سے اختلافِ رائے انھیں زیب دیتا ہے۔ لیکن رونا اُن چھٹ بھیتوں کا ہے جو قلم پکڑنے کی تمیز نہ رکھتے ہوئے بھی اہلِ علم کے منہ آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مولانا مودودی کی رائے اگر واقعی ناقص و سقیم ہو تب بھی اس کا رد ایسے بھونڈے اور غیر سنجیدہ طریقہ پر پیش کیا جاتا ہے کہ غیر جانب دار قاری بلا ارادہ "فسادِ ملا" کا اعتراف کرنے لگتا ہے۔

ہم بلاجھجک عرض کریں گے کہ علماء کی عزت و حرمت اور دارالعلوم کی بقا پر ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ قربان۔ لیکن ہم اپنے ضمیر کی آواز اور علم و خبر کے نتائج کو کسی شخصیت یا عمارت پر قربان نہیں کر سکتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اختلافات کی خلیج وسیع تر نہ ہوتی جائے۔ بلکہ حسنِ اخلاق اور

سنجیدگی و حکمت کے ساتھ مفاہمت اور اسلامی دوستداری کی سعی
جائے۔ دین اور دنیا دونوں کا تقاضا صلح و آشتی ہے۔ نفاق و جنگ نہیں
وصاً موجودہ وقت میں جب کہ ہند و پاک دونوں میں دینداروں کے اتحاد
تنظیم، اشتراک و تعاون اور یک جہتی کی سخت ضرورت ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ کاش ہمارا یہ خط کوئی مولانا حسین احمد صاحب
بگر علمائے کرام تک پہنچا سکتا۔ ہم نے شائع کرکے اس حسرت کو پورا
دیا ہے۔ نتائج اللہ کے ہاتھ ہیں۔

سوال:- از سلطان عبدالرشید۔ کراچی خواہ مخواہ

کافی دن سے میرے دل میں ایک عجیب سا سوال پیدا ہو گیا
ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو "مذکر" کیوں کر مانا گیا۔

جواب:-

عقلی دلیل تو یہ ہے کہ عورت کے مقابلہ میں مرد خلقتاً مضبوط
توانا اور فائق و برتر ہے۔ تہذیب حاضر مرد و عورت کی مساوات
خواہ کتنا ہی ڈھونگ رچائے۔ لیکن مرد کے مقابلہ میں عورت
خلقی کمزوریاں معدوم نہیں ہو سکتیں۔ خدا کو جب ایک برتر و قوی
قوت تسلیم کر لیا تو فطرتاً مذکر بھی ماننا پڑے گا۔

نقلی دلیل یہ ہے کہ قرآن اور دیگر کتب آسمانی میں اللہ تعالیٰ نے
ہر جگہ اپنے لئے واحد مذکر کا صیغہ ہی استعمال کیا ہے۔ لہذا
ان کی کتابوں پر ایمان لانے والوں کے لئے اس کی تذکیر میں ریب
شک کی کیا گنجائش ہے۔

سوال:- (ایضاً) فرصت کا شغل

پروردگار نے اپنے آپ کو لفظ "تو" سے مخاطب ہونا کیوں
پسند فرمایا؟ کیوں نہیں ہم پروردگار کو "آپ" سے مخاطب کرتے۔

جواب:-

عربی میں ضمیرِ خطاب "تو" ہی کے معنی میں آتی ہے۔ اردو
میں بے شک جمع کی ضمیر "تم" یا "آپ" احترام و تعظیم کے لئے
مخصوص ہو گئی۔ لیکن عربی میں ایسا نہیں ہے۔ علاوہ ازیں خدا کی
وحدانیت و توحید کا اظہار جس شدت و وضاحت سے لفظ "تو" سے
ہوتا ہے "تم" یا "آپ" سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن میں خود اللہ
تعالیٰ نے جہاں جہاں خود کو بندوں کا مخاطب بنایا ہے۔ واحد ہی
کی ضمیریں اور صیغے ہی استعمال کئے ہیں مثلاً سورۂ فاتحہ میں ایاک
اور احد نا وغیرہ ویسے اردو بول چال کے اعتبار سے تعظیماً اللہ تعالیٰ
کو "آپ" سے مخاطب کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال:- از انوار علی۔ علیگڈھ۔ طریقت

مولانا مودودی کا خیال ہے کہ فقہ کی طرح تصوف یا "تقرب
الی اللہ" کے ذرائع میں قیاس و اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہذا
تصوف کے وہ تمام "ذرائع" جو منصوصاً کتاب و سنت میں موجود
نہیں بدعت ہیں۔ عامۂ صوفیاء کا خیال جیسا کہ آپ کو مجھ سے بہتر
معلوم ہو گا یہ ہے کہ "ذرائع" کے سلسلہ میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔
بشرطیکہ وہ کتاب و سنت کی قائم کردہ حدود میں رہیں۔ اسی لئے
صوفیہ بہت سے اُن اشغال و اوراد کو بھی جائز رکھتے ہیں — جو
کتاب و سنت سے منصوصاً ثابت تو نہیں۔ لیکن کسی نص کے خلاف
بھی نہیں ہیں اور "مقاصد" تصوف کے سلسلے میں مددگار ثابت
ہوتے ہیں۔ مودودی صاحب کے نزدیک یہ طرزِ عمل قطعی غلط ہے۔

براہِ کرم اس پر اپنی رائے کا اظہار فرمائیے۔

جواب:-

جہاں تک تاریخی شواہد کا تعلق ہے بڑے بڑے اولیا و اتقیا
میں کئی ایسے طریقوں کا رواج ملتا ہے جو اُن کی اختیار کردہ ہیئت و
صورت میں منصوص نہیں ہیں۔ اُن کی اصل تو بے شک قرآن و سنت
میں ہے۔ لیکن ترتیب یا توقیت یا تعداد ان کی اپنی اختراع کردہ
ہے۔ ایسی حالت میں ہم جیسے کوتاہ فہموں اور بے سوادوں کا یہ کہنا
کہ مقاصدِ تصوف اور تزکیۂ نفس کے سلسلہ میں وسائل کا اجتہاد
قطعاً ناجائز ہے۔ یقیناً داخلِ گستاخی ہو گا۔ ہمارا حسنِ ظن یہ کہتا ہے کہ
امت کے کثیر صلحا اور اتقیا کسی غیر مشروع طریقہ پر متفق نہیں ہو سکتے۔
جب تک کہ ان کے پاس شرحِ صدر کا کوئی قوی ذریعہ نہ ہو۔

لیکن جہاں تک عقل و استدلال کا تعلق ہے بے شک ہم کہیں گے
کہ صوفیانہ اجتہادات اور زاہدانہ ایجادات پر ہمارے فہم و شعور کو
اطمینان نہیں ہے۔ کیونکہ عقل کی عدالت ان میں اور "بدعت" میں
کوئی فیصلہ کن حدِ فاصل نہیں دیکھتی۔ نیز یہ حقیقت بھی پیشِ نظر
رکھنی چاہئے کہ نہ تو صحابہ میں کسی غیر منصوص ورد و وظیفہ کا حال کسی معتبر
ذریعے سے معلوم ہوتا ہے نہ اُن ائمہ کرام میں جنھیں ہم سب شریعتِ حقہ
کے ماہر میدانِ تفقہ کے شہسوار اور دین کے جزو و کل سے واقف

کرتے ہیں کسی غیر منصوص خود ساختہ وظیفہ کا رواج ملتا ہے۔ اگر یہ
قصِ علم نہیں بلکہ واقعتہً ائمہ نے عملاً اس اجتہادی الوسائل کو اختیار
کیا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ صوفیاء و زہاد کو ائمہ کے علی الرغم ایجادو
اد کا حق کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ ہمارا دل ابھی دونوں پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر
ن نہیں ہے۔ اور دو ٹوک فیصلہ ہم نہیں دے سکتے۔

الؔ :۔ (ایضاً) اسمبلی کی رکنیت

جماعت اسلامی کے نزدیک کسی اسمبلی یا کونسل کی ممبری
مسلمان کے لئے اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ
للہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار و اعلان نہ کر دے
سے قبل اس کی شرکت ایک مشرکانہ
ہے۔ عام علماء کا نقطۂ نظر
سلسلہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ
اتہ ایسی اسمبلی کی شرکت
نہیں، دیکھا یہ جائے گا کہ
ں جانے والا جا کس نیت
رہا ہے۔ چنانچہ حضرت
لانا شبیر احمد عثمانی مرحوم
پاکستانی دستور یہ کی رکنیت
رداد مقاصد پاس ہونے سے
لے ہی قبول کر لی تھی۔ اور اس کے اندر
کر ریاست کو مسلمان بنانے کی سعی کی لیکن
اعت اسلامی کے نزدیک قرارداد مقاصد پاس ہونے
ے پہلے نہ صرف پاکستان دستور یہ کی ممبری حرام تھی۔ بلکہ ادنیٰ ادنیٰ سی
زمت بھی حرام تھی بلا لحاظ نیت۔ اِلّا یہ کہ اور تمام معاشی راہیں
مسدود ہوں اور وہ مقام آجائے کہ جہاں لحم خنزیر بھی کھایا جا سکتا ہے
ں باب میں آپ کی کیا رائے ہے؟

واتبؔ :۔

ہمارے نزدیک کسی بھی اسمبلی میں اسلامی مفاد کی جدوجہد کے
لئے شرکت کرنا اصولاً جائز ہے۔ لیکن عملاً یہ چیز بالعموم گمراہ کن نتائج
منتج ہوتی ہے۔ مخلص اور نیک نیت فرد جب باطل کی طاقت کے
آگے اپنی کچھ نہیں چلتے دیکھتا تو مایوس ہو کر چند مادّی منافع پر قانع
ہو بیٹھتا ہے۔ علاوہ ازیں اصولی جواز غیر مخلصین اور دنیا پرست لوگوں
کے لئے بہانے اور آڑ کا کام دیتا ہے جس کے نتیجہ میں اسلامی اصول
بدنام ہوتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان اسمبلی کی رکنیت
اس مصلحت سے قبول کی تھی کہ اگر کنارہ کشی یا بغاوت اختیار کی گئی
تو قراردادِ مقاصد یا اسی جیسی کوئی اور چیز پاس ہی نہ ہو سکے گی۔ اور
دنیا پرست اہلِ اقتدار اپنے درمیان کوئی روک ٹوک کرنے والا
نہ پاکر بلا تکلف من مانے قانون بنا ڈالیں گے۔ چنانچہ واقعات
شاہد ہیں کہ مولانا اور اُن جیسے دیگر مخلصین کی
جدوجہد سے "قراردادِ مقاصد" جیسی اہم
اور بنیادی چیز معرض وجود میں آگئی
اگر قراردادِ مقاصد سے قبل
اہلِ اقتدار سے مکمل مقاطعہ
کرکے انھیں آزاد چھوڑ دیا جاتا
اور محض خارجی جدوجہد پر
بھروسہ کر لیا جاتا تو خارجی
جدوجہد کے ثمر بار ہونے تک
اہلِ اقتدار نہ جانے کیا کچھ کر
گذرتے۔
یہ محض قیاسات نہیں۔ بلکہ مارشل لا
اور فوجی سزاؤں کے سلسلہ میں پاکستانی حکمرانوں
نے رائے عامہ سے جتنی بے پروائی برتی ہے جمہوریت
کا جس طرح گلا گھونٹا ہے آمریت کو جس طرح فروغ دیا ہے من مانی جس
طرح کی ہے وہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ اگر اسباب کی حد تک
مولانا شبیر احمد یا اُن جیسے دیگر اربابِ حل و عقد داخلی محاذ میں داخل
نہ ہوتے تو پاکستانی حکمراں کسی خارجی جدوجہد یا رائے عامہ کے دباؤ
سے قراردادِ مقاصد پاس کرنے والے نہ تھے۔

بہرحال یہ ہماری ناقص رائے ہے۔ سیاسیات میں ہمیں زیادہ
درک نہیں، نہ پاکستانی سیاسیات سے ہمیں گہری واقفیت ہے۔
"جماعت اسلامی" ہی کے کسی صاحبِ علم و خبر سے اس بارے میں

استغفار کیجیے۔

سوال ۵:۔ از خریدار ۲۲۲۹ رامپور (نامعلوم الاسم) **بدگمانی**

تجلی کے مسلسل مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ آپ حضرات یا تو کسی پارٹی بندی کی بنا پر یا پھر ذاتی اختلافات کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند سے کنارہ کشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور دارالعلوم کے موجودہ منتظمین واساتذہ سے اچھی خاصی خصومت رکھتے ہیں جس کو بالفاظِ دیگر بغض وعناد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ گستاخی معاف شاید یہی وجہ ہے کہ جہاں آپ کو ان حضرات کے خلاف لکھنے کا موقع میسّر آجاتا ہے تو دل کھول کر بھڑاس نکال لیتے ہیں۔

اسی طرح جمعیۃ العلماء کے بعض حضرات کے بارے میں بھی جناب کا رویہ کچھ ایسا ہی پایا۔ براہ کرم تجلی کی آئندہ اشاعت میں مندرجہ بالا سطور کا تسلّی بخش اور غیر جانبدارانہ جواب عنایت فرمائیں تاکہ اگر کوئی غلط فہمی ہو تو دور ہو جائے۔ اور دل ودماغ اس قسم کے شکوک سے صاف ہو جائیں۔

جواب:۔

بدگمانی اور سوءِ ظن کا کوئی علاج نہیں۔ اگر آپ غیر جانبداری سے تجلی کا فائل ملاحظہ فرمائیں تو دیکھیں گے کہ جہاں کہیں ہم نے اعیانِ دارالعلوم سے اختلافِ رائے کیا ہے وہاں کوئی نہ کوئی دینی مسئلہ موجود ہوگا۔ نہ تو ہم نے کبھی شخصیات سے تعارض کیا ہے نہ دارالعلوم کے انتظامی معاملات میں دخل انداز ہوئے ہیں۔ مسائلِ شرعی میں بھی ہمارے طرزِ اختلاف کو آپ کہیں سوقیانہ اور عناد آمیز نہیں پائیں گے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی ہم نے دلیل وبرہان کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ دارالعلوم یا اس کے اساتذہ واکابرین سے ہمیں بغض وعناد کیونکر ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہمارا تمام سرمایۂ علم اسی سرچشمۂ علم کا رہینِ کرم اور انھیں اساتذۂ کرام کی بخشش وعطا کا حاصل ہے۔

جمعیۃ العلماء کے بعض اکابر کے بارے میں ہمارا جو تحریری رویہ ہے اسے بھی کسی طرح جارحانہ اور عناد آمیز نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اندازِ فکر اور زاویۂ نظر کے دیانتدارانہ اختلاف نے اسے پیدا کیا ہے اور خدا بہتر جانتا ہے کہ ہماری تحریروں کے اندر نفس نہیں ضمیر کارفرما رہا ہے۔

بدگمانی اگرچہ عموماً دلیل وبرہان سے دور نہیں ہوا کرتی۔ لیکن ہم اس سے زیادہ اپنی صفائی میں اور کیا کر سکتے ہیں۔

سوال ۶:۔ از شیخ احمد (مدھیہ پردیش) **سود**

تجلی کا شمارہ بابتہ جون ۱۹۵۱ء زیرِ نظر ہے۔ تجلی کی ڈاک کا جواب کافی وضاحت طلب ہے۔ آپ کے نزدیک اگر حکومت مسلمانوں کی ہو تو بینک کا سود حرام ہے۔ لیکن اگر حکومت غیر مسلم ہے تو بینک کا سود وصول کر لینا چاہئے اور اسے ضرورتمند مسلمانوں کی ضروریات پر صرف کیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ جب سود کا لین دین بالتصریح منع ہے تو حکومت کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اس کے جواز کے دلائل کیا ہیں؟ حرمتِ سود کے سلسلہ میں قرآن وحدیث کے صاف وصریح احکام آپ ہم جانتے ہی ہیں۔ وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مومنین سے بڑھ کر امتناعی تاکید اور فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ سے زیادہ شدید وعید اور کیا ہو سکتی ہے پھر حدیث میں تو محض سود کا لین دین ہی حرام نہیں بتایا گیا ہے۔ بلکہ اس معاملہ سے کسی قسم کا دور ونزدیک کا تعلق بھی صریحاً حرام ٹھیرایا گیا ہے۔ پس اس قدر شدید حُرمت کی چیز کو حلت میں بدلنے کیلئے بڑے ہی قوی دلائل کی ضرورت ہے۔ درانحالیکہ اِس حلّت کی تائید میں یہاں جو عذرات پیش کئے جاتے ہیں وہ کچھ بھی وزن نہیں رکھتے۔ مثلاً ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ سود کا روپیہ اگر سودی ادارے کے پاس رہا تو وہ اسے اپنے حرام اور ظالمانہ کاروبار کو تقویت دینے کے لئے استعمال کرے گا۔ لہٰذا وہاں سے اس رقم کا لے لینا ایسا ہی ہے۔ جیسے ڈاکوؤں کے اسلحہ خانہ میں سے چند ہتھیاروں کا نکال لانا حالانکہ یہ بات محتاجِ ثبوت نہیں ہے کہ باطل کے پاس محض یہی ایک قوت نہیں جس سے آپ نے اسے محروم کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ اس کے پاس دولت کی لاکھوں معدن، قوت کے لاکھوں سرچشمے اور کام کرنے کے لاکھوں ذرائع ہیں جن سے وہ اپنے سارے خسارے خود آپ ہی سے پورا کر سکتا ہے۔ اسلئے آپ نے اسے ایک حقیر مادّی قوت سے محروم کرنے کی جو کوشش کی ہے اس سے وہ تو کسی قوت سے بھی محروم نہ ہوا۔ البتہ آپ نے اپنے ایک اصول کی صریحی خلاف ورزی کر کے اپنے ایمان واخلاق کو ایسا نقصان پہنچا دیا جس کی تلافی بڑے سے بڑے مادّی فائدوں سے بھی ممکن نہیں اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ سودی ادارہ اپنی ضمانت

دخوشی سے جیب خود ہی سود نکالتا اور حوالہ کرتا ہے تو گویا دشمن خود اپنے ہتھیاروں میں سے کچھ ہتھیار بغیر کسی جبر و اکراہ کے ہمارے سامنے پھینک دیتا ہے لہٰذا انھیں فوراً اٹھالینا چاہئے۔ حالانکہ یہ بات صریح ہے کہ سود کا لین دین بالجبر ہو یا بالرضا دونوں صورتوں میں حرام ہے۔

دوسرا عذر پیش کیا جاتا ہے کہ سود کا اکثر روپیہ غریبوں کی جیب سے آتا ہے۔ لہٰذا بینک کا سود حاصل کرکے اپنی ضروریات پر خرچ کرنے کی بجائے غریبوں کو دیدینا چاہئے۔ بلکہ بعضوں کی رائے میں اس روپیہ کو بالکل تلف کر دینا چاہئے۔ حالانکہ یہ سوال کہ روپیہ کا مصرف کیا ہو۔ بعد کا سوال ہے۔ پہلا اور بنیادی سوال تو یہ ہے کہ روپیہ آیا کس ذریعہ سے ہے؟ جب یہ ذریعہ ہی حلال نہیں ہے تو اس سے حاصل کئے ہوئے روپیہ کو غریبوں پر خرچ کرنا آخر کونسی نیکی ہے؟ کیا غریبوں کو دینے کے لئے روپیہ حاصل کرنے کے سارے حلال ذرائع ختم ہو چکے ہیں کہ ایک حرام ذریعہ ہی اختیار کرنا ضروری ہو؟ پھر اس روپیہ کو ضائع کرنے کی بات تو اتنی مہمل ہے کہ اس پر کلام کرنے کی کوئی حاجت نہیں اور اس سے زیادہ مہمل بات یہ ہے کہ آپ بینکوں کا سود غریبوں میں تقسیم کرنے کیلئے لیتے ہیں۔ لہٰذا آپ "نیک نیت" ہیں۔ اگر نیک نیتی سے کوئی حرام حلال ہو سکتا ہے تو دنیا میں کوئی حرام حرام نہیں رہ سکتا۔ غرض بینکوں کے سود کو حلال وطیب بنانے والا طرزِ فکر حد درجہ غلط اور نہایت خطرناک ہے۔ کیونکہ اس نے تعمیل احکام کی اسپرٹ کو بالکل پژمردہ کر دیا ہے۔ سیدھا اور صاف طریق کار یہ ہے کہ اگر آپ اپنی رقم بینکوں میں محفوظ ہی کرانی چاہتے ہیں تو ان کے اس شعبہ سے معاملہ کریں جو غیر سودی ہے اور اگر سودی شعبہ ہی سے معاملہ کرنے پر آپ مجبور ہوں تو آپ اپنی اصل رقم ہی سے سروکار رکھیں اور اس کے سود کو خدا اور رسول کی تعلیمات کی بنیاد پر ایک نہایت گندی اور قابلِ نفرت چیز سمجھ کر اس کے منہ پر پھینک ماریں۔ آپ کا یہ طرزِ عمل باطل کے خلاف ایک عملی بغاوت ہے۔ یہ سودی ادارہ کی تقویت کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ادارہ جس اصل الاصول پر چلتا ہے یہ طرزِ عمل ٹھیک اس پر ضرب لگاتا ہے۔ پس آپ کا یہ عدم تعاون قولاً و عملاً دونوں طرح آپ کے اپنے اصولوں کے مطابق ہے۔

جواب :۔

آپ نے جو کچھ فرمایا ہم نہ صرف اس کے بجا و درست ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔ بلکہ اپنی گذشتہ رائے کی غلطی کا واضح اعتراف کرتے ہوئے یہاں تک کہنے کو تیار ہیں کہ سودی لین دین چوری اور ... سے زیادہ مردود و معیوب ہے۔ آج سے کئی سال پہلے جون ۱۹۵۸ء ... بے شک ہمارا قیاس وہی تھا جو ہم نے اپنے جواب میں پیش کیا۔ ا... غلط قیاس کا باعث ہماری کوتاہ علمی سے زیادہ اُن بعض اکابرین کا ... و اجتہاد تھا۔ جن کی عظمت و بلندی ہمارے دل میں پہلے بھی تھی اور ا... بھی ہے۔ لیکن بعد میں بعض اہم کتابوں خصوصاً مولانا مودودی کی تصنیف "سود" کے مطالعہ سے ہماری رائے یکسر بدل گئی اور ہمیں ماننا پڑا ... عادلانہ فیصلہ کے لئے محض شخصی حُسنِ ظن کافی نہیں۔ بلکہ عقل و استدلا... سب پر حاوی اور مقدم ہے۔ آج ہم پورے یقین کے ساتھ کہتے ... ہیں کہ جن اربابِ حل و عقد نے غریبوں کی امداد یا نظامِ باطل کو نقصا... پہنچانے کی دلیلوں سے سود لینے کا جواز نکالا ہے۔ اور ایک بدترین ... کو کافر حکومت اور مشرک سود خواروں کی آڑ میں معروف ٹھیرا دیا۔ ... وہ نیت اور شعور کے اعتبار سے کتنے ہی دیانتدار ہوں۔ لیکن اصو... انھوں نے غیر مناسب وسعتِ نظر سے کام لیا ہے۔ آپ نے ٹھیک فرمایا کہ سوال شرعی اصول اور اسلامی اخلاق کا ہے۔ محض معمولی منفعت یا حسین تاویلات پر اصول کو قربان نہیں کیا جانا چاہئے۔ مسلمان کو ا... مذہبی اصول دوسروں کے سامنے زبان و عمل دونوں طرح پیش کرنے ... اگر کسی بھی وجہ سے ایک مسلمان کفار سے سود لینے پر تیار ہو جاتا ... کفار یہ تحقیق نہیں کریں گے کہ کون سے وہ اسباب ہیں جن کی بنا ... مسلمان اپنے مذہب کی شدید حرام چیز پر تیار ہو گیا ہے۔ بلکہ یا تو ... مسلمان کو اپنے مذہب سے لاپروا تصور کرے گا یا سود کو اسلام میں ... تصور کرلے گا۔ دونوں ہی صورتیں اسلام اور مسلمانوں کی نیک نامی کے مُضر ہیں اور کردار کی جو عظمت و سطوت سود سے انکار کر دینے میں جاتی ہے وہ راضی ہو جانے میں قطعاً نہیں پائی جاتی۔

سوال :۔ از سکندر شاہ۔ نڈیاڈ۔ وتر کی رکعتیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں ہمارے یہاں اکثر مسلمان نمازِ وتر کی صرف ایک رکعت ادا کرتے ہیں۔ اور بعض ... رکعتیں ادا کرتے ہیں۔ ایک رکعت ادا کرنے والوں کا یہ کہنا ہے کہ ... وتر ایک ہی رکعت ادا کرنی چاہئے۔ کیونکہ حضورؐ نے ایک ہی رکعت ادا کی ہے۔ اور تین رکعت ادا کرنے والے یہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت ...

کوئی نماز ہی نہیں ہے۔ لہٰذا تمہارا یہ ایک رکعت نماز ادا کرنا بالکل غلط ہے۔

مولانا صاحب آپ سے سوال یہ ہے کہ ایک رکعت ادا کرنے والے غلطی پر ہیں یا تین رکعت ادا کرنے والے غلطی پر ہیں یا دونوں کا ادا کرنا صحیح ہے۔ آپ جیسے بے لاگ جواب دینے والے علماء سے سوال اس لئے کیا جا رہا ہے کہ نمازِ وتر کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد مسلمان بھائی ایک دوسرے کے فعل کو بُرا نہ سمجھیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کر لیا کریں اور اتفاق بھی قائم رہے۔ اگر دلائل ایک دوسرے کے خلاف ہوں تو برائے خدا واضح طور پر بیان فرمائیں تاکہ ہم کو پورا اطمینان ہو جائے۔ یہ سوال حق بات جاننے کیلئے کیا گیا ہے مناظرہ بازی کے لئے نہیں کیا گیا۔

جواب:—

محترمی! فقہ کے جزوی مسائل میں ہم نے تفصیلی جواب دینا قریب قریب ترک کر دیا ہے۔ کیونکہ اس میں غیر مفید اور لاحاصل بحثیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جو صفحات ناظرین کے وسیع دینی فائدے کے لئے وقف ہیں طویل وبے نتیجہ گفتگو کی نذر ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے زوال وانحطاط کے دیگر مادّی اسباب کے علاوہ ہم اُن کے جزوی اختلافات اور باہمی مناظرہ بحث کی غیر معتدل عادت کو بھی ایک قوی سبب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے اس باہمی اختلاف کی رَو میں بہکر مسلمان اپنے اصل موقف ومنزل سے دور جا پڑے۔ اور جن قوتوں کو تزکیۂ نفس خدمتِ خلق اور اعلاءِ دین میں صرف ہونا چاہئے تھا وہ آمین بالجہر اور وحدۃ الوجود اور مخرج ضاد جیسے مناقشات میں کھپ گئیں۔

تاہم آپ کا سوال چونکہ نماز جیسی اہم چیز سے متعلق ہے اسلئے مختصراً عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ عقل وقیاس کی مضبوط گواہی وتر کی تین رکعات پر ہے۔ ایک پر نہیں۔ امت کا اجماع اس پر ہے۔ صحابہؓ اور ائمہ کا عمل اسی کا شاہد ہے۔ تفقہ اور تفکر اسی کے حق میں ہے لیکن ایک رکعت کے قائلین بھی چونکہ اپنے قول کی بنیاد قرآن وسنت پر ہی رکھتے ہیں اور کوئی وجہ ان کی نیت پر شک کرنے کی نہیں اس لئے ان سے جنگ وجدل اور بحث ومنافرت اختیار نہ کیجئے۔ مناسب موقعوں پر نرمی اور معقولیت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کیجئے۔ پھر بھی اگر نہ مانیں تو اُن کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیجئے۔ اور آپ اپنی تین رکعات ادا کئے جائیے۔ ایک رکعت کے قائل اگر ہمارے جواب کو دیکھ کر بطور تحقیر یہ فرمائیں کہ مفتی تجلی مدلل جواب دینے کی بجائے کترا کر گذر گیا تو ہم اپنی بے مائیگی اور نقصِ علم کا اعتراف کرتے ہوئے انکی خدمت میں عرض کریں گے کہ اگر وہ دیانت داری کے ساتھ فقہی اور نقلی دلائل سے اپنی رائے بدلنے کو تیار ہوں تو عالمگیری اور درِّ مختار اور دیگر کتب فتاویٰ سے ہم عبارات کا اتنا انبار لا سکتے ہیں کہ ایک مستقل کتابچہ تیار ہو جائے۔ کتبِ احادیث سے اتنا مفصّل استدلال کر سکتے ہیں کہ مسئلہ کا ہر گوشہ واضح ہو جائے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ایسا کرنا بے نتیجہ ہوگا۔ لوگوں میں بالعموم اپنے عقائد کے لئے ضد اور ہٹ ہے خلوص اور طلبِ حق نہیں۔ وہ دوسروں کے بہتر سے بہتر دلائل پر اپنی غلطی کا احساس واعتراف کرنے کے عوض تردید وتغلیط کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ اور معقول دلائل نہ ملیں تب بھی بوگس اور بے تُکی باتوں سے بات کو الجھا کر جھگڑے اور فتنے کی شکل پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا بہتر اسی میں ہے کہ بحث ومناظرہ کے عوض تعمیری کاموں کی طرف توجہ دیجئے اور اپنے ایمان واخلاق کو سنواریئے۔

غلطیاں

سوال:— ازعبدالحفیظ چاند۔ ہندوپور

گذشتہ ماہ کے تجلی میں "بیوہ کے نکاح کی اہمیت" میں جو قرآنی آیت درج کی گئی ہے، شاید کاتب صاحب کی بھول سے آیت کا کچھ حصہ چھوٹ بھی گیا ہے اور اخیر میں بہت غلطیاں بھی رہ گئیں ہیں۔ لہٰذا آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس ماہ کے پرچہ میں اسکی تصحیح فرما دیں

جواب:—

تجلی دہلی چھپتا ہے۔ یہ مضمون اتفاق سے کتابت شدہ دیوبند رہ گیا اور پریس میں اس سہو کا علم ہوا۔ چنانچہ فوری طور پر کسی "راہ چلتے" کاتب سے دوبارہ لکھوا کر بلا تصحیح شامل کر دیا گیا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

لہو ولعب

سوال:— ازابن سعید۔ جھانسی۔

کیا کبڈی، والی بال، فٹ بال، کیرم بورڈ وغیرہ کا کھیلنا محض اس لئے کہ ان سب کھیلوں میں ہار جیت ہے ناجائز ہے؟ اور باوجودیکہ ان تمام کھیلوں میں رقم کا لین دین وغیرہ کچھ نہ ہو ان کا کھیلنا حرام ہے؟ مع حوالہ جات مفصّل لکھئے۔

جواب:۔

جن کھیلوں پر عموماً اور عادتاً جوا نہیں کھلایا جاتا جیسے ہاکی، کرکٹ، کبڈی وغیرہ وہ مطلقاً حرام نہیں ہیں۔ بلکہ اُس وقت حرام ہوجاتے ہیں جب اِن کی مشغولیت کسی فرض وواجب کے ترک کا سبب بن جائے یا ان کے ذریعہ پیسے کی ہار جیت کی جائے یا ان کو بطور شغلِ حیات اور بطور پیشہ اختیار کرلیا جائے۔

ہاں جن کھیلوں پر عموماً اور عادتاً جوا کھیلا جاتا ہے جیسے تاش چوسر وغیرہ وہ مطلقاً حرام ہیں۔ خواہ مذکورہ امور میں سے کوئی قید پائی جائے یا نہیں۔

بعض اہلِ علم "لہو ولعب" کے ضمن میں لاکر سارے ہی کھیلوں کو لغو ٹھیراتے ہیں۔ مگر ہم اصولاً اس سخت گیری کے مؤید نہیں ہیں۔ البتہ یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ لہو ولعب اور کھیل کود شانِ مومن کے خلاف ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

مِن حُسنِ اِسلامِ المرءِ ترکہٗ مالا یعنیہ کسی شخص کا "حسنِ اسلام" یہ ہے کہ لایعنی چیزوں کو ترک کردے۔ اسلامی تقاضے کے زاویۂ نظر سے مذکورہ قسم کے سارے ہی کھیل "لایعنی" کے دائرے میں سمجھے جاسکتے ہیں۔ لیکن یہ معیار بلند زہد و اتقا کا ہم آہنگ تو ہوسکتا ہے عام تشریعی احکام کا نہیں۔ چنانچہ "لایعنی" چیزوں کو حدیث وقرآن میں بالکلیہ اور بلاقید کہیں حرام نہیں ٹھیرایا گیا۔

مکتبہ تجلی ...

جواہر پارے

مرتبہ آزاد قاسمی ٹونکی

- زندگی جتنی مختصر ہو اتنی ہی زیادہ شیریں ہوا کرتی ہے۔
- عقلمند سوچ کر بولتا ہے اور بیوقوف بول کر سوچتا ہے۔
- تنہائی سے زیادہ کسی حال میں امن نہیں۔
- مالدار کو بخل - حاکم کو طمع - جوان کو کاہلی - عابد کو غرور، اور سخی کو افسوس خراب کرتا ہے۔
- بات اگرچہ تیر نہیں - لیکن تیر سے زیادہ زخمی کر سکتی ہے۔
- عفو با وصفِ قدرت - تواضع با وصفِ غربت۔ اور نیکی با وصفِ عداوت جواں مردی ہے۔
- پاداشِ خطا کا نام تجربہ ہے - لیکن اس سے بچ نکلنے کو ہوشیاری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
- جس انسان میں جذبۂ محبت نہیں اسکا وجود اور عدم برابر ہے۔
- دنیا کی کوئی قوت انسان کا سر نہیں جھکا سکتی۔ مگر وہ اپنا سر خود جھکاتا ہے۔
- گناہ اگرچہ زہر نہیں لیکن زہر سے زیادہ مہلک ہے۔
- بیوقوف اور عقلمند کی - امیر اور غریب کی۔ تندرست اور بیمار کی۔ جوان اور بوڑھے کی۔ شریف اور شریر کی۔ ظالم اور عادل کی دوستی ہو سکتی ہے لیکن پائیدار نہیں۔
- عالم بے عمل کی صحبت دل سے عظمتِ اسلام نکال دیتی ہے۔
- اگر آپ دوسرے کو نیک دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے خود نیک بن جائیے۔
- محبت کئے بغیر خدمت نہیں ہو سکتی۔ اور خدمت کئے بغیر محبت نہیں ہو سکتی۔
- ذہن خلوص مطلق ہے۔ صناعۃ اگر ذہین ہے تو دنیا کی ہر شئے کے مقابلہ میں قابلِ پسند و ترجیح ہے کہ وہ خلوصِ کامل ہے۔
- ایک رومان کے ختم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مرد کا دھیان بٹ جائے۔ لیکن عورت اور زیادہ دھیان میں ہوجاتی ہے......

شاہکار

محمود پرویز کاکوی

ترقیوں کے دور کا عجب یہ شاہکار ہے
عجب یہ شاہکار ہے ترقیوں کے دور کا

خزاں سے بھی کثیف تر لطافتِ بہار ہے
فضائے علم و عقل میں غبار ہی غبار ہے
لباس شاہدِ یقیں گماں سے تار تار ہے
جلو میں امن و صلح کے صلائے کارزار ہے
خرد بھی مطمئن نہیں جنوں بھی دلفگار ہے
خیالِ عجز و بندگی دماغ و دل پہ بار ہے
زر و شکم کی راہ پر حیات گرمِ کار ہے
رہینِ خونِ آبرو بہار لالہ زار ہے
کمالِ ظلم و جور کا حسین نام پیار ہے

حسین نام پیار ہے کمالِ ظلم و جور کا
عجب یہ شاہکار ہے ترقیوں کے دور کا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

از مولانا نور الحسن قاسمی

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت محبوب اور چہیتے صحابیوں میں سے ایک صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ہیں آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی۔

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی والدہ حضرت اُمِّ سلیمؓ انہیں لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس بچہ کو آپ کی خدمت کے لئے لائی ہوں اسے قبول فرما کر اسے اور مجھے دین و دنیا میں عزت بخشیے، چنانچہ آپ نے ان کی درخواست قبول فرمائی، سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے دعائیں دیں اور خدمت مبارک میں رہنے کی اجازت دیدی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت

اسوقت حضرت انسؓ کی عمر دس برس کی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی مہربانی کا برتاؤ کیا کہ ان کو گھر سے زیادہ آرام ملا اور ساری زندگی اس راحت کو یاد کرتے رہے، فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال لگاتار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی لیکن اتنی لمبی مدت میں کبھی مجھپر کوئی سختی نہیں کی، اور نہ یہ فرمایا کہ تم نے فلاں کام ایسا کیوں کیا، ایسا کیوں نہ کیا، بچپن کی وجہ سے کبھی کبھی کھیل میں لگ جاتے لیکن اس پر بھی آنحضرت خفا نہ ہوتے۔

عادت تھی کہ فجر سے پہلے خدمتِ مبارک میں حاضر ہو جاتے، دوپہر کو تھوڑی دیر کے لئے گھر جاتے پھر خدمت میں حاضر ہو جاتے، ایک مرتبہ دوپہر کو اپنے گھر جا رہے تھے کہ کچھ لڑکے کھیل رہے تھے، یہ بھی تماشہ دیکھنے لگے، کچھ دیر کے بعد اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت سے ادھر گئے، لڑکے گھبرا گئے اور کہنے لگے انس انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں، لیکن آپ نے نہ مارا نہ ڈانٹا، بلکہ چپکے سے کسی کام کے لئے بھیج دیا اور خود ایک دیوار کے سائے میں کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے، جب حضرت انسؓ کام سے واپس ہوئے تو آپ بھی اپنے دولت خانہ تشریف لائے۔

اس دن گھر پہونچنے میں حضرت انسؓ کو بہت دیر ہو گئی تھی، ماں نے سبب پوچھا تو سارا واقعہ بیان کر دیا، ماں سمجھیں شاید یوں ہی بہانہ کر رہا ہے، پوچھنے لگیں اچھا بتا کیا کام تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راز داری کی بات کہی تھی، اس لئے حضرت انسؓ نے ماں کو بھی بتانا پسند نہیں کیا، ماں اس امانتداری سے بہت خوش ہوئیں اور بہت شاباشی دی۔

آنحضرت کی دعا

حضرت انسؓ کی والدہ اُمِّ سُلیمؓ فرماتی ہیں کہ جب میں لڑکے انس کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا لڑکا ہے آپ کی خدمت کرنے کو اسے لے آئی ہوں، اس کو قبول فرما لیجئے اور اپنی خدمت کرنیکی اجازت دیدیجئے اور اس کے لئے دعا فرما دیجئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر کرم فرماتے ہوئے اور انسؓ کے سر پر اپنا شفقت کا ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِکْ فِیْہِ اُدْخُلْہُ الْجَنَّۃَ یا اللہ اس کے مال اور اولاد کو بڑھا اس میں برکت عطا فرما اور اسے جنت میں داخل کر۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کی دعا کی یہ برکت تھی کہ میں تمام انصاریوں میں مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز تھا، میرا ایک باغ تھا جو سال میں بجائے ایک بار پھلنے کے دو بار پھلتا تھا، اسمیں ایک پھول ریحان نامی تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا۔

انصار میں آپ بڑے رئیس سمجھے جاتے تھے اور آپ خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے تھے، خز جیسے قیمتی کپڑے کا لباس استعمال فرماتے اور اسی کا عمامہ باندھتے۔

مزاج میں نفاست تھی خوراک خوش ذائقہ اور لطیف ہوا کرتی تھی، چپاتی اور شوربہ کا استعمال فرماتے، کبھی کبھی گوشت میں ترکاری کا اضافہ کر دیا جاتا، آپکی طبیعت میں چونکہ انتہائی پاکیزگی اور نفاست تھی اس لئے رہن سہن کا طریقہ بھی بہت اعلیٰ تھا، اسکا تصور بھی آجکل ہمارے لئے مشکل ہے۔

آبادی سے باہر شہر کے کنارے آپنے ایک شاندار محل بنوایا تھا اس کے قریب ایک بےمثل باغ تھا، جسمیں خوبصورت درخت طرح طرح کے پھول اور خوشنما کیاریاں بنی ہوئی تھیں، باغ کاہے کو تھا اچھا خاصہ جنّت کا نمونہ تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعا کی برکت سے خداوند تعالیٰ نے گویا آخرت کی جنّت کے علاوہ دنیا میں بھی ایک جنّت دے رکھی تھی، لیکن اتنی امیرانہ زندگی کے اور ایسی اونچی ہائش کے بعد رسول کی محبت اور خدا کی عبادت میں ذرہ برابر فرق نہ پڑتا ہمیشہ رسول کی محبت دلمیں رچی رہتی اور خدا کی عبادت کا خیال کسی وقت دل سے نہ نکلتا، "دل بہ یار دست بکار" (ہاتھ کام میں لگے ہیں لیکن دل یار کی یاد میں ہے) کے صحیح نمونے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اولاد بھی اللہ تعالیٰ نے بہت دی تھی، آپ فرماتے ہیں کہ میرے صلب سے اسّی لڑکے پیدا ہوئے، اگر پوتوں کو بھی شمار کر لیا جائے تو شمار سوا سو تک پہنچ جاتا ہے، یہ سب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعا کا صدقہ تھا کثرتِ مال، کثرتِ اولاد اور دخولِ جنّت، ان تینوں دعاؤں میں سے دو کو پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے اس زندگی میں دیکھ چکا ہوں، اب دعا کے تیسرے حصّے یعنی دخولِ جنّت کا انتظار ہے۔

عبادت

مال و دولت کی زیادتی لوگوں کو خدا کی یاد سے غافل بنا دیتی ہے لیکن صحابہ کرامؓ کا حال ہی اور تھا وہ تنگ حالی میں جیسا خدا کو یاد کرتے تھے خوش حالی میں اس سے زیادہ اللہ کی بندگی کرتے، اور اس کی عنایت، مہربانی کا شکریہ ہر وقت ادا کرتے رہتے، حضرت انسؓ بچپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں رہے تھے، اور ایک عرصہ تک صبح و شام آپ سے فیض حاصل کرتے رہے تھے، ان کی عبادت اور زہد و تقویٰ کا کیا کہنا

رسول کی خدمت اور ہر وقت کی حاضری خود ایک مستقل عبادت ہے، خوش قسمتی سے حضرت انسؓ کو ایک بڑی مدت تک اس کا موقع ملا، خدمتِ نبوی کے علاوہ اسلام کی ترقی کے لئے بھی انھوں نے بڑی جدّ وجہد کی، چھوٹی عمر ہی سے وہ میدانِ جنگ تک جانے لگے تھے، اور اسلام کی حفاظت و سربلندی کے لئے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے، اس کے ساتھ عبادت و ریاضت کا یہ حال تھا کہ فرائض سے فارغ ہو جاتے تو نوافل شروع کرتے اور اس میں قیام اتنا طویل فرماتے کہ دونوں پیروں میں ورم آجاتا، اکثر شدّت ورم سے پھٹ جاتے اور ان سے خون نکلنے لگتا،

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ مغرب اور عشاء کے درمیان اتنی عبادت فرماتے ہیں کہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے نماز اس توجہ، دلجمعی اور خشوع وخضوع کیساتھ پڑھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو رشک آتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی نماز سب سے زیادہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز سے مشابہت رکھتی تھی۔

علمی مرتبہ

عبادت و ریاضت کیساتھ ساتھ حضرت انسؓ کا علمی مرتبہ بھی بہت بلند تھا، رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت مبارک میں دس سال رہکر آپ نے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، اس لئے آپ کو قرآن مجید کے مطالب اور احادیث نبوی سے کافی واقفیت تھی، آپ نے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احکام لوگوں کو بتائے، آپ کی زندگی ان کے سامنے پیش کی، آپکی ہدایتیں اور نصیحتیں ان تک پہنچائیں

آنحضرت کی زندگی تک تو مدینہ منوّرہ ہی میں قیام رہا، لیکن اس کے بعد آپ باہر نکلے اور ہزاروں آدمیوں کو اپنے علم کا فیض پہونچایا، آپ کی ذات سے اس طرح بے انتہا علم پھیلا، چنانچہ تمام وہ صحابہ جن سے احادیث اور روایات بہ کثرت نقل کی جاتی ہیں،

انھیں میں آپ کو بھی شمار کیا جاتا ہے، صحاح ستہ[1] اور فن حدیث کی دیگر معتبر اور مستند کتابوں میں ایک ہزار سے زائد حدیثیں آپ سے منقول ہیں۔

صحابہ کرام کی نظر میں

صحابہ کرام آپ کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے تھے، اور اس سے فائدہ اٹھاتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ایسے تجربہ کار شخص کی ضرورت پڑی جس کی اسلام پر گہری نظر ہو؛ تاکہ اس کو بحرین کا افسر علیٰ بناکر بھیج سکیں، تو نظر انتخاب حضرت انسؓ پر ہی پڑی دوسروں سے مشورہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پر زور الفاظ میں تائید کی، چنانچہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خواہش اور صحابہؓ کے مشورہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کا افسر بناکر روانہ فرمایا۔ وہاں پہونچکر آپنے ایسا معقول انتظام فرمایا کہ کسی کو کوئی شکایت نہ پیدا ہوئی سب خوش اور امن و امان سے رہے۔

خلیفۂ اوّل کے مبارک زمانہ کے بعد جب خلیفۂ ثانی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو بصرہ والوں کو تعلیم و تربیت کے لئے ایک بڑے اور معتبر آدمی کی ضرورت پڑی صحابہ کے اتنے بڑے مجمع میں ان کی نظر بھی حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی پر پڑی، چنانچہ اس اہم خدمت کو انجام دینے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو منتخب کیا اور بصرہ روانہ ہونے کا حکم دیا، اس فرمان کے مطابق آپ بصرہ تشریف لے گئے اور آخر دم تک وہیں لوگوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اتنے بڑے کام کے لئے حضرت انسؓ کو منتخب کرنا ان کے بہت بڑے علم، فضل اور غیر معمولی قابلیت کا ثبوت ہے۔

خدا کے ہاں مقبولیت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ خدا کے مقبول بندے اور اس کے رسول کے پیارے صحابیوں میں سے تھے اس لئے آپ کی دعا بھی اللہ تعالیٰ فوراً قبول فرماتا تھا۔

ایک بار گرمی کا زمانہ تھا، عرصہ سے بارش نہیں ہوئی تھی لوگوں کو سخت تکلیف تھی، ہر شخص بارش نہ ہونے کی شکایت کرتا تھا، مخلوق خدا سخت پریشان تھی، کسانوں کو اپنی کھیتی اور باغوں کی فکر تھی، جانور پیاس کے مارے زبان نکالے پھرا کرتے تھے، غرض اللہ کی ہر مخلوق گرمی سے اپنی اپنی جگہ سخت حیران پریشان تھی۔

ایک شخص ایسی حالت میں ہانپتا کانپتا آیا اور حضرت انسؓ سے گرمی کی شدت اور بارش نہ ہونیکی شکایت کی، حضرت انسؓ اٹھے وضو کیا اور جنگل کیطرف گئے، وہاں پہونچ کر دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ کے دربار میں لوگوں کی پریشان حالی اور جانوروں کی بھوک پیاس کو ذکر فرمایا اور رو رو کر دعا فرمائی اور گڑگڑا کر عرض کیا یا الٰہ العالمین لوگوں کی تکلیف دور فرما اور انھیں سیراب کر۔ پھر کیا تھا ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں، دریائے رحمت میں جوش آیا اور بادل جھوم جھوم کر اٹھے اور گرجتے برستے دم کے دم میں تمام جل تھل ایک کر دیا، لوگوں کی پریشانی دور ہوئی اور سب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

آپ کا معمول تھا کہ رات کو جب قرآن شریف پڑھتے اور ختم ہونے کے قریب ہوتا تو تھوڑا چھوڑ دیتے اور صبح اپنے تمام اہل و عیال کو جمع کرکے ان کی موجودگی میں ختم فرماتے اور سب کے لئے دین و دنیا کی سرخروئی کی دعا فرماتے۔

قوتِ جسمانی

آجکل علمی ذوق اور عبادت و ریاضت کا شوق رکھنے والوں کی صحت عام طور سے خراب ہوتی ہے لیکن صحابہ کرامؓ کی یہ حالت نہ تھی انھیں تو ساری دنیا میں انقلاب کرنا تھا اس لئے انھیں دل و دماغ کے ساتھ اپنے جسم کو بھی مضبوط اور قوی رکھنا تھا۔

حضرت انسؓ بھی انھیں بزرگوں میں تھے، وہ جس طرح اپنے علم و فضل اور نیکی و پرہیزگاری میں مشہور تھے اسی طرح اپنی صحت، جسمانی قوت اور محنت و جفاکشی میں بھی بے نظیر تھے تیراندازی کا بڑا شوق تھا، اس میں انھیں بڑی مہارت حاصل تھی، نشانہ خوب لگاتے تھے، لوگوں کو اکثر تیراندازی اور ورزش کی طرف توجہ دلاتے تھے، گھوڑے کی سواری اور فنِ سپہ گری میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، تیر اس قدر دوڑتے تھے کہ ایکبار

[1] حدیث شریف کی چھ مشہور صحیح کتابیں، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

اپنے ساتھیوں کیساتھ مرّ الظہران کے مقام پر ایک خرگوش کو پکڑنے کے لئے دوڑے، تمام ساتھی تھک کر پیچھے رہ گئے، لیکن حضرت انسؓ برابر تیز رفتاری سے دوڑتے رہے یہاں تک کہ خرگوش کو پکڑ لیا۔

شوقِ جہاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جہادوں میں شریک رہے بچوں پر اگرچہ جہاد فرض نہیں لیکن حضرت انسؓ باوجود کم سن ہونے کے حضور کیساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور اپنی طاقت کے مطابق جہاد کے فرائض انجام دیئے اور تلواروں کے سایہ اور تیروں کی بارش میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

حق گوئی

ظالم اور جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہدینا اور اس سے نہ ڈرنا بہت بڑا جہاد ہے، اُن بزرگوں کی یہ خصوصیت تھی کہ سوائے خدا کے برتر کے کسی کی بڑائی اور عظمت کا اثر دل پر نہ پڑتا تھا اور بلا جھجک سب کے سامنے تلواروں کے سایہ میں حق بات کہدیا کرتے تھے۔

حجاج بن یوسف جو عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں گورنر تھا، اور اپنے ظلم و ستم میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا، اکثر صحابہ اور بزرگانِ دینؒ کا خون ناحق اسی کے ہاتھوں ہوا، اسی ظالم حجاج نے ایک بار حضرت انسؓ کو [illegible] دربار میں بلا کر بہت ہی سخت سُست کہا اور نازیبا الفاظ استعمال کئے اور توہین کے خیال سے آپ کی گردن پر ایک مہر لگا دی، جیسا کہ اس زمانہ میں قاعدہ تھا، حضرت انسؓ اس واقعہ سے بہت خفا ہوئے اور فوراً ایک خط عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجا، جس میں حجاج کے ظلم و ستم اور بدسلوکیوں کی بہت [illegible] شکایت کی، جس کا یہ اثر ہوا کہ عبدالملک نے فوراً ایک خط حجاج کے نام روانہ کیا اور سخت تنبیہ و تادیب کی اور تاکید سے لکھا کہ تم فوراً حضرت انسؓ کے پاس جاؤ اور ان سے معافی [illegible] ادب کیا [illegible] حجاج [illegible] اس کے کہ [illegible] جان گئی۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت انسؓ کا اثر حکومت پر کتنا تھا

اور ظالم بادشاہ بھی آپ کے اثر سے کتنا ڈرتے رہتے تھے، اور ان کی غلطیوں اور ظلم و ستم کے ظاہر کرنے اور برملا کہنے سے آپ کبھی نہیں چوکتے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آنحضرتؐ کی نصیحتیں

حضرت انسؓ دس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں رہے، آپ سے بہت سی باتیں سیکھیں، اور ہزاروں نصیحتیں حاصل کیں، حدیث کی کتابوں میں اس طرح کی بہت سی باتیں درج ہیں اس مختصر مضمون میں زیادہ گنجائش نہیں ہے، صرف چند باتیں نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں اسے ایمان کی لذت حاصل ہوتی:

"اللہ اور رسول سے اسے سب سے زیادہ محبت ہو، ایمان کے بعد کفر کی طرف جانا اسے ایسا معلوم ہو جیسے اسے آگ میں ڈالا جا رہا ہے اللہ کی خاطر انسانوں سے محبت کرے"

"جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، سجدہ جھکانے سے کرو کتے کی طرح ہاتھ زمین پر نہ پھیلاؤ، صفیں سیدھی رکھو، رکوع اور سجدہ پورے طور سے کرو"

"آسانی پیدا کرو دشواری نہ پیدا کرو، لوگوں کو تسکین دو انہیں نفرت نہ پیدا کرو، اپنے امیر کی اطاعت کرو، آپس میں لطف و محبت کرو، تعلقات قائم رکھو، پیٹھ پیچھے برائی نہ چاہو، آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے چاہتے ہو"

"کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ناراض رہے"

"اگر آدمی کے پاس وادی بھر مال ہوتا تو بھی دوسری وادی کی تمنا کرتا۔ دوسری وادی مل جاتی تو تیسری کی تمنا کرتا۔ آدمی کے پیٹ کو تو صرف مٹی بھر سکتی ہے"

وفات

حضرت انسؓ عنہ کی عمر ایک سو تین سال کی تھی، ایک بار آپنے فرمایا کہ اب تمام وہ صحابی جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور خانہ کعبہ کیطرف منھ کرکے

مسجد سے میخانے تک

(مستقل عنوان)

از مُلّا ابن العرب مکّی

سنا گیا ہے قانون داں بزرگوں سے کہ ــ
ین عدالت ایک بڑا جرم ہے جس کی پاداش میں کئی مہینوں کی جیل بے شمار جرمانہ ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے سپریم کورٹ کے چیف ٹس شری مہاجن صاحب طال اللہ عمرہٗ (عدالتھم) کی پوزیشن قانون نظر میں جانے کیا ہوگی۔ جب کہ انھوں نے نہ صرف عدالت بلکہ تمام ام عدل میں کیڑے ڈالے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ایک عدالت کی توہین اگر مثلاً ایک مہینہ کی جیل مناسب سمجھی جائے تو ہندوستان بھر کی م عدالتوں کی مشترکہ توہین پہ کم سے کم ایک ہزار سال کی جیل مناسب ہے گی۔ پھر توہین بھی کیسی ذرا سنئے :۔

ہوم منسٹر ڈاکٹر کاٹجو کے نام جوابی خط میں فاضل چیف جسٹس ضے ہیں کہ تمام نظامِ عدالت خامیوں کا شکار ہے جج لاپروا اور وکلاء ہ کار د مکار ہیں۔ پولیس کا نظام ناقص ہے۔ جب تک ایڈمنسٹریشن ہ ہنگامی تبدیلی نہ کی جائے کوئی اصلاح کارگر نہیں ہو سکتی۔

حد کر دی آپ نے قبلہ! وہ مقدس جمہوری نظام جسے پیغمبرانِ رب خداوندِ سائنس کی طرف سے لے کر نازل ہوئے ہیں۔ وہ معصوم ین اصولِ عدالت جو دورِ حاضر کے کارگہِ فکر میں نہایت صناعی اور کاری کے ساتھ تیار کئے گئے ہیں انھیں آپ ناقص بتلاتے ہیں ــ پوچھتا ہوں ایڈمنسٹریشن کی ہنگامی تبدیلی ہی سے کیا ہوگا ــ جو بھی سرا نظامِ عدالت آپ کی تنبیہ اور مشورے پر خداوندانِ بھارت ر گے اس کی بنیاد تو آخر سیکولرازم پر ہی ہوگی۔ وہ اسی محور پہ گردش کرے گا کہ موجودہ زندگی ہی سب کچھ ہے اور اس زندگی جس نے جتنے مزے لوٹ لئے نفع میں رہا۔ فرمائیے پھر وکیل مکاری وں چھوڑیں گے۔ جب کہ مکر سے چاندی ہاتھ آتی ہے پولیس کیوں بھلی مانس بنے گی۔ جبکہ بھل منسی میں شراب وکباب کا خرچہ نہیں نکلتا۔ جج کیوں جان کھپائیں گے، جب کہ جان کھپائے بغیر ہی اُن کی تنخواہ اور منصب محفوظ ہے۔

آپ نے اپنے خط میں یہ جو فیصلہ دیا ہے کہ جب تک لوگوں کا کیریکٹر درست نہ ہو ضابطۂ دیوانی و فوجداری میں ترمیم بیکار ہے تو میں سمجھتا ہوں کسی جماعتِ اسلامی والے کے بہکائے میں آپ آگئے ہیں مولانا مودودی اور مولانا ابواللیث کو گرفتار کرنے والوں کو چاہیئے آپ پر بھی توجہ دیں۔ کیونکہ یہ سو فی صدی وہی بات ہے جو اِن دونوں مجرموں نے بار بار سرِ بازار کہی ہے۔ آپ جیسے اعلیٰ درجہ کے بھارتی عہدے دار ہی اگر ایسی فرسودہ اور رجعت پسندانہ ذہنیت پر آگئے تو سیکولرازم کا وفادار کون رہے گا۔

اچھا کیریکٹر کی درستگی کا وعظ تو آپ نے فرما دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کی درستگی کی مشین کہاں سے ملے گی۔ دو ہی ملک ہیں جہاں اعلیٰ درجے کی مشینیں بنتی ہیں۔ روس اور امریکہ۔ امریکہ تو فی الحال پاکستان کے عشق میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہے۔ اور روس میں کیریکٹر نام کی کوئی چڑیا ہوتی ہی نہیں۔ لہٰذا وہ جگہ بتائی جائے جہاں سے یہ مشین ملے گی۔

فرماتے ہیں وزیرِ اعظم آف پاکستان جناب محمد علی بیچ کلام اپنے کے درمیان پریس کانفرنس کراچی کے :ــ

"بھاکڑا ننگل پروجیکٹ امن کے لئے دائمی خطرہ ہے!"

بیچارہ بھارت اگر کہے کہ امریکہ سے پاکستان کا معاہدہ بھارت کے لئے خطرناک ہے تو یہ سب لغو۔ سب غلط۔ لیکن بھارت اگر

اپنے ملک کی ترقی اور بہبودی کے لئے ایک غیر فوجی غیر سیاسی پروجیکٹ بنا ڈالے تو یہ امن کے لئے دائمی یعنی قیامت تک کے لئے مستقل خطرہ ہے۔ نہ صرف خطرہ بلکہ بین الاقوامی ضابطوں کے خلاف ہے۔ انصاف کے خلاف ہے۔ شرافت کے خلاف ہے!

جُگ جُگ جیو عالی تبارو! چِت بھی تمہاری پٹ بھی تمہاری بھارتی سورما پاکستان کی ٹانگ گھسیٹیں۔ پاکستانی رستم بھارت کی گردن دبوچیں۔ دونوں جگہ کے عوام اس کھینچ تان میں لنگڑے لولے ہوجائیں۔ اسی فلسفہ کو کسی انگریزی شاعر نے کہا تھا کہ ـــــ سانڈوں کی لڑائی میں جُھنڈوں کا نقصان۔

سُرخی ہے:۔

"رام پور کی پولیس مسلمانوں کے درپے ہے"

یہ فرمایئے کہاں کی پولیس مسلمانوں کے درپے نہیں۔ یہ تو خیر بھارت ہے۔ پاکستان میں بھی جو بقول صوفی تحفۃ اللہ مخزنِ اسلام اور مرکزِ اسلام ہے۔ مسلمانوں کی گردنیں پولیس کے پھندے میں ہیں۔ اور پولیس کی مدد سے اہلِ اقتدار رقص و سرود بے پردگی فحاشی بد اعمالی اور دیگر ایسے ہی پاکیزہ فنونِ لطیفہ کو زبردستی مسلمان بنائے ہوئے ہیں ـــــ مسلمانی دراصل جرم ہی ایسا ہے کہ ہندو پاک کی قید نہیں امریکہ ہو یا روس، قلبِ شمالی ہو یا جنوبی جہاں بھی اس کا ارتکاب کیا جائے گا کرسی والے پولیس لگائیں گے۔

خیریت اس میں ہے کہ اسلام نے عمل کی دنیا میں جو احکام دیئے ہیں ان کو قطعاً فراموش کرکے فیشن ایبل قسم کے مسلمان بن جاؤ یعنی صوفے پر بیٹھ کر کہو ملّاؤں نے اسلام کو محدود کردیا ہے۔ ہم آج کے زرّین دَور میں محدودیت کے قائل نہیں۔ ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کا عالمگیر اسلام ہمارا دین ہے۔ اتنا کہہ کر خشک گلا تر کرنے کے لئے سامنے رکھی ہوئی بلوری صراحی میں سے تھوڑی سی شراب پیو اور جھوم کر کہو ـــــ اسلام سب نظاموں سے بڑھ کر ہے ـــــ اسلام روادار اور وسیع النظر ہے! ـــــ پھر نوکر کو آواز دیکر کہو:۔

"حرامزادے! دس کباب اور لا ـــــ اور دیکھ حکیم لطف اللہ سے کہہ کر کشتۂ شباب ختم ہونے کو ہے جلد اور تیار کرلیں۔ ـــــ اور دیکھ مرزا امین بیگ سے کہنا، آج عشاء کے وقت تک مس غزہ جان

کو ما بدولت کے حضور پہنچ جانا چاہئے"

تو حضور۔ مسلمان اگر خیریت چاہتے ہیں تو فی الحال ترقی پسند کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

بیچارے بعض نیک دل مہاشوں کو شدھی کی زحمت اسی۔ اٹھانی پڑ رہی ہے کہ بھارت کے نالائق اور بے وفا مسلمان آج تک اُسی پرانی ڈگر پہ چلے جارہے ہیں کہ، صاحب نماز بھی ہو، روزہ بھی ہو، حج بھی ہو، زکوٰۃ بھی ہو۔ جب تک یہ ڈگر باقی ہے پولیس لا درپے رہے گی ـــــ اور پولیس تو غنیمت ہے فوج تک درپے ہو سکتی

اور لو۔ بھارت کے سب سے بڑے پارلیمنٹرین مسٹر ماولنکر (اسپیکر) نے موجودہ جمہوریت کو ناقص ٹھیراتے ہوئے فرمایا کہ زیادہ سے زیادہ ہم اسے "فیض رساں استبدادی حکومت" کہہ سکتے ہیں۔

چل رے میرے بھائی "فیض رساں استبدادی حکومت" یعنی کہ "فائدہ پہنچانے والی ظالمانہ بادشاہت" ـــــ ہے کوئی جو اس قابل جملے کی داد دے؟ ـــــ ایسا معلوم ہوتا ہے شریمان ماولنکر جی نے کہیں اقبال کا یہ شعر سنا ہوگا۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

اس شعر میں وطن دشمنی اور پاکستان دوستی کے جو جراثیم کلبلا رہے ہیں وہی شریمان جی کے ارشادِ عالی میں نظر آتے ہیں۔ ہماری حکومت اُن زرّین جمہوری اصولوں پر بنی ہے جنھیں سوائے ملّا لوگوں کے کوئی برا نہیں کہہ سکتا۔ اور ملّا بھی دو چار ہی سرپھرے ہیں جنھیں اخلاق وغیرہ کا ہیضہ ہے۔ ورنہ بھارتی جمہوریت تو وہ جمہوریت ہے کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ اس جمہوریت کے بعض اعلیٰ درجہ کے فوائد اس قدر عام اور سستے ہیں کہ ایشیا یورپ اور امریکہ سب جگہ انھیں ہر شخص دیکھ رہا ہے۔ اور اگر کوئی بھارتی بت تراش ان جمہوری فوائد کا ایک بُت بنادے تو یقین ہے کہ مذہبی قسم کی طوائفیں اور مذہبی قسم کے شرابی اور مذہبی قسم کے سود خوار وغیرہ اس کی پوجا بڑی عقیدت اور شوق کے ساتھ کیا کریں گے۔

دہلی شراب بندی کمیٹی کی تحقیق سے پتہ
...ہے کہ گذشتہ چالیس سالوں میں ہمارے روحانی دیش میں شراب
...رچ صرف چالیس گنا بڑا ہے۔

افسوس یہ رفتار امید افزا نہیں۔ امریکہ، فرانس اور روس
...یرہ کی ترقی دیکھئے تو گذشتہ چالیس سالوں میں شراب نوشی کے
...دہ رنگین پران کی رفتار کم سے کم دس ہزار گنا بڑھ گئی ہوگی۔ فرانس
...بعض علاقوں میں تو سنا ہے پانی پینا یا پیش کرنا جرم ہے بس شراب
...شراب۔ شراب۔

توخیر یہ حساب کی باتیں ہی کھاتہ دالے جانیں۔ مجھ ملّا کو تو
...سی اس دلیل سے ہے کہ شراب کی کثرت کا باعث ہندوستانیوں
...کم علمی ہے۔ یعنی کہ تعلیم کا اوسط یہاں بہت کم ہے۔ اس لئے شراب
...یادہ پی جاتی ہے۔

اس دلیل کے پیچھے اگر کوئی ڈنڈا لیکے کھڑا ہو توخیر یہ بالکل
...ست ہے لیکن ڈنڈا نہ ہو تو ملّا عرض کرے گا کہ حضور امریکہ، فرانس
...ر برطانیہ و روس کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے۔ وہاں تو تعلیم
...ی عام ہے۔ اتنی عام ہے کہ بقول مسٹر گھوش وہاں بچہ پیدا ہی پڑھا
...ما ہوتا ہے۔ یا تو یہ کہئے کہ وہ تعلیم ہی آپ کے نزدیک تعلیم نہیں۔ یا
...ر وہاں کی شراب نوشی کے افسانوں کو جھوٹا ٹھیرائیے۔

بھائی صاحب! اگر پیا لو کر گیہوں کاٹنا چاہتے ہو نیم لگا کر
...گوروں کی فکر میں ہو۔ یہ کب ہوا ہے جو آج ہوگا۔ ؎

...دم از گندم بروید جو ز جو   از مکافات عمل غافل مشو

گاندھی بھگتی وزیر اور نیتا تو بنا سکتی ہے۔ شراب نہیں
...ٹرا سکتی۔ وطن پرستی تجوری تو بھر سکتی ہے نفس کا گلا نہیں گھونٹ
...تی۔ خدا بیزار علم و سائنس جسم کو تو سب طرح کی لذتیں دے سکتے ہیں
...ین روح کا چین اور دل کا اطمینان اُن کے پاس نہیں۔ شراب چھڑانی
...لئے تعلیم کو عام کرنا چاہتے ہو تو پہلے یہ سوچ لو کہ علم کہتے کسے ہیں صحیح
...م کیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جسے تم علم سمجھ رہے ہو وہ فی الحقیقت جہل
...۔ وہ شیطنت ہو۔ وہ وہی ہو جس نے یورپ کو مشینیں اور کارخانے
...ے، عیش و نشاط کے سامان دیئے۔ لیکن اُن کے مردوں سے ایمان
...ورتوں سے عصمت و نسوانیت چھین لی۔

پیپل اور بندر تو بعض دانش مندوں کی نزدیک
پوجا کے لائق تھے ہی۔ اب آم کے درخت کو بھی یہ منصب حاصل ہوگیا ہے
صدر جمہوریۂ ہند کے محل میں آم کا پودا نصب کیا گیا تو جناب صدر ڈاکٹر
راجندر پرشاد جی نے اس کی پوجا کا مقدس فریضہ انجام دیا۔

غالب نے کہا تھا۔

ہائے اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جسکی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

خادم اگر شاعر ہوتا تو اسی لب و لہجہ میں اُن درختوں اور جانوروں
اور پتھروں کا قصیدہ لکھتا جو مفت میں بیٹھے بٹھائے معبود اور دیوتا
بن جاتے ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ صدر جمہوریہ کی نیت اور تخیل
اس خوش نصیب پودے کے سامنے سر نیاز خم کرنے سے کیا ہوگا۔ لیکن
کسی کے سامنے بطور پرستش جھکنا اگر اس کی عظمت، برتری اور قوت
کے اعتراف ہی کا نام ہے تو ہندی بھائیوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ اب
آم کھانے کا معاملہ بھی غور طلب ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ آم کا درخت
اگر معبود ہے تو اس کے پھل معبود کے بیٹے ہوں گے۔ معبود کے بیٹوں کو
کھانا اور چوڑ نا راکششوں کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے اور راکششوں
کا وجود بھارت جیسے مقدس جمہوری دیش میں نہیں برداشت کیا
جا سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے وزیر اعظم گائے کی قربانی کی طرح
قانون کی لال کتاب میں اسے بھی جائز رکھیں۔ لیکن جو حشر عمل کی
دنیا میں اس قانون کا ہو رہا ہے وہی آم کے قانون کا بھی ہوگیا۔
خوش قسمت تھے تم اے چچا غالب کہ بہت پہلے مرگئے — اگر
اب سے دس برس بعد مرتے تو یہ لکھنے کی ہمت نہ کرتے کہ — "آم
میٹھے ہوں اور بہت ہوں!"

مشہور ضرب المثل ہے:-

برعکس نہند نام زنگی کافور!

یعنی کہ آپ کا بچہ نہایت کالا ہے تو آپ اس کا نام رکھدیجئے
چاند خاں! یا مثلاً آپ نہایت احمق ہیں تو اپنا نام رکھئے ارسطو!
ایسی ہی کثیر مثالیں آپ کو بآسانی ہر جگہ مل سکتی ہیں لیکن ایک
مثال ایسی . . . کہ وہ شاید کہیں نہ ملے۔ قرآن نے کہا تھا۔
"کافر اللہ کے نور کو بجھا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اُن کے بس کا نہیں"

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اب نئے دور کے افلاطونوں میں سے ایک درمیانی قسم کے افلاطون یعنی کہ کامریڈ شمیم احمد صاحب کاظمی اپنے ایک مضمون میں کمیونزم "کو نورِ خدا قرار دے کر ہم آپ جیسے مولوی ملاؤں کو کافر ٹھیراتے ہیں۔ آپ نے پہلے دنیا کے مختلف ممالک میں کمیونسٹ پارٹی کے ممبران کی تعداد بتائی ہے پھر اُن مظالم کا تذکرہ کیا ہے جو مختلف ممالک میں کمیونسٹوں پر کئے گئے اور آخر کار یہ فیصلہ دیا ہے کہ کمیونزم کے دشمن کتنی ہی کوشش کرلیں۔ مگر یہ نورِ خدا یہ مقدس چراغ بجھایا نہ جا سکے گا!۔

ایمان سے کہئے علم وعقل کی اس سے بہتر قلابازی آپ نے کہیں دیکھی ہے؟

مبارک ہو اسے عرب پاک کے مقدس ذرو! اب کی سال حضرت محمد علی وزیر اعظم پاکستان تمہیں حج کے موقع پر اپنے قدوم میمنت لزوم سے نواز رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ عالی جاہ ذالحجہ کا چاند دیکھ کر داڑھی مونڈنا ترک کردیں گے اور پھر انشاء اللہ قربانی کے بعد اُسترے کو ہاتھ لگائیں گے۔

سچ کہا تھا کسی مہنت نے:۔

ہے پربھو تیری لیلا نیاری!

تاریخ میں ایثار و قربانی کے بے شمار نمونے ملتے ہیں لیکن اتنی بڑی قربانی ایسا زبردست ایثار کہ ایک زبردست وزیر اعظم اپنے عہدے کی تمام طاقت اور فوج پولیس اور امریکن ہتھیار رکھتے ہوئے بھی اپنی زندگی کے ایک محبوب ترین شغل ایک دائمی عادت کو محض حج جیسی معمولی چیز کے لئے پورے دس روز تک ترک کرنا گوارا کرلے کہیں نہ ملے گا۔

رشک کر اے امت مسلمہ کہ آج بھی تیرے درمیان راہ حق کے ایسے ایسے مجاہد موجود ہیں!

جماعت اسلامی قسم کے ملا کہتے ہیں کہ روس مذہب کا دشمن ہے۔ کافر و الکفر ہے۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ روس میں جتنی مذہبی آزادی ہے اتنی ہندو پاکستان بلکہ عرب و شام میں بھی نہیں۔ ثبوت دیکھئے کہ ابھی ہمارے پنڈت سندرلال جی روس تشریف لے گئے تھے تو انھیں مسجد کے امام صاحب نے شرکت نماز کی دعوت دی اور پنڈت جی نے صف اوّل میں شریک ہوکر نماز ادا کی۔

فرمائیے اس واقعہ سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ آپ کے بھارت یا پاکستان میں اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو مولوی ملّا، امام اور مقتدی دونوں کے پیچھے لٹھ لیکر دوڑیں گے۔ بے دینی کے فتوی لگیں گے۔ حالانکہ روس میں ایسا بالکل نہیں ہوا۔ بلکہ وہاں تو اس حد تک مذہبی آزادی ہے کہ اگر آذان کے بعد امام صاحب کو اونگھ آنے لگے تو چستی حاصل کرنے کے لئے مسجد ہی میں ایک دو جام شراب نوش فرما سکتے ہیں۔

وہ دَور گیا جب سجدوں کے پیچھے خلوص وعقیدت اور اطاعت وبندگی کا جذبہ کارفرما ہوا کرتا تھا۔ اب تو بھائی سائنس و حکمت کا دور ہے۔ خلوص وبندگی احمقوں کی اصطلاحیں بن چکی ہیں۔ جو کام جو بات وقتی مفاد کے مطابق ہو وہی حق ہے۔ وہی سیاست ہے۔ روس کے بالمقابل عوام کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے اِدھر امریکہ ڈالر اور ایٹم بم کے ساتھ مذہب پرستی کا جال بچھا رہا ہے۔ اُدھر روس مذہبی آزادی کا دعویدار ہے۔ دونوں ہی اپنے ذہن ودماغ کی پوٹے الحاد اور خدا بیزاری کے ساتھ شطرنج کی چالیں چل رہے ہیں۔ دونوں ہی کی بساطِ سیاست پر مذہب واخلاق اور علم وسائنس بیجان مُہروں کی طرح پڑے ہیں۔

رہی پنڈت سندرلال جی کی جرأتِ رندانہ تو بلا سے بھارتی پنڈتوں کے نزدیک مسجد میں نماز پڑھنے سے اُن کا دھرم نشٹ ہوگیا ہو۔ لیکن سندرلال جی پڑھے لکھے ترقی پسند انسان ہیں۔ وہ جانتے ہیں آج کی سیاست میں حرام وحلال کچھ نہیں۔ انھوں نے اپنے ہم وطنوں کو درختوں جانوروں اور پتھروں کے سامنے جھکتے دیکھا ہے۔ لہٰذا بطور حکمت اگر انھوں نے چند سجدے مسجد میں بھی خدائے برتر کے سامنے کرلئے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

ایک بات پنڈت جی نے بڑی مزیدار فرمائی۔
"دوسرے یورپین ممالک کی طرح روس میں بھی شیعوں

یہ بوسہ بازی ہوتی ہے!"

اس کے بعد فرمایا ــــ "یہ بات اگرچہ روسی معیارِ اخلاق مطابق ہی ہے ــــــ لیکن ہندوستانی ہونے کے ناطے میں ے پسند نہیں کرتا۔"

غضب کرتے ہیں آپ بھی۔ ایشیا میں کبوتر بازی پتنگ بازی ہ بازی شراب بازی حتّٰی کہ رنڈی بازی کُھلم کُھلّا ہو تو کچھ نہیں روس بیچارے میں صرف بوسے بازی ــــ یعنی کہ محض بوسہ بازی ب بھی آپ ناک بھوں چڑھائیں۔

خیر یہی غنیمت ہے کہ اپنی ناگواری کا باعث آپ نے صرف ہ دستانی ہونے کو ٹھیرایا۔ ورنہ خدانخواستہ اگر کسی اخلاقی عقیدے ی مذہبی اصول کسی شریفانہ زاویۂ نظر کو باعث ٹھیرا دیتے تو کمیونزم ال کتاب میں آپ کے آگے "خطرناک" لکھدیا جاتا جس کا مطلب ذ ناکہ ابھی آنجناب کے اندر مذہبی جنون اور اخلاق و شرافت کے جراثیم باقی ہیں۔ خدا اس مطلب سے ہر اشتراکی مجاہد کو بچائے!

مولوی عطاء اللہ بغدادی نے برسرِ عدالت ت اٹھایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی۔ حالانکہ تین ن تسم کے گواہ حلفیہ کہہ رہے تھے کہ انھوں نے ہمارے سامنے تین قیں دیں۔ قسمت کی بات مقدمہ مولوی صاحب جیتے۔ اور میں نے تینوں گواہوں سے خلوت میں پوچھا کہ دوستو اس جھوٹی حلف بازی لیا ضرورت تھی؟

تینوں نے بیک وقت قسمیں کھا کر بتایا کہ وہ بالکل سچ بول رہے ں۔ اور واقعی مولوی صاحب نے ان کے سامنے طلاقیں دی تھیں۔ ب ہیروں سے بچنے کے لئے وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

اب میں مولوی صاحب کے پاس پہنچا۔ گاؤ تکیہ سے ٹیک ے حُقہ پی رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر تپاک سے فرمایا۔

"آؤ بھائی مُلّا! بڑے دنوں میں دکھلائی دیئے۔"

میں مؤدب بیٹھ گیا۔ فرمایا۔

"اچھے وقت پر آئے۔ مولا بخش کی نماز جنازہ پڑھانی ہے ساتھ لیں گے۔"

"کون مولا بخش؟" میں نے پوچھا۔

"ارے وہی اپنا مُلحِد۔ بڑا اچھا آدمی تھا بیچارہ ہیضہ میں مرگیا۔"

میں بالکل نہ سمجھ سکا کہ "اپنا مُلحد" کون ہوتا ہے۔ پوچھا:۔

"مولا بخش۔ وہ گورکن ــــ یعنی قبریں کھودنے والا جو محلّہ بغلول میں رہتا تھا؟"

"ہاں ہاں وہی ــــ کیسا پکّا نمازی تھا بیچارہ۔"

"تو آپ مُلحد کیسے کہہ رہے ہیں۔ کیا مرتے وقت وہ کافر ہوگیا؟"

"ارے نہیں بھائی" مولوی صاحب قہقہہ لگا کر بولے:۔

"لحد کھودا کرتا تھا نا۔ گورکن وغیرہ مجھے غیر فصیح لگتے ہیں۔"

اب کُھلا کہ حضرت کا کیا منشا ہے۔ خیر میں نے دو چار اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے مطلب کی بات چھیڑی۔ پہلے تو قبلہ یہی کہتے رہے کہ میں نے طلاق نہیں دی اور قسمیں بھی کھائیں۔ لیکن جب میں نے ذومعنی انداز میں عرض کیا کہ حضور مجھ سے پردہ رکھیں گے تو میں بھی خواجہ غلام دستگیر کو وہ پٹی پڑھاؤں گا کہ آپ کبھی بھی ان کی جوان صاحبزادی سے عقد نہ فرما سکیں۔ تب عاجزی اور فن کاری کے ساتھ بولے:۔

"بات یہ ہے مُلّا تم تو ہو سیدھے بلکہ سادھو۔ اللہ کی گائے مذہبی معاملات میں بغیر عقل و اجتہاد کے کام نہیں چلتا ہے۔ میں نے بیشک تین طلاقیں دیں، لیکن قسم تو میں "طلاق" نہ دینے کی کھا رہا ہوں۔ طلاق واحد ہے یعنی ایک طلاق۔ اور طلاقیں جمع ہے ــــ یعنی تین طلاقیں لیس میرا حلف اور قسمیں واحد کے لئے ہیں لہٰذا سچی ہیں۔"

میں سناٹے میں آگیا۔

"بے شک آپ مجدد آف چودھویں صدی ہیں۔ بخشی دودھ والے کے معاملہ پر مجھے حیرت تھی مگر اب یہ حیرت جاتی رہی۔"

شوق سے پوچھا۔

"کیا معاملہ؟"

میں نے تفصیل بتائی کہ بخشی دودھ والے کے یہاں ایک دن اس کے بہت سے گاہک جمع ہو کر کہہ رہے تھے کہ تو دودھ میں پانی ملاتا ہے۔ بخشی قسمیں کھا رہا تھا کہ ہرگز نہیں میں دودھ میں پانی نہیں ملاتا۔ گاہک بیچارے اپنا سر کھپا کر چلے گئے تو میں نے بخشی سے کہا کہ اب اتنی نمازیں پڑھتا ہے اور جھوٹی قسمیں کھاتے خدا سے نہیں

ڈرتا۔ کہنے لگا ملّا جی جھوٹ بولنے والا کافر۔ میں نے تو سچ قسمیں کھائی ہیں۔ مجھے بڑا غصہ آیا کہ کمبخت کا دودھ آدھا تہائی پانی ہوتا ہے اور میری بچی خود دیکھ چکی ہے کہ آدھی بالٹی پانی میں دودھ دوہتا ہے۔ اس پر یہ سچائی کا دعویٰ۔ جھلا کر کہا کہ بدمعاش اُس دن میری بچی تیرے یہاں چھاچ لینے گئی تھی تو اس نے خود دیکھا کہ تو نے بالٹی میں پہلے سے آدھا پانی بھر رکھا ہے اور بھینس کے تھن کے نیچے رکھ کر دودھ دوہ رہا ہے۔

کہنے لگا "جی میں کب اس سے انکار کر رہا ہوں۔ دودھ میں پانی ملانے کی قسمیں کھائی ہیں۔ پانی میں دودھ ملانے کی تو نہیں کھائیں"

اس کے چہرے پر پوری سنجیدگی اور معصومیت تھی — میں حیران رہ گیا کہ یا اللہ یہ جاہل لٹھ اتنی منطق کہاں سے لایا۔ آج کھلا ہے کہ یہ سب حضور کا فیضانِ کرم ہے۔

مولوی صاحب ذو معنے انداز میں مسکرائے۔ فرمایا:-

"بھئی بات یہ ہے ایک دن کم بخت منگت رام کے یہاں کی سیر بھر تازی گرم گرم جلیبیاں لایا اور رونے لگا کہ حضور دودھ کے کام میں پٹیہ نہیں چل رہا۔ پانی ملا کے بیچوں تو لوگ قسمیں کھلاتے ہیں اور جھوٹی قسموں سے ڈر لگتا ہے۔ تب میں نے اسے یہ شرعی حیلہ سمجھایا اور خدا کا شکر ہے اس میں اسے بڑا نفع ہوا۔ جب سے اب تک تین چار دفعہ آم اور فرنی اور دودھ وغیرہ بھیج چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے غریب ہی لوگوں میں احسان ماننے کا جذبہ رہ گیا ہے۔ امیروں کا تو یہ حال ہے کہ وہ آپ کے خان بہادر صولت خاں کو تین جمعراتی تعویذ دیئے۔ دو رات وظیفہ پڑھا تب جاکر اُن کی تینوں بیویوں نے چوتھی شادی کی خوشی سے اجازت دی۔ خان بہادر صاحب پہلے تو کئی کئی پھیرے کرتے تھے۔ گھر بلا کے مُرغ پلاؤ بھی کھلاتے تھے۔ مگر جب کام نکل گیا تو محض پچاس روپلی دے کر بیٹھ رہے۔ کبھی جاتا ہوں تو گھر میں سے کہلا دیتے ہیں باہر گئے ہیں۔"

انگریز کے دور میں بھارت جس قدر مفلس تھا، خدا کا شکر ہے کانگریس کے دور میں اس کی تلافی ہو گئی ہے۔ حال ہی میں کانگریس کے اجمیری اجلاس پر ڈھائی لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ صرف ڈھائی لاکھ۔ پانچ لاکھ کے آدھے۔ ایک کروڑ سے بھی چالیسواں حصہ کم۔ غور تو کیجئے نادان لوگ کانگریس سرکار کی جمہوریت نوازی میں شک کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ جمہوریت نوازی اور کیا ہو گی کہ ایک طرف اس نے رعایا کی غربت کا خیال رکھتے ہوئے چالیس پچاس کروڑ خرچ نہیں کیا۔ حالانکہ اگر کرتی تو محض ایک روپیہ فی کس پڑتا۔ ظاہر ہے کہ جو جماعت حکومت کی بوجھل گاڑی کو اپنے کاندھوں کے سہارے نہایت محنت و شفقت سے کھینچ رہی ہے۔ اسے اتنا تو حق ضرور تھا کہ اجلاس کی خاطر رعایا سے ایک روپیہ فی کس وصول کر لیتی۔ لیکن شاباش اس کی رعایا پروری اور غریب نوازی پر کہ نہیں کیا۔

دوسری طرف حکومت کے خصوصی خدمتگاروں یعنی سرمایہ داروں کی ذہنیت کی تسکین کے لئے خرچ لاکھوں کے ہیر پھیر میں رکھا کیونکہ سرمایہ داروں کے نزدیک لاکھ سے کم رقم، رقم ہی نہیں ہوتی۔ اور جس اجلاس کا بوجھ ان کے نحیف کاندھوں پر ہو اس میں لاکھوں سے کم خرچ ہونا ان کی سخت توہین ہے۔

تیسری طرف مسلمانوں کی پاس داری بھی کی گئی۔ کیونکہ ڈھائی روپے سیکڑہ یعنی کروڑ میں ڈھائی لاکھ ٹھیک زکوٰۃ کی شرح ہے۔ زکوٰۃ کی شرح سے خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کانگریس اندر اندر مسلمانوں سے ملی ہوئی ہے۔ اور اسلامی اصولوں میں سے کم سے کم بعض پر اعتقاد رکھتی ہے۔

چوتھی طرف تاریخی صداقتوں کو بھی پامال نہیں ہونے دیا کیونکہ پہلے بادشاہوں اور وزیروں کی محفلوں میں طمطراق، عیش ونشاط اور نام ونمود پر لاکھوں روپیہ صرف ہوتا تھا۔ اب بادشاہت نہ سہی، وزارت تو ہے، وزارت کی ساکھ بغیر شاہی طمطراق کے کیسے قائم رہ سکتی ہے۔

تو خدا بھلا کرے اُس مرنے والے کا جس نے نا سمجھی سے یہ بات کہدی تھی کہ:-

"موجودہ جمہوریت اور شہنشاہیت ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔"

اطلاع ہے کہ:-

"سپریم کورٹ آف انڈیا نے بھی اردو زبان کی اجازت دیدی۔"

کوئی مضائقہ نہیں سپریم کورٹ گٹے کی [illegible] کی بھی اجازت

دیتا ہے۔ سپریم کورٹ فساد کرنے والے عیاشوں کو جیل بھیجنے، اور قاتلوں کو پھانسی پر لٹکانے کی بھی اجازت دیتا ہے۔ سپریم کورٹ مسلمانوں کو بھارت میں امن چین کی بنسری بجانے کی بھی اجازت دیتا ہے۔

لیکن جن خداوندانِ نعمت کے ہاتھ میں قانون اور طاقت کی باگ ڈور ہے اُن کی مرضی اور پسند اور پالیسی کے آگے سپریم کورٹ کی اجازت کیا تیر مار سکتی ہے۔

پاکستان میں جنوبی افریقہ کے لوگوں سے انتقام

لیا جا رہا ہے۔

کیوں نہ لیا جائے۔ بٹوارے کے بعد سے ہند و پاک دونوں بہادروں کا معمول رہا ہے کہ جُرم کرے گھسیٹا تو سزا دو خدا بخش اور ضامن علی کو۔ قصور ہو بیلا رام کا تو مارا جائے چمن لال اور سیتا رام معمولات رفتہ رفتہ عادتیں بنجایا کرتے ہیں اور عادتیں بہت کم لوگ ترک کیا کرتے ہیں۔ پس بھارت میں آپ آئے دن سنتے اور دیکھتے رہیں کہ اغوا کرنے والا ہے قلندر خاں اور دکانیں لُٹ رہی ہیں شہر بھر کے مسلمانوں کی۔ پیٹ رہے ہیں راہ چلتے مسلمان۔ گائے ذبح کرنے کا الزام جمن قصائی پر ہے۔ لیکن لٹھ اور چھروں سے تو واضح ہو رہی ہے۔ اُن لوگوں کی جو مقدس بھارت کے مقدس شہروں میں گائے کی قربانی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

پاکستان میں بھی ایسی ہی بے شمار مثالیں آپ تلاش کر سکتے ہیں بس فرق ہے تو اتنا کہ وہاں نزلہ زیادہ تر جماعتِ اسلامی والوں پر گر رہا ہے۔ اپنے ہی ہم مذہبوں کی گردنیں ناپی جا رہی ہیں۔ اور یہاں مسلمانوں پر نظرِ کرم ہے۔ مذہبی عناد ہے۔ کینہ اور جلن ہے۔

تحقیقاتی عدالت کے سامنے ریڈ کراس کے

سکریٹری نے کہا ہے کہ:۔

"پنت سرکار کے وزراء کمبھ میلے کے حادثہ کے ذمہ دار ہیں"۔

پھر جی کیا ہے اس میں۔ وزیر لوگ تو ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے ہوتے ہی ہیں۔ میلہ کا حادثہ تو خیر حادثہ ٹھہرا۔ ہندوستان گیر فسادات اور غنڈہ گردی کی ذمہ داریاں بھی براہ راست یا بالواسطہ بیچارے وزیروں ہی کے دوشِ ناتواں پر ہوا کرتی ہیں۔ وزیر شاید خدا کی سب سے زیادہ مظلوم مخلوق ہے۔ بیچارہ لکھنا جانے یا نہ جانے بوقتِ ضرورت ایک تحریری بیان کی مشقت پر مجبور ہوتا ہے۔ جنتا کے غم کے ساتھ ساتھ بال بچوں کی پرورش کا فکر بیچارے کو اس حد تک گُھلائے رکھتا ہے کہ جب تک اپنی آنے والی تین پشتوں تک کے معقول گزارے کا انتظام نہ کرلے رات کی نیند اور دن کا چین حرام رہتا ہے۔ غریب کتنا ہی تھکا ہوا ہو مگر کسی ہسپتال کے اودہ گھاٹن کسی عمارت کے افتتاح کسی مجسمہ کی نقاب کشائی وغیرہ کے لئے صبح و شام ہوائی جہازوں اور اسپیشل ٹرینوں کے جھنجٹ میں گرفتار رہتا ہے۔

بھارت کے مقدس سیکولرازم کی شان بان رکھنے کے لئے ہر وقت اتنا چوکنا رہتا ہے کہ ذرا کہیں مسلمانوں نے ملائیت پھیلانے کی کوشش کی اور اس نے ٹیلیفون پر ٹیلیفون کھڑکائے۔

غرض ایک دیسی وزیر کی ذمہ داریاں اور مصروفیتیں، اور پریشانیاں گنانا عمرِ خضر چاہتا ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ آنکھیں بند کرکے وزیروں کی جان و مال کو دعائیں دیئے جائیے۔

"پنڈت نہرو کو ہر مسئلہ میں اور ہر موقع پر

بلا وجہ بولنے کا خبط ہو گیا ہے"

گستاخی معاف۔ یہ خاکسار کے الفاظ نہیں۔ بلکہ ڈاکٹر رام منوہر لوہیا نے گوہر افشانی کی ہے۔ کتنا شاندار ہے آزادی تقریر و تحریر کا یہ نمونہ!

اس سے بھی شاندار نمونے اُن تصنیف کتابوں میں ملتے ہیں جو نہ صرف تصنیف کی گئیں بلکہ دیسی اسکولوں میں منظور بھی کر لی گئیں۔ ان میں مسلمان اکابرین کے لئے گالیاں بھی ہیں۔ پیغمبروں کے لئے اتہامات بھی ہیں۔ اسلام کے لئے نشتر بھی ہیں۔

یہی وہ نام نہاد آزادی ہے جو بھارت کے سیکولرازم نے اپنے شہریوں کو عطا کی ہے۔ بس ایک اچھوت قوم جس کا پچھلا نام "مسلمان" ہے اس عطا کے دائرے سے ذرا دور رکھی گئی ہے۔ کیونکہ اُس کمبخت کے پاس گالیوں اور بدزبانیوں کی بجائے عقل و علم اور تاریخ و حکمت کے ایسے زہریلے جراثیم موجود ہیں کہ اگر اسے مکمل آزادی دیدی گئی تو نہ جانے کتنے معصوم بھارتی غنڈے ہو جائیں گے۔ اور ملک بدنکیا ہو

خدا مع اپنی صفاتِ حاکمیت واقتدار کے ملک میں داخل ہوجائے گا۔

خدا نہ کرے اگر کوئی مسلمان کسی محترم لیڈر کو "خبطی" کہہ گذرے یا ہندو دھرم کی تاریخ اور ہندو اکابرین کی شان میں قدرے نامناسب بات لکھ جائے تو اُس نالائق کا تو جو کچھ بنے گا وہ بنے ہی گا جس شہر میں وہ رہتا ہے اس کے سارے مسلمان باشندے آزادی تحریر وتقریر کے انعام میں تحفہ ہائے حرب وضرب سے نوازے جائیں گے۔

لوگ کہتے ہیں "روس نے آہنی پردہ لٹکا رکھا ہے"۔

میں کہتا ہوں ــــــ "ہمارے دیش کا کاغذی پردہ اس آہنی پردے سے زیادہ مضبوط اور خوشنما اور نظر فریب ہے"۔ واللہ اعلم بالصواب

مشرقی پاکستان کے بعد مغربی پاکستان میں بھی کمیونسٹ پارٹی کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا"

مولوی مُلّا شاید خوش ہوں گے کہ پاکستانی خداوند اک دم دیندار اور مومن ہوگئے ہیں۔ جبھی تو کمیونزم جیسے اسلام دشمن نظریئے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ لیکن خوش ہونے سے پہلے یہ بھی غور کر لیجئے کہ ایمان ودین کا یہ دورہ کہیں شاہدِ امریکہ کے عشق میں تو نہیں پڑا۔ سطاقت لالچ اور چالبازی کے ذریعہ اصول وعقائد کا توڑ کرنے کی پالیسی امریکہ ہی کے کارخانوں میں ڈھل رہی ہے۔ امریکہ ہی بموں اور ڈالروں اور مذہب پرستی کے نعروں سے کمیونزم کو ہرانا چاہتا ہے حالانکہ اصول کو اصول سے دلیل کو دلیل سے شکست دینے والے افراد کمیونزم دشمنی میں امریکہ سے کچھ پیچھے نہیں۔ لیکن پاکستان میں ان کے لئے جیلیں ہیں نظربندیاں ہیں۔ نادر شاہی احکامات ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پاکستانی مجاہدین ومومنین کمیونزم اور اسلام دونوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ کمیونزم کو خلاف قانون قرار دینے میں چونکہ امریکہ بھی خوش اور معصوم مسلمان بھی خوش۔ لہذا بے فکری سے قرار دیدیا گیا۔ لیکن اسلام کے خلاف کھُلی جنگ کرنے میں امریکہ کی موجودہ پالیسی سے بھی ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اور اقتدار کی کُرسیاں بھی چھن جانے کا خطرہ ہے اس لئے یہ جنگ بڑی فنکاری اور رازداری کے ساتھ لڑی جا رہی ہے۔

کچھ ہو۔ لڑنے والے بہرحال "مجاہد" ہوتے ہیں۔ بولو مجاہدین پاکستان کی جے!

کانپور کے مسلمانوں کو کانپور کے ایڈمنسٹریٹر کا حکم:۔

"اپنے پُرانے اور کچے مکانات اعلیٰ اور جدید تعمیر کراؤ!"

بہت ٹھیک۔ شہر کو خوشنما اور ترقی یافتہ بنانے کے لئے اسی طرح کے اور بہت سے احکامات دینے چاہئیں۔ مثلاً اعلیٰ درجہ کا لباس پہنو۔ فلیکس کے شو استعمال کرو۔ سنہری گولڈن چشمہ لگاؤ۔ فیور لیبا گھڑی باندھو۔

جب مسلمان یہ سب کچھ بھی کرلیں تو حکم دیا جائے ہر مسلمان گھر میں فی چوتھا ایک ریڈیو ہونا ضروری ہے۔ ہر چار افراد پر مشتمل خاندان ایک موٹر کار لازمی خریدے۔

رہے دہلانے حضرات تو وہ چاہے سڑکوں پر چاٹ کھا کر پتے پھینکیں یا گنڈیریاں چوسیں اُن سے بہرحال شہر کی صفائی وزینت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ وہ ٹھیرے شہزادے۔ اور شہزادہ ہر جاکہ بہ ماند شہزادہ است!

"آگرہ کے ایک گاؤں پر پولیس کے سپاہیوں تھانیداروں اور غنڈوں کا حملہ۔ گاؤں کی تین ہزار آبادی پر پولیس نے اسّی بار اشک آور گیس استعمال کی۔ چار روز کی زچہ عورت کو اس کے مکان سے اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔

نوجوان لڑکیوں کو ننگا کیا گیا اور بعد میں تپتی ہوئی دھوپ میں بٹھا دی گئیں"۔

سمجھ گئے آپ؟ کہنا صرف اتنا ہے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ گاندھی جی کے دیش میں گاندھی جی کے بھگتوں نے اپنے ہی ہم قوموں کے ساتھ بیچ درمیان آگرہ کے ایک گاؤں میں یہ روشن کارنامے انجام دیئے ہیں۔ نادر وچنگیز مفت میں بدنام ہیں حسابِ آخرت سے بے پروا خدا کے خوف سے بے نیاز نفس کے بندوں میں آج بھی وہ وہ صاحبِ کمال موجود ہیں کہ نادر وچنگیز تو بیچارے سو سال ان کی شاگردی کریں۔ گذشتہ جنگ میں ولایتی فوجیں جہاں جہاں بھی گئیں اپنے حسن واخلاق کی یادگاریں کئی لاکھ بچوں کی کھیتی لگا گئیں۔ آج ہماری دیسی فوجیں اگر اسی طرح کسی ملک کو فتح کریں تو اوپر کی مقدس اطلاع کی روشنی میں کیا ان کا عمل امریکن ورد سے کم

(معارف الحدیث)

اسلام، ایمان اور احسان

از مولانا منظور نعمانی

(حدیث جبرئیل) عن عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ)۔ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم إذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یرى علیہ أثر السفر ولا یعرفہ منا أحد حتى جلس إلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فأسند رکبتیہ إلى رکبتیہ ووضع کفیہ على فخذیہ وقال یا محمد أخبرنی عن الإسلام؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الإسلام أن تشہد أن لا إلہ إلا اللہ وأن محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوۃ وتؤتی الزکوۃ وتصوم رمضان وتحج البیت إن استطعت إلیہ سبیلا، قال صدقت، قال فعجبنا لہ یسألہ ویصدقہ قال فأخبرنی عن الإیمان؟ قال أن تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ قال صدقت قال فأخبرنی عن الإحسان؟ قال أن تعبد اللہ کأنک تراہ فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک قال فأخبرنی عن الساعۃ؟ قال ما المسئول عنہا بأعلم من السائل، قال فأخبرنی عن أماراتہا قال أن تلد الأمۃ ربتہا وأن ترى الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان قال ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال لی عمر أتدری من السائل؟ قلت اللہ ورسولہ أعلم قال فإنہ جبریل أتاکم یعلمکم دینکم۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ (اسی حدیث کی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مجلس مبارک میں صحابہ کا ایک مجمع تھا۔ اور حضرت اُن سے خطاب فرما رہے تھے۔ (فتح) کہ اچانک ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا۔ جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت ہی زیادہ سیاہ تھے۔ اور اُس شخص پر سفر کا کوئی اثر بھی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ (جس سے خیال ہوتا تھا کہ یہ کوئی بیرونی شخص نہیں ہے) اور اسی کے ساتھ یہ بات بھی تھی کہ ہم میں سے کوئی اس نووارد کو پہچانتا نہ تھا (جس سے خیال ہوتا تھا کہ یہ کوئی باہری آدمی ہے تو یہ شخص حاضرین کے حلقہ میں سے گذرتا ہوا آیا)۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر دو زانو اس طرح بیٹھ گیا کہ اپنے گھٹنے آنحضرت کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھ دیئے اور کہا اے محمد [illegible] بتلائیے کہ "اسلام" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "اسلام" یہ ہے [illegible] اس کے ارکان یہ ہیں کہ دل و زبان سے) تم یہ شہادت ادا کرو کہ "اللہ" کے سوا کوئی "الٰہ" (کوئی ذات عبادت و بندگی کے لائق) نہیں۔ اور محمد اس کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم [illegible] اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور ماہ رمضان کے روزے رکھو۔ اور اگر

حج بیت اللہ کی تم استطاعت رکھتے ہو تو حج کرو ـــــ اس وارد سائل نے آپ کا یہ جواب سن کر کہا۔ آپ نے سچ کہا ـــــ راوئ حدیث حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم کو اس پر تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے۔ اور پھر خود تصدیق و تصویب بھی کرتا جاتا ہے ـــ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا۔ اب مجھ کو بتلائیے کہ "ایمان" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اور اُس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اسکے رسولوں اور یوم آخر یعنی روزِ قیامت کو حق جانو۔ اور ہر خیر و شر کی تقدیر کو بھی حق جانو اور حق مانو (یہ سنکر بھی) اس نے کہا آپ نے سچ کہا ـــ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا۔ مجھے بتلائیے کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت و بندگی تم اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو پر وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے۔ پھر اُس شخص نے عرض کیا مجھے قیامت کی بابت بتلائیے (کہ وہ کب واقع ہوگی) آپ نے فرمایا کہ جس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے وہ اس کو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر اس نے عرض کیا تو مجھے اس کی کچھ نشانیاں ہی بتلائیے؟ آپ نے فرمایا (اس کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ) لونڈی اپنی مالکہ اور آقا کو جنے گی۔ اور (دوسری نشانی ایک یہ ہے کہ) تم دیکھو گے کہ جن کے پاؤں میں جوتا اور تن پر کپڑا نہیں ہے۔ اور جو تہی دست اور بکریاں چرانے والے ہیں وہ بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں گے اور اس میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے ـــ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ باتیں کرکے یہ نووارد شخص چلا گیا۔ پھر مجھے کچھ عرصہ گذر گیا تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ اے عمر! کیا تمہیں یہ پتہ ہے کہ وہ سوال کرنے والا شخص کون تھا؟ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے۔ تمہاری اس مجلس میں اس لئے آئے تھے کہ تم لوگوں کو تمہارا دین سکھا دیں۔"

(یہ حدیث "صحیح مسلم" کی ہے۔ اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں یہی واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی مروی ہے)۔

(تشریح) اس حدیث میں سائل کے سوال کے جواب میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پانچ امور کا بیان فرمایا ہے۔ اسلام، دوسرے ایمان، تیسرے احسان، چوتھے قیامت کے متعلق انتباہ کہ اس کا وقتِ خاص اللہ کے سوا کسی کے علم میں نہیں اور پانچویں قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی بعض علامات ـــ ان پانچوں چیزوں کے متعلق جو کچھ اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے وہ تشریح طلب ہے۔

(۱) "اسلام" کے اصل معنی ہیں اپنے کو کسی کے سپرد کر دینا۔ اور بالکل اُسی کے تابع فرمان ہو جانا ـــ اور اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے "دین" کا نام اسلام اسی لئے ہے کہ اُس میں بندہ اپنے آپ کو بالکل مولا کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستورِ زندگی قرار دے لیتا ہے۔ اور یہی ہے اصل حقیقت "دین اسلام" کی۔ اور اسی کا مطالبہ ہے ہم سے۔ فرمایا گیا:۔

"وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ط (حج ع ۵)

(تمہارا اللہ وہی الٰہ واحد ہے۔ لہٰذا تم اسی کے "مسلم" یعنی مطیع ہو جاؤ) اور اسی اسلام کے متعلق فرمایا گیا ہے:۔

"وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ۔"

(اور اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ جس نے اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا اور وہ اس طرح "مسلم بندہ" ہو گیا) اور اسی اسلام کے متعلق اعلان فرمایا گیا ہے:۔

"وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ (آل عمران ع ۹)

(یعنی جس نے "اسلام" کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہا تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اور وہ آدمی آخرت میں بڑے گھاٹے اور ٹوٹے والوں میں سے ہوگا)۔

بہرحال "اسلام کی" اصل روح اور حقیقت یہی ہے کہ بندہ اپنے کو کلی طور پر اللہ کے سپرد کر دے۔ اور ہر پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔

پھر انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعتوں میں "اسلام" کے لئے کچھ مخصوص ارکان بھی ہوتے ہیں جن کی حیثیت اس "حقیقتِ اسلام" کے "پیکرِ محسوس" کی سی ہوتی ہے اور اس

یقت کا نشوونما اور اس کی تازگی بھی انہی سے ہوتی ہے۔ اور
صرف تعبدی امور ہوتے ہیں۔ اور ظاہری نظر انہی "ارکان"
ے ذریعہ فرق و امتیاز کرتی ہے۔ ان لوگوں کے درمیان
موں نے اپنا دستورِ حیات "اسلام" کو بنایا ہے۔ اور ان کے
بیان جنھوں نے نہیں بنایا۔

تو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے
ریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے "اسلام" کا جو آخری اور مکمل دستور
اے پاس آیا ہے اس میں توحیدِ خداوندی اور رسالتِ محمدی
شہادت ـــ نماز ـــ زکوٰۃ ـــ روزہ ـــ اور حج بیت اللہ
"ارکانِ اسلام" قرار دیا گیا ہے ـــ ایک دوسری حدیث میں
رد ہوا ہے:۔ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ الخ (یعنی اسلام
بنیاد ان پانچ چیزوں پر ہے)۔

بہرحال یہ پانچ چیزیں جن کو آپ نے یہاں اس حدیث
ں "اسلام" کے جواب میں بیان فرمایا "ارکانِ اسلام" ہیں اور یہی
یا "اسلام" کے لئے "پیکرِ محسوس" ہیں۔ اسی واسطے اس حدیث
ں انہی کے ذریعہ اسلام کا تعارف کرایا گیا ہے۔

(۲) "ایمان" کے اصل معنی کسی کے اعتبار اور اعتماد
سی بات کو سچ ماننے کے ہیں[1]۔ اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان
حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے
اس اور آلاتِ ادراک کے حدود سے ماوراء ہوں جو کچھ
لائیں اور ہمارے پاس جو علم اور جو ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف
سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو
ن مان کر قبول کر لیں۔ بہرحال شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امورِ غیب
سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے آلاتِ احساس و ادراک (آنکھ
ک، کان وغیرہ) کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے[2]۔ مثلاً اللہ اور اسکی
فات اور اس کے احکام اور رسولوں کی رسالت اور ان پر وحی
ی آمد اور مبدا و معاد کے متعلق ان کی اطلاعات وغیرہ وغیرہ۔

تو اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول بیان فرمائیں ان
سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاحِ
شریعت میں ایمان ہے۔ اور پیغمبر کی اس قسم کی کسی ایک بات کو نہ
ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے۔ جو آدمی کو ایمان
کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے[1]۔ پس
آدمی کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ "کُلّ مَا جَاءَ
بِهٖ الرَّسُوْلُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ" کی (یعنی تمام ان چیزوں اور
حقیقتوں کی جو اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے) تصدیق کی
جائے اور ان کو حق مان کر قبول کیا جائے ـــ لیکن ان سب
چیزوں کی پوری تفصیل معلوم ہونی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ نفسِ
ایمان کے لئے یہ اجمالی تصدیق بھی کافی ہے۔ البتہ کچھ خاص اہم
اور بنیادی چیزیں ایسی بھی ہیں کہ ایمانی دائرہ میں آنے کے لئے
ان کی تصدیق تعیین کے ساتھ ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث زیر
تشریح میں ایمان سے متعلق سوال کے جواب میں جن امور ذکر
فرمایا گیا ہے (یعنی اللہ، ملائکہ، اللہ کی کتابیں، اللہ کے رسول
روزِ قیامت اور ہر خیر و شر کی تقدیر) تو ایمانیات میں سے
یہ وہی اہم اور بنیادی امور ہیں۔ جن پر تعیین کے ساتھ ایمان
لانا ضروری ہے۔ اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کا ذکر صراحۃً اور تعیین کے ساتھ فرمایا۔ اور قرآن پاک
میں بھی یہ ایمانی امور اسی تفصیل اور تعیین کے ساتھ مذکور ہیں۔
سورۂ بقرہ کے آخری رکوع میں ارشاد ہے:۔

---

[1] فی التنزیل وما انت بمومن لنا ولو کنا صادقین سورہ یوسف ع ۲۔

[2] اسی واسطے ایمان کے ساتھ "بالغیب" کی قید بھی لگائی جاتی ہے کما
ل تعالیٰ یومنون بالغیب ۔۔

[1] جو لوگ اللہ کے کسی پیغمبر کی حیاتِ مقدسہ میں براہِ راست ان کی
زبان سے ان کی ہدایت اور تعلیم سنیں ان کے لئے تو ان کی ہر اس بات
کی تصدیق شرطِ ایمان ہے جو پیغمبر ان کے سامنے اللہ کی طرف سے
بیان کریں۔ اگر وہ ان کی ایسی ایک بات کا بھی انکار کریں گے تو مومن
نہ رہیں گے۔ لیکن جب پیغمبر اس دنیا میں نہ رہیں تو صرف ان باتوں
کی تصدیق کرنا شرطِ ایمان ہے جن کا ثبوت ان پیغمبر سے ایسے یقینی
قطعی اور بدیہی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔
دین کی ایسی تعلیمات کو خاص علمی اصطلاح میں ضروریاتِ دین کہتے
ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا شرطِ ایمان ہے لہٰذا اگر ان میں سے کسی
کا بھی کوئی انکار کرے تو مومن نہیں رہے گا۔ اور اگر وہ پہلے مسلمان
تھا تو اسلام سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔

"اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ" (بقرہ ع ۴۰)

"وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا۔" (نساء ع ۲)

ان امورِ ششگانہ میں سے "تقدیر خیر و شر" کا ذکر قرآن پاک میں اگرچہ ان ایمانیات کے ساتھ ان آیات میں نہیں آیا ہے لیکن دوسرے موقع پر قرآنِ پاک نے اس کو بھی صراحۃً بیان فرمایا ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔

"قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ" (نساء ع ۱۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

"فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا الاٰیۃ" (انعام ع ۱۴)

اب مختصراً یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ ان سب پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

سو اللہ پر ایمان لانے کا مطلب تو یہ ہے کہ اس کے موجود وحدہٗ لا شریک خالقِ کائنات اور رب العالمین ہونے کا یقین کیا جائے۔ عیب و نقص کی ہر بات سے پاک، اور ہر صفتِ کمال سے اس کو متصف سمجھا جائے۔

اور ملٰئکہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ مخلوقات میں ایک مستقل نوع کی حیثیت سے ان کے وجود کو حق مانا جائے اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ کی ایک پاکیزہ اور محترم مخلوق ہے (بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ) (انبیاء ع ۲) جس میں شر اور شرارت اور عصیان و بغاوت کا عنصر ہی نہیں۔ بلکہ ان کا کام صرف اللہ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ (لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ) (تحریم ع ۲) ان کے متعلق کام ہیں اور ان کی ڈیوٹیاں ہیں جن کو وہ خوبی سے انجام دیتے ہیں۔

ملائکہ کی متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب

ملائکہ کے وجود پر یہ شبہ کہ اگر وہ موجود ہوتے تو نظر آتے۔ سخت جاہلانہ شبہ ہے دنیا میں کتنی ہی چیزیں ہیں جو باوجود موجود ہونے کے ہم کو نظر نہیں آتیں۔ کیا زمانۂ حال کی خوردبینوں کی ایجاد سے پہلے کسی نے پانی میں، ہوا میں اور خون کے قطرہ قطرہ میں وہ جراثیم دیکھے تھے جن کو خوردبین سے آج ہر آنکھوں والا دیکھ سکتا ہے۔ اور کیا کسی آلہ سے بھی ہم اپنی روح کو دیکھ پاتے ہیں تو جس طرح ہماری آنکھ خود اپنی روح کو دیکھنے سے اور بغیر خوردبین کے پانی وغیرہ کے جراثیم کے دیکھنے سے عاجز ہے۔ اسی طرح فرشتوں کو دیکھنے سے بھی وہ قاصر ہے —— اور پھر کیا اس کی کوئی دلیل ہے کہ جس چیز کو ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے وہ موجود نہیں ہو سکتی؟ کیا ہماری آنکھوں اور ہمارے حواس نے کل عالمِ موجودات کا احاطہ کر لیا ہے؟ ایسی بات خاص کر اس زمانہ میں جب کہ روز روز نئے انکشافات ہو رہے ہیں۔ کوئی بڑا احمق ہی کہہ سکتا ہے۔ دراصل انسان کا علم اور اس کے علمی ذرائع بہت ہی ناقص اور محدود ہیں۔ اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۱۰)

اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یقین کیا جائے کہ اللہ پاک نے اپنے رسولوں کے ذریعہ وقتاً فوقتاً ہدایت نامے بھیجے۔ ان میں سب سے آخر اور سب کا خاتم قرآن مجید ہے۔ جو پہلی سب کتابوں کا مصداق اور مُہَیْمِن بھی ہے۔ یعنی اُن کتابوں میں جتنی ایسی باتیں تھیں جن کی تعلیم و تبلیغ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ضروری ہوتی ہے وہ سب اِس قرآن میں لے لی گئی ہیں۔ گویا یہ تمام کتب سماویہ کے ضروری مضامین پر حاوی اور سب سے مستغنی کر دینے والی خدا کی آخری کتاب ہے۔ اور چونکہ وہ کتابیں اب محفوظ بھی نہیں رہیں اس لئے اب صرف یہی کتاب ہدایت ہے جو سب کے قائم مقام اور

ب سے زیادہ مکمل ہے۔ اور زمانۂ آخر تک اس کی حفاظت کی ذمہ داری
ی لئے خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (الحجر)

اور "اللہ کے رسولوں" پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس واقعی حقیقت
یقین کیا جائے کہ اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے
ے وقتاً فوقتاً اور مختلف علاقوں میں اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی
ہدایت" اور اپنی رضامندی کا دستور دے کر بھیجا ہے ـــ اور
غوں نے پوری امانت و دیانت کے ساتھ خدا کا وہ پیغام بندوں
پہونچادیا۔ اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی پوری پوری
ششیں کیں۔ یہ سب پیغمبر اللہ کے برگزیدہ اور صادق بندے
ے۔ ان میں سے چند کے نام اور کچھ حالات بھی قرآن کریم میں ہم کو
ائے گئے ہیں اور بہت سوں کے نہیں بتلائے گئے (مِنْهُمْ مَّنْ
صَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن ع ۸)

بہرحال خدا کے ان سب رسولوں کی تصدیق کرنا اور بحیثیت
بری ان کا پورا پورا احترام کرنا ایمان کے شرائط میں سے ہے
راسی کے ساتھ اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ نے اس
سلسلۂ نبوت و رسالت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا۔
پ خاتم الانبیاء اور خدا کے آخری رسول ہیں۔ اور اب قیامت
ـ پیدا ہونے والے انسانوں کے لئے نجات و فلاح آپ ہی کی
باع اور آپ ہی کی ہدایات کی پیروی میں ہے۔ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى كُلِّ
نِ اتَّبَعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

اور "ایمان بالیوم الآخر" یہ ہے کہ اس حقیقت کا یقین کیا
ئے کہ یہ دنیا ایک دن قطعی طور پر فنا کر دی جائے گی اور اس
کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت سے پھر سارے مُردوں کو جلائے گا
ر یہاں جس نے جیسا کچھ کیا ہے اسی کے مطابق جزا یا سزا اس کو
بجائے گی۔

معلوم ہونا چاہیے کہ چونکہ دین و مذہب کے سارے نظام
بنیاد اس حیثیت سے جزا و سزا ہی کے عقیدہ پر ہے کہ اگر آدمی
س کا قائل نہ ہو تو پھر وہ کسی دین و مذہب اور اس کی تعلیمات و
ایات کو ماننے اور اس پر عمل کرنے ہی کی ضرورت کا قائل نہ ہوگا
اس لئے ہر مذہب میں خواہ وہ انسانوں کا خود ساختہ ہو یا اللہ کا
بھیجا ہوا۔ "جزا و سزا" کو بطور بنیادی عقیدہ کے تسلیم کیا گیا ہے۔
انسانی دماغوں کے بنائے ہوئے مذاہب میں اس کی شکل تناسخ
وغیرہ تجویز کی گئی ہے۔ لیکن خدا کی طرف سے آئے ہوئے ادیان و
مذاہب کل کے کل اس پر متفق ہیں کہ اس کی صورت وہی حشر و
نشر کی ہوگی جو اسلام بتلاتا ہے اور قرآن پاک میں اس پر اس قدر
استدلالی روشنی ڈالی گئی ہے کہ کوئی اعلیٰ درجہ کا احمق اور انتہائی
قسم کا ناسمجھ ہی ہوگا جو ان قرآنی دلائل و براہین کے سامنے آجانے
کے بعد بھی حشر و نشر اور بعث بعد الموت کو ناممکن اور محال یا
مستبعد بھی کہے۔

اور "ایمان بالقدر" یہ ہے کہ اس بات پر یقین لایا جائے
اور مانا جائے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے (خواہ وہ خیر ہو یا شر)
وہ سب اللہ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہے۔ جس کو وہ پہلے
ہی سے طے کر چکا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو اور دنیا
کا یہ کارخانہ اس کی منشاء کے خلاف اور اس کی مرضی کے علی الرغم
چل رہا ہو، ایسا ماننے میں خدا کی انتہائی عاجزی اور بیچارگی
لازم آئے گی۔[1]

---

[1] یہاں اسی ایک خط کشیدہ فقرہ میں مسئلہ تقدیر کے مشکل ترین
پہلو کو سمجھانے کے لئے سمجھ سکنے والوں کے واسطے ایک مختصر مگر کافی
وافی اشارہ کر دیا گیا ہے۔ امام غزالیؒ نے اس مضمون کو پورے شرح
و بسط سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے صحیح مسلم کی
شرح "فتح الملہم" میں اسی "حدیث جبرئیل" کے ذیل میں امام غزالیؒ
کا وہ کلام اور اس کے علاوہ امام ابن القیمؒ اور شاہ ولی اللہ سے
جو کچھ اس مسئلہ کے متعلق نقل کیا ہے اہل علم کے لئے وہ سب قابل دید
اور لائق استفادہ ہے۔ اس مسئلہ پر اس سے زیادہ جامع اور طمانیت
بخش کلام جس سے مسئلہ کی تمام مشکل گرہیں کھل جاتی ہوں۔ کہیں اور
راقم السطور کی نظر سے نہیں گذرا۔ جو اہل علم اس مسئلہ کے بارے
میں اطمینان اور تشفی حاصل کرنا چاہیں وہ "فتح الملہم" ہی کی طرف
رجوع فرمائیں۔ چونکہ عام اردو خواں حضرات کے لئے ان دقیق
مباحث کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے ہم نے یہاں ان کا ذکر
کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور جتنا کچھ سمجھنا ان کے لئے آسان ہو سکتا تھا

(۳) "احسان" :- اسلام و ایمان کے بعد سائل نے تیسرا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "احسان" کے متعلق کیا تھا کہ "مَا الْاِحْسَانُ؟" یعنی "احسان" کی کیا حقیقت ہے؟

"یہ احسان" بھی ایمان و اسلام کی طرح خاص دینی اور بالخصوص قرآنی اصطلاح ہے۔ فرمایا گیا ہے:-

"بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ" (ہاں جس نے اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا۔ اور اس کے ساتھ "احسان" کا وصف بھی اس میں ہوا تو اس کے رب کے پاس اس کے لئے خاص اجر ہے) اسی طرح دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:-

"وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ" (اور اس سے اچھا دین میں کون ہو سکتا ہے۔ جس نے اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا اور ساتھ ہی وہ محسن (یعنی صاحب احسان بھی ہے)

ہماری زبان اور ہمارے محاورہ میں تو "احسان" کے معنے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے ہیں۔ لیکن یہاں جس "احسان" کا ذکر ہے۔ وہ اس کے علاوہ ایک خاص اصطلاح ہے۔ اور اس کی حقیقت وہی ہے جو حدیث زیر تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ یعنی خدا کی بندگی اس طرح کرنا جیسے کہ وہ قہار و قدوس اور ذوالجلال والجبروت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور گویا ہم اس کو دیکھ رہے ہیں۔

اس کو یوں سمجھئے کہ غلام ایک تو اپنے آقا کے احکام کی تعمیل اس وقت کرتا ہے۔ جب کہ وہ اس کے سامنے موجود ہو اور اس کو یقین ہو کہ وہ مجھے اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ اور ایک رویہ اس کا اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ آقا کی غیر موجودگی میں کام کرتا ہے۔ عموماً ان دونوں وقتوں کے طرز عمل میں فرق ہوتا ہے۔ اور عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ جس قدر دلی دھیان اور محنت اور خوبصورتی کے ساتھ وہ آقا کی آنکھوں کے سامنے کام کرتا اور جس خوش اسلوبی سے اس وقت وظائف خدمت کو انجام دیتا ہے۔ مالک کی عدم موجودگی میں اس کا حال وہ نہیں ہوتا۔ یہی حال بندوں کا اپنے حقیقی مولا کے ساتھ بھی ہے۔ جس وقت بندہ یہ محسوس کرے کہ میرا وہ مولا حاضر ناظر ہے۔ میرے ہر کام بلکہ میری ہر ہر حرکت اور ہر ہر سکون کو دیکھ رہا ہے تو اس کی ایک خاص کیفیت اور اس کی بندگی میں ایک خاص شان نیازمندی ہوگی جو اس وقت نہیں ہو سکتی جب کہ اس کا دل اس تصور اور اس احساس سے خالی ہو۔ تو "احسان" یہی ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کی جائے گویا کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور ہم اس کے سامنے ہیں اور وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ یہی مطلب ہے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ:-

("الاحسان) اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ"

(ترجمہ) احسان اس کا نام ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو مگر وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے[1]۔

[1] حدیث کے اس ٹکڑے کا ایک اور مطلب بھی بیان کیا گیا ہے۔ (بلکہ وہی زیادہ مشہور ہے) اور وہ یہ کہ عبادت کرو اللہ کی اس طرح کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ پس اگر یہ مقام (مشاہدۂ حق کا) تمہیں حاصل نہ ہو تو پھر عبادت کرو اس طرح اور اس کے ساتھ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ جو حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہ مطلب لیتے ہیں ان کے نزدیک (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

(ایک اشتباہ) حدیث کے اس ٹکڑے کی تقریر و توضیح بہت
ے حضرات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا اس کا تعلق خاص "نماز" ہی سے
ہے۔ اور گویا اس کا مطلب بس یہ ہے کہ نماز پورے خضوع و خشوع
سے پڑھی جائے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ میں اس خصوصیت
ے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ حدیث میں تو "تَعْبُدَ" کا لفظ
ہے جس کے معنے مطلق عبادت اور بندگی کے ہیں۔ لہذا نماز کے
اتھ آنحضرت کے اس ارشاد کو مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں
۔ اسی حدیث کی ایک اور روایت میں بجائے "تَعْبُدَ" کے
تَخْشَیٰ" کا لفظ بھی آیا ہے۔ یعنی (الاحسان) اَنْ تَخْشَى اللهَ
كَاَنَّكَ تَرَاهُ الخ جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "احسان" یہ ہے کہ تم
اسے اس طرح ڈرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو الخ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس میں عبادت کے دو درجوں کی طرف
اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ عبادت "مشاہدۂ حق" کے ساتھ ہو۔ (جو
مقام ہے عرفاء کاملین کا) اور دوسرے یہ کہ عابد عبادت اس تصور
کے ساتھ کرے کہ میں اللہ کے سامنے ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے (یہ
مقام ہے درجۂ دوم کے عابدوں اور عارفوں کا)۔ یہ مطلب اگرچہ بعض
بڑے اور مشہور ترین شارحین حدیث نے بھی بیان کیا ہے۔ لیکن
بالِ ناقص حدیث کے الفاظ اس کو ادا نہیں کرتے۔ اور اقرب
ی مطلب ہے جس کو اس ناچیز نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے۔ اور
امام نووی نے "شرح مسلم" میں، نیز علامہ سندی نے "حواشی صحیح
بخاری" میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور اس کی بنا پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا حاصل یہ ٹھیرتا ہے کہ:۔

"احسان" یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو جیسے کہ اسکو
دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ اگرچہ تم اس کو دیکھتے نہیں ہو۔ مگر وہ تو تم کو دیکھتا
ہے۔ اور جب وہ تم کو دیکھ رہا ہے تو پھر عبادت اور بندگی ایسی
ہی ہونی چاہئے جیسے کہ مولا کے سامنے ہوتے ہوئے ہونی چاہئے۔
جیسے کہ غلام آقا کے سامنے ہوتے ہوئے اسی لئے تو کام اچھی طرح
کرتا ہے کہ وہ آقا اس کو دیکھتا ہوتا ہے۔
بہرحال حسن عبادت میں اصل مؤثر مولا کا بندہ کو
دیکھنا ہے۔ اور وہ متحقق ہی ہے۔ واللہ اعلم

اور اسی واقعہ کی ایک روایت میں اس موقع پر یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ "اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْمَلَ لِلّٰهِ كَاَنَّكَ تَرَاهُ الخ" جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "احسان اس کا نام ہے کہ تم ہر کام اللہ کے لئے اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو" الخ۔۔۔ ان دونوں روایتوں سے یہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ "احسان" کا تعلق صرف "نماز" ہی سے نہیں ہے۔ بلکہ انسان کی پوری زندگی سے ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ہر عبادت و بندگی اور اس کے ہر حکم کی اطاعت و فرمانبرداری اس طرح کی جائے۔ اور اس کے مواخذہ سے اس طرح ڈرا جائے کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہے۔ اور ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے۔

(۴) "السَّاعَۃ" یعنی قیامت۔ اسلام، اور ایمان اور احسان کے متعلق سوالوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سائل نے عرض کیا تھا "فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ؟" (یعنی مجھے قیامت کی بابت بتلائیے کہ کب آئے گی؟)

آپ نے جواب دیا:۔

"مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" (یعنی جس سے سوال کیا جا رہا ہے اس کو خود اس بارہ میں سائل سے زیادہ علم نہیں ہے) یعنی قیامت کے وقتِ خاص کا علم جس طرح سائل کو نہیں ہے مجھے بھی نہیں ہے۔ اسی حدیث کی ابو ہریرہ والی روایت میں (جو صحیح بخاری میں بھی ہے) اس موقع پر یہ الفاظ اور ہیں:۔ "فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ" (یعنی رسول اللہ

لـه (ترجمہ) قیامت کا وقت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے) یقیناً صرف اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کے وقتِ خاص کا علم اور وہی نازل کرتا ہے بارش (یعنی اس کے علم میں ہے کہ بارش کب اور کہاں ہوگی) اور وہ جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہوتا ہے اور کسی نفس کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کریگا۔ اور کسی نفس کو خبر نہیں کہ کس زمین میں اسکو موت آئیگی یقیناً اللہ ہی ان باتوں کا پورا جاننے والا ہے اور اسی کو پوری خبر رکھنے والا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ فرمانے کے بعد کہ قیامت کے بارے میں میرا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے) یہ مزید افادہ فرمایا۔ کہ یہ (وقت قیامت تو) ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کے متعلق قرآن کریم کی اس آیت ؛۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الخ میں اعلان کردیا گیا ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے سوال کے جواب میں بجائے یہ فرمانے کے کہ "مجھے اس کا علم نہیں" یہ پیرایۂ بیان (کہ اس بارے میں مسئول عنہ کا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے) اس لئے اختیار فرمایا کہ لوگوں لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کسی سائل اور کسی مسئول کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔ اور آیت قرآنی تلاوت کرکے آپ نے اس کو اور زیادہ محکم فرما دیا۔

(۵) علاماتِ قیامت :۔ وقت قیامت کے متعلق مذکورہ بالا جواب پانے کے بعد سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ :۔

"فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَاتِہَا" (مجھے قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتلایئے!) اس کے جواب میں آنحضرت نے دو خاص نشانیاں بیان فرمائیں۔

ایک یہ کہ "لونڈی اپنی مالکہ اور آقا کو جنے گی" اور دوسری یہ کہ نادار اور ننگے بھوکے لوگ جن کا کام بکریاں چرانا ہوگا، وہ بھی بڑی بڑی شاندار عمارتیں بنائیں گے۔

پہلی جو نشانی آپ نے بیان فرمائی اس کا مطلب شارحین حدیث نے کئی طرح سے بیان کیا ہے۔ راقم کے نزدیک سب سے زیادہ راجح توجیہ یہ ہے کہ قربِ قیامت میں ماں باپ کی نافرمانی عام ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ لڑکیاں جن کی سرشت میں ماؤں کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عنصر بہت غالب ہوتا ہے اور جن سے ماں کے مقابلہ میں سرکشی بظاہر بہت ہی مشکل اور مستبعد ہے۔ وہ بھی نہ صرف یہ کہ ماؤں کے مقابلہ میں نافرمان ہو جائیں گی۔ بلکہ الٹی اس طرح ان پر حکومت چلائیں گی جس طرح ایک مالکہ اور سیدہ اپنی زرخرید باندی پر حکومت کرتی ہے۔ اسی کو حضرت نے اس عنوان سے تعبیر فرمایا ہے کہ "عورت اپنی مالک اور آقا کو جنے گی" یعنی عورت سے جو لڑکی پیدا ہوگی وہ بڑی ہو کر خود اس ماں پر اپنی حکومت چلائے گی۔ اور کوئی شک نہیں کہ اس نشانی کے ظہور کی ابتدا ہو چکی ہے۔

اور دوسری جو نشانی حضرت نے بیان فرمائی کہ "بھوکے ننگے اور بکریوں کے چرانے والے اونچے اونچے محل بنوائیں گے" تو یہ اس طرف اشارہ ہے کہ قربِ قیامت میں دنیوی دولت و بالاتری ان اراذل کے ہاتھوں میں آئے گی جو اس کے اہل نہ ہوں گے۔ اور ان کو بس اونچے اونچے شاندار محل بنوانے سے شغف ہوگا اور اسی کو وہ سرمایۂ فخر و مباہات سمجھیں گے اور اسی میں اپنی اولو العزمی دکھائیں گے۔ اور ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔

ایک دوسری حدیث میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے :۔

"اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ"
(یعنی جب حکومتی اختیارات اور مناصب و معاملات نا اہلوں کے سپرد ہونے لگیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو)۔

زیرِ تشریح حدیث کے آخر میں ہے کہ اس سائل کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ سائل جبرئیل امین تھے۔ اور اس لئے سائل بن کر آئے تھے کہ اس سوال و جواب کے ذریعہ صحابہ کو دین کی تعلیم اور تذکیر ہو جائے۔

اس حدیث کی بعض روایات میں یہ تصریح بھی ہے کہ حضرت جبرئیل کی یہ آمد اور گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے آخری حصہ میں ہوئی تھی۔ (فتح الباری و عمدۃ القاری)

گویا تیئیس ۲۳ سال کی مدت میں جس دین کی تعلیم مکمل ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ جبرئیل کے ان سوالات کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے پورے دین کا خلاصہ اور لبِّ لباب بیان کرا کے صحابہ کے علم کی تکمیل کر دی جائے۔ اور ان کو اس امانت کا امین بنا دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ دین کا حاصل بس تین ہی باتیں ہیں۔

(۱) یہ کہ بندہ اپنے کو بالکل اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار

نا دے اور اس کی بندگی کو اپنی زندگی بنالے۔ اور اسی کا نام سلام ہے۔ اور ارکانِ اسلام ہے اور ارکانِ اسلام اسی حقیقت کے مظاہر ہیں۔

(۲) اُن اہم غیبی حقیقتوں کو ماناجائے اور آن پر یقین کیا جائے جو اللہ کے پیغمبروں نے تبلائیں۔ اور جن کو ماننے کی دعوت ی۔ اور اسی کا نام ایمان ہے۔

(۳) اور اللہ نصیب فرمائے تو اسلام وایمان کی منزلیں طے کر لینے کے بعد کی تیسری اور آخری تکمیلی منزل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ایسا استحضار اور دل کو مراقبۂ حضور وشہود کی ایسی کیفیت نصیب ہوجائے کہ اس کے احکام کی تعمیل اور اُس کی فرمانبرداری و بندگی اس طرح ہونے لگے کہ گویا اپنے پورے جمال وجلال کے ساتھ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور ہم کو دیکھ رہا ہے" اور سی کیف وحال کا نام احسان ہے۔

اس طرح اس سوال وجواب میں گویا پورے دین کا خلاصہ اور عطر آگیا۔ اور اسی لئے اس حدیث کو علماء نے "ام السنۃ" بھی کہا ہے۔ گویا جس طرح قرآن مجید کے تمام اہم مطالب اور مضامین پر بالاجمال حادی ہونے کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کا نام "ام الکتاب" ہے۔ اسی طرح یہ حدیث اپنی اس جامع حیثیت کی وجہ سے ام السنہ کہی جانے کی مستحق ہے۔ اور اس کی اسی خصوصیت کی وجہ سے امام مسلم نے اپنی جلیل القدر کتاب صحیح مسلم کو مقدمہ کے بعد اسی حدیث سے شروع کیا ہے۔ اور امام بغوی نے بھی اپنی دونوں تالیفوں "مصابیح" اور "شرح السنہ" کا آغاز اسی حدیث سے کیا ہے۔

یہ حدیث حضرت عمر کی روایت سے جس طرح کہ یہاں نقل کی گئی صحیح مسلم میں ہے اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری دونوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہ واقعہ مروی ہے۔ اور دوسری کتب حدیث میں اور بھی چند صحابۂ کرام سے یہ واقعہ روایت کیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضؓ

(باقی از صفحہ ۲۶)

نماز پڑھی ہے، سب ختم ہوچکے اب تنہا صرف میں رہ گیا ہوں۔

۹۳ھ میں خداوند تعالےٰ کی طرف سے آپ کی بھی طلبی ہو ئی، عمر پوری ہو چکی تھی اور زندگی کی تمام منزلیں طے ہوچکی تھیں اب صرف موت کا پردہ بیچ سے اٹھنا باقی تھا چنانچہ بیماری شروع ہوئی آپ کے شاگردوں اور عقیدتمندوں کو کچھ شبہ سا ہوا کہ حضرت سفر آخرت کی تیاری میں مصروف ہیں، چنانچہ خادم رسول کی عیادت کو دور دور سے لوگ آنے شروع ہوئے۔

ایک بار حالت صحت میں انس رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت ثابت البنانی سے فرمایا تھا کہ دیکھو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے، اس کو میں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں، جب میرا وقت قریب ہو اور میں اس فانی دنیا کو چھوڑ رہا ہوں اس وقت اس متبرک اور مقدس موئے مبارک کو میری زبان کے نیچے رکھدینا، چنانچہ جب وفات کا وقت آیا تو آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی، اور اس قابل رشک حالت میں رسول کا یہ خادم اپنے خدا اور رسول سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

صلی اللہ علیٰ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

انسانی زندگی پر عقیدۂ آخرت کا اثر

سید اظہر احمد عمری

اس کائنات میں صرف انسان ہی کی ایک ایسی نوع ہے کہ جس کے افراد کے اقوال و افعال، گفتار و کردار کا تعلق صرف ان ہی افراد تک محدود نہیں رہتا بلکہ دیگر ابنائے نوع پر بھی وہ اثر انداز ہوسکتے ہیں، اگر کوئی شخص نیک ہے، مسیحا ہے، دیانتدار اور امانتدار ہے تو اس کی یہ خوبیاں جہاں اسے بناتی سنوارتی ہیں وہاں اوروں کے لئے عمدہ اور بہترین نمونۂ عمل پیش کرتی ہیں کہ ایک صالح اور نیک شخص کی زندگی ایسی ہوتی ہے، اس طرح ایک شخص کی اصلاح اور درستگی دوسروں کی اصلاح کا سبب بن تی ہے اور اسی طرح ایک شخص کا بگاڑ محض اسی کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں کے بگاڑ اور خرابی کا سبب بنتا ہے، ہم تو یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ اس کے حرکات و سکنات بنی نوعِ انسان ہی پر کیا منحصر بلکہ ساری کائنات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال سے سارے عالم کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بھی کرسکتا ہے اور امن و سکون کا گہوارہ بھی بنا سکتا ہے۔

اس کا وجود سلسلۂ کائنات کی ایک ایسی اہم کڑی ہے کہ جس پر مدارِ کائنات ہے، اور اس عالم کے تمام انقلابات کے لئے محور کی حیثیت رکھتا ہے، اسی حقیقت کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ

ترجمہ:- انسانوں کے اعمال بد کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد رونما ہو گیا

انسان کی بے راہ روی

جب تک انسانی افعال پر گرفت نہیں کی جاتی اس کے اعمال کی نگرانی نہیں کی جاتی، اور اس کی بے راہ روی کو روکا نہیں جاتا اس وقت تک وہ اپنی طاقت سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور من مانی کرنے کی سعی کرتا ہے، اس کے جذبات اور خواہشات کا طوفان امن و امان کی ساری عمارتوں کو مسمار کر دیتا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ جب سے انسان موجود ہے اس وقت سے اس کی ان غیر محدود قوتوں کو بالکلیہ آزاد کبھی نہیں چھوڑا گیا، بلکہ کسی نہ کسی حیثیت سے اسے ضرور پابندیوں میں جکڑا گیا، جیسے جیسے تمدن ترقی کرتا گیا اور جس قدر انسان کی مادی قوتیں مظاہرہ کرنے لگیں، یہ قانونی جکڑبندیاں بھی سخت سے سخت ہونے لگیں۔

اب نوعیت اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ انسان کی ہر حرکت پر پابندیاں عائد کی جانے لگی ہیں، اس کی نشست و برخاست، آمد و رفت، خور و نوش، تجارت و زراعت اور حرکت و عمل غرض ہر چیز قانون کے محور پر چکر لگا رہی ہے، اور اس سے ایک انچ ہٹنا بھی جرم شمار کیا جاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ان پابندیوں اور قانونی بندشوں کے باوجود وہ گوہرِ مقصود یعنی امن و سکون کی نعمت کیوں نہیں حاصل ہوتی اور انسان چین اور سکون کے آغوش سے ہمکنار کیوں نہیں ہوتا جدھر دیکھئے سراسیمگی اور خوف و دہشت طاری ہے، کوئی ایسا مقام نظر نہیں آتا جہاں امن و امان اور راحت و آرام کی زندگی آدمی بسر کرسکے کیا یہ متاعِ گراں مایہ فنا ہوچکی ہے؟ کیا یہ گوہرِ نایاب مفقود ہو گیا؟ کیا یہ دولت و نعمت اس عالم کے لئے نہیں [illegible] بلکہ بات یہ ہے کہ امن و امان کی تمام مساعی ناکام ثابت ہو رہی ہیں اس سلسلہ کی ساری جد و جہد بیکار ثابت ہو رہی ہے؟ یا دنیا امن و سکون کی دشمن بن گئی ہے؟ اگر نہیں تو ہمیں غور کرنا چاہئے کہ تمام قوانین خود انسان اپنی فلاح و بہبود کے لئے مرتب کرتا ہے [illegible]؟

قانون شکنی کرتا ہے، کبھی اس میں ترمیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

مادّی قوانین کی بے اثری

امریکہ جیسے مہذب اور متمدن ملک میں جب وہاں کے مفکرین نے شراب کی مضرتوں اور خرابیوں کو پُر زور دلائل سے ثابت کر دیا اور اس کے انسداد کے لئے مختلف تدبیریں سوچی گئیں، عوام کو اس کے مضر اثرات سے آگاہ کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کیا گیا اور "حرمتِ شراب" قانونی دفعات میں شامل کر لی گئی، لیکن اس کے باوجود وہاں کے باشندوں نے اس سے کوئی اثر نہیں لیا، مفکرین کے سارے علمی و اصلاحی دلائل بیکار ہو گئے اور اس طرح ایک مہذب ملک کے باشندوں کے طرزِ عمل نے یہ ثابت کر دیا کہ انسان نہ صرف دشمنِ امن ہے بلکہ دشمنِ جان بھی ہے۔

کیا بات ہے کہ آج یورپ میں اور اس کے اثر سے تمام ممالک میں زناکاری روز افزوں ترقی کرتی جا رہی ہے حالانکہ اس کی ہلاکت آفرینیاں اور تباہ کاریاں روزِ روشن کی طرح واضح اور آشکار ہو چکی ہیں، تہذیب و تمدن کی بیخ و بنیاد اکھیڑنے والی قومیت کو نیست و نابود کرنے والی یہ بیماری کیوں اتنی ترقی کرتی جاتی ہے؟ کیا آج دنیا کے ہر مہذب ملک میں زنا، چوری، دغا، فساد، مکر و فریب اور جعل سازی معیوب اور قانوناً ممنوع نہیں ہے؟ کیا ان خرابیوں کے ختم کرنے کے لئے حکومتیں اپنی پوری مادّی قوتیں صرف نہیں کر رہی ہیں، اور انسان کی ان بداخلاقیوں پر قانون کا پہرہ نہیں لگا دیا گیا؟ پھر کیا بات ہے کہ دنیا جس مقصود کی طالب اور جس مرام کی خواہاں ہے وہ اس سے کوسوں دور ہے، جدھر دیکھئے بے اطمینانی اور بے اعتمادی کا دور دورہ ہے، ساری دنیا اس مصیبت کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنی اپنی جگہ مصروفِ عمل ہے لیکن اس کے علاج سے قاصر ہے، بلکہ عملاً اپنی کمزوری کا اعتراف کر چکی ہے، انسان کی تمام تدابیر اس میدان میں بالکل بیکار اور بے سود ہو کر رہ گئی ہیں اور اس کی بے بسی آخری حد کو پہونچ گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں یہ ساری تدابیر اور علاج مرض کو دفع کرنے کے بجائے اس کو بڑھاتے ہی جا رہے ہیں — گویا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کا مصداق ہے، اس سلسلہ کی تمام جدوجہد کیوں الٹا ہی نتیجہ پیش کرتی ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ دنیا آج تک انسانی قوتوں کا اندازہ نہیں لگا پائی ہے، دنیا ابھی تک اس کی تمام دماغی صلاحیتوں اور عملی قوتوں کا احاطہ نہیں کر سکی ہے، اس نے انسان کو ایک متمدن حیوان سے بڑھ کر نہیں جانا ہے، لہٰذا اس نے یہ سمجھ لیا کہ جس طرح ایک حیوان کے اعمال کو ظاہری بندشوں کے ذریعہ پابند کیا جا سکتا ہے، اسی طرح انسان کے اعمال پر بھی قدغن لگائی جا سکتی ہے اور یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ صرف ظاہری تدابیر کے ذریعہ ہی اس کو بے راہ روی سے ہٹا کر سیدھے راستے پر لگایا جا سکتا ہے حالانکہ اس کے خیالات و افکار پر پہرہ نہیں لگایا جا سکتا، اس کے گوشۂ تنہائی کے کارناموں کو کوئی سی۔ آئی۔ ڈی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اگر مکر و فریب پر تُل جائے تو کوئی قوت نہیں جو اس کی مکاری کو روک سکے، اس کے تمام اعمال پر گرفت ہرگز ممکن نہیں، ہم ڈنکے کی چوٹ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا قانون کی طاقت سے انسان کی بے راہ روی روکنے سے قاصر ہے۔

مذہب کی رہنمائی

حقیقت یہ ہے کہ اس بے بسی اور مجبوری کی حالت میں اگر کوئی رہنمائی کر سکتا ہے تو وہ مذہب ہے، وہ ان بے اعتدالیوں اور ناہمواریوں کا انسداد ہی کیا معنی بالکل قلع قمع کر دیتا ہے، اور ان تمام منافذ کو بالکل بند کر دیتا ہے، جہاں سے یہ سوتے پھوٹ پھوٹ کر نکلتے ہیں وہ انسان کی ساری قوتوں کا صحیح اندازہ لگاتا ہے اور اس کا صحیح مصرف بتاتا ہے اور اس کی تمام اخلاقی بیماریوں کی صحیح تشخیص کرتا ہے اور خود ہی اس کا علاج بھی بتاتا ہے، لیکن دنیا کی بے حسی اور بدبختی ہمیشہ سے دیکھی گئی ہے کہ اس نے اپنی بیماریوں کا صحیح علاج کرنے سے گریز کیا ہے، اس نے اپنے صحیح رہنما پر کبھی اعتماد نہیں کیا، اپنے مصلح، اندیشوں کو بد سگالی ہی تصور کیا، خیر خواہوں کو بدخواہ ہی خیال کیا، یہی نہیں کہ دنیا نے ان محسنوں کی قدر دانی نہیں کی بلکہ ان کے عظیم الشان احسانات و انعامات کا بدلہ بالکل بُرے طریقہ سے دیا، وہ اگر انہیں ہلاکت و بربادی کے مہیب غاروں میں گرنے سے بچانے کے لئے دوڑے ہیں تو ان کے پیروں میں بوجھل بیڑیاں ڈال دی گئیں، وہ آگ میں گرنے والوں کو پکڑنے کے لئے بڑھے ہیں تو ان کے ہاتھ قلم کر دیئے گئے، اگر انھوں نے راستے کی دشواریوں سے باخبر کرنے کے لئے زبان کھولی ہے تو ان کی زبان کاٹ ڈالی گئی۔

یہ دنیا کا قدیم دستور ہے اور آج بھی دنیا اسی رسم کہنہ کو زندہ کئے ہوئے ہے دنیا نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ مذہب اسے کس قسم کا نسخہ دیتا ہے، وہ ان بیماریوں کا اپنے پاس کیا علاج رکھتا ہے، اگر دنیا اس کے تجربہ کردہ نسخہ چسں کرتی تو کبھی بھی ان خطرات و مصائب سے دوچار نہ ہوتی، مذہب انسان کو اتنا محتاط اور ذمہ دار بنا دیتا ہے کہ وہ جرائم کے دلدل میں پھنسنے نہیں پاتا اور راستے کی بھول بھلیاں میں گم نہیں ہوجاتا، اس کا ایک خاص زاویۂ نظر ہے، وہ اپنا ایک خاص نظریۂ حیات رکھتا ہے، اس کے نزدیک ایک مخصوص آئین اور طور وطریق ہے جس پر وہ حیاتِ انسانی کی تعمیر کرتا ہے، وہ زندگی کی گاڑی کے لئے کچھ حدود متعین کرتا ہے جس کے اندر ہی وہ دوڑ سکتی ہے، وہ انسان کو بے لگام گھوڑا نہیں بناتا کہ وہ اپنی منہ زوری دکھلاتا پھرے بلکہ اس کو اتنا ادب اور سلیقہ سکھاتا ہے کہ اس کی ہر ایک حرکت صرف مالک کے اشارہ پر ہوتی ہے۔

عقیدۂ آخرت

لیکن مذہب اتنا غلط بیں اور کوتاہ اندیش نہیں ہے کہ وہ صرف ان ظاہری قیود اور پابندیوں پر اعتماد کرتا ہو بلکہ وہ اپنے ماننے والوں کے اندر ایک خاص قسم کا عقیدہ پیدا کرتا ہے جسے وہ عقیدۂ آخرت کے نام سے موسوم کرتا ہے، اس عقیدہ کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کی زندگی صرف اسی دنیا تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ایک دائمی اور ابدی زندگی حاصل ہونیوالی ہے، جہاں تمام انسانوں کو اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے، جہاں عملِ انسانی کے ذرّے ذرّے کا حساب لیا جائیگا، بھلائی اور برائی کے تولنے کے لئے میزان قائم کیجائے گی وہاں کسی کا حق نہیں مارا جائیگا یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں انسان نے جس قسم کا بیج بویا ہے اسی قسم کا وہاں پھل پائے گا، دنیا کی کوئی طاقت وہاں کے فیصلہ کو رد نہیں کرسکتی، وہاں کسی میں دم مارنے تک کی جرأت نہ ہوگی، اس عالم کے متعلق یہ خیال تک نہیں کیا جا سکتا کہ ظالم اپنے ظلم کے باوجود انعام و اکرام کا مستحق ہوگا، مظلوم اپنی عاجزی و درماندگی کی وجہ سے اپنا حق پانے سے قاصر ہوگا، اور مطیع و فرمانبردار محروم، اور سرکش و نافرماں بہرہ ور ہوں گے۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ۔

(کیا ہم فرمانبرداروں کو گناہگاروں کے برابر کر دیں گے، تمہیں کیا ہوگیا ہے، کیسا برا فیصلہ کرتے ہو)

جہاں کتنے ہی جبابرہ و متمردین سرنگوں اور عاجز نظر آئیں گے اور کتنے ہی ضعیف و ناتواں سربلند و کامراں دکھائی دیں گے، کتنے ہی طواغیت اپنی روسیاہیوں اور بدبختیوں کی وجہ سے تیرہ و تار ہوں گے اور کتنے ہی غمزدہ رنج و محن کے مارے ہوئے اپنی کامیابیوں پر خوش ہونگے، اس دن کتنے ہی کامیاب ناکام اور کتنے ہی بے مراد بامراد ہوں گے، اس تصویر کو قرآن مجید میں مختلف مقامات میں مختلف پیرایوں سے ظاہر کیا ہے۔

دونوں زندگیوں کا فرق

اس دل ہلا دینے والے تصور سے جو زندگی تیار ہوگی اس کے متعلق خیال فرمائیے کہ کیا معصیت وہاں راہ پاسکتی ہے؟ قیامت کا عقیدہ رکھنے والا تاریکی کے گوشوں میں بھی برائی کے خیال سے تھرا اٹھے گا، ایک وہ شخص جو اس تصور کیساتھ زندگی بسر کرتا ہے، اور ایک وہ شخص جو اس خیال سے بالکل ہی خالی ہے دونوں کی روشِ زندگی اور طرزِ حیات پر غور فرمائیے، دونوں کے درمیان کھلا ہوا تضاد ملے گا، دونوں کے سوچنے سمجھنے کے ڈھنگ، حرکت و عمل کے طریقے، غرض ہر چیز ایک دوسرے سے کسی صورت میل نہیں کھائیگی پہلا شخص اپنے آپ کو ہر کام میں بالکل خود مختار خیال کریگا جس پر کوئی حاکم و فرمانبردار نہیں ہے، جس کے اعمال کی بازپرس کرنے والی کوئی ذات موجود نہیں، اگر ظاہری قانون کی پابندیاں ہیں بھی تو ان سے چھپ چھپا کر وہ سب کچھ خلاف ورزی کر سکتا ہے جس کا علم تک کسی کو نہیں ہو سکتا، اگر اس کے پاس قوت و طاقت ہے تو اس کی خواہشات کو روکنے والا کوئی نہیں، اس کی زندگی ایک بے لگام گھوڑے کی سی ہوگی جس کا مقصد اپنا پیٹ بھرنا اور من مانی زندگی بسر کرنا ہے، جس کے پیشِ نظر صرف اس زندگی کے فوائد اور نقصانات ہوں گے اس کے نزدیک اس دنیا سے آگے نہ کوئی عالم ہے اور نہ ہی کوئی حساب کتاب لینے والا، اس کا نمونہ آج کی دنیا کے ہر گوشہ میں مل سکتا ہے۔ ہر طرف ہر شخص خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، عالم ہو یا جاہل، عامی ہو یا خاص الخاص، نفس پرست اور اپنے ہی مفاد کا طالب بنا ہوا ہے۔

اس کے مقابلہ میں دوسرے شخص کی زندگی ایک محتاط زندگی

ہوگی، وہ اپنا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھے گا، اس کے لئے کسی سی آئی۔ ڈی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا یہ عقیدہ خود اسے بے اعتدالیوں سے محفوظ رکھے گا، اس کی ساری تگ و دو اس تصور کے ساتھ ہوگی کہ میرے لئے ایک ضابطۂ حیات ہے اور میری ہر حرکت کا جواب مجھے اپنے مولا کے روبرو دینا ہے، میں اپنے آقا کے حکم کی خلاف ورزی کرکے کسی صورت سے بچ نہیں سکتا، اس کے دل و دماغ پر ہمیشہ یہی تصور چھایا ہوا رہیگا اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ یہ عقیدہ جس قدر غالب رہے گا آدمی اسی قدر اپنے اعمال میں محتاط ہوگا۔ اور یہ بندش جتنی ہی ڈھیلی پڑتی جائے گی اتنا ہی وہ بے لگام ہوتا جائے گا۔

ہمارے روبرو اس قسم کے کثرت سے واقعات موجود ہیں جن کے ذریعہ دونوں زندگیوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے واضح خطوط کھینچ سکتے ہیں، اور اس حقیقت کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جزا و سزا کے تصور سے حیاتِ انسانی میں انقلاب رونما ہوتا ہے۔

دو صحابیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی معاملہ میں اختلاف کرتے ہوئے آتے ہیں۔ آپ نے دلائل و براہین کے تحت ایک کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی چرب زبانی اور زورِ بیان سے مجھ پر غالب آجائے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، لیکن یاد رکھیے میرے فیصلہ سے اس کا حق ثابت نہیں ہوگا، اور اس کے لئے اس مال کا لینا جائز نہ ہوگا، اسے قیامت کے دن دربارِ ایزدی میں اس مال کا جواب دینا ہوگا، اس تقریر کا اثر دونوں پر اتنا ہوا کہ ہر شخص نے مال دوسرے کے حوالے کرنا شروع کر دیا، اور ان میں سے کوئی اس مال کو لینے کے لئے تیار نہ ہوا، بالآخر مال کو تقسیم کرنا پڑا، کیا دنیا کی کوئی عدالت اپنے پاس کوئی ایسی نظیر رکھتی ہے۔

ایک صحابیؓ آپ کے پاس دوڑے ہوئے آتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے، مجھ پر خدا کا حکم نافذ فرمائیے، آپ نے اپنا رخِ مبارک پھیر لیا، انھوں نے دوبارہ روبرو ہو کر عرض کیا پھر بھی آپ نے اپنا روئے انور پھیر لیا، جب صحابیؓ کی جانب سے اصرار ہوا تو آپ نے حقیقتِ حال دریافت فرمائی، انھوں نے کہا یا رسول اللہ ایک عورت جا رہی تھی میں نے سرِ راہ اس کا بوسہ لیا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھی ہے، کہا ہاں۔ ارشاد فرمایا جاؤ اس غلطی کو اللہ تعالےٰ نے نماز کے ذریعہ معاف کر دیا۔

اس قسم کے واقعات کہاں تک ذکر کئے جائیں، اسلامی تاریخ کا ہر صفحہ اس قسم کے زریں واقعات کا آئینہ دار ہے، سنگین سے سنگین سزا کا علم ہوتے ہوئے بھی انھوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور اس دنیوی سزا کو اخروی عذاب کے مقابلہ میں ترجیح دی، کیا دنیا کا کوئی قانون اپنے ماننے والوں میں اس قسم کی جرأت پیدا کر سکتا ہے، کیا اس کے پاس اس قسم کی کوئی نظیر ہے۔

ایک اور واقعہ اس وقت ہم ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتے، جو دنیا کے سارے قانون اور قانون سازی کی ہنسی اڑاتا ہے۔

ایک عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہوئی اور ارتکابِ زنا کا اعتراف کیا، آپ نے سکوت اختیار فرمایا، جب اس عورت کی جانب سے بے حد اصرار ہوا، تو آپ نے ارشاد فرمایا اس وقت جا کیونکہ تو حاملہ ہے وضع حمل کے بعد آنا، نہ کوئی پولیس اس پر قائم کی گئی نہ کوئی ضمانامہ لیا گیا، محض اس کے عقیدہ پر اس کو اجازت دیدی گئی، جب حمل وضع ہوا تو سزا کے شوق میں دربارِ رسالت میں دوبارہ حاضر ہوئی، آپ نے فرمایا جب مدتِ رضاعت ختم ہو آنا، ختم مدت پر حاضرِ خدمتِ نبوی ہوئی اور عرض کرتی ہے یا رسول اللہ اس وقت یہ بچہ روٹی کھانے کے لائق ہو گیا ہے، روٹی کا ٹکڑا کھلا کر بتاتی ہے، اس کے بعد فرمانِ نبوی سے حد جاری کی جاتی ہے۔

وہ کون سا جذبہ تھا جو اسے بار بار کھینچ لاتا تھا، وہ کیسا دل ہلا دینے والا عقیدہ تھا جو اس سنگین سزا کو بھی آسان کر رہا تھا، لیکن دنیا آج اس عقیدہ کی ہنسی اڑاتی ہے، ہائے اس اندھے کا کیا علاج جو بینا پر ہنسے اس مریضِ ناتواں کا کون علاج کرے، جو تندرستوں پر پھبتیاں کسے، ساری بیماریوں اور تباہیوں کا علاج جس نسخہ کے ذریعہ تھا وہ اب قابلِ التفات بھی نہیں رہا۔

یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے، وہ کیا حقیقی سبب ہے جس کی وجہ سے آدمی الٹا سوچنے لگا ہے، کون سی علت ہے جس کی بنا پر ہر طرزِ فکر ہی غلط طریقہ پر پڑ گیا ہے۔

فرض اور اس کا علاج

اس کا واحد سبب جسے ہم نے سمجھا ہے اور جو اپنی جگہ پر ناقابلِ انکار حقیقت ہے

وہ یہ ہے کہ آج انسان کی نگاہوں سے وہ عظیم الشان مقصد اوجھل ہوگیا ہے جس کے لئے اسے خلعتِ ہستی عطا کیا گیا ہے، انسان نے یہ سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ وہ کیوں اس دنیا میں آیا۔ اس کے لئے یہ سارے اسبابِ حیات کیوں فراہم کئے گئے ہیں؟ اس کائنات کی ہر چیز کیوں اس کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہے؟ کیا زندگی صرف ایک حرکت کرنیوالی گاڑی ہے کہ وہ بہرحال بُرے یا بھلے طریقہ پر آگے بڑھتی جائیگی؟ آج کے انسان نے بس یہی سمجھ لیا ہے کہ ہمیں صرف زندگی گذارنی ہے اور اس زندگی گذارنے کے لئے اسباب و وسائل فراہم کرنا ہے، خواہ وہ کسی صورت سے ہو۔

چونکہ سوچنے اور سمجھنے کی سیدھی راہ انسان کی نظر سے اوجھل ہوگئی ہے، اس لئے انسان کا زاویۂ فکر ٹیڑھی ترچھی راہوں پر لگ گیا ہے جس کا نتیجہ وہی نکلا جو لازمی طور پر نکل سکتا تھا۔ اس کی ہر ترقی وبالِ جان بن رہی ہے، وہ بم تیار کر رہا ہے اپنی تباہی کے لئے، وہ نئے نئے اسلحہ جات بنا رہا ہے اپنی ہلاکت کے لئے، وہ زہریلے گیس ایجاد کر رہا ہے خود کو ختم کرنے کے لئے، اس نے نئے نئے مشین گن بنائے ہیں خود اپنے ہی پرخچے اڑانے کے لئے۔

جیسا ہم نے ابھی کہا یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ انسان نے اپنا مقصدِ زندگی فراموش کر دیا ہے۔ مذہب انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری قرار دیتا ہے، اور اس مقصد کی تکمیل عقیدۂ قیامت کے بغیر قطعاً ناممکن ہے۔ عقیدۂ قیامت کو اگر مذہب سے خارج کر دیا جائے تو مذہب ایک "فلسفۂ محض" بنکر رہ جاتا ہے، جس کا عملی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر مذہب کے قانونی حصہ کو برقرار رکھا جائے تو بھی قانون کی وہ روح ختم ہو جائے گی جس کی اساس پر وہ قوموں اور افراد کی تشکیل و تعمیر کا کام انجام دیتا ہے، اور حشر قانون کی وہی دُرگت ہوگی جو دنیا کے اور قانون کی ہو رہی ہے، اور انسان کے اندر وہ خود غرضی نشو و نما پانے لگی ہے جس کی وجہ سے سارا عالم فتنہ و فساد کا آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

قیامت کا عقیدہ اسی خود غرضی کے جذبہ کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکتا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ جب تک اس خود غرضی کا خاتمہ نہ کیا جائے گا اسوقت تک دنیا امن اور چین کا تصور تک نہیں کر سکتی۔ ایک وہ شخص جس کا مقصد اپنے اغراض کا حصول اور اپنے خواہشات کی تکمیل ہو، ایک وہ شخص جس کے ہر کام اور ہر حرکت کی تہہ میں یہ تصور کارفرما ہو کہ مجھے اپنی ہر حرکت و عمل کا جواب دینا ہے، کیا دونوں میں فرق نہیں ہے، ہاں فرق ہے اور بین فرق۔

یہی نہیں کہ عقیدۂ آخرت سے دنیا امن و سکون سے ہم کنار ہوگی بلکہ اس کے ذریعہ حقیقی ترقی کے زینے بھی طے کرتی جائے گی۔ قیامت کے تصور کے بغیر سچی اور حقیقی ترقی قطعاً ناممکن ہے، ہاں ترقی سے وہ معیارِ ترقی مراد لے لیا جائے جس میں انسان اپنے ہی جیسے انسان کی ہلاکت کا سامان فراہم کرنے میں آگے نکل جائے تب بے شک ترقی ہی ترقی ہے۔

آگے بڑھتے ہوئے اس کا بھی جائزہ لے لیا جائے کہ ترقی کے اصول و آئین کس طرح عقیدۂ آخرت سے متعین ہوتے ہیں۔

احساسِ فرضیت

کسی قوم کی ترقی کا سنگِ بنیاد فرضیت کا احساس ہے، اگر کسی فرد یا جماعت نے اپنے فرضِ منصبی کو جانا اور سمندِ عمل کو ایڑ دیا تو سمجھئے کہ ترقی کی راہ پر وہ فرد یا جماعت کارفرما ہوگئی اور اب اس کی راہ میں کوئی ڈھلکی حائل نہیں ہوسکتی، اگر حائل ہو بھی تو اس کے اقدام کو روک نہیں سکتی کیونکہ فرضیت کا احساس آدمی کو کسی کل آرام لینے نہیں دیتا، وہ مجبور ہوتا ہے کہ ہر طور اپنے ذمہ کو ادا کرے۔ طبعی طور پر وہ ان اصول و قوانین کی اتباع کو اپنا لازمۂ حیات قرار دے گا اور اس سے سرِ مو انحراف کرتے ہوئے وہ تھرا اُٹھے گا۔

آدمی کے اندر فرضیت کا احساس اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ اسے یہ کامل یقین ہو کہ اس کے ہر فعل پر کامل نگرانی کی جا رہی ہے اور اس کی تکمیل "امید و بیم" دو تصورات سے ہوتی ہے۔ جہاں وہ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ڈرتا ہو، وہاں قانون کی اتباع کرتے ہوئے اس کے فائدے بخش ثمر کی بھی توقع رکھتا ہو، جُرم کا ارتکاب جس طرح اسے لرزا دیتا ہو اسی طرح نیک کام کرنے پر امید و رجا کی جھلکیاں بھی زندگی بخشی جائیں، اور اس کیساتھ یہ خیال بھی کہ میری ہر حرکت پر جزا و سزا کا ترتب ہوگا خواہ وہ کسی نوعیت کی ہو اور کسی مقام میں کی گئی ہو۔

یہ کیفیت عقیدۂ آخرت کے بغیر کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی،
...یا کے اندر کوئی ایسا ضابطہ ہی نہیں جس کے ذریعہ
...کے ہر فعلِ شنیع پر گرفت کی جائے اور ہر کارِ جمیل پر انعام و
... نوازا جائے اسے ہزارہا ایسے مواقع فراہم ہوتے جائیں گے
...وبیم و امید سے بالکل بے پرواہ ہوگا، صدہا مقامات ایسے
...ں گے جہاں کوئی آنکھ اسے نہ دیکھے گی، جہاں کوئی کان
...رازداریوں کو نہیں سنے گا، جہاں کوئی ہاتھ اس کے اعمال کو
...کر سکے گا، اسی طرح آدمی جہاں اپنا ذاتی مفاد مجروح ہوتا دیکھے
...پ تصور کر سکتے ہیں کہ وہ اس حالت میں بھی قانون کی بندشوں
...ا رہیگا، لیکن عقیدۂ آخرت کے ایوان کی بنیاد ہی بالکل
...ح پر رکھی گئی ہے۔

...ماننے والے

اس کے امید و بیم کا معیار ہی بالکل
الوکھا ہے، اسے اپنے قانون کی اتباع میں
...ی امید و خوف کی قطعاً ضرورت نہیں پڑتی، اس کے دل و
...ذ پہ تصور چھایا ہوا ہوتا ہے کہ مجھے یہ کام کرنا ہے نہ کروں تو مجھ پر
...ہوگی اور اس گرفت سے میں کسی صورت سے بچ نہیں سکتا
...ئی قوت مجھے پناہ نہیں دے سکتی، اور فلاں کام سے مجھے
...ہیئے، اگر دنیا کے کسی گوشہ میں بھی مجھ سے اس کا ارتکاب
...یں گرفت میں آ ہی جاؤں گا اور پھر اس ارتکابِ جرم کا
...ی بھگتنا پڑے گا۔

اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اس عقیدہ کا ماننے والا اگر کوئی کام
تو یہ سمجھ کر نہیں کرے گا کہ اس کام سے اس کی ذاتی منفعت
ہے، یا اگر کسی کام سے رُکے گا تو اس لئے نہیں رُکے گا کہ
...س کی ذات کو مضرت کا خدشہ لاحق ہے، بلکہ اس کا ہر قدم
...فرضیت اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اُٹھے گا۔

...ن کیسا انہماک اور یکسوئی

جنکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ
آدمی کے اندر اپنے اصول و...
...ے ساتھ انہماک پیدا ہو جائے اور اس کی نگاہیں منتشر ہونے کے
...اپنے مقصد پر جم جائیں، اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا
...سے غرض ہر حرکت ایک ہی قانون کے تابع ہو اور اس کی ساری
...ایک ہی سمت پر منحصر ہو جائے۔

مآلِ کار سے بے فکری

ترقی کا ایک اہم اصول فدائیت کا جذبہ ہے، یہ جذبہ جب تک کسی قوم میں تازہ اور زندہ ہے وہ قوم بھی زندہ ہے، اور جوں ہی یہ جذبۂ قربانی کسی قوم سے مفقود ہو گیا اس کا وجود ملی بھی ختم ہو گیا۔ قیامت کا تصور جاں نثاری اور جاں سپاری کا ایک لامتناہی جذبہ دل و دماغ میں بٹھا دیتا ہے، کیونکہ اس کی زندگی کا مقصد اس قانون کی اتباع ہے جس پر وہ ایمان رکھتا ہو اور اسے بہرحال اس قانون کی اتباع کرنی ہے خواہ اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے، اس نے تو آخرت کی کامیابی و فلاح کا سودا اپنی جان تک کے عوض کر لیا ہے۔

اس احساس کی بدولت وہ اپنے ہر کام میں مآلِ کار سے مستغنی ہوگا، اسے یہ سوچنے اور فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی کہ میرے اس کام کا انجام کس صورت میں رونما ہوگا، کیونکہ ناکامی و نامرادی کا تو یہاں گذر ہی نہیں، اسے جس چیز کے سوچنے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ آیا مجھے یہ کام کرنا ہے یا نہیں، اگر کرنا ہے تو وہ جان و مال کی بازی لگا کر بھی اسے کرے گا اور ہر منزل پر وہ اپنی کامیابی ہی کا یقین رکھے گا۔

کسی جنگ میں ایک صحابیؓ آنحضرتؐ سے فرماتے ہیں یا رسول اللہ اگر میں اس جنگ میں مارا جاؤں تو مجھے کیا ملیگا، آپ نے جواب دیا جنت اور خدا کی خوشنودی۔ یہ سنتے ہی صحابیؓ کھاتے ہوئے کھجور کو پھینک کر میدانِ جنگ میں کود پڑتے ہیں، اور جان جاں آفریں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

ایک وہ شخص جو قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اس دنیا میں اپنی زندگی کو منحصر پاتا ہو اس کے اندر یہ جوش و ولولہ نہیں پیدا ہو سکتا کیونکہ وہ زیادہ سے زیادہ اس دنیا سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہیگا اور ظاہری کامیابی کے پورے یقین کے بعد آگے قدم بڑھانے کا اور ساتھ ہی ہر قدم پر یہ سوچے گا کہ اگر میں اپنے اس مقصد میں ناکام ہو جاؤں تو میری یہ ساری جد و جہد رائگاں جائیگی، اس طرح اس کا دل کسی ایک مرکز پر جمع نہیں ہو سکتا، اور کوئی قوت اس کی عملی جد و جہد کو ایک مقصد پر جما نہیں سکتی۔ لیکن یوم آخرت پر عقیدہ رکھنے والے مومن کی ابتدا منزل اور انتہائے منزل دونوں نتیجہ خیز ہیں۔

ع — عشق ہم راہ است و ہم خود منزل است

قوت و عزیمت

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایک مومن کے اندر ایسی قوت و عزیمت پیدا ہو جاتی ہے جو ہزاروں کی فوج کو بھی نصیب نہ ہو سکتی ہو، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ اس تصور سے جس قوم و ملت کے دماغ معمور تھے ان کے پاس عزم و استقلال کے بکثرت واقعاتی نمونے مل سکتے ہیں یہی وہ جوش اور عزم و ہمت تھی جس کی وجہ سے ان کی نگاہوں میں فوج اور سپاہیوں کی بھیڑ مکھیوں اور مچھروں سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی۔

قانون کی کامل اتباع

سب سے بڑھکر یہ کہ اس عقیدہ سے آدمی میں وہ اخلاقی جوہر ابھرتا ہے جس کی وجہ سے وہ ملکوتیت کا حامل بن جاتا ہے کیونکہ اس کی زندگی ایک قانون اور ضابطۂ حیات میں بندھی ہوئی ہوتی ہے جس سے وہ کبھی باہر نہیں نکل سکتا، جس کی وجہ سے دامنِ اخلاق و تہذیب کسی صورت اور کسی وقت میں چھوٹنے نہیں پاتا۔

ہمارے پیش نظر وہ تمام قائدین اور انقلاب انگیز فاتحین بھی ہیں جنہوں نے چشم زدن میں زمین و آسمان کو تہ و بالا کر دیا، ان کا لایا ہوا انقلاب ایک ایسا طوفان تھا جو ملکوں پر آیا اور ساری آبادیوں کو تہیا ناس اور مسمار کرتے ہوئے خس و خاشاک کی طرح بہالے گیا، کیا ہمارے روبرو چنگیز و سکندر کی چیرہ دستیوں اور قہاریوں کی تاریخ نہیں؟ کیا ہمارے سامنے نیپولین اور ہٹلر کے کارنامے نہیں ہیں! کیا انہوں نے اپنی فتوحات کے سلسلہ میں کس اخلاقی خوبی کو روا رکھا؟ آباد و دربار رونق شہروں کو اسطرح ویران کیا گویا وہاں کوئی آبادی تھی ہی نہیں شہروں کو آگ لگائی، عمارتوں کو مسمار کیا، آبادیوں کو اجاڑا اور اپنی فوج کے عیش و آرام اور جذبۂ حیوانی کی تسکین کے لئے ہزاروں دوشیزاؤں کی عصمت کے آبگینے چور چور کئے، غرض اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً جَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً (جب بادشاہ کسی بادی میں داخل ہوتے ہیں تو اسکے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں) کا پورا سماں باندھ دیا۔

یہ سب کچھ کس نے محض اپنی ریاو دھانی اور حکومت قائم کرنے کے لئے دنیا پر اپنا سکہ جاری کرنے کے لئے، ان انقلابات کی پشت پر اس کے علاوہ نہ اور کوئی سبب کارفرما نظر آتا ہے نہ ہی وہ خود بتا سکتے ہیں۔

اس کے مقابل میں اس انقلاب کو پیش نظر رکھیے جو قیامت کے عقیدے کیساتھ وجود میں آتا ہے، وہ کیا تجدید تغیر تھا کہ کب آیا اور گذر گیا اور کسی کو پتہ تک نہیں کہ کیسے آیا اور کیسے گیا۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اس عقیدہ کے ماننے والوں سے کبھی اس قسم کی اخلاقی لغزشیں سرزد ہوئی ہیں؟ کیا اخلاقی اقدار کی اسی طرح پامالی ہوئی ہے؟ کیا کسی زیردست پر معمولی سا ظلم و ستم روا رکھا گیا؟ فارس و روم کے تاج و تخت ان کے زیر نگیں آئے؟ کیا کہیں حدود انسانیت سے تجاوز ہوا، اس کے کسی لیڈر نے اخلاق کی معمولی سے معمولی غلطی تک کو جائز رکھا؟

قیامت کے عقیدہ سے جس لیڈر کا دل و دماغ روشن ہو وہ اپنی فوج کے لئے ایسے احکام صادر فرمائیگا "دیکھو چھوٹے بچوں کو نہ قتل کرو اور نہ کسی بوڑھے اور کسی عورت کو قتل کرو، نہ کسی باغ کو برباد کرو، نہ ہی کسی میوہ دار درخت کو قطع کرو، اور نہ بے ضرورت کسی جانور تک کو ذبح کرو، تمہیں کچھ ایسے زاہدوں سے بھی سابقہ پڑیگا جو دنیا سے الگ تھلگ اپنی عبادات میں مصروف ہوں گے ان سے ہرگز تعرض نہ کرو"

جس کا لیڈر (سیدنا حضرت عمرؓ) خدمتِ خلق میں شب و روز مصروف رہنے کے باوجود اس بات کے لئے روتا ہو کہ "خدائے تعالےٰ اگر میری نیکیوں اور برائیوں کو برابر سرابر کر دے، اگر مجھے جنت میں نہ بھیجے، لیکن دوزخ سے بچالے تو یہ اس کا فضل اور انعام ہو گا"۔

اس قسم کی باتوں کی تعبیر آخرت کے عقیدے کے بغیر مشکل ہے، اس عقیدہ کی بدولت جو قوم بد اخلاق و بدکردار تھی نیک عمل اور صالح بن گئی، جو زانی تھی وہ عفت و پاکبازی کی علمبردار بن گئی، جس کے افراد چور اور لٹیرے تھے لوگوں کے اموال کے محافظ بن گئے، جو فتنہ و فساد اور قتل و غارت کے سرچشمہ تھے، امن و امان کے داعی قرار پائے۔

الغرض ان کے تمام اخلاقی عیوب خوبیوں میں بدل گئے۔

یہ ہے وہ تغیر جو عقیدۂ آخرت سے حیات انسانی میں رونما ہوتا ہے۔

باب الصحت

ہسٹیریا

از: بیگم حکیم محمد عظیم زبیری، امروہہ

نوٹ: —— تجلی جیسے پرچے میں طبی قسم کا مضمون بظاہر بے جوڑ نظر آئے گا، لیکن صحت کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر ہم ناظرین کے لئے اس موضوع کو مفید سمجھتے ہیں، مشاہدہ گواہ ہے کہ جسمانی صحت کے بغیر دین اور دنیا دونوں کے کام صحیح طور سے ادا ہونے سے رہتے ہیں، بلکہ اکثر حالات میں اعصاب اور دماغ اور تخیلات و افکار تک حد سے زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں، چنانچہ اسلامی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے جہاں صحت مند دل و دماغ کی ضرورت ہے وہاں توانا اور چست جسم بھی از بسکہ ضروری ہے۔ افسوس ہم خود اس موضوع میں کورے ہیں۔ اور اس کو مستقل حیثیت دینا اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اس میں درک رکھنے والے حضرات توجہ فرمائیں۔۔۔ بیگم عظیم زبیری صاحبہ ایک کہنہ مشق قلمکار ہونے کے ساتھ ساتھ طب سے بھی گہری دلچسپی رکھتی ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ حتی الوسع پابندی سے کوئی نہ کوئی مضمون اس سلسلہ کا ارسال فرماتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایفائے عہد کی توفیق اور استطاعت عطا فرمائے (ع)

ہسٹیریا (اختناق الرحم)، ایک عصبی مرض NERVOUS DISEASE اگرچہ یہ مرض زیادہ تر لڑکیوں اور عورتوں کو ہی ہوتا ہے، لیکن بقول مشہور اطباء شیخ بوعلی سینا اور امام رازی نوجوان لڑکوں کو بھی اس قسم کے دورے پڑنے لگتے ہیں، بارہ سال سے چالیس سال تک عمر کی عورتیں عموماً اس مرض کی شکار بنتی ہیں خصوصاً وہ عورتیں جن کے والدین مرگی یا مراق، مالیخولیا میں مبتلا ہوں، یا شرابی ہوں، یا آتشک و خنازیر (کنٹھ مالا) ان کو ہو چکی ہو اس مرض میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔

اسباب موروثی اسباب کے علاوہ ماہواری کی خرابیاں عشقیہ قصوں کو سننا اور پڑھنا۔ سینما بینی، شہوانی خیالات کا غلبہ، دماغی محنت کی کثرت۔ عدم اطمینان کی وجہ سے شادی نہ ہونا بھی مرض کے عام اسباب ہیں۔ کمزور اعصاب کے بچے جن کی تربیت [illegible]

لاڈ پیار سے خراب ہو چکے ہوتے ہیں اس مرض میں ضرور مبتلا ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس قسم کی تربیت سے بچے اپنے اوپر ضبط نہ رکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ میری التجا کمزور اعصاب والے بچوں کے والدین سے یہ ہے کہ وہ ان کو شروع ہی سے ماحول کی مطابقت اختیار کرنے کا سبق سکھائیں، اگر سزا کی ضرورت محسوس ہو تو اس کے استعمال میں بھی حیل و حجت نہ کریں۔

متعدی امراض کی طرح یہ مرض دیکھا دیکھی سے بھی ہو جاتا ہے۔ لڑکیوں کے مدرسہ میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر ایک لڑکی میں اختناق الرحم کی علامات ظاہر ہوئیں تو کچھ عرصہ بعد دوسری لڑکیاں بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئیں۔ جن لڑکیوں کی مناسب موقع پر شادی نہیں ہوتی اور وہ زیادہ تر اسی فکر میں منہمک رہتی ہیں اکثر بیشتر ان کا اسے ماخی پہ مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ ضعف رحم [illegible]

مختلف رحمی مرض پیدا ہو کر اور اعضائے ہضم کے ضعیف ہو جانے سے قبض سوء ہضم، نفخ شکم (اپھارہ)، قبض وغیرہ شکایات لاحق ہو کر اختناق الرحم (ہسٹیریا) کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔

علامات علامات مرض کو شدت و خفت کے لحاظ سے دو قسموں میں منقسم کیا جاتا ہے، چنانچہ خفیف حالت میں مریضہ کے بائیں کوکھ میں کسی قدر تکلیف محسوس ہوتی ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیٹ سے ایک گولہ سا اٹھکر اوپر کو جا رہا ہے اور پھر گلے میں جا کر اٹکنے کے خیال سے مریضہ اس کو نیچے اتارنے کی کوشش کرتی ہے اور کسی چیز کو نگلنے کی سی حرکات کرتی ہے، اس کو اپنا دم گھٹتا ہوا سا معلوم ہوتا ہے، دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اور ایک دم وہ چیخ مار کر بے ہوش سی ہو جاتی ہے، جب دورہ میں کمی ہو جاتی ہے تو درد سر تکان وغیرہ محسوس ہونے لگتا ہے اور پیشاب رقیق و بکثرت خارج ہونے لگتا ہے

شدید صورت میں مریضہ دفعتاً چیخ مار کر رونے لگتی ہے یا زور زور سے ہنسنا شروع کرتی ہے، سینہ کوٹتی ہے یا رانوں کو پیٹتی ہے، سر کو پیچھے کی جانب جھکا دیتی ہے اور گلے کو آگے کی جانب ابھارنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ گلے میں جو گولہ اٹکا ہوا سا معلوم ہوتا ہے وہ نکل جائے۔ تمام بدن کو توڑتی مروڑتی ہے۔ جلدی جلدی اٹھتی بیٹھتی ہے، بعض دفعہ سر کے بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، دیواروں سے سر پھوڑنا، تیمارداروں کو کاٹنے کی کوشش کرنا، اول فول بکنا وغیرہ بھی دیکھا گیا ہے، جب دورے کا زور ختم ہو جاتا ہے تو مریضہ ہانپنے اور کانپنے لگتی ہے ہاتھ لگانے سے چونک پڑتی ہے اور خاموش پڑی رہتی ہے آخرکار قہقہہ مار کر ہنس دیتی ہے اور ہوش میں آجاتی ہے، ہوش میں آنے کے بعد پیشاب بکثرت آتا ہے، اگر مرض شدید ہو تو دن میں کئی کئی دورے پڑ جاتے ہیں۔

بعض عورتوں کو تین تین چار چار دن تک مبتلا دیکھا جاتا ہے ایسی حالت میں دوروں کا ایک تسلسل قائم ہو جاتا ہے یعنی ایک دورہ ختم ہونے نہیں پاتا کہ دوسرا شروع ہو جاتا ہے، یہ امر بھی لائق لحاظ ہے کہ یہ تمام علامات سب مریضوں میں یکساں نہیں پائی جاتی ہیں کسی میں کم کسی میں زیادہ ہوتی ہیں اور کسی عورت میں کوئی علامت اور کسی عورت میں کوئی علامت زیادہ نمایاں ہوتی ہے، نیز اس مرض کا دورہ کبھی نیند کی حالت میں شروع نہیں ہوتا

علامات کے لحاظ سے عموماً جہلاء اس مرض کو آسیب خیال کیا کرتے ہیں اور جن بھوت وغیرہ کا سایہ خیال کر کے اس بیماری کے مبتلا مریضوں کی مٹی پلید کرتے ہیں ان کا خیال ہوتا ہے کہ یا تو کوئی پیر صاحب مریضہ کے سر پر آتے ہیں یا کوئی پلید روح مریضہ کے جسم میں گھس گئی ہے یا کوئی روح باہر سے آکر تنگ کرتی رہتی ہے، آج کل تو عموماً سیکڑوں تعلیم یافتہ خوش اعتقاد لوگ بھی اپنی پیاری عورتوں کا علاج تعویذ گنڈوں اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ ہی کرتے ہیں اور دھوکہ باز پنڈتوں اور فریبی بنگالی ملاؤں کے چکر میں پھنسکر اپنی گاڑھی کمائی بھی ضائع کرتے ہیں اور مریضہ کی زندگی بھی خراب کرتے ہیں۔

تعلیم یافتہ ذی شعور خواتین کو چاہیئے کہ وہ تیمارداروں کے دل و دماغ سے ایسے کچے اور لچر خیالات کو دور کر کے مریضہ کا باقاعدہ علاج کرانے کی ترغیب دیں۔

مفید تدابیر دورہ کی حالت میں مریضہ کو ہوا دار مکان میں لٹائیں گلے کی بندش فوراً ڈھیلی کر دیں، سر کے نیچے تکیہ رکھیں غشی کی حالت میں مریضہ کے چہرہ پر سرد پانی کے چھینٹے ماریں۔ یا عرق گلاب یا عرق کیوڑہ چھڑکیں، بازوؤں اور پنڈلیوں کو کس کر باندھ دیں، نوسادر اور چونا ایک ایک چٹکی ایک شیشی میں ڈالیں اور پھر چند قطرے پانی کے ڈال کر شیشی کو مریضہ کی ناک کے سامنے رکھیں یا ہینگ سنگھائیں یا گندھک اور گوگل آگ پر ڈال کر اس کا دھواں ناک میں پہنچائیں، مریضہ کے کان سے منہ لگا کر خوب زور زور سے چلائیں۔ ان تدابیر سے مریضہ کو جلد ہوش آجاتا ہے زیادہ محبت کرنیوالوں یا زیادہ ترس کھانیوالوں کو مریضہ کے پاس نہ رہنے دینا چاہیئے۔

دورہ دور ہونے کے بعد ہسٹیریا کا مستقل علاج اس کے اسباب کے مطابق ہی ہونا ضروری ہے۔ جو اطباء حسب مرض کا لحاظ کئے بغیر ہی علاج شروع کر دیتے ہیں اور ایک ہی دوا ہر مریضہ پر بھگاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے، اسی سلسلے میں بتانے لکھے گئے صرف مفید تدابیر پیش کر رہی ہوں۔

اس ضمن میں تیمارداروں کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ مریضہ کی صحت عامہ پر توجہ کریں۔ صحت عامہ کے اصولوں میں ورزش، تازہ ہوا۔ اچھی خوراک اور مکمل آرام وسکون شامل ہے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ مریضہ کی آب وہوا بدل دی جائے اور اس کے گھر کے ماحول سے نکال کر الگ پر فضا جگہ میں رکھا جائے اگر مریضہ کی عمر شادی کے قابل ہے تو اس کی شادی کر دینا اس کا بہترین علاج ہے، اگر جوان ہے شادی ہو چکی ہے تو بھی گھبرانا نہیں چاہیئے۔ شادی سے دو تین سال گذرنے کے بعد یہ مرض خود بخود جاتا رہے گا، بچہ کی پیدائش کے بعد دورے بند ہو جاتے ہیں بشرطیکہ خونِ نفاس خوب ہی کھل کر خارج ہو جائے اگر ماہواری کے رک جانے یا اور کسی خرابی کے باعث دورے پڑتے ہوں تو اوّل ماہواری کی خرابیوں کو دور کرنا چاہیئے، اگر ورمِ رحم ہو تو اوّل اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اگر ہضم خراب ہو تو اوّل اس کی اصلاح ضروری ہے۔ اگر مسہل کی ضرورت ہو تو دست آور دوا دو یہ استعمال کرا کے معدہ اور آنتوں کو صاف کر لینا چاہیئے۔

اگر مریضہ حاملہ ہو تو اس کو نہ مسہل دیں۔ نہ کوئی محرک دوا کھلائیں۔ اور نہ کوئی دوا دایہ کے ذریعہ استعمال کرائیں، دورے کے وقت تو مناسب تدابیر سے کام لیں بعد کو مصطگی رومی ایک ماشہ باریک پیس کر گلقند دو تولہ میں ملا کر روزانہ کھلا دیا کریں، اگر وضع حمل میں ڈیڑھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو تو پندرہ بیس دن کھلا کر ترک کر دیں ورنہ وضع حمل تک یہ دوا جاری رکھیں۔

انجامِ مرض جس کو یہ مرض ہو جائے تو پھر اس کا بمشکل پیچھا چھوڑتا ہے، البتہ اگر مریض تعویذ گنڈوں کے چکر میں نہ پڑے اور حسب ہدایت ومنشاء معالج مستقل مزاجی سے دوا استعمال کرے اور معالج بھی صحیح تشخیص کر کے ازالہ مرض کی طرف متوجہ ہو تو پھر مریضہ کا صحت یاب ہو جانا کچھ مشکل نہیں۔

غذا لوکی۔ توری۔ ٹنڈے۔ شلغم۔ پرول۔ چقندر۔ پالک ساگ۔ خرفہ۔ گوشت فور۔ بکری کا گوشت سبزی شامل کر کے استعمال کر سکتے ہیں۔ ۔۔۔۔ ساگودانہ۔ دلیہ۔ حلا ئیم کھچڑی بھی کھا سکتے ہیں۔

دالوں میں۔ مونگ کی دال، دلی بھوئی اور ارہر کی دال مفید ہے۔ گھی۔ دودھ۔ مکھن۔ بالائی۔ آم۔ امرود۔ انگور، سیب سنترہ۔ انار اور موسمی کا استعمال بھی فائدہ مند ہے۔

پرہیز بیگن۔ اروی۔ ماش کی دال۔ مسور کی دال۔ بھنڈی گائے بھینس کا گوشت۔ چاء۔ تیل۔ ترشی۔ انڈا۔ مچھلی اچار۔ لال مرچ۔ لہسن۔ پیاز۔ اور گرم مصالحہ استعمال نہ کریں۔

اگر ان میں سے کسی چیز کے کھانے کی مجبوری لاحق ہو تو بہت کمی کے ساتھ کھائی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں سینما کے مخرب اخلاق اور نیم عریاں فلموں کو نہ دیکھیں۔ عشقیہ ناول نہ پڑھیں۔ زیادہ دماغی محنت سے بچیں۔ عیش وعشرت کی زندگی کو چھوڑ دیں۔ غیض و غضب اور تفکرات سے اپنے کو بچائیں۔

ضروری نوٹ ایک بات یاد سمجھ لیجئے کہ "ہسٹیریا" کے دورے مرگی اور دیگر امراض نظام عصبی سے کسی نہ کسی حد تک مشابہت رکھتے ہیں، اس لئے مغالطہ سے بچنے کے لئے یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ مریضہ کا معمولی سی بات پر رو دینا، یا ہنسنا، خوفناک خوابوں کا دکھائی دینا، ڈراونی شکلوں کا نظر آنا۔ یا مختلف آوازوں کا سننا۔ پیٹ سے گولا سا اٹھنا اور گلے میں پہونچ کر اٹک جانا، بھوک کا زائل ہو جانا ہسٹیریا کی مخصوص علامات ہیں، اگر مریضہ بالکل بیہوش ہو جاتی ہو۔ منہ سے کف نکلتا ہو، زبان باہر نکل آتی ہو۔ سانس خراٹے سے چلتا ہو۔ آنکھوں کی پتلیاں اوپر کی طرف چڑھ جاتی ہوں تو سمجھ لینا چاہئیے کہ مرگی کا مرض ہے ہسٹیریا کے مرض میں نہ تو منہ سے کف جاری ہوتا ہے اور نہ وہ مکمل بیہوش ہوتی ہے بلکہ عالم بیہوشی میں جو کچھ اس سے کہا جاتا ہے وہ بعینہٖ پورا ہوش آنے پر دہرا سکتی ہے۔

نقد و تبصرہ — کھرے کھوٹے — مستقل عنوان

اردو عربی ڈکشنری

مؤلفہ: ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی:۔ ناشر:۔ صغیر احمد و محسن اختر۔ دار العلوم ندوۃ العلماء، بادشاہ باغ لکھنؤ۔ صفحات ۔۔۔ ناول سائز۔ کاغذ چکنا سفید۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ جلد پر صوفیانہ گرد پوش۔ قیمت چھ روپے۔

استاد محترم جناب مولانا عبد الحفیظ صاحب کا اسم گرامی انکے شاہکار "مصباح اللغات" سے اہل علم کے حلقہ میں کافی مقبول ہو چکا ہے بلاشبہ "مصباح اللغات" جیسی ضخیم اور مفید و وقیع لغت کی تالیف مؤلف کے نام کو حیات جاوید عطا کرنے کے لئے کسی حد تک کافی ہے۔ خیال تھا کہ شاید کارنامہ کسی وقتی جذبے اور ہنگامی حالات کا نتیجہ ہو لیکن زیر تبصرہ لغت کو دیکھنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ فن لغت سے مؤلف کو ایک گہرا فطری شغف ہے اور اس باب کی تمام کوششیں کسی فوری تحریک کے بجائے ایک مستقل اور طبعی رجحان کا نتیجہ ہیں۔ جس کے باعث ان کی کاوشوں اور محنتوں میں ایک طرح کا خدا داد حسن، گیرائی اور افادیت پائی جاتی ہے۔

کتاب کے شروع میں جناب مولانا ابو الحسن علی (ندوی) کا مختصر سا پیش لفظ ہے جس میں آپ نے اشارۃً بتلایا ہے کہ عربی سے اردو یا اردو سے عربی ترجمہ کرنیوالوں کے لئے پیش نظر لغت کتنی ضروری ہے۔ پیش لفظ کے بعد دو صفحوں میں مؤلف نے "عرض مصنف" کا فریضہ پورا کیا ہے اور اس کے بعد مذکر و مؤنث کے بعض احکام بیان کئے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ فن لغت اور صرف و نحو علیحدہ فنون ہیں۔ لیکن ترجمہ کرنے والوں کی آسانی کے لئے بعض ضروری فوائد، نحوی اصولوں کا مختصر بیان بے جوڑ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اس سے کتاب کی افادیت میں بہا اضافہ ہوا ہے۔

ترتیب و تسوید نہایت عام فہم اور سادہ ہے جس سے کسی بھی ناظر کو اپنا مطلوبہ لفظ مع ترجمہ کے بآسانی مل جاتا ہے۔ مثلاً آپ کو دیکھنا ہے "گستاخ" کو عربی میں کیا کہتے ہیں۔ ذرا "گ" کی تختی نکالیے۔ ایک کالم میں گستاخ، دوسرے کالم میں اس کا ترجمہ "ماجن" اور تیسرے کالم میں اس کی جمع "مُجّان" مل جائیگی۔ الفاظ کے ساتھ جمع کا لکھ دینا مترجمین کے لئے بہت سہولت بخش ہے۔

کتاب اگرچہ اپنے موضوع پر بہت زیادہ بسیط نہیں اور لغت کا دفتر بے پایاں فی الحقیقت کسی ضخیم سے ضخیم مجلد میں سمویا بھی نہیں جا سکتا تاہم مؤلف نے ضروری اور عام متداول اردو الفاظ کی جمع و تلاش میں کافی دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔ بیشمار ایسے الفاظ کتاب میں ملتے ہیں جو موجودہ زمانہ کی لسانی ضروریات کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً "گزٹ" — غَزَتَۃ "گرہ کٹ" — طَرّار "گلوبند" — ملفاع "گملہ" — اصیص "گورنر" — والی "گول کیپر" — حارس وغیرہم۔

مؤلف نے اپنے "افتتاحیہ" میں "النفائس" اور "فیروز اللغات" کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں "اردو عربی ڈکشنری" ترجمہ و تقریر کی ضروریات کو جس حسن و خوبی سے پوری کر سکتی ہے اسکا عشر عشیر بھی مذکورہ دونوں لغتوں میں نہیں پایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے اور کتاب کو اتنا مقبول بنائے کہ مؤلف کی ہمت اس فن بسیط میں مزید کاوش و جدوجہد پر مائل ہو۔

ہماری دنیا حصہ سوئم

تالیف جناب فضل حسین ایم۔ اے ایل۔ ٹی۔ ناشر:۔ مکتبہ جماعت اسلامی رامپور۔ یو۔ پی۔ صفحات ۔۔۔ کاغذ سفید، لکھائی چھپائی معمولی قیمت ۔۔۔

کسی قوم کی تہذیب کلچر، مادی ترقی، روحانی ارتقاء اور دنیا کے لئے صحیح تعلیم جس قدر ضروری ہے محتاجِ بیان نہیں پھر تعلیم میں بھی سب سے زیادہ اہم وہ ابتدائی تعلیم ہے جو بظاہر تو معمولی سیدھے سادے مضامین اور کہانیوں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن وہ در حقیقت مستقبل کے عظیم ایوانِ علم کی بنیادی تعمیر ہوتی ہے اور اسی کے زور و قوت پر ایوانِ علم کے استحکام کا مدار ہے۔ جماعتِ اسلامی ایک طرف اخبارات و رسائل کے ذریعہ اسلامی اصول اور اطاعتِ ربانی کی دعوت مستقل مزاجی اور علمی سنجیدگی کیساتھ دئیے جا رہی ہے تو دوسری طرف تعلیمی ضروریات پر بھی اسکی توجہات خاص طور پر مبذول ہیں چنانچہ اس کی طرف سے اب تک بہت سی کتابیں آجکل کے ضروری موضوعات پر بچوں کے لئے شائع ہو چکی ہیں۔ غالباً "ہماری دنیا" کے حصہ اول و دوم پر ہم پچھلے کسی شمارے میں ہم تبصرہ کر چکے ہیں، اب یہ تیسرا حصہ چھپ کر آیا ہے۔ جغرافیہ کا موضوع ہمیشہ سے ایک خشک موضوع سمجھا جاتا رہا ہے۔ پھر اردو میں جن لوگوں نے اس موضوع کی کتابیں مرتب کیں انھوں نے اس کی "خشکی" کو ایک ناقابلِ علاج مرض یا ایک "جزو لازم" سمجھکر قابلِ توجہ ہی نہ سمجھا نتیجہ یہ کہ جغرافیہ جیسے اہم مضمون کے حصول میں بچوں کو اپنی طفلانہ فطرت سے جنگ کرتے ہوئے نہایت چٹیل اور بے آب و گیاہ راستوں سے گذرنا پڑتا ہے، اور جتنا کچھ وہ اپنے حافظے اور کوشش کی مدد سے حاصل کرتے ہیں وہ ان کے ایوانِ دماغ میں ایک ناخواندہ مہمان کی حیثیت سے قیام پذیر ہوتا ہے جس سے ان کی افتادِ طبع اور جبلت کو کوئی انس نہیں ہوتا۔

اس کے برخلاف جماعتِ اسلامی کی طرف سے ابتدائی تعلیم کی جتنی کتابیں پیش کی جا رہی ہیں ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ سبق بچوں کے گلے میں کڑوا گھونٹ بن کر نہ اترے بلکہ مٹھائی کیطرح وہ اسے کھائیں اور اس طرح خشک تر مضامین ان کی فطرت میں رچ بس جائیں۔ اسی کے ساتھ ایک اہم ترین اور مفید ترین خصوصیت ان کتابوں کی یہ ہے کہ پڑھنے والوں کے رجحانات اور تخیلات کو یہ موجودہ مادہ پرستانہ نظریات کے رعب اور خدا ناشناس علم و سائنس کے اثرات سے بچا کر خدائے وحدہٗ لاشریک کی حاکمیتِ مطلقہ اور اسلام کے بنیادی اہم ترین و ہمہ گیر اصولوں کی طرف لے جاتی ہیں غیر شعوری طور پر ان کے پڑھنے والے اسلامی اندازِ فکر پر مائل ہو جاتے ہیں۔ اور یہی اسلوب اگر ان کی آئندہ تعلیم میں بھی قائم رہے تو یقیناً ان کا ایمان و اذعان بھی دورِ حاضر کے سحر انگیز کرشموں اور علم و سائنس کے گمراہ کن شعبدوں کے آگے نہیں ڈگمگائے گا۔

ہماری دنیا (حصہ سوئم) میں نہ صرف یہ کہ جغرافیہ اور طبعیات کو نہایت ہی دلچسپ اور مزیدار پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے بلکہ مختلف اقوام و ممالک کے تہذیب، تمدن اور رہن سہن پر بھی مختصر روشنی ڈالی ہے۔ موسموں اور فصلوں کے متعلق بھی مفید معلومات دی ہیں علمی و فنی مباحث پر بھی عام فہم بحث کی ہے، جغرافیہ کی تدوین اور طبعی انکشافات میں عربوں کی خدمات کا بھی ذکر کیا ہے، بہت سے نقشے اور تصویریں بھی دی ہیں۔ جنمیں سے بعض بلاک سے تیار شدہ ہیں۔

ہم پورے زور کے ساتھ مسلمان بھائیوں سے اپنے بچوں کے لئے اس کے اور اس جیسی دوسری کتب کے انتخاب کی سفارش کریں گے اور جن بچوں کو ابتدائی اسکول میں نام نہاد سیکولر کورس کے ذریعہ سنسکرتی ذہنیت اور ہندوانہ آئیڈیالوجی کے سانچے میں ڈھالا جا رہا ہے ان کے ماں باپ کو لازم ہے کہ ساتھ ساتھ وہ ان کتابوں کو بھی بچوں کے خانگی مطالعہ میں رکھیں، کم سے کم اتنا تو ہوگا کہ گمراہی کے جو جراثیم ایک طرف سے آ رہے ہیں، دوسری طرف سے ان کی موت کا انجکشن بھی لگتا رہے گا۔

باالترتیب اور متوازن کتابوں کی فراہمی کے لئے شائقین درسگاہِ جماعتِ اسلامی رامپور کے ناظم صاحب سے خط و کتابت کریں۔ جماعت کے پاس مخصوص جغرافیہ ہی کی نہیں بلکہ ابتدائی تعلیم کے تمام موضوعات کے لئے ایسی بہترین کتابیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک میں دین و دنیا کا پورا توازن قائم رکھنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

آسان ریاضی حصہ سوم

مؤلفہ۔ جناب شوکت علی بی۔ اے۔ ایل۔ ٹی۔ ناشر۔ مکتبہ جماعتِ اسلامی۔ رامپور۔ یو۔ پی۔ صفحات ۱۲۲۔ قیمت ۱۲/۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، یہ کتاب حساب سکھانے والی ہے۔ جن خصوصیات کا "ہماری دنیا" کے تبصرہ میں ذکر کیا گیا وہ اسمیں بھی موجود ہیں سوالات بھی اور طوطا مینا کے خوامخواہ قصوں کے بجائے

اس کے اسباق میں مطالبے کے دماغی ماحول کو اسلامی فضا سے ہم آہنگ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً:-

"محمود نے عیدالفطر کے دن فطرہ کا گیہوں آٹھ آٹھ
چھٹانک کے حساب سے ۲۵ ناداروں کو دیا
بتاؤ اس نے کُل کتنا گیہوں بانٹا ؟"

یا مثلاً :-

"اگر فرحت ایک منٹ میں ایک آیت پڑھے
تو پوری سورۂ بقرہ جسمیں ۲۸۶ آیتیں ہیں کتنے منٹ
میں پڑھ لیگا"

مشق کے یہ سوالات دیگر کتب متداولہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہاں "عیدالفطر" اور "فطرے" اور "سورۂ بقر" اور آیات کی تعداد وغیرہ کی جگہ یا تو ایسی خرافات ملیں گی جنکا تعلق ذہنیت سازی اور کسی آئیڈیالوجی سے نہیں۔ اور جنہیں لکھنے والے نے کسی خاص نظریہ کے تحت منتخب نہیں کیا۔ یا ایسی "مشغلات" ملیں گی جنھیں آج کے سیکولر نصابوں کے منتخب مؤلفین نے اپنے دھرم اور تہذیب و کلچر کی تعلیم و ترغیب کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اس کے برعکس مذکورہ مشقی سوالات مسلمان بچے کو بغیر کسی مستقل سعی و کاوش کے حسابی قاعدے کے علاوہ بھی کئی اہم باتیں سکھانیوالے ہیں۔

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ساری کتاب میں مسائل و حِکَم ہی کا تذکرہ ہے۔ مؤلف نے دورِ حاضر کی عام ضروریات کا بھی قدم بہ قدم خیال رکھا ہے اور اس کا پڑھنے والا دیگر متداول کتب کے پڑھنے والوں سے "کلر کی خصوصیات" میں بھی انشاء اللہ پیچھے نہیں رہیگا۔

صبح نو مرتبہ۔ طالب حجازی۔ شائع کردہ:۔ مکتبہ حلقۂ ادب اسلامی۔ حافظ آباد۔ صفحات ۳۲۔ قیمت ۵۰

یہ کتابچہ چند منظومات اور چند نثر پاروں پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر یہ اس لائق نہ تھا کہ یہ زیرِ تبصرہ آتا۔ لیکن اس کا سرا چونکہ اسلامی ادب سے ملتا ہے اور مؤلف نے پیشانی پر یہ شعر دیکر:-

ہم نے افکار کی رفتار کا رخ موڑ دیا
ہم نے تحریر کے اسلوب بدل ڈالے ہیں

اسے "اسلامی ادب" کی نمائندگی کے مقام پر کھڑا کرنا چاہا ہے، اس لئے ہمیں کچھ مختصراً عرض کرنا ضروری ہوا۔

"اسلامی ادب" اس وقت جن نازک منزلوں میں ہے اس کے پیش نظر اس میدان کے مجاہدوں کو بڑی ہی احتیاط اور بالغ نظری لازم ہے۔ غیر محتاط کوششیں اور سطحیات بڑے بڑے مفاسد پیدا کرتی ہیں۔ چنانچہ ہم پورے خلوص کے ساتھ عرض کریں گے کہ "صبح نو" ایک ایسی نامبارک سعی ہے جو اسلامی ادب کے مخالفین کو ہنسنے اور طنز کرنے کا موقع دیگی۔

بتیس صفحے اور اس میں پندرہ سولہ پر نثر۔ گویا منظومات صرف سولہ صفحے پر۔ پھر انتخاب اتنا غیر معیاری کہ تقریباً کوئی بھی واضح تناقض سے پاک نظر نہیں آتی۔ چند مثالیں۔

رہنمایانِ وطن سے پوچھئے جمہور ہیں
وعدۂ ایفائی میں ہرلے مہرباں کیوں قیل و قال (ارشد بیابانی)

"وعدہ ایفائی" کے جھول سے قطع نظر کر لیجئے تب بھی اس بدترین "تعقید" کو کیا کہیں جو "پوچھتے جمہور ہیں" میں پائی جاتی ہے۔

کبھی خلوت کدہ اپنا بھی رشکِ شبستاں ہوگا (جاوید)

"گلستاں" کو تو بسکونِ لام اور بکسرِ لام دونوں طرح مستعمل دیکھا۔ لیکن "شبستاں" کو بسکونِ با کہیں نہیں دیکھا۔

باطل کا لگوں پھر تو علم کرتے رہیں گے ! (جاوید)

تعقید کی یہ انتہائی بھونڈی مثال ہے۔

موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر
دوستو پھر مسکرانا زندگی (فیروز فتح آبادی)

"پھر" کا کوئی محل ہی نہیں۔

سحر کے نور سے روشن ہوئی نگاہ و جہاں
سیاہ بختی کی معدوم رات ہو کے رہی (حیرت جلال پوری)

"معدوم رات ہو کے رہی" تعقید ہے۔ مضاف مضاف الیہ کے درمیان دیوار کھڑی کرنا نحو کا عیبِ جلی ہے۔

گیا وہ دور کہ ساقی تھا ہم سے بیگانہ
کریم نواز نگہِ التفات ہو کے رہی (//)

دوسرا مصرع بحر سے خارج ہے۔ بہت غور کیا کہ شاید کتابت کی غلطی ہو لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ شاعر نے کون سا لفظ لکھا ہوگا۔

ئی اس سے مری داستانِ عشق
یا رنگِ محبت خراب تھا (؟)

"حالِ محبت" کو "حالِ رنگِ محبت" کہہ کر شاعر نے اپنی بے
سے بے ذوقی کا ثبوت دیا ہے۔ "رنگ" یہاں بالکل مہمل ہو

ن سے بے قابو ہوئے
بے بس ہے انجانا (سعید صابر)

گیت نگار کا اگر یہ خیال ہے کہ فلمی گیتوں کی بے بحری
ی ادب" میں بھی جائز ہو گی تو یقیناً غلط ہے۔ مصرع یوں
ہیئے تھا۔

ن سے بے قابو ہوئے ۔ ے اثرہ بے بس انجانا
بانا بجائے خود قابلِ نظر ہے۔

ٹکتا سا خار ہیں ہم لوگ (ضیغم البعاکری)

"سا" کا محل نہیں۔ اس سے شئی کا ہلکا پن ظاہر کرنا مقصود
ہے۔ حالانکہ یہاں خار کی نشتریت اور چبھن کو ابھارنے کا
ہے۔

دن اور صدقے میں جاؤں
ہو جب سونے کو سے پیمبر (فیروز فتح آبادی)

پہلا مصرعہ ایسا ہے جیسے کوئی انگریز "صدقے جاؤں" کا
سُن کر اسے بہ جبر اپنی تحریر میں سمو کرنے کی کوشش کرے
غیر تشدید کے پنجابیوں کو بولتے تو سُنا ہے لیکن تحریر میں
ش غلطی چلیگی۔ یہ معلوم نہ تھا۔

کے کام آنا زندگی راہِ حق میں جان دینا زندگی (فیروز فتح آبادی)
حیرت ہے شاعر قافیہ کے حدود نہیں جانتا "آنا" اور "دینا"
یہ نہیں۔

دیدۂ گریاں ہے اب روتے لہو رہنا۔ (زعفران)
"لہو روتے رہنا" کو "روتے لہو رہنا" کوئی صاحب
کہہ نہیں سکتا۔ تعقید اور پھر ایسی کہ نکل کے دو ٹکڑے کرکے
ن میں اسم رکھدیا!

ابا ہوئے تجھے خوبی کردار سے روشن
ام عذر لنگ ہے اور حیلہ جو رہنا (زعفران)
بہت مشہور عیب ہے جس سے صرف مبتدی شعرا ہی

داغدار ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں "روشن" کا استعارہ کبھی شخصیات کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا۔ باپ دادا کے کارنامے، صداقتیں، نظریے وغیرہ روشن کہے جا سکتے ہیں۔ خود باپ دادا کو روشن کہنا زبان ناشناسی کی دلیل ہے۔

وزارت خارجہ پر غیر مسلم کیوں مسلط ہے
خباثت کفر کی کرتی ہے کیوں برگ بر پیدا (اختر)

"وزارتِ خارجہ" بغیر کسرۂ اضافت کے پرائمری کے سوا کہیں نہیں بولا جا سکتا۔ "خباثت" کا لفظ یہاں کسی مغلوب الغضب مولانا کی طوفانی تقریر کا انداز پیدا کر رہا ہے۔ اگر یہ بھی اسلامی شاعری ہے تو اسلامی شاعری کو سو سلام۔

ان مثالوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ "صبح نو" کے منظومات کا ادبی اور علمی پایہ کیا ہوگا۔ ہم انتہائی عاجزی ادب اور خلوص سے اپنے اسلامی ادب پسندوں سے گذارش کریں گے کہ شوقِ خدمت اور جذبۂ کارکردگی میں عقل و بصیرت سے دور نہ ہو جایئے۔ "اسلامی ادب" کا نازک پودا ابھی نوعمر ہے۔ آندھیوں کی اوس ہے۔ ژالہ باریوں کا نشانہ ہے۔ اس کی آبیاری میں زہریلا اور ناصاف پانی استعمال نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلام بالعموم اپنوں ہی کے ہاتھوں بدنام ہوا ہے۔ کہیں "اسلامی ادب" کو بھی یہی حادثہ پیش نہ آجائے۔

معیار کا تنقید نمبر

صفحات ۱۷۶ قیمت ۸؎ سالانہ قیمت پانچ روپے
پتہ:- دفتر ماہنامہ معیار۔ خندق اسٹریٹ میرٹھ۔ یو۔ پی۔

انہیں صفحات میں ناظرین کی نظروں سے معیار پر تبصرہ گذرا ہوگا ادارہ معیار نے ادب کی گمراہ کن بے راہ روی کے خلاف جس عزم و ہمت کیساتھ اپنا کام شروع کیا تھا اس پر آج بھی وہ پامردی سے جما ہوا ہے۔

تنقید نمبر میں پُر مغز علمی مقالات کے ذریعہ تنقید کے تمام گوشوں کو اُجاگر کرتے ہوئے ادب کی تمام معروف اقسام پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ لکھنے والوں میں اچھے اچھے قلمکار شامل ہیں۔ کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی ادب کی نوزائیدہ تحریک کو سنجیدہ اور ٹھوس شکل دینے کے لئے صرف افسانوی اور شاعرانہ جدوجہد کافی نہیں۔ بلکہ علم و استدلال کے جوہر بھی دکھلانے پڑیں گے۔ خصوصاً ترقی پسند ادب کے علمبرداروں کے مقابلہ میں ٹھوس مقالوں کی شدید ضرورت ہے [illegible]

اور خدا کے فضل سے تنقید نمبر سے اس ضرورت کو کافی حد تک پورا کیا ہے۔ جو لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اسلامی ادب کے نعرے کا صحیح مطلب کیا ہے۔ اس کے محرکین نے ادب کی تقسیم کس زاویۂ نظر سے کی ہے ترقی پسند ادب۔ سیاسی ادب۔ رجعت پسند ادب۔ جنسی ادب۔ اور ادب برائے ادب وغیرہ کے بالمقابل اسلامی ادب کا کیا مفہوم۔ کیا حیثیت اور کیا مقصد ہے۔ تنقید کسے کہتے ہیں اور کس حد تک اس سے تعمیر یا تخریب کا کام لیا جا سکتا ہے۔ یہ سب جاننے کیلئے تنقید نمبر کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

مجموعی طور پر اسے ایک کارنامہ سمجھتے ہوئے ہم ادارۂ معیار کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور آئندہ اس سے بہتر اور برتر کی امید رکھتے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ علمی ثقاہت و متانت کے ساتھ حسن و کشش کا بھی کچھ نہ کچھ لحاظ ضرور رکھنا چاہیئے۔ تمام رسالے میں ایک بھی نظم و غزل نہیں۔ ایک بھی افسانہ نہیں۔ تمام مضامین بے حد خشک ہیں۔ جو حقائق عوامی اصلاح، عوامی تعمیر اور عوامی خدمت کے جذبے سے پیش کئے گئے ہوں ان میں بطور حکمت و مصلحت اتنی شیرینی اور گداز ضرور ہونا چاہیئے کہ ناظرین کے گلے میں کڑوی گولی بن کر نہ اٹک جائیں۔ تنقید نمبر کے اکثر مقالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ مقالہ نگار نے مافی الضمیر کو پیچیدہ انداز نگارش میں اس طرح الجھا دیا ہے کہ قاری ہر ہر جملہ پر اٹکتا ہے اور وہ محویت و بے ساختگی ختم ہو جاتی ہے جو کسی تحریر کی بے لاگ قبولیت و پذیرائی کے لئے لازم ہے۔ مانا کہ تنقید کا موضوع ایک خصوصی علمی موضوع ہے۔ جس میں علمی اصطلاحات اور منطقی طرز بیان سے کام لینا ہی پڑے گا۔ لیکن اسلام پسند ادیبوں کے سامنے آج ہی کے ادیبوں میں ایسی مثالیں نایاب نہیں ہیں کہ خشک سے خشک علمی موضوع پر ان کی تحریر اتنی عام فہم اور سلیس جاذب ہوتی ہے کہ قاری کو اس کے سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی:

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ :- احمد نور صاحب فیملی لائن۔ جیکب آباد (سندھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام | مؤلفہ۔ جناب ابو سلیم محمد عبد الحی مدیر الحسنات۔ صفحات ۱۲۸۔ قیمت ۱۲؍

خوبصورت رنگین ٹائٹل۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ الحسنات رامپور (یو۔پی) فاضل مؤلف نے مسلمان بچوں اور طالب علموں کے لئے بہت سی مفید و دینی کتابیں تالیف کی ہیں۔ جن میں سے حالات انبیاء مستقل سلسلہ کی حیثیت سے ان کے زیر تالیف ہیں۔ چنانچہ "حضرت موسیٰ" اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے۔ اس میں اچھے صحیح ترین روایات و دلائل کے سہارے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت حق کی تفصیل، ان کے حالات و کوائف اور دیگر متعلقہ تفصیل کو نہایت سلاست و خوبصورتی کیساتھ بیان کیا ہے اس کتاب سے پڑھنے والے کو نہ صرف صحیح تاریخی علم حاصل ہوگا بلکہ یہ بھی پتہ چل جائیگا کہ انبیاء کے طریق دعوت اور دیگر طرق میں کیا فرق ہے۔

برادران اسلام اپنے بچوں کو یہ کتاب اور اس سلسلہ کی دیگر کتب ضرور پڑھائیں۔ بلکہ ہم میں سے اکثر بڑے بھی اپنی کم علمی و بےخبری کے باعث اس جیسی کتابوں کے محتاج ہیں۔

پیام انسانیت | از:- ابو الحسن علی ندوی۔ صفحات ۲۴ قیمت دس آنے۔ ناشر مرکز اصلاح و تبلیغ لکھنؤ۔

یہ کتاب ابو الحسن علی ندوی کی ان پانچ تقریروں پر مشتمل ہے جو مختلف پبلک جلسوں میں کی گئیں۔ ان تقریروں میں دور حاضر کے مسائل پر نئے انداز میں تنقید و تبصرہ بھی ہے۔ اور اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت بھی۔ منطقی دلائل بھی ہیں اور تاریخی شواہد بھی دعوت اسلام میں جو عمومیت ہمہ گیری اور وسعت ہونی چاہیئے وہ ان میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ مقرر کے مخاطب مسلمان نہیں ہندوستانی نہیں۔ ایشیائی نہیں بلکہ تمام دنیا کے سب انسان ہیں۔ قرآن کی دعوت میں جو ہمہ گیر عمومیت پائی جاتی ہے وہ ان تقریروں میں بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن جلسوں میں یہ کی گئیں ان میں بقول ناشر ہر جماعت اور ہر عقیدے کے لوگ حتیٰ کہ اہل ہنود بھی شامل تھے۔ اور سب نے نہایت سکون اور دلچسپی کیساتھ آخر تک سب کچھ سنا۔

دور حاضر کا تمدن کیا ہے۔ اس میں کیا کیا نقائص ہیں ان نقائص کو کیونکر دور کیا جا سکتا ہے۔ ان سوالوں کے واضح اور مدلل جوابات "پیام انسانیت" میں ملتے ہیں۔ ہم ناظرین سے اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کریں گے۔

اپنا پتہ ہمیشہ صاف لکھیئے۔

قرآن
بلا ترجمہ

قرآن: شاندار عکسی۔ ہر صفحے پر خوش نما بیل۔

حروف کھلے کھلے روشن۔ کاغذ سفید۔ ٹائٹل دلکش رنگین۔ حرکات نہایت عمدگی سے دیئے ہوئے۔

صحت میں بے نظیر۔ چھپائی میں اعلیٰ۔ جلد کریمج جس پر سنہری ڈائی ہے۔

ہدیہ نو روپے آٹھ آنے

قرآن: ستارہ روشن حروف۔

زبر زیر نہایت موزونیت سے لگے ہوئے۔ حروف صاف روشن۔

بچوں اور موٹی نگاہ والوں کے لئے خصوصی چیز ہے۔ کم خرچ بالانشیں

ہدیہ مجلد کریمج پانچ روپے

قرآن
ترجمے والے

قرآن: ترجمہ۔ حضرت شیخ الہند۔
تفسیر: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔

یہ قرآن اپنی شہرت و مقبولیت کے باعث کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آجتک کے تمام مترجم و محشی قرآنوں میں اس کی حیثیت تاروں میں چاند جیسی ہے۔ حسن سیرت کیساتھ حسن صورت بھی کم نہیں۔ متن ترجمہ اور حواشی سب کے سب بلاک سے چھپے ہوئے۔ متن کی زمین حنائی بلاکوں سے ابھاری ہوئی۔

ہدیہ غیر مجلد بیس روپے ۔ مجلد اعلیٰ چوبیس روپے

قرآن: مترجمہ۔ حضرت حکیم الامت مولنا تھانویؒ۔

مع حاشیہ مفیدہ۔ باخبر حضرات خوب جانتے ہیں کہ مولانا تھانوی کا اسم گرامی آجانے کے بعد کسی تعارف کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر مسلمان حضرت کے ترجمے پر مکمل اعتماد کرتا ہے۔ مزید خوبی اس قرآن کی یہ ہے کہ شروع میں چند مفید چیزیں شامل کی گئی ہیں۔ جن سے پڑھنے والے بیحد فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تاریخ مصحف جغرافیۂ قرآن۔ قصص القرآن محکم و متشابہ۔ احکام القرآن۔ تاریخ قرآن۔ تعداد کلمات و حروف قرآن و تعداد حرکات سکنات۔ سورتوں کی فہرست۔ یہ سب مضامین سلیس اردو میں ہیں۔ کاغذ سفید۔ لکھائی چھپائی روشن۔ زمین حنائی۔

ہدیہ مجلد کریمج دس روپے ۔ مجلد اعلیٰ تیرہ روپے

امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کی مفصل سوانح حیات

سیرۃ النعمان (اردو)

مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی پیرو ہے۔ لیکن کم لوگ ہیں جو دین کے اس بطل جلیل کی سوانح حیات سے واقف ہوں۔ "سیرۃ النعمان" اسی کمی کو پورا کرتی ہے۔ اس میں آپکی زندگی کے مفصل حالات اور منتخب ایمان افروز واقعات۔ اور عبرتناک و دلچسپ کوائف جمع کئے گئے ہیں۔ قیمت غیر مجلد دو روپے (مجلد تین روپے)

قرآن کی صداقت

یعنی

برہان التنزیل (اردو)

دیگر صحائف مذہبی کے مقابلہ میں دو سواٹھ دلیلیں ایک لاجواب تصنیف جو اب نایاب ہوتی جارہی ہے، قیمت تین روپے (مجلد تین روپے بارہ آنے)

عملیات کی کنجی

یعنی

جواہر خمسہ اصلی

جواہر خمسہ اصلی اردو عرصہ سے نایاب تھی، اتفاق سے کچھ نسخے ہاتھ آگئے ہیں۔ تعویذ، عملیات، جنات وشیاطین، سحر و نوکلات سے متعلق عجیب و غریب چیزوں سے یہ کتاب بھرپور ہے۔ دنیا کی ہر جائز ضرورت کے لئے اس میں مجرب عملیات و تعویذات موجود ہیں۔ کوئی کتاب اس موضوع پر آج تک اتنی مفصل و مدلل نہیں لکھی گئی۔ اور لطف یہ ہے کہ غیر اسلامی مشرکانہ باتوں سے پاک صاف ہے۔

قیمت غیر مجلد پانچ روپے

(مجلد چھ روپے)

ترجمان السنۃ

ارشادات نبوی کا جامع اور مستند ذخیرہ اردو زبان میں

جلد اول:- اردو میں آج تک احادیث کے چند مختصر و ناقص تراجم کے سوا کوئی مستقل بالشان کارنامہ انجام نہیں دیا گیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ (ترجمان السنۃ) کے نام سے خدمت حدیث کا عظیم الشان سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ حدیث کی اصل عبارات مع اعراب، ساتھ میں سلیس عام فہم ترجمہ اور تشریحی نوٹ۔ شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے۔ جس میں ارشادات نبوی کی اہمیت اور احادیث کے مراتب و مدارج پر بہترین بحث کے علاوہ تدوین حدیث کی تاریخ اور مقام رسالت و نبوت اور دیگر اہم ترین عنوانات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔ بعض مشہور ائمہ حدیث اور اکابرین امت کے حالات بھی شامل کئے گئے ہیں۔

ہدیہ دس روپے (مجلد بارہ روپے)

جلد دوم:- ضخامت بڑھ جانے کے باعث "ترجمان السنۃ" کو مجبوراً مختلف جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا، چنانچہ جلد ثانی کتاب الایمان والاسلام کے تمام اہم ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد کی سب خوبیاں اس میں موجود ہیں۔ ہدیہ نو روپے (مجلد گیارہ روپے)

علاماتِ قیامت

مصنفہ:- حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قیامت کب اور کس طرح آئیگی۔ مفصل جواب قرآن اور حدیث کی روشنی میں۔ قیمت ۸ر

آداب النبی

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا ایک ایمان افروز رسالہ جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، شمائل اور حلیہ شریف و معجزات وغیرہ اختصار و سلاست کیساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ ہدیہ صرف ۱۲ر

المصالح العقلیہ

احکام اسلامی کی حکمتیں

روحانی کیف حاصل ہوگا ان لوگوں کو جو یہ جان سکیں کہ اسلام کے حکم میں کیا نکتہ ہے۔ فلاں حکم میں کیا بھید ہے۔ حکیم الامت مولانا ف علی صاحبؒ نے "المصالح العقلیہ" میں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ نکاح دشرع اور دیگر صدہا امورِ دینی کی مصلحتوں اور باریکیوں پر عام فہم بن اردو میں روشنی ڈالی ہے۔ غیر مجلد ... مجلد ...)

حیات المسلمین (اردو)

یم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ نے اس کتاب میں ایسی اہم دینی یں شامل کی ہیں جن کو اختیار کرکے مسلمان کی ہر زندگی صحیح معنی میں لامی زندگی ہو جاتی ہے ۔۔۔ جو اہم اصول عقائد و اعمال و دات مختلف مذہبی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں ان کو یکجا کرکے ں کے لئے تکمیلِ عقائد و تکمیلِ عبادت کی مشکل راہ آسان کر دی ہے۔ مجلد مع خوبصورت ڈسٹکور ۔ قیمت ...

رہنمائے قرآن

لام اور پیغمبر اسلام صلعم کے پیغام کی تابناک صداقت کو سمجھنے کے لئے ۓ انداز کی یہ بالکل جدید کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

التوحید

لام کی توحید خالص پر ایمان افروز معلومات کا خزانہ ہے۔ یہ ایک روپیہ۔

رہنمائے عربی

یت آسان عام فہم انداز میں عربی پڑھنے لکھنے اور بولنے کے یہ مشتمل یہ کتاب عربی کے شائقین کے لئے بہترین استاد ہے۔ روح بالانشین۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

اصلاح الرسوم (اردو)

از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ زندگی کے ہر شعبے میں بے شمار رسمیں اور طریقے ایسے رائج ہوگئے ہیں کہ جو فی الحقیقت غیر اسلامی ہیں لیکن ہم لاعلمی کے سبب انکی برائی سے واقف نہیں۔ ایسے رسم و رواج کی اصلاح کے لئے حضرت حکیم الامت کی یہ تصنیف بیش بہا تحفہ ہے زبان عام فہم سلیس، آخر میں رسالہ "صفائی معاملات" بھی شامل ہے کتاب مجلد ہے۔ مع خوبصورت رنگین ٹائٹل۔ ہدیہ ایک روپیہ بارہ آنے۔

تعلیم الدین (اردو)

از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ۔۔۔ بہت آسان اردو میں دین کے ضروری احکامات کی دلنشیں تصریحات، شرک و بدعت کی تفصیل، تصوف کے نکات پر معلومات انگیز گفتگو، بیعت تصور شیخ، سماع اور دیگر اہم مباحث، خوبصورت ٹائٹل مع جلد قیمت ایک روپیہ بارہ آنے۔

تفسیر فیض الرحمن (حصہ اول)

مصنفہ:۔ حضرت مولانا یعقوب الرحمن صاحب عثمانیؒ۔

نئے عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں تفسیر قرآن کا ایمان افروز سلسلہ حصہ اول بسم اللہ، الحمد اور معوذتین کی تفسیر و توضیح پر مشتمل ہے، مفسر نے موقع بہ موقع حضرت شاہ ولی اللہؒ۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ اور دیگر بلند پایہ علماء کی آراء کا خلاصہ بھی شامل کیا ہے۔

قیمت ... (مجلد ...)

حکایات صحابہؓ

صحابی مردوں اور عورتوں بچوں کے وہ سبق آموز وایمان افروز واقعات جنکے مطالعہ سے روح تازہ اور سینہ کشادہ ہوتا ہے، تازہ ایڈیشن عمدہ کتابت و طباعت اور سفید کاغذ جلد پر خوبصورت گردپوش ہدیہ دو روپے چار آنے۔

مباحثۂ شاہجہانپور

باخبر حضرات جانتے ہیں کہ حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے بڑے بڑے پادریوں سے مناظرے کئے اور ہمیشہ فتحمند ہوئے، ان کے ایک اہم اور عجیب و غریب مناظرے کی دلچسپ تفصیل "مباحثۂ شاہجہانپور" میں ملاحظہ فرمائیے۔ دلائل اور انداز بحث پر آپ عش عش نہ کر جائیں تو ہمارا ذمہ۔ قیمت صرف عمر

لطیف حادثے

عوام ہوں یا خاص۔ سب کی زندگی میں کچھ نہ کچھ لطیفے پیش آتے رہتے ہیں بعض مشہور شخصیتوں کے دلچسپ لطیفے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے، اس کتاب میں جن حضرات کی زندگی کے لطیفے درج ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت انورشاہ صاحبؒ، فیروز خاں نون، مولانا محمد علی جوہر، جناب عطاء اللہ شاہ بخاری، شاہ عبدالعزیزؒ۔ مولانا حالیؒ، مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ وغیرہم۔

کتاب مجلد ہے۔ مع ڈسٹ کور۔ قیمت ۱۲ار

شہیدِ اعظم

یعنی

حضرت امام حسینؓ

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول تڑپی ہے تجھ پہ لاشِ جگر گوشۂ بتول

اثر خامہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت امام حسینؓ اور واقعاتِ کربلا کے متعلق تاریخی تحقیق اور معتبر روایات کا مجموعہ، قیمت عمر

اسلام کے اہم عقیدے

یعنی

کتاب الوصیّت (اردو)

از:۔ امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔
بعض اہم اصول و عقائد کی تشریح، زبان عام فہم سلیس صفحات ۴۲ قیمت عمر

فقہ اکبر (اردو)

از:۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ عام فہم دلنشین۔ قیمت ۸ر

انسان کی حقیقت

از حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قرآن و حدیث کی روشنی میں انسان کی حقیقت پر ایمان افروز کلام، صفحات ۵۶ قیمت ۱۲ر

نصائح امام غزالیؒ

امام غزالیؒ کی تحریر کردہ چند خاص نصیحتیں، کوزہ میں دریا قیمت ۸ر

بیان السنۃ والجماعت

امام المحدثین حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مختصر مگر جامع تصنیف کا سلیس اردو ترجمہ۔۔۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کتاب میں اہلِ سنت والجماعت کے بنیادی عقائد کا بیان ہے۔ قیمت ۱۰ر

الفاروقؓ
مصنفہ مولانا شبلی علیہ الرحمۃ

حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت، حالات اور کارناموں پر مشتمل یہ کتاب اہلِ علم میں جتنی مقبول و مشہور ہوئی وہ محتاج بیان نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے اس فاتح اعظم اور بطلِ جلیل کی زندگی اور دورِ خلافت کی تفصیل "الفاروق" سے زیادہ اور کسی اردو کتاب میں نہیں ملتی، نہ صرف آپکی سیرت اور اخلاق و فضائل کا بیان ہے بلکہ آپ کے جگمگاتے ہوئے عہد خلافت کے حیرت انگیز واقعات، آپکے علمی، قانونی اور تمدنی کارنامے اور جنگی معرکوں کی صحیح تفصیلیں شاملِ کتاب ہیں۔

اسلامی تاریخ کے سب سے زریں دور کی معتبر تاریخ جاننے کیلئے "الفاروق" اپنی قسم کی واحد تصنیف ہے۔ تازہ ایڈیشن مجلد مع ڈسٹ کور قیمت چھ روپے

مضامین مولانا سید سلیمان ندوی

۳۹۲ صفحات پر مشتمل مولانا سید سلیمان ندوی کے خاص الخاص اور معرکۃ الآرا مضامین کا یہ مجموعہ پہلی فرصت میں مطالعہ کی چیز ہے۔
بیش اعلیٰ درجہ کے معلومات سے لبریز مضامین گویا بیس قیمتی موتی ایک رشتہ میں پرو دئیے گئے ہیں۔
قیمت غیر مجلد چار روپے (مجلد پانچ روپے)

خلفائے راشدین

مؤلفہ مولانا عبدالشکور صاحب ایڈیٹر النجم لکھنؤ

خلفائے راشدین کی سیرت پر لکھی گئی تمام کتابوں میں اس تالیف کو ایک امتیازی شان اور خاص مقام حاصل ہے، مؤلف ردِ شیعت کے میدان میں بہت شہرت پا چکے ہیں "خلفائے راشدین" میں آپ نے اس بات کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ جن روایات و واقعات سے اہل تشیع کو اپنے مسلک کی تاویل اور اہل سنّت پر اعتراض کا موقع ملتا ہو ان کی تشریح صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں اس طرح کر دی جائے کہ حق پر باطل کی یورش کا موقع نہ رہے اور اشتباہات کی بیخ کنی ہو جائے۔ قیمت عہ (مجلد سے)

تاریخ دیوبند

اسلامی علوم و فنون کے ایک شاندار دور کی تاریخ

دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے علمی و تاریخی حالات کا دلکش مرقع اور اسلامی علوم و فنون کے ایک زرّین اور شاندار دور کی تاریخ جو سوا سو کے قریب دلچسپ علمی، مذہبی اور تاریخی عنوانات پر مشتمل ہے۔

چند عنوانات:- دیوبند کی وجہ تسمیہ، قدامت اور اس کے دلچسپ تاریخی حالات، قدیم عمارتوں اور تاریخی مساجد کا تذکرہ، دارالعلوم کی ۹۰ سالہ زندگی اور اس کے نشو و ارتقا کی حیرت انگیز تاریخ، پُرشکوہ عمارتوں کا تعارف، دارالعلوم کی تعلیمی اور انتظامی خصوصیات، داخلہ سے لیکر امتحان تک کے قواعد و ضوابط، دارالعلوم سے متعلق رویائے صادقہ اور مبشرات، اکابر علمائے دارالعلوم کے سوانحات۔

قیمت مجلد مع ڈسٹ کور صرف دو روپے۔

مناجات مقبول

مع قربات عند اللہ وصلوٰۃ الرسول

یعنی:- ادعیہ ماثورہ و قرآنی دعائیں

اس میں تمام دعائیں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے حضرت شیخ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ نے جمع فرما کر ہفتہ کے ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ سات منزلوں میں تقسیم فرمائیں، اور جس کا اردو میں منظوم ترجمہ بھی سات منزلوں میں کرا دیا گیا ہے، یہ بھی ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص ہے، دعائے حزب البحر، مثنوی ہفت احزاب، شجراتِ چشت مکمل و اسماءِ بدریین۔ اور بعض اہم فوائد نافعہ ضروریہ۔ کتابت دیدہ زیب، کاغذ سفید، ہدیہ غیر مجلد عہ (مجلد دو روپے)

صحابہؓ کی جاں نثاری

صحیح تاریخ سے چنے ہوئے عبرتناک و حیرت انگیز واقعات، رسولِ پاک کی محبت بڑھانے والے سچے قصے، انتہائی دلچسپ اور نصیحت آمیز۔ قیمت آٹھ آنے۔

محامد الخلفاء

خلفائے راشدینؓ کے منتخب حالات و فضائل قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

فضائلِ نماز

قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کی خوبیوں اور فضیلتوں کا جامع اور مفصل بیان قیمت ۱۵ار۔

فضائلِ تبلیغ

تبلیغ میں کیا فضیلتیں ہیں اور ہر شخص اپنی جگہ پر کس طرح اس دینی فریضہ کو ادا کر کے سعادتِ دارین حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت ۶ر

فضائلِ رمضان

رمضان کی عظمت اور روزے کی برکات و فضائل کا روح نواز تذکرہ قیمت ۱۲ر

تعلیم الاسلام

یہ مشہور کتاب ہمیشہ کی طرح آج بھی آپ کے بچوں کی تعلیم کا بیحد ضروری جزء ہے، وہ کسی بھی اسکول یا مدرسہ میں پڑھتے ہوں، آپ تعلیم الاسلام انھیں ضرور مطالعہ کرائیں، یہ اسلام کی بنیادی تعلیم اور سچی تاریخ کو دلکی گہرائیوں میں نقش کرتی ہے، اور انداز بیان کی خوبصورتی اور سلاست کے باعث بچے اسے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں، حصہ اوّل ۵ر، حصہ دوم ۸ر، حصہ سوم ۸ر، چہارم ۵ر، مکمل سیٹ مجلد دو روپے، ہر حصہ الگ بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔

Regd. No. A 972 TAJALLY MONTHLY
DEOBAND, Distt. Saharanpur. U.P.

ماہنامہ تجلّی دیوبند

ج (۹) 5

نومبر 1956

مرتّبہ: عامر عثمانی و زبیر افضل عثمانی (فاضلینِ دیوبند)

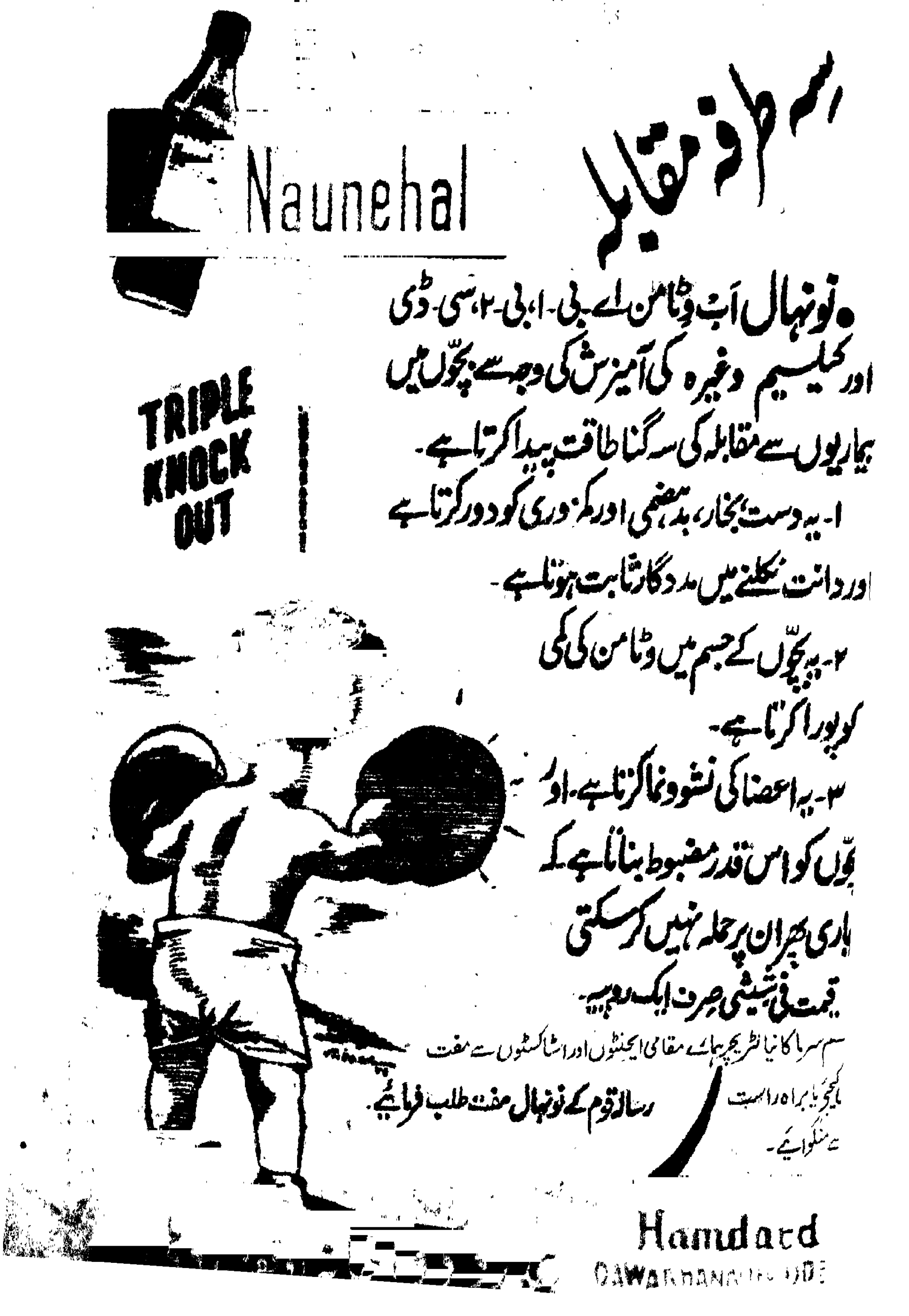
سہ طرفہ مقابلہ
Naunehal
• نونہال اب وٹامن اے۔بی۔۱،بی۔۲،سی۔ڈی
اور کیلسیم وغیرہ کی آمیزش کی وجہ سے بچوں میں
بیماریوں سے مقابلہ کی سہ گنا طاقت پیدا کرتا ہے۔
TRIPLE KNOCK OUT
۱۔ یہ دست، بخار، بدہضمی اور کمزوری کو دور کرتا ہے
اور دانت نکلنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔
۲۔ یہ بچوں کے جسم میں وٹامن کی کمی
کو پورا کرتا ہے۔
۳۔ یہ اعضا کی نشوونما کرتا ہے۔ اور
ہڈیوں کو اس قدر مضبوط بناتا ہے کہ
بیماری پھر ان پر حملہ نہیں کر سکتی
قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ۔
ہمدرد کا نیا لٹریچر ہمارے مقامی ایجنٹوں اور اسٹاکسٹوں سے مفت
حاصل کیجئے یا براہ راست
ہم سے منگوائیے۔
رسالہ قوم کے نونہال مفت طلب فرمائیے۔
Hamdard
DAWAKHANA

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ تجلی دیوبند

جلد (۵) شمارہ (۹)

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے

عام سالانہ قیمت پانچ روپے

فی پرچہ سات آنے

معززین سے سالانہ چندہ حسب استطاعت

بیرونی ممالک سے سالانہ چندہ ۱۲ شلنگ [illegible]

بابت ماہ نومبر ۱۹۵۴ء

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
تجلی دیوبند ضلع سہارنپور
[illegible]

ترتیب دینے والے
عامر عثمانی و زبیر افضل عثمانی

پاکستان کا پتہ
شیخ سلیم اللہ صاحب ۱۸۲ بی
5/20 ناظم آباد کراچی۔ (پاکستان)

آغازِ سخن

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

تجلی کے پرانے خریداروں کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ ہوا ہم نے امریکہ کے لئے کسی مبلغ کی ضرورت پر کچھ سطور لکھی تھیں نتیجہ میں ہندوپاکستان سے کچھ خطوط ہمارے پاس آئے، جن میں امریکہ کے محرک صاحب کا پتہ دریافت کیا گیا، ہم نے ان سب کے جواب میں پورا پتہ لکھدیا، اس کے بعد کیا ہوا یہ ہمیں نہیں معلوم، لیکن ہمارے امریکن دوست کے تازہ خط سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اس باب میں نہایت عبرت انگیز اور سبق آموز ہے، ہم خط کی متعلقہ عبارت کو محض اصلاح زبان کے ساتھ بعینہٖ پیش کرتے ہیں۔

وَھُوَ ھٰذا

"تبلیغِ دین کے واسطے دس کروڑ کی آبادی میں ایک عالمِ دین کا نہ ملنا نہایت تعجب خیز امر ہے، آہ! کیا جمیعۃ علماءِ ہند و جمیعۃ علمائے پاکستان صرف دکھانے کے ہاتھی کے دانت ہیں؟ ہم پوچھتے ہیں یہ علماء آخر کس مرض کی دوا ہیں، جب کہ ہم دینِ الٰہی کی تبلیغ کے لئے ہر طرح سے علماء کی خدمت اور اخراجات کی کفالت کے واسطے تیار ہیں، یقیناً ہم اتنی تنخواہ یا معاوضہ یا نذرانہ جو کچھ اسے کہہ لیجئے دیں گے کہ کم سے کم ہند و پاکستان میں اتنی نہیں دی جاسکتی، اس کے باوجود کسی عالمِ دین کی رگِ حمیت نہیں پھڑکتی، دینی جوش پیدا نہیں ہوتا، اتنا ایثار نہیں کرسکتے کہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے کچھ دن کے لئے وطن کو خیرباد کہہ کر امریکہ آجائیں، تو حیرت ہے کہ ہم جیسے بے علم ان کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے، کیا مدرسہ دیوبند، ندوہ، رامپور، بریلی لکھنؤ سب جگہ ایسی ہی تعلیم ملتی ہے کہ دین کا درد دلوں سے

میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے

مفقود ہو جائے اور سمندر پار جانا گناہ قرار دیا جائے، اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں صاف لکھ دیجئے کہ ہم لوگ مرزائیت یا عیسائیت قبول کرلیں، یا اس سے شرم آئے تو ہندوؤں کے کسی گروہ میں شامل ہو جائیں، کیونکہ ہندو سناتن دھرم اور آریہ سماج کے مبلغین بھی آئے دن ہندوستان سے آکر اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہیں، بس اگر کوئی گروہ یتیم و لاوارث ہے تو اہلِ سنت والجماعت کا ہے، قادیانی شیعہ، اہلِ بدعت، عیسائی، ہندو، سبھی یہاں تبلیغ کرتے ہیں اور ہم اہلِ سنت والجماعت بیشمار باتوں کو اپنے ضمیر کے خلاف اور بالکل غلط جانتے ہوئے بھی کم علمی کے باعث معقول تردید نہیں کرسکتے اور ہم سے بعض لاجواب ہو کر بدعقیدہ اور گمراہ بھی ہو جاتے ہیں، کیا ان حالات میں ہمیں حق ہے کہ اپنے دین اور مسلک کو برحق کہہ سکیں؟ کیا خواجہ معین الدین چشتی اور ان جیسے دیگر صلحائے امت کا نام لیوا اب کوئی نہیں رہا جو خدا کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے سفر اختیار کرے جبکہ خواجہ صاحب اور دیگر باعزم و حوصلہ مومنین نے ہندوستان جیسے کفرستان میں تن تنہا نعرۂ اللہ اکبر لگاتے ہوئے بتکدے میں اذانِ حق کا ہمت آزما فریضہ ادا کیا، آج ہم باقاعدہ دعوت دیکر بلاتے ہیں اور مع اہل و عیال کے کفالتِ رزق کا وعدہ کرتے ہیں، تب بھی کوئی اللہ کا بندہ ہمت نہیں کرتا۔

اے لوگو! ڈرو خدا کے اجل جلالہٗ سے، ہندو یا اور کوئی قوم آج تم پر ستم توڑ رہی ہے یا تمہیں غلام بنائے ہوئے ہے، تو یہ یقیناً تمہارے اعمال بد اور بے حسی اور بے توفیقی ہی کا نتیجہ ہے، تم نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا اور دنیا بھی تم سے منہ پھیرے ہوئے ہے، میرا دل اس کا

لکھنے سے نہیں بھرتا، صرف آپ کے غم وغصہ کا خوف ہے معاف فرمائیے گا۔"

یہاں تک لکھ کر ہمارے دوست نے کچھ اور ادارۂ تجلی سے متعلق امور چھیڑ دیئے، لیکن جو جذبہ باطن میں موجزن ہے وہ پھر اسی مضمون کی طرف لاتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:—

"کیا ہند وپاک کے جید علماء اور اہل حدیث صاحبان پر اب تبلیغ دین فرض نہیں رہی، جبکہ قادیانیوں نے ہمارے یہاں مبلغ بھیج بھیج کر پورا فتنہ کھڑا کر رکھا ہے، اگر تبلیغ دین فرض ہے تو علماء کے ادارے کہاں کہاں ہیں؟ اور کس کس طریقہ سے تبلیغ ہو رہی ہے۔ کس ادارے میں کتنے مبلغ ہیں اور کون کون ملکوں میں مبلغ گئے ہوئے ہیں؟ اور اگر ان سب باتوں کا جواب نفی میں ہے تو بتلائیے کیا علماء کو "علماء" کے معزز لقب سے یاد کرنا بجا ہوگا؟ یہ سوال اس لئے ہے کہ مرزائی گروہ، لاہوری اور قادیانی ہمارے سامنے صاف صاف کہتے ہیں کہ تم دنیا میں کتنے کروڑ ہو لیکن لاشۂ بے جان اور مردِ معطل، کیونکہ تمہارا دین درست نہیں ہے۔

تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی چند روز میں اپنی جماعت منظم کر کے چھوڑ مرا اور اس کے بعد اس کا مرید محمد علی لاہوری اس کام کو آگے بڑھاتا رہا اور ان کے مبلغ دنیا بھر میں جگہ جگہ اپنے مشن قائم کر کے مرزائیت پھیلا رہے ہیں۔ لیکن اہل سنت والجماعت احتساب آخرت سے بے پروا، دینی حمیت سے عاری، فرائض تبلیغ سے بے تعلق ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا مصداق بنے ہوئے ہیں، کیا امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا دینی علم اسی لئے تھا اور ہے کہ حکومتِ ہند کی وزارت کے ذریعہ چند لاکھ روپے اپنے اور لواحقین کے لئے کما کر چھوڑ جائیں اور جس دینی علم کے باعث انہیں عزت وعظمت کا مرتبہ ملا ہو وہ برباد ہوتا رہے اور مولانا اپنے علم ورسوخ کو احکام ہنود کی تعمیل پر وقف کر دیں، کیا مولانا بہ نفسِ نفیس زحمت اٹھائے بغیر صرف اپنے رسوخ، وسائل اور دولت کے ذریعہ ایک ادارہ مبلغین بھی نہ قائم کر سکیں گے، اور اس کے باوجود امام الہند کے معزز لقب سے یاد کئے جانے کے مستحق قرار

پاتے رہیں گے؟

آپ ہمیں مختلف علماء کے پتے لکھیں، اگر آپ کے حلقہ میں ایسے علماء نہ ہوں جن سے امریکہ آکر تبلیغ کی جا سکے تو مولانا آزاد ہی کے پتہ سے مطلع کریں، یا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے کسی شاگرد مرید کا پتہ بتائیں، ہماری حالت تو بالکل اس ڈوبنے والے کی سی ہے جو ایک تنکے کا سہارا بھی غنیمت سمجھتا ہے۔"

آگے چل کر پھر ایک جذبے کے عالم میں تحریر فرماتے ہیں:—

"کیا مجاہدین حضرت غیاث الدین کیساتھ پانی پت کے محاذ پر دس کروڑ مسلمان تھے جب انھوں نے ڈیڑھ سو راجگان ہند سے جنگ لڑی تھی؟ مجھے یقین ہے کہ چند ہزار سے زیادہ نہیں تھے، اور آج ہندوستان کے چار کروڑ فرزندانِ توحید روتے ہیں کہ ہندؤوں نے ہمیں مار لیا، لوٹ لیا، بے عزت کر دیا، حکومت کے آگے گڑگڑاتے ہیں، اور ستم ظریف حکومت کے لئے ان کا یہ شور وشیون شغلۂ موسیقی بن کر رہ گیا ہے، کیا چار کروڑ میں کوئی حجاج بن یوسف کا بھتیجا محمد بن قاسم نہیں؟ کیا ...."

سفینہ چاہیئے اس موجِ بیکراں کے لئے!

ہمارے امریکن دوست کی یہ تحریر جتنی عبرت انگیز اور لائقِ توجہ ہے، کیا اس پر کچھ کہنے کی ضرورت ہے، عیسائیت یا ہندوازم وغیرہ کو چھوڑیئے کہ کوئی بھی مسلمان ان کی تبلیغ کو دعوت کفر سمجھ کر قطعاً نظر انداز کر سکتا ہے، لیکن قادیانی تبلیغ کو کیا کہیئے کہ یہ اسلام ہی کے نام پر اسلام ہی کی اصطلاحوں میں اسلام ہی کے نام لیوا کر رہے ہیں اور قادیانیوں کو یوم اوّل سے انگریزوں کی بارگاہ میں جو مقامِ محبوبیت حاصل ہے اور جس کا بہت بڑا ثبوت موجودہ پاکستانی سیاست ہے، اس کے پیشِ نظر قادیانی مبلغوں کی مقبولیت کے درپردہ انتظامات خود اہل کفر بھی کرتے ہیں، جس کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ بیچارے بھولے بھالے کم علم مسلمان مرزائیت کو بطور اسلام تسلیم کرتے اور زہر کو تریاق سمجھ کر پیتے ہیں۔

ڈچ گائنا، جنوبی امریکہ **Dutch Guina**

میں کتنے مسلمان ہیں، اس کی تشریح خود امریکن بھائی کی زبان سے سنئے:—

"کل تعداد مسلمانوں کی اس ملک میں تقریباً ۵ ۹ ہزار ہے جن میں چالیس ہزار حادی مسلمان ہیں جو کہ شافعی المذہب ہیں۔ مگر ان کی دینی حالت نہایت ابتر ہے کیونکہ علم والے لوگ ان میں قریب قریب بالکل مفقود ہیں، پچیس ہزار ہندوستانی مسلمانوں میں کچھ دین کی شُد بُد ہے، مگر مرزائیوں نے ان میں عجیب ہڑبونگ مچا دیا ہے، یہاںتک کہ بھائی بھائی اور باپ بیٹے کا مخالف ہو چکا ہے۔"

ایک چیز ہمارے دوست کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس نذرانہ کے علاوہ جو یہ دوست اور ان کے ساتھی مبلغین کو بطور زادِ مسافرت پیش کرنا چاہتے ہیں کوئی مزید وظیفہ بھی گورنمنٹ امریکہ کی طرف سے مل سکے گا، اسی وظیفہ کو فی الحال کچھ علمائے اہلِ سنت جو فی الحقیقت خود غرض، کم علم اور دنیا پرست ہیں کما رہے ہیں اور بجائے اتحاد و تنظیم کے پھوٹ ڈالنے میں لگے ہوئے ہیں، اگر کوئی بیرونی مبلغ وہاں چلا گیا اور واقعی عالمسان دین کی طرح کام کیا تو سرکاری وظیفہ ضرور اسے مل سکے گا۔

اب ہم اپنے ان اخبارات و رسائل سے جن کا مقصدِ حیات تبلیغ دین اور خدمت اسلام ہے، عرض کریں گے کہ مذکورہ بالا اقتباسات کو بہ تمامہ یا ان کا ضروری حصہ اپنے صفحات میں نقل کریں، اور ذیلی نوٹوں سے اہل حضرات کو پیشِ نظر ضرورت پوری کرنے پر ابھاریں، تاریخ شاہد ہے کہ ہمائے اسلاف نے اس دور میں جبکہ سفر کے وسائل نہایت محدود تھے، راہیں خطروں سے بھرپور تھیں، دورانِ سفر کی منزلیں بے آسایش اور بے امن تھیں، اسلام کی تبلیغ، دعوتِ حق اور خدمتِ خلق کی خاطر دور دراز ممالک کے سفر اس حالت میں کئے جبکہ اجنبی سرزمینوں میں انھیں جان و مال کا سخت خطرہ، اور انجانی پریشانیوں کی قوی توقع تھی، کیا آج ہوائی جہازوں اور تیز رفتار بحری جہازوں کے دور میں ہر طرح کی آسانیاں اور حفاظتیں رکھتے ہوئے مالی کفالت کے باوجود انسانوں کے وسیع و عریض جنگل میں ایک دو فرد بھی ایسے نہیں نکل سکتے جو امریکہ جا کر اپنے ضرورت مند بھائیوں کو گمراہی سے بچائیں دشمنانِ دین کا توڑ کریں اور دنیا نے اسلام کو قحط الرجال اور بے حسی بے ضمیری کے شدید الزام سے کسی درجہ میں بری کر دیں۔

"تجلی" جس بستی سے نکلتا ہے وہ اگرچہ اپنے مبلغین اور علماء و خادمانِ دین و ملت کے لئے نہایت مشہور ہے، لاریب کہ اس نے تاریخ اسلام کو دینی جدّ وجہد اور تبلیغ و تعلیم کا ایک زرّیں باب عطا کیا ہے، لیکن اوّل تو تجلی کی روش سے یہاں کا موجودہ صاحبِ اقتدار طبقہ کچھ خوش نہیں ہے، کیونکہ تجلی دینی معاملات و مسائل میں اس طبقہ کی اندھی تقلید و اتباع کے بجائے کبھی کبھی نقد و نظر کی جراٴت کر بیٹھتا ہے اور اصول و کلیات کے سامنے شخصیات کی پرواہ نہیں کرتا دوسرے یہاں کے مبلغین اب پہلے سے مبلغین نہیں ہیں جو سرے کفن باندھے پرخار راہوں میں تبلیغ اور صرف تبلیغ کے لئے سرگرداں رہا کرتے تھے، بلکہ اب تبلیغ کا فن ایک مخصوص آئینی سانچے میں ڈھل گیا ہے اور اس کی جغرافی حدود کا مدار اس بات پر رہ گیا ہے کہ کس جگہ سے کتنا سرمایہ تعلیم گاہ کے لئے مل سکتا ہے۔

بہرحال باوجود تلاش کے ہم کوئی ایسا شخص نہ پا سکے جو امریکہ جا کر مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے فرائض تبلیغ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور سفر کے لئے تیار ہو، کوشش برابر کر رہے ہیں، لیکن ہم سے زیادہ اس امر پر تبلیغی جماعت کو توجہ دینی چاہیئے کہ اس کا تو مقصدِ زندگی ہی تبلیغ ہے، اور اس میں یقیناً ایسے افراد ہیں جو پیشِ نظر کام انجام دے سکتے ہیں۔

ہم اپنے دوست سے خط کے ذریعہ یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ ابتداءً کیا انتظام زادِ سفر کا کریں گے اور بعدہٗ کیا مشاہرہ دے سکیں گے، اسمیں شاید دو مہینے صرف ہو جائیں، تب ہم نتیجۂ استفسار تجلی ہی میں شائع کر دیں گے۔

لیکن غور تو کیجئے کہ کتنی گھٹیا اور غیر ثقہ ہے یہ سودے بازی! کیا تصور کریں گے اہل امریکہ ہمارے سوداگر مبلغین کے بارے میں! تاہم قہرِ درویش بجانِ درویش۔ ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے

اگر کوئی صاحب براہِ راست مراسلت کرنا چاہیں تو جوابی لفافہ لکھ کے مکمل پتہ معلوم کر سکتے ہیں، لیکن گستاخی معاف، وہی لوگ تکلیف کریں جو مخالف پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنے، برمحل جواب دینے اور تبلیغ کے دیگر نشیب و فراز سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت رکھتے ہوں، محض امریکہ کی سیر اور نذرانہ و وظیفہ کی غرض اس میں کافی نہ ہوگی، ہمارا ارادہ ہے کہ امریکہ سے مفصل جواب آنے

جگر کا یہ "سراپا" غالباً نامکمل ہے، کئی ماہ ہوئے جب دہلی کی ایک ملاقات میں آپ نے یہ احقر کو خصوصیت سے عنایت فرمایا تھا۔ اتفاق سے اس وقت کہیں گم ہوگیا، اب عرصہ بعد ملا ہے تو ہدیۂ ناظرین ہے... جگر کی شاعری پر کسی تبصرہ کا یہ محل نہیں، لیکن اتنا کہے بغیر بھی نہیں رہا جاتا کہ فارسی شعراء نے سراپا نگاری کے جو کارنامے پیش کئے، جگر کا کلام نزاکتِ بیان، گیرائی، اثر، سلاست و روانی اور جاذبیت کے لحاظ سے ان سے کم نہیں، بلکہ نرمی اور گداز میں تو آگے بڑھ گیا ہے۔

سراپا

حضرت جگر مرادآبادی

وہ حسنِ کافر، اللہ اکبر — تخریبِ دوراں، آشوبِ محشر
کشور کشائے، دل ہائے خوباں — فرماں روائے، دل ہائے مضطر
شہکارِ فطرت، اعجازِ قدرت — تعبیرِ خوابِ مانی و آذر
مینا بدوشے، ساغر بچشمے — بربط بدستے، میخانہ دربر
نغمہ ہی نغمہ، خوشبو ہی خوشبو — صہبا ہی صہبا، ساغر ہی ساغر
جانِ توجہ، روحِ تغافل — عریاں تبسم، پوشیدہ نشتر
گفتارِ شیریں، خیام و حافظ — رفتارِ نازک، تسنیم و کوثر
گیسو و عارض، شانہ بہ شانہ — شامِ معطر، صبحِ منور
وہ قدِ رعنا، وہ روئے رنگیں — عالم ہی عالم، منظر ہی منظر
وہ امتزاجِ شرم و شرارت — وہ احتیاط، آداب پرور
وہ مست نظریں، جب اٹھ گئی ہیں — ٹکرا گئے ہیں، ساغر سے ساغر
وہ موسمِ گل، وہ شیشۂ دل — وہ کیف و مستی، وہ رت وہ منظر
وہ بزمِ خلوت، وہ طرفِ گلشن — وہ عشق حیراں، وہ شوقِ مضطر
شرمائیں جن سے، ساون کی راتیں — وہ حلقہ ہائے، زلفِ معنبر

گفتارِ مبہم، اجمالِ ہستی
رفتارِ برہم، تفسیرِ محشر

غزل

عامر عثمانی

خیالِ سود و زیاں مٹا دے، گذر غمِ خیر و شر سے پہلے
یہی تو دشوار منزلیں ہیں، مقامِ سوزِ جگر سے پہلے

سحر کے انوار دیکھتا ہوں، طلوعِ نجمِ سحر سے پہلے
نظر میں یہ وسعتیں کہاں تھیں، کسی کے فیضِ نظر سے پہلے

تجھے خود اپنی خبر ہے لازم، جہاں کے علم و خبر سے پہلے
مسافتِ قلب و روح طے کر، سیاحتِ بحر و بر سے پہلے

یہ کیسی منزل ہے کیسی راہیں، کہ تھک گئے پاؤں چلتے چلتے
مگر وہی فاصلہ ہے قائم، جو فاصلہ تھا سفر سے پہلے

قفس کے اے سادہ دل اسیرو قفس کا در توڑنا تو ممکن
مگر چمن تک بھی جا سکو گے، یہ پوچھ لو بال و پر سے پہلے

نوازشِ چارہ گر نے ہمدم، دیا تو دل کو قرار لیکن
دل اسقدر مضمحل نہیں تھا نوازشِ چارہ گر سے پہلے

خلوصِ پائے طلب کے صدقے، کہیں بھی پائے طلب نہ ٹھیرا
ہزار دیر و حرم نے روکا، ہمیں ترے سنگِ در سے پہلے

خرد کے بل پر جو دے رہے ہیں، ہماری دیوانگی کو طعنے
وہ اہلِ ظاہر گذر کے دیکھیں، ذرا تری رہگذر سے پہلے

ہیں وضعداری میں مہر بر لب، زبان ہے انکی حیا کی بھوکے
یہ دیکھنا ہے کہ آخر آخر، دھواں اٹھے گا کدھر سے پہلے

طویل و ناکام زندگی کی، یہ رات کیسے کٹے گی یارب!
چراغِ امید گل ہوا ہے، ظہورِ نورِ سحر سے پہلے

کہاں وہ نظروں کا اک تصادم کہاں یہ مضبوط ربطِ باہم
ضرورت سے یہ فتنہ گر دل ملا ہوا تھا نظر سے پہلے

درِ حوادث پہ سر جھکانا، مری خودی کو نہیں گوارا
میں آشیاں خود ہی پھونک لونگا، نزولِ برق و شرر سے پہلے

کمالِ علم و ہنر نے عامر، بنا دیا رات کو سویرا
گناہ اتنا حسین کب تھا، کمالِ علم و ہنر سے پہلے

تجلّی کی ڈاک

ضروری ھدایت:۔ فائل میں کثیر سوالات جمع ہو جانیکے باعث ایک ماہ تک مزید سوالات قبول نہیں کئے جائیں گے۔ ماہ نومبر ۵۴ء میں کوئی صاحب سوالات نہ بھیجیں ورنہ ردّی کر دیئے جائیں گے۔ بہت ضروری اور فوری جوابات جوابی ڈاک سے حاصل کر سکتے ہیں۔

منیجر

ال:۔ از محمد قمر الدین چشتی مشرقی خاندیش۔ (علم و عمل)

تذکیۂ نفس اور ارشاد و بیعت کے سلسلہ میں جو جوابی
ر آنجناب کو روانہ کیا تھا اس کا جواب اس قدر مختصر آیا کہ
ث تشنہ رہ گئی۔

میں صوم و صلوٰۃ کا تو تقریباً پابند ہوں۔ لیکن جیسا
ہ میں عرض کیا تھا میرا زیادہ وقت قرآن و حدیث کی مطالعہ
ے بڑے علماء کی تفاسیر اور دینی و علمی کتب میں غور و فکر میں
تا ہے۔ لیکن اُن مسائل میں جن کا تذکرہ میں نے اپنے خط میں
ھا اور دوسرے بہت سے مسائل میں طبیعت قطعاً مطمئن
ں۔ ریب و شک اور گمان و تذبذب کی کیفیات طاری رہتی
۔ دل و دماغ میں ایک طرح کی تنگی اور گھٹن سی ہے۔

براہ کرم آپ تجلّی کی ڈاک میں کوئی ایسی بنیادی بات
ل سے واضح فرمائیں جو میرے تذکیۂ نفس اور صفائی باطن
لئے مفید ہو سکے۔ دوسرے بھائی بھی اس سے فائدہ اٹھا
لیں گے۔

جوابؒ:۔

عطّار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

آپ نے جو مسائل پرائیویٹ ڈاک سے دریافت کئے تھے ان کے ضروری جوابات ہم نے عرض کر دیئے تھے۔ زیادہ تفصیل میں جانا پرائیوٹ مراسلت میں ہمارے لئے کہاں تک ممکن ہے اس کا اندازہ آپ اس سے کرلیں کہ جتنے سوالات "تجلّی کی ڈاک" کے لئے آتے ہیں کم و بیش اتنے ہی جوابی ڈاک میں بھی آتے ہیں۔ اور بے حد مختصر جوابات لکھنے کے لئے بھی ہمیں بہ مشکل فرصت ملتی ہے۔

بہرحال وہ نکتہ جو ہم نے عریضہ میں لکھا تھا نہ بھولئے کہ علم ذریعہ ہے مقصد نہیں۔ وسیلہ ہے منزل نہیں۔ اصل مقصد اور منزل عمل ہے۔ ایک مسلمان قرآن و سنت اور ائمہ و علماء کی دینی تصانیف کے کتابی مطالعہ میں ساری عمر صرف کر دے اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ تذکیۂ باطن پر توجہ نہ دے تو وہ علامہ اور پروفیسر اور شمس العلماء تو بن سکتا ہے "مومن و مسلم" نہیں بن سکتا۔

مومن و مسلم بننے کے لئے زندگی کے ہر گوشہ کو احکام اسلامی کی تعمیل سے معمور کرنا اور کردار و عمل کا مجسمہ بننا ضروری ہے۔ اور اولیاء و صالحین کی صحبت اور فیضِ نظر اور تعلیم و تربیت سے نفسِ امارہ کی سرکشی کو دبانا اور سلوک و ہدایت کی منزلیں طے کرتے ہوئے "مقامِ احسان" کی طرف بڑھنا مسلمان کا حاصلِ زندگی ہے۔ تنہا کتابیں یا محض فرض عبادتوں کی معمولی پابندی نفس کی سرکشی کو دبانے اور باطن کو مصفا کرنے کے لئے کافی نہیں۔ آنحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ اور اسوۂ حسنہ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے نہایت عمدہ آئینے ہیں۔ بعد کے علماء و صلحا اور اتقیا کا اسوہ بھی اس حقیقت پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔

قرآن بے شک ایک مکمل ترین سرچشمۂ ہدایت ہے اور احادیثِ نبوی بلاشبہ ایک پاکیزہ تر خزانۂ نور ہیں۔ لیکن اس سرچشمے اور اس خزانے سے حقیقی فیض اور روشنی حاصل کرنے کے لئے قلب و ضمیر کی صلاحیتِ اثر پذیری کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا اور یقین و ایمان کو پختہ سے پختہ کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ سورج کا انعکاس حاصل کرنے کے لئے کثیف اور ٹھوس اجزا کو آئینہ کی شکل دینا ضروری ہے۔ ایک پتھر سورج کی شعاعوں کا انعکاس بالکل قبول نہیں کرتا۔ ایک ٹین کا پترا اور ایک نکل شدہ لوہا قبول کرتا ہے۔ لیکن آئینہ سے کم۔ اور آئینہ پوری طرح جگمگا اٹھتا ہے۔ یہی حال قرآنی نورِ ہدایت اور آفتابِ حق کا ہے۔ کوئی شخص اپنے باطن کی کثافت کو قرآن و سنت کی بے اثری پر محمول کرے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پتھر کی بے نوری کو سورج کی کم تابی اور بے نوری پر محمول کرتا ہے۔

خاتمۂ کلام اس نصیحت پر سمجھئے کہ مطالعۂ کتب میں بہت زیادہ وقت صرف کرنے کے بجائے اعمالِ صالحہ اور تربیتِ نفس پر زیادہ وقت صرف کیجئے۔ اور جادۂ منزل کو منزل نہ سمجھ بیٹھئے۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

سوال ۲: — نام و پتہ معلوم — (سیاسیات)

مسلمان آئندہ الیکشن میں بحیثیت مجموعی قوم کے حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

اگر انتخابات میں مسلمان حصہ لے سکتے ہیں تو کونسی جماعت کا ساتھ دیں؟

یہاں پر ایک گورنمنٹ قاضی مولانا مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں دو ہی بڑی جماعتیں ہیں۔ ایک کانگریس پارٹی دوسری کمیونسٹ پارٹی۔ کمیونسٹ پارٹی تو بے دین اور منکرِ خدا جماعت ہے، لہٰذا مسلمان کسی طرح اس کی تائید نہیں کر سکتے اور اپنے ایمان کو نہیں بیچ سکتے۔ رہی دوسری جماعت وہ کانگریس پارٹی ہے۔

لہٰذا مسلمان الیکشن میں صرف کانگریس پارٹی کی ہی تائید کر سکتے ہیں جو مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کی ضامن ہے۔ اور حکمراں پارٹی بھی ہے۔ اگر مسلمان الیکشن میں حصہ نہ لیں اور کانگریس کی تائید نہ کریں تو اپنا حقِ نمائندگی کھو دیں گے۔ جو نہایت ذلت و خواری کا سبب ہے۔ اس طرح کانگریس پارٹی کی تائید کر کے ہی حکمراں پارٹی کو خوش کر سکتے ہیں۔ اور مسلمان بھی یہاں خوش حال رہ سکتے ہیں اور جس کی دلیل میں قرآنی آیات بھی پیش کرتے ہیں۔

جوابؔ ۲: —

اُن کا جو فرض ہے وہ اہلِ سیاست جانیں
اپنا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

سیاسیات میں ہم کوئی اچھی اور قابلِ اعتماد رائے دینے کی اہلیت خود میں نہیں پاتے۔ صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ — لادینی حکومتوں کے نام نہاد جمہوری انتخابات بہر صورت ایک خدا ناشناس بلکہ خدا بیزار سیاست کے کھلونے ہیں۔ کانگریس کی تعریف و توصیف میں اتنا تو بے شک کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے دورِ اقتدار میں کھلم کھلا وہ تمام مظالم مسلمانوں پر نہیں ڈھائے جو وقت و جبر کے بل پر ڈھا سکتی تھی اور جن کی توقع فرقہ پرستوں یا کمیونسٹوں کے برسرِ اقتدار آجانے کی شکل میں ہو سکتی ہے لیکن مجموعی طور پر کیا اس نے واقعی مسلمانوں کے ساتھ انصاف کیا؟ کیا اس نے اپنے کاغذی قانون کے مطابق عملاً بھی مسلمانوں کو اپنے ملک میں وہی مساوی حقوق دیئے جن کا چرچا آج کل کے جمہوری آئینوں میں ہے؟ کیا اس نے مسلمان دشمن فرقہ پرستی کی

ناظر خواہ بیخ کنی کی؟

یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات ہر صاحبِ ہوش اضی قریب کی تاریخ اور حال کے واقعات سے بآسانی حاصل رسکتا ہے۔

سوال ۳ :۔ از سراج الحسن۔ رائچور (دکن) **بلوغ کی مدت**

یہ تو مسلّم ہے کہ زکوٰۃ عاقل بالغ پر فرض ہے۔ تشریح للب یہ چیز ہے کہ شرعاً لڑکا کس عمر میں بالغ کہا جا سکتا ہے۔ اور ڑکی کس عمر میں بالغ کہی جا سکتی ہے۔ اگر لڑکے کا محتلم ہونا اور ڑکی کا حائضہ ہونا ہی اس کے بلوغیت کی علامت سمجھی جائے تو لثر ایسا ہوتا ہے کہ ۹-۱۰-۱۱ سال میں ہی لڑکیاں حائضہ ہونے لگتی ہیں اور ۱۴-۱۵ سال میں ہی لڑکا محتلم ہونے لگتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ شرعاً اعتبار کس چیز کا ہے۔ یعنی کیا شریعت نے وغیت کے لئے عمر کی قید لگائی ہے یا یہ علامات ہی بلوغیت کی دلیل ہیں۔ اور زکوٰۃ ان پر کب فرض ہو جاتی ہے۔ جواب رحمت فرمائیے۔

واب ۳ :۔

اصل چیز بلوغ ہے نہ کہ عمر۔ اگر کسی کے اندر دسویں سال بں بلوغ کی یقینی علامات میں سے کوئی علامت پائی جائے دہ بالغ ہے اور تمام احکامِ شرعیہ کا بالیقین مکلف ہوگا جس صورت میں کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ برس کی عمر میں لغ سمجھا جائے گا۔ اسلامی حکومت میں اربابِ حل وعقد اپنے مانہ کے عمومی سن بلوغ کا لحاظ کر کے پندرہ سے کم بھی مدّت مقرر لر سکتے ہیں۔

سوال ۴ :۔ از ایم میاں۔ ضلع غازی پور **نکاح وطلاق**

ہندہ سے زید کی شادی اس وقت ہوئی جب دونوں بالغ تھے۔ آج چار سال سے زید پاکستان میں مقیم ہے۔ اب ہندہ دو تین سال سے بالغ ہے مگر زید اس کی کچھ بھی خبر نہیں لیتا۔ خط وکتابت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ دو آدمی پاکستان گئے ور اس سے ملاقات کرنے کے بعد لڑکی کے متعلق ذکر کیا تو زید نے صاف لفظوں میں یہ کہا کہ مجھ سے کوئی سروکار نہیں میں طلاق بھی نہیں دوں گا جو جی میں آئے اس کے والدین کریں۔ اب تاخیر سن بلوغت کے بعد خطرناک ہے اس کا بھی اندیشہ ہے کہ ہندہ کہیں کسی اخلاقی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں والدین کیا کریں۔

جواب ۴ :۔

جس وقت ہندہ کو پہلی بار اپنے بلوغ کا شعور ہوا اگر اسی وقت وہ اپنی کسی سہیلی یا عزیز وقریب سے ظاہر کر دیتی کہ زید کی زوجیت پر وہ رضامند نہیں ہے تو نکاح ختم ہو جاتا۔ جب کہ اس نے ایسا نہیں کیا تو اب یقیناً وہ زید کی بیوی ہے اور موجودہ اُلجھی ہوئی صورتِ حال میں بجائے ہم جیسے بے وسیلہ مفتیوں کی جمعیۃ العلماء جیسی با اثر جماعت کے اربابِ حل وعقد کی طرف پائے استمداد بڑھ جانا چاہئے۔ پیشِ نظر معمہ صرف فتووں سے حل نہیں ہوگا بلکہ عملی اقدام لازمی ہے اور عملی اقدام کیلئے اس طرح کے معاملات میں جمعیۃ العلماء کے اربابِ بست وکشاد سے زیادہ موزوں کون ہو سکتا ہے۔ مرکزی دفتر جمعیۃ العلماء (گلی قاسم جان) دہلی کو خط لکھئے ممکن ہے کوئی بہتر نتیجہ نکل سکے۔

سوال ۵ :۔ از جلیل احمد سرسی ؟

کیا فرماتے ہیں اللہ ورسول اس شخص کے بارے میں جو چند چھوٹے موٹے رسالے پڑھ کر اپنے آپ کو عالم کہلواتا، اور مقلد غیر مقلد کے جھگڑے پیدا کر کے معاشرہ میں اختلافات پیدا کرتا ہے۔ دراں حالیکہ خود صوم وصلوٰۃ تک کا پابند نہیں ہے۔

جواب ۵ :۔

یہ فرماتے ہیں اللہ اور رسول ایسے شخص کے بارے میں کہ فسادی اور بر خود غلط اور شر پسند ہے۔ ایسے شخص کو پہلے نرمی اور شفقت سے سمجھانا چاہئے۔ اگر باز نہ آئے تو ہر طرح کے معاشرتی تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔

سوال ۶ :۔ از عبد المناف۔ ضلع آکولا (برار) **تفہیم القرآن**

ہمیں جب سے تلاوتِ قرآن مع ترجمہ وتفسیر کا اشتیاق ہوا تو پہلی بار مولانا اشرف علیؒ صاحب تھانوی اور شاہ رفیع الدین صاحب رحمہما اللہ کی تفسیر وترجمہ والے قرآن شریف ہم نے دیکھے۔ اور ان کے علاوہ مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی لکھی ہوئی تفسیر و ترجمہ بنام "تفہیم القرآن" بھی ہم نے پڑھی اور اس کے بعد مولانا

عبدالماجد صاحب دریابادی کی لکھی ہوئی تفسیر و ترجمہ بنام "القرآن الحکیم" کی پہلی منزل بھی —— اس القرآن الحکیم کی پہلی منزل میں جس کا دیباچہ تفسیر بھی خود مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے لکھا ہے انھوں نے جن مفسروں کے ترتیب وار نام دیئے ہیں ان کی تفسیر لکھنے کا اندازِ بیان بھی لکھا ہے۔ اس ترتیب میں اخیر میں نمبر شمارہ ۳ کے بعد پھر ایک دو سے چھ تک نمبر ہیں چھٹے نمبر میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر پر جو جملے انھوں نے لکھے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔ جن کو پڑھ کر ہمیں ہماری اپنی سمجھ کے مطابق ازحد افسوس و صدمہ ہوا۔ جو الفاظ نہایت غور طلب ہیں۔ وہ لفظ بلفظ مندرجہ ذیل ہیں

نمبر ۶ تفہیم القرآن از ابوالاعلیٰ مودودی یہ تفسیر جسے تفسیر کہنا مشکل ہی ہے۔ بہ اقساط نکل رہی ہے۔ ابھی تک آٹھ پاروں کی نکلی ہے۔ بعض نکتے اس میں خوب آگئے ہیں۔

تو براہِ کرم آپ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کی تفسیر القرآن الحکیم کا دیباچہ پڑھ کر ہمیں اور عوام کو بتایئے کہ کیا واقعی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر بنام تفہیم القرآن کو تفسیر کہنا مشکل ہی ہے۔ کیا بات ہے۔ شاید ممکن ہے ہماری سمجھ میں یہ جملہ نہ آرہا ہو تو یہ جملہ جو ہماری سمجھ میں مشکوک و طنزیہ ہے وضاحت طلب ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ بھی بغور دیکھیں اور جلد از جلد ہمارے یا مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے اس مغالطے کو رفع فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

جواب :—

ہمارے پاس مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کی "القرآن الحکیم" نہیں ہے۔ لیکن جو الفاظ آپ نے حوالہ کے ساتھ نقل کئے ہیں ان کو "مطابق اصل" قرار دیتے ہوئے ہم عرض کریں گے کہ مولانا مودودی کی "تفہیم القرآن" ہم نے نہ صرف پڑھی ہے بلکہ شیخ الہندؒ کے ترجمے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر اور شاہ رفیع الدینؒ کے ترجمے اور شاہ عبدالعزیزؒ کی تفسیر پارۂ عم اور مولانا اشرف علیؒ کی تفسیر "بیان القرآن" کو سامنے رکھ کر سبقاً سبقاً اس نظر سے پڑھا ہے کہ دیکھیں مولانا مودودی نے کن کن مقامات پر اسلاف کی راہ کو چھوڑا ہے اور کیوں چھوڑا ہے۔ ہم بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ "تفہیم القرآن" میں ہمیں ایک بھی چیز ایسی نہ مل سکی جسے سلف کے ثقہ علماء و مفسرین کے مقابلہ میں "اختلاف" کا نام دیا جا سکے۔ بلکہ اس کے برعکس صاحبِ تفہیم القرآن کا اسلوبِ فکر اور زاویۂ نظر اس حد تک اسلاف سے ہم آہنگ ہے کہ بعض اُن مقامات پر جن کی تعبیر میں آجکل کے جدت طراز اور ظاہر پرست ذہن اسلاف کی راہ سے ہٹ کر اپنی مخصوص و جداگانہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں اُن مقامات پر بھی صاحبِ تفہیم القرآن کے فہم و بصیرت اسلاف ہی کے ذہن و فکر سے کلیۃً ہم آہنگ ہیں۔ بس فرق ہے تو اتنا کہ اسلاف کے طرزِ تحریر میں ان کے اپنے زمانوں کی انشاء اور ادب کا رنگ ہے اور تفہیم القرآن میں موجودہ زمانے کی نگارش اور انشاء کا جمال ضوفگن ہے۔ نیز تفہیم القرآن کا مقدمہ اور تفسیری نوٹ اس بات کے گواہ ہیں کہ مفسر نے قرآنی معانی و مطالب کو من و عن اپنی جگہ رکھتے ہوئے مقصدِ قرآن کو قارئین کے دل و دماغ سے قریب کرنے اور عملی دنیا سے ہم آہنگ کرنے کی سعیِ بلیغ کی ہے۔ اور جس طرح ایک اعلیٰ درجہ کے عربی داں کو قرآن پڑھتے ہوئے قرآن کے حسنِ بیان جمالِ انشاء اور دلنشیں و کامل در و بست کا نشاط انگیز احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک صاحبِ ذوق اردو داں کو تفہیم القرآن پڑھتے ہوئے ایسے حسن و جمال کا احساس ہوتا ہے جو زبان و انشاء کی پرکاری و صناعی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اسے کوئی ہمارا ذاتی احساس اور تأثر کہہ لے لیکن اس سے بالکل قطع نظر پورے ایمان اور دیانت کے ساتھ ہم بلا خوفِ تردید کہیں گے کہ مولانا عبدالماجد صاحب کی نشتر زنی ہمارے قیاس کی حد تک بالکل بے بنیاد بے دلیل اور بے اصول ہے۔ حد اقت سے زیادہ اس میں عناد اور دیانت سے زیادہ فساد جھلکتا ہے۔ کہنے کو کوئی بھی شخص کسی بڑے سے بڑے مصنف کو جو چاہے کہہ ڈالے کون کسی کی زبان پکڑ سکتا ہے۔ لیکن مولانا دریابادی جیسے سنجیدہ اور سن رسیدہ عالم کو اس طرح کی ادبی نشتر زنی زیب نہیں دیتی تھی۔ اس طرح نہ تو کوئی شخص اپنی برتری اور عظمت کا سکہ جما سکتا ہے نہ اس طرح غیر جانبدار ناقدین کا

ے کو متأثر کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ تفہیم القرآن پڑھنے کے لئے ہیں رکھتے ہیں وہ صرف مولانا دریابادی کے لکھنے سے اپنی یں نہیں چھوڑ لیں گے۔ جو شخص انصاف اور دیانت کا قدرداں وہ مولانا دریابادی کے ایسے انداز بیان سے جو بہت اونچ ـ بہت نیچے لوگوں کے لئے اختیار کرتے ہیں تفہیم القرآن سنف کو بہت نیچا اور "القرآن الحکیم" کے مصنف کو بہت اونچا ہان لے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر واقعی "تفہیم القرآن" میں کچھ عیوب ایسے فوں نے اسے تفسیر کہنا مشکل کر دیا ہے اور ہماری ناقص عقل ان عیوب کو نہیں پا سکی ہے اور ہم جیسے دیگر کم علموں کیلئے ن کو سمجھنا ناممکن ہے تو ایک حق پرست مصلح کی حیثیت سے مولانا دی کا فرض تھا کہ طنز و اعتراض کا ایسا گھٹیا انداز اختیار کرنے ے جو ایک معروف اختلاف وعناد کی آتش کو ہوا دیتا ہے سنجیدہ و مبسوط مضمون لکھ کر علمی و عقلی استدلال کے ساتھ لقرآن میں چھپے ہوئے "غیر تفسیری جراثیم" اور "اثمی نکات" ح کر کے ہم کم فہم و کم علم مسلمانوں کو گمراہی وضلالت سے بچاتے ے پاس اخبار ہے وہ تفہیم القرآن کے نقائص کو شرح وبسط تھ مدلل طور پر عیاں کر کے سیکڑوں بندگان خدا کی آنکھیں سکتے تھے۔

جب تک وہ یا کوئی اور ایسا نہیں کرتا اس وقت تک پ کا اور دیگر طالبین حق کا یہ فرض ہے کہ دماغ و دل کو ـ پرستی اور کورانہ تقلید کی نجاست سے پاک کر کے خالصۃً للہ خلاص اور ایمانداری کے ساتھ تفہیم القرآن کا مطالعہ ور دیگر تفاسیر معتبرہ سے مقابلہ کر کے دیکھیں قرآن وسنت ہیں وہ جس نتیجہ پر پہنچیں اسے حق جانیں اور جو عیوب انھیں لقرآن میں نظر آئیں انھیں اہل علم پر پیش کریں اخبارات و ر چھاپیں تجلی کو بھیجیں۔ تجلی اور اس جیسے بعض اور رسائل ان لوگوں کی خدمت گذاری کے لئے حاضر ہیں۔ جو بے لاگ طریقہ پر ظاہر کرنے میں خوف نہیں کھاتے۔ ـ و تقلید کی تاریکی سے ہٹ کر قرآن وسنت اور صالح ی کی روشنی میں کلام کرتے ہیں۔

یاد رکھئے جو شخص بلا دلیل محض شخصی تقلید میں کسی داعی حق کو گمراہ کسی مدعی ایمان کو بے ایمان کسی علمبردار اصلاح کو ضال ومضل کہتا اور سمجھتا ہے وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نوّر اللہ مرقدہ و زاد اللہ فیوضہٗ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جو شخص میرے کسی قیاس اور فیصلہ کے مطابق فتویٰ دیتا ہے اور میرے دلائل سے آگاہ نہیں ہے وہ غلطی کرتا ہے۔ اس کے بعد کیا گنجائش ہے کہ کسی شخص واحد یا اشخاص کے بلا دلیل طنز پر کسی تصنیف کے بارے میں حقارت آمیز رائے قائم کر لی جائے۔ وللہ عاقبۃ الامور۔

سوال ۳: ۔ از محمد محبوب علی — امامت

زید ایک بیوپاری عمر رسیدہ نیک اور پابند صوم و صلوٰۃ ہے۔ لیکن جسم کی پوشاک کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اصل رنگ سے متغیر ہو کر بدبو ہو جاتی ہے۔ جماعت میں بازو کھڑے ہونے سے کراہت ہوتی ہے۔ اور زید کی اہلیہ بازار میں ایک دوکان سے بے پردہ ہو کر بیوپار کرتی ہے۔ زید مسجد میں امام صاحب کی غیر حاضری میں امامت بھی کرتا ہے۔ غیر مسنون طریقہ پر قرارت پڑھتا ہے۔ کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے؟

جواب: ۔

اگر کوئی شخص نہایت غریب ہو تو پھٹا پرانا لباس اس کی مذہبی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں ڈالتا۔ لیکن غربت اور پھوڑپن میں فرق ہے پھٹی جگہوں میں پیوند لگانا اور میل کچیل کو پانی جیسی مفت نعمت سے دھو کر صفائی اختیار کرنا یقیناً غربت کے منافی نہیں ہے۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اختیاری فقر کے باعث بہت معمولی لباس پہنتے تھے لیکن پیوند اور اجلے پن اور صفائی کا پورا اہتمام تھا۔ یہی اسوہ غریب صحابہ نے اختیار کیا۔ گندگی اور بے حسی سے اسلام کو بیر ہے۔ اگر زید پوشاک سے تنگی اور اتقاء کے خیال سے بے توجہی برتتا ہے تو یہ عین حماقت ہے جب کہ نوبت بدبو تک پہنچ گئی۔

غیر مسنون قرأت سے کیا مراد ہے؟

بہر حال اگر قرأت میں کوئی واضح غلطی ہے تو امامت درست نہیں۔

رہا بیوی کا معاملہ تو اگرچہ بعض علمائے کرام اس معاملہ میں بڑے "آزاد خیال اور" "روادار" ہیں۔ لیکن ہم اُس پوزیشن کے پیش نظر جو اسلام نے بیوی کے بالمقابل شوہر کو دی ہے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بیوی کے کردار و عمل پر احتساب کی بڑی ذمہ داری شوہر کے سر ہے اور آں حضور نے جو فرمایا ہے کہ مرد اپنے اہل بیت کے بارے میں مسئول ہے تو یقیناً میاں زید سے اللہ میاں یہ پوچھیں گے کہ تم نے کیوں اپنی بیوی کو بے پردہ ہو کر تجارت کرنے سے نہیں روکا۔ خصوصاً ایسے زمانہ میں جب کہ ہوس اور سیاہ کاری ہوا اور پانی کی طرح عام ہے زید کیا جواب دے گا اور عدالتِ حقہ کیا فیصلہ کرے گی یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال [8] :- (ایضاً) جنازہ

اِدھر ایک رواج ہے کہ جنازہ کی نماز ختم ہوتے ہی تمام حاضرین میت پر پھول چڑھاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ جب نماز میں ہی دعا پڑھی جاتی ہے تو بعد فارغ ہونے نماز کے پھر فاتحہ یا دعا سنت ہے یا کیا؟ - اور بعد دفن کرنے میت کے قبر سے چالیس قدم دور ہٹ کر پھر فاتحہ پڑھی جاتی ہے کیا یہ طریقہ بھی جائز ہے؟ چالیس قدم قبر سے دور ہٹ کر فاتحہ یا دعا پڑھنے کی اصل حقیقت کیا ہے؟ بذریعہ تجلی تفصیلی روشنی ڈالی جائے تو احسن ہے۔

جواب [8] :-

پھول چڑھانا بدعت ہے۔ نمازِ جنازہ خود دعا ہے۔ اس کے بعد دعا زوائد میں سے ہے۔ چالیس قدم ہٹ کر فاتحہ یا دعا پڑھنے کی کوئی مضبوط دلیل ہمیں قرآن و سنت میں نہیں ملی۔ جو اس کے دعویدار ہیں وہ دلیل لائیں۔

سوال [9] :- از محمد عبداللہ۔ رام پور۔ نکاح وطلاق

کنیز اپنے شوہر عمرو سے دوران جھگڑے میں کہتی ہے۔ مجھ کو طلاق دیدے شوہر بحالتِ غصہ میں تین بار طلاق دیدیتا ہے اور گھر سے نکال دیتا ہے۔ از راہِ کرم حوالے سے رسالہ تجلی میں جواب دیجئے۔ کیا یہ طلاق واقع ہو گئی یا خلع؟ کیا خلع ہوسکتا ہے اگر عورت راضی ہو تو بغیر حلالہ کے سابق شوہر سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور خلع کی عدت ہے یا نہیں؟

بیوی کی موجودگی میں سگی سالی سے ناجائز تعلقات پر کیا بیوی نکاح سے خارج ہو جاتی ہے؟ اور ایسی صورت میں کیا دوبارہ بیوی سے نکاح کرنا پڑے گا؟

جواب [9] :-

خلع میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے مسئولہ صورت میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں جن کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح ممکن نہیں —— خلع کی عدت وہی تین حیض ہیں۔ بعض اہلِ علم اگرچہ ایک حیض کی طرف بھی گئے ہیں۔ مگر اکثر علماء تین حیض کہتے ہیں مثلاً ثوری۔ احمد۔ اسحاق اور اہلِ کوفہ رحمہم اللہ اجمعین راجح اور قوی یہی ہے کہ خلع کی عدت مطلقہ کی عدت کے مثل ہے۔

بیوی کی موجودگی میں سالی سے ناجائز تعلق بیوی کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیتا ہے جیسا کہ درمختار ہدایہ عالمگیری وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔

سوال [10] :- از شاہ محمد امین عطا فاروقی۔ رائے بریلی۔ نجاستِ شرک

قرآن شریف میں ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔

(ترجمہ) مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل ہونے

اس آیت میں مشرکین کا مسجد حرام میں داخلہ ممنوع قرار دیا گیا ہے اور انھیں نجس کہا گیا ہے۔ تو مشرک کہہ کر کسی خاص گروہ کو مراد لیا ہے یا ہر اس شخص کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا جس پر مشرک کا اطلاق ہوتا ہو۔ مسجد حرام سے مراد صرف کعبہ ہے یا اس میں عموم ہے۔ اگر مشرکین نجس ہیں تو کس قسم کے نجس ہیں یا نجس اعتقادی۔ یا نجس حکمی یا نجس وصفی۔ اگر ان چار قسموں میں کسی ایک میں ان کا شمار ہوتا ہے تو اس کی تشریح۔ اور آیتِ مذکور کے متعلق ائمہ اربعہ کا کیا خیال ہے۔ ایک ہندو سیاح مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب [10] :-

تقریباً تمام ہی مفسرین نے مسجد الحرام سے پورے حدودِ حرم مراد لئے ہیں جس کی تائید میں عطاء رضی اللہ عنہ کی روایت درمنثور وغیرہ میں ملتی ہے۔ باعتبار شانِ نزول اور بہ لحاظ

یہاں وہی کفارِ عرب مراد ہیں — جو اپنا جاہلانہ حج کرنے
کرتے تھے۔ ان میں اہلِ کتاب ہوں یا غیر اہلِ کتاب
ں یا کافر۔ ویسے بھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے
برئیلؑ نے یہودی کے ہاتھ کو مثل دستِ مشرک فرمایا
ازالیہ وہ تمام غیر مسلم ہیں جو حرم میں اپنی جاہلانہ خرافات
کیا کرتے تھے۔ لیکن جزیرۃ العرب سے کفار و مشرکین
اج کی وصیتِ نبوی اور صحابہ کے طرزِ عمل سے
ہے کہ آیتِ قرآنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام کفار
صادق آئے گی۔ محض اس دَور اور اس دَور کی مخصوص
ین پر نہیں۔
ست سے مراد نجاستِ اعتقادی
یا جسمی نہیں۔ جس کے
لئے اتنا ہی کافی ہے
ں وفدِ ثقیف
پر مشتمل تھا مسجد
جانبکی روایت
نیز دوسری
نما کان نقضر
لوعلاالاخانفین
ہوتا ہے کہ داخلۂ حرم
بطور استیلاء یا بطور توطن
یہ۔ چنانچہ قتادہ رضی اللہ عنہ
کسی مشرک کو اس سال کے بعد مسجدِ حرام میں داخلہ
نہیں۔ الّا یہ کہ وہ صاحبِ جزیہ ہو یا کسی مسلمان کا
رحدیثِ مبارکہ اَلاَ لاَ یَحُجَّنَّ بعدَ العام مشرک
م ہوتا ہے کہ فی الحقیقت نفسِ داخلہ ممنوع و حرام نہیں
ملک کے مالک اور صاحبِ اختیار ہونے کی حیثیت سے
ہے جیسا کہ مشرکین حج کرنے آیا کرتے تھے اور ننگے
کرتے تھے۔

دو یا عیسائی سیاح کا مسجد میں داخل ہوسکتا یا نہ ہوسکنا
سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ اول تو یہاں
نفسِ مسجد کا حکم بیان نہیں ہو رہا۔ بلکہ خاص مسجد کا ذکر ہے۔ دوسرے نفسِ داخلہ مراد نہیں۔ بلکہ ایک خاص حالتِ خود مختاری میں داخلہ مراد ہے۔ ہماری ناقص رائے اس باب میں یہ ہے کہ کوئی بھی غیر مسلم مسجد دیکھنے یا مسلمانوں کے طرزِ عبادت کا مطالعہ کرنے کے لئے ذمہ دار مسلمانوں کی اجازت سے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے بشرطیکہ ظاہری اعتبار سے اس کی حالت میں کسی نجاستِ حکمی یا نجاستِ عینی کا شبہ نہ کیا جاسکے اور قرینہ اس حقیقت پر شاہد ہو کہ دخول فی المسجد میں اسے کسی طرح کا زعمِ استحقاق اور قوتِ استیلاء کا احساس نہیں ہے۔ یہی رائے فقہ حنفی سے مستنبط ہوتی ہے اور وفدِ ثقیف کے علاوہ بھی کئی مثالیں اس رائے کی صحت پر قوی شہادت پیش کرتی ہیں۔

سوال ۱۱: — از محمد منظور الحسن

ایصالِ ثواب

ماہ جون کے تجلی میں سوال ۲۲ کا جو آپ نے جواب تحریر فرمایا ہے اس کے لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس بات کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دورِ مبارک میں ملتا ہے حوالہ مستند احادیث کا ہونا چاہئے۔

یہ میں اس لئے دریافت کر رہا ہوں کہ اس بارے میں مجھے شک ہے۔ نیز سیرت وغیرہ میں مجھے ابھی تک ایسی کوئی بات نہیں ملی۔ امید ہے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائیں گے۔

جواب ۱۱: —

مرحومین کے لئے آیاتِ قرآنی کے ساتھ دعا کرنا تو خود آنحضور کے قول و عمل سے بہ تکرار ثابت ہے۔ لیکن پورا قرآن پڑھ کر اس کا ثواب بخشنا بے شک نہ تو کسی قولی یا عملی حدیث سے ثابت ہے نہ سلف صالحین یعنی صحابۂ کرام میں اس پر تعامل کا

پتہ چلتا ہے۔ کم سے کم ہمارے ناقص علم میں کوئی روایت معتبر ایسی نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ کسی صحابی نے قرآن کا ثواب مرنے کو بھیجا ہو۔ غالباً اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایصالِ ثواب کے حق میں نہیں۔ اور قرآن کی آیت لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى سے استدلال کرتے ہیں

لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس استدلال کو شافی دکافی ——— نہیں مانتے اور اس بنیاد پر کہ احادیثِ صحیحہ میں مختلف سورتوں کے بیش بہا اثرات اور مرحوموں کے لئے اُن کے منافع بداہتہً ثابت ہیں پورے قرآن کو اس پر قیاس کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کے مؤید ہیں۔

ہم چونکہ فقہ حنفی کے مقلد ہیں اور جب تک امام ابو حنیفہ کی رائے کے خلاف کوئی مضبوط اور دل نشین دلیل نہ ملے اس سے انحراف مناسب نہیں سمجھتے اس لئے ہمارے خیال میں مُردوں کو قرآن کا ثواب پہنچنا چاہیے۔ امام شافعیؒ کے جتنے بھی دلائل اس باب میں ہمیں معلوم ہو سکے وہ ہماری ناقص رائے میں اتنے قوی اور وزندار نہیں ہیں کہ ہم جیسے کم علموں کو مسلکِ حنفی کے ترک کا اذن دے سکیں۔ جب احادیثِ صحیحہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ بعض سورتیں مرحومین کے لئے باعثِ نفع ہو سکتی ہیں تو کُل کے کُل قرآن کا نفع بخش ہونا بدرجۂ اولیٰ سمجھ میں آتا ہے۔ اور قرآن کا یہ ارشاد کہ انسان کے لئے بس وہی ہے جس کے لئے اس نے کوشش کی ہے اپنی جگہ یقیناً درست و محکم ہے۔ لیکن اس سے اس بات کی نفی لازم نہیں آتی کہ ایک شخص اپنی کمائی ہوئی دولت کسی کو یوں ہی بلا معاوضہ دیدے اور وہ مفت پانے والا اس سے فیضیاب ہو۔ قرآنی بیان ایک قانونی اصول ہے جس طرح کہ برائیوں پر عذاب اور بھلائیوں پر اجر و انعام قانونی اصول ہیں۔ لیکن اللہ جل شانہٗ کسی برائی کو معاف اور کسی بھلائی کو بے نتیجہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ایک زندہ شخص اگر تلاوتِ قرآن کا کمایا ہوا ثواب اپنے کسی محبوب میت کو دیئے جانے کی التجا کرے تو بعید نہیں کہ باری تعالیٰ یہ التجا قبول فرمالیں۔

بہرحال جب تک ہمیں کوئی مضبوط دلیل امام صاحب کی رائے کے خلاف نہیں ملتی ہم "ایصالِ ثواب" کی تردید و تغلیط نہ کریں گے۔ البتہ اس کی کسی اجتماعی شکل یا تعیینِ وقت کے ہم قائل نہیں اسے بدعت سمجھتے ہیں۔

سوال ۱۲ :۔ از محمد اکرام اللہ۔ نجیب آباد۔ قرآتِ نماز۔

ہمارے محلہ کی مسجد کے پیش امام لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا کے بجائے "إِلَّا وُسْعَهَا" پڑھتے ہیں۔ اور وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ کی بجائے وَقُل رَّبِّ اَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ پڑھتے ہیں — اور قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا کی بجائے "قَدْ" "اَفْلَحَا" "مَنْ زَکّٰھَا" پڑھتے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سی جگہ زبر کی آواز کو کھینچکر "الف" سے ملا دیتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ ایسطرح پڑھا جاتا ہے اور میں معمولی اُستاد سے نہیں پڑھا۔

آپ ہی بتائیے کہ اس طرح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب ۱۲ :۔

پیش امام صاحب نہ صرف یہ کہ اجماعِ امت کے خلاف جا رہے ہیں، بلکہ مسلمہ قواعدِ نحو پر بھی مشقِ ستم فرما رہے ہیں بیشک اُن کے استاد "معمولی" نہیں معلوم ہوتے۔ بلکہ اس حد تک "غیر معمولی" نظر آتے ہیں کہ انھیں نوادرات میں شامل کر کے "عجائب گھر" میں رکھدینا چاہیئے۔

سوال ۱۳ :۔ (ایضاً) نکاح

بالغ لڑکی کی شادی اگر بغیر اس کی اجازت لئے کر دی جائے تو نکاح درست ہوا یا نہیں؟

جواب ۱۳ :۔

نکاح منعقد نہیں ہوا۔

سوال ۱۴ :۔ (ایضاً) نماز

نماز کا مسنون طریقہ مفصل طور سے بیان فرمائیے

جواب ۱۴ :۔

اس کے لئے آئینۂ نماز، بہشتی زیور، علم الفقہ اور نماز آسان وغیرہ کتابیں پڑھیے۔

سوال ۱۵ :۔ از خریدار نمبر ۲۰۳۲۔ چلداگ۔ غرخشہ۔

یہاں کے ہندو کہتے ہیں کہ اگر آپ لوگ محرم منانا ترک کرتے ہیں تو قربانی بھی ترک کرنی ہوگی۔ جو لوگ محرم منانے اور اس کی مروجہ رسوم میں شرکت کرنے کے خلاف ہیں اُن سے زبردستی یہ کہہ کر چندہ وصول کیا جاتا ہے کہ یا تو دیوبند کا فتوے دکھلایئے ورنہ چندہ دیجئے۔ محرم نہ منانے کی صورت میں آپ کو لکھ کر دینا ہوگا کہ ہم نے محرم چھوڑ دیا نہیں لکھیں گے تو ہم ظلم کریں گے!

ہم لوگ کم علم ہونے کے باعث کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ آپ براہِ خدا تجلی میں اس پر کچھ لکھیں۔

جواب :—

سیدھی بات یہ ہے کہ آپ جتنے مسلمان اس صورتِ حال سے پریشان ہیں وہ مل کر عدالت میں دعویٰ دائر کریں — بھارت کے موجودہ دورِ فرقہ پرستی میں فرقہ پرستوں کے ظلم و جبر اور شیطانی منطق کا سوائے عدالت کے کوئی جواب نہیں ہے بھارت کی عدالتیں آج بھی عموماً منصفانہ فیصلے دے رہی ہیں اور کم سے کم بڑی عدالتیں تو یقیناً بہت بڑی حد تک جانبداری سے پاک اور قانونی تقاضوں کی پابند ہیں۔

ہم کہتے ہیں محرم منانا یقیناً ایک غیر دینی بے کار فعل ہے جس سے سوائے عذاب کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آپ اور آپ کے ہمنوا حضرات اگر ہندوؤں کے بے جا اور بیہودہ مطالبہ کو پورا بھی کر دیں یعنی لکھکر دیدیں کہ ہم محرم نہیں منائیں گے۔ تب بھی دین کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ اس طرح کے بیہودہ مطالبے پورے کرنا جمہوری ہندوستان کے کسی بھی آزاد شہری کے لئے کسرِ شان اور وقار کے منافی ہے اس لئے اولیٰ اور انسب طریقہ یہی ہے کہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے محرم ہو یا شب رات کسی بھی دینی تقریب اور مذہبی جشن کے باب میں مسلمان باہم خواہ کتنے ہی مختلف الرائے ہوں لیکن کسی غیر مسلم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان کے بارے میں کسی طرح کی پابندی لگائے شرطیں ٹھہرائے۔ رائے زنی کرے ایک کافر جب کسی مذہبی تقریب میں خلل انداز ہوتا ہے تو یہ سمجھ کر نہیں ہوتا کہ فلاں تقریب حقیقۃً اسلامی نہیں۔ بلکہ وہ تو ایک اسلامی تقریب ہی سمجھ کر خلل انداز ہوتا ہے اور اس لئے ایسے مواقع پر ضروری ہے کہ مسلمان اپنی قومی عزت اور وقار اور آزاد حفاظت کے لئے تقاضائے وقت اور مصالح کے مطابق وہ تدابیر اختیار کریں۔

سوال ۱۶ :— از پیار محمد۔ برار۔ مجاز و حقیقت

یہاں ایک حافظِ قرآن ہیں جو وعظ بھی کیا کرتے ہیں دورانِ وعظ میں یوں فرمایا:—

" ایک شخص کعبہ کے طواف کے ارادہ سے نکلا۔ اسکی بایزید بسطامیؒ سے ہوئی۔ آپ نے اُس شخص سے سفر کا مقص دریافت کیا۔ جواب میں اس نے کہا کعبہ کے طواف کیلئے ہوں۔ اور میرے پاس دوسو دینار سُرخ ہیں۔

بایزید بسطامی نے کہا۔ اے شخص تو سات بار میرا طو کر۔ تیرا ارادہ پورا ہو جائے گا۔ کیونکہ میرا دل بھی خدا کا گ

نیز حافظ صاحب نے یوں بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے کو میں واصل کر دیتا ہے خدا اُس کی زبان، اس کے ہاتھ، اس بن جاتا ہے۔ بلکہ وہ شخص بھی خدا بن جاتا ہے۔

مولانا رومیؒ کی مثنوی قرآن کا صحیح ترجمہ ہے۔ ایسا ح صاحب فرماتے ہیں۔

جواب ۱۶ :—

اول تو ایسی روایات کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ ا نسبت منسوب الیہ کی طرف کہاں تک صحیح ہے بعض خاص رہ اور مسلک رکھنے والے لوگ اپنے رجحان اور مسلک کی تائی لئے غلط باتیں بھی بزرگوں کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اگر روایت صحیح بھی ہو تو پورے تاریخی سیاق و سباق اور جب تفصیلات کے بغیر نہیں معلوم ہو سکتا کہ ایک اس طرح کی بات شریعتِ حقہ کے بالمقابل ایک پُر اسرار اور رمز آلودہ کیفیت رکھتی ہے کسی مقدس بزرگ کی زبان سے کیوں اور کس مفہوم نکلی — روایت کو صحیح مانتے ہوئے اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ حضر بایزید بسطامی نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا مطلب وہی ہے جو ظا الفاظ سے عیاں ہے اور کوئی خاص پوشیدہ نکتہ اس میں نہیں کہنا پڑے گا کہ صریحاً غلط اور خلافِ دین ہے جس کے لئے کسی دیرہان کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہر صاحبِ علم بلا تامل اس کے ب

نفس کو سمجھ سکتا ہے۔ صرف ایک ہی بات اس کے خلاف بہت کافی ہے کہ افضل البشر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فداہ اُمّی وابی نے کبھی کسی کو اپنے طواف کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ کائنات میں اگر واقعۃً کچھ قلوب "اللہ کا گھر" کہلانے کے مستحق ہیں تو سب سے زیادہ استحقاق "قلبِ رسول" کو پہنچتا ہے۔ اُس رسول کو جس کی عظمت و برگزیدگی پر قرآن کی مہریں ہیں۔

اگر واقعۃً بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو شریعت کے باب میں ایک دلیل فرض کر لیا جائے تو صرف طواف تک بس نہ ہوگی بلکہ نماز بھی آپ ہی کی طرف رُخ کر کے پڑھنا ضروری ہوگا!

فی الحقیقت ایسی تمام باتیں جن کی نسبت بزرگوں کی طرف کی جاتی ہے اگر روایت و درایت کے اعتبار سے درست ثابت ہو جائیں تو اُن کی غیر شرعی پوزیشن پر منطقی بحث و نظر کی بجائے صالحین اور اہل اللہ سے اُن کے بارے میں استفسار کرنا چاہئے۔ کیونکہ جو اللہ کے نیک بندے اپنے زندگی بھر کے اعمال اور مجموعی حالات کی روشنی میں دین کے عاشق اور اسلام کے شیدائی ثابت ہو رہے ہوں اُن کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ بلا تکلف وہ کوئی بات شریعت کے خلاف کہدیں گے اور فی الواقعہ ان کی رائے خلافِ دین ہوگی قرینِ قیاس نہیں ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ یا تو اُن کا مقصد کوئی خاص نکتہ کسی خاص انداز میں بیان کرنا ہوگا جس کے لئے انھیں مخاطب کے احوال کے لحاظ سے مجاز یا کنایہ یا تشبیہ کا انداز اختیار کرنا موزوں نظر آیا ہوگا یا پھر جذب و محویت کے کسی خاص عالم میں اُن کی زبان کھلی ہوگی۔ جو لوگ ان کے قول سے مسائلِ شرعیہ میں استدلال کریں وہ بیشک غلطی کرتے ہیں۔

مثنوی مولانا رومؒ کو قرآن کا صحیح ترجمہ تو کوئی احمق ہی کہیگا البتہ مطالب و معانی کے لحاظ سے یہ ایک نہایت بلند پایہ کتاب ہے جس میں بے شمار دینی لطائف روحانی رموز دینی اصول و فروع بیان کئے گئے ہیں۔ جس میں متکلمانہ بحثوں کی بجائے حکیمانہ اسلوب ہے۔ شدتِ تاثر ہے وجدانی کیفیت ہے۔ ادبی حسن و جمال ہے گہرائی اور گیرائی ہے۔ متحرک زندگی ہے۔ پاکیزہ تعلیم ہے جذبہ و پیغام ہے۔ تمام فارسی لٹریچر میں اگر دینی نقطۂ نگاہ سے اسے "ام الکتاب" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ نظم کی کسی بھی کتاب سے آج تک امتِ اسلامیہ میں اتنے کثیر افراد متاثر نہیں ہوئے ہیں جتنے مثنوی مولانا روم سے۔

بایں ہمہ اس کو "قرآن کا صحیح ترجمہ" کہنا توبہ کے قابل مبالغہ اور پرہیز کے لائق عبارت ہے۔ مخلوق کا کلام خواہ کتنا ہی بلیغ و فصیح اور جامع و مانع ہو۔ لیکن کلامِ الٰہی کے مقابلہ میں۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حافظ صاحب کی مراد "قرآن کا ترجمہ" کہنے سے یہ ہوگی کہ جس طرح قرآن حقائق سے لبریز ہے اسی طرح مثنوی بھی حقائق کا گنجینہ ہے۔ بے شک ایک بعید تر جزوی اعتبار سے اس طرح کی بات کنایۃً کہی جا سکتی ہے۔ لیکن بہتر اور انسب یہی ہے کہ اس طرح کے غلو اور "حسنِ بیان" سے دور رہا جائے اس میں فساد زیادہ حقانیت کم ہے۔

سوال ۱۵: — از محمد عبد العزیز خاں ضلع عادل آباد دکن۔ **آذانِ جمعہ**

ارشاد خداوندی ہے "اے ایمان والو! جب آذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو۔ اور چھوڑ دو خرید و فروخت" اس آیت میں جو آذان کا ذکر ہوا وہ جمعہ کی پہلی آذان مراد ہے یا دوسری۔ اگر دوسری آذان مراد ہے تو اتنی زور سے دینی چاہئے کہ لوگ کاروبار چھوڑ کر دوڑیں۔ اس کے برخلاف ہو یہ رہا ہے کہ آذان ممبر کے قریب آہستہ دی جاتی ہے۔ اگر یہ عمل غلط ہے تو بروز حشر جواب دینا ہوگا۔ اس آیت کی روشنی میں آذانِ جمعہ پر تفصیلی بحث فرمائیں۔

جواب ۱۵: —

قرآن کی آیت:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ کا حقیقی اطلاق تو یقیناً آذانِ ثانی یعنی خطبہ والی آذان پر ہوتا ہے۔ کیونکہ آذانِ اوّل تو نزولِ قرآن کے وقت موجود ہی نہیں تھی۔ بلکہ اسے بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا ہے۔ بحکم حدیث عليكم وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ ۔ مسلمانوں نے سنتِ عثمانی کو مضبوط پکڑا اور حقیقت یہ ہے کہ قرآنی آیت کا جو مقصد و منشا ہے وہ اسی طرح زیادہ بہتر طریقہ پر پورا ہوتا ہے کہ مسلمان نمازِ جمعہ سے اتنی دیر پہلے بیع و شریٰ ترک کر دیں کہ شرکتِ نماز کے لئے

وائج ضروری سے فارغ ہونے کا وقت مل سکے۔ ظاہر ہے کہ قصدِ قرآن نفسِ بیع وشرع کا ترک نہیں۔ بلکہ نمازِ جمعہ کی صحیح قت پر اطمینان وسکون سے ادائگی ہے پس اسی مصلحت کی پیشِ نظر ضرت عثمانؓ نے آذانِ اوّل متعین کی اور" ملا علی قاری" کی شرح شکوٰۃ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہی اسلامی شہروں میں اسے لا اعتراض وتأمل اختیار کرلیا گیا۔ چونکہ حکم رسول کے مطابق ملفائے راشدین کی سنّت بھی اہلِ اسلام کے لئے مستدل اور ائقِ تقلید واتباع ہے اس لئے بعد کے تمام ہی علماء ایجادِ ثانی پر بلا ریب وشک مطمئن رہے اور آج تک یہ سنّت جاری ہے۔

احناف کا مسلک یہی ہے کہ قرآنی آیت کا مصداق ب آذان اول ہی کو سمجھنا چاہیئے۔ بلاشبہ اسی میں خیر اور مصلحت ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص پہلے سے نماز کی ساری تیاریاں کرکے فارغ بیٹھا ہو اور خطبہ کی آذان سنتے ہی مسجد چلے جانے میں اسے وئی امر مانع نہ ہو تو آذانِ اول کے بعد اتفاقاً بیع وشرع کا وئی معاملہ کرنے یا اور کسی شغلِ دنیا دی میں مصروف ہونے سے وہ گنہگار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس حالت میں وہ کسی حکمِ شرعی کا تارک نہیں ہے۔ ہاں شاہراہِ عوام پر دوسروں کے سامنے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ عوام کے لئے یہ برا نمونہ ہوگا اور اس سے حجت پکڑکے وہ آذانِ ثانی تک بیع وشرع کو معمول بنالیں گے۔

آذانِ ثانی آذانِ اول کی ایجاد سے پہلے ممبر کے سامنے نہیں دی جاتی تھی۔ بلکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ مسجد کے دروازے پر دیجاتی تھی اور بعض کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مناروں پر دی جاتی تھی۔ بہرحال ممبر کے سامنے دیئے جانے کی کوئی مستند روایت ہماری نظر سے نہیں گذری۔ ہاں جب دورِ عثمانی میں آذانِ اوّل کا رواج ہوگیا تو ہشام بن عبد الملک نے آذانِ ثانی کو ممبر کے سامنے کردیا۔ اگرچہ اس طریقہ کو بدعت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ مقصد جو آذانِ ثانی کے مناروں پر یا بابُ المسجد پر دیئے جانے سے پورا ہوتا تھا آذانِ اوّل نے بوجوہِ احسن پورا کردیا۔ لہٰذا یہ طریقہ اصولاً بدعت نہیں کہا سکتا۔

آذانِ ثانی پوری آواز سے دینی چاہئے تاکہ بڑی مسجد میں سارے حاضرین واقف ہوجائیں کہ خطبہ شروع ہونے والا ہے۔ اور مسجد کے باہر آس پاس اگر کوئی مغفل نماز فراموش کئے ہوئے ہو تو متنبہ ہوجائے۔

سوال :- (ایضاً)

عورت اپنے شوہر کے برابر بازو کھڑے ہوکر شوہر کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں۔ اسی طرح ماں، بیٹی۔ بہن پھوپی۔ خالہ وغیرہ کا بھی کیا حکم ہے۔ نیز یہ سب عورتیں اپنے میں سے کسی کو امام بناکر اس کی اقتداء کریں تو عورت امام کی اقتداء میں مقتدی عورتیں قرأت پڑھیں یا عورت امام کی قرأت کافی ہے؟ نیز تنہا عورتوں کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب :-

جہانتک ہم نے فقہا کی آراء کا مطالعہ کیا ہے شوہر کے برابر کھڑے ہوکر بیوی کی نماز تو ہوجائے گی۔ لیکن شوہر کی نہیں ہوگی۔ کیونکہ فقہا نے "مشتہات" کے لفظ کو بنیادِ استدلال بنایا ہے اور ظاہر ہے کہ بیوی بدرجۂ اولیٰ "مشتہات" میں داخل ہے ماں بیٹی اور دیگر محرمات کا یہ حکم نہیں۔

عورتوں کی جماعت میں مقتدیوں کی قرأت کا وہی حکم ہے جو مردوں کے لئے ہے۔ یعنی امام کی قرأت کافی ہے۔ البتہ خالص عورتوں کی جماعت میں امام عورت کو مرد کی طرح آگے نہیں، بلکہ صف ہی کے درمیانی حصہ میں کھڑے ہونا چاہئے۔ جیساکہ حضرت عائشہ صدیقہ کے قول وعمل سے معلوم ہوتا ہے اور امام شافعی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق وغیرہ نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔

خالص عورتوں کی جماعت کو اکثر علماء احناف مکروہ کہتے ہیں مگر کوئی ایسا قوی استدلال ہماری نظر سے نہیں گذرا جس سے ہم اس رائے پر مطمئن ہوسکیں۔

فتح القدیر اور بنایہ شرح ہدایہ وغیرہ کے مطالعہ سے اور آثار وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی جماعت غیر مشروع نہیں۔ حتٰکہ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ امّ ورقہ نے آنحضورؐ سے اپنے گھر میں ایک مؤذن مقرر کرنے کی اجازت چاہی جو آنحضرت نے دیدی اور حکم دیا کہ تم اپنے گھر والوں کی امامت کیا کرو۔ مستدرک حاکم میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آذان دیتیں اور اقامت کہتیں اور عورتوں کی امامت کرتیں۔

محمد بن حسن نے کتاب الآثار میں کہا ہے کہ ہمیں ابو حنیفہ نے
حماد عن ابراهیم) بتایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رمضان میں
وں کی امامت کرتی تھیں۔ ابن حجر کی تخریج سے بھی اسکی وضح
ریق ہوتی ہے۔

بہرحال یہ چونکہ خالص فقہی مسئلہ ہے جس میں روایات ہی
پیچھے جانا پڑے گا۔ لہذا جب تک ہمیں احناف کی رائے کی
وط دلیلیں نہ معلوم ہوں کراہت کا حکم نہیں دے سکتے۔
موجودہ زمانہ کے احوال بے شک کراہت بلکہ ممانعت تک پر
ن بن سکتے ہیں۔

وال[19]:- (ایضا)

صغیر اپنی بیوی زبیدہ کی شرارتوں سے تنگ آکر طلاق
اچاہتا ہے اور اسی طرح زبیدہ صغیر کا قصور بتاتی ہے۔ زبیدہ
ق لینے پر راضی ہے اور مہر کا مطالبہ بھی کر رہی ہے۔ مہر کے
البہ پر صغیر اپنا دیا ہوا زیور مہر میں وضع کرنے کو کہتا ہے۔ تو
بیدہ کا کہنا ہے کہ وہ زیور تحفہ میں دیا گیا تھا۔ لہذا مہر نقد کی
رت میں ادا کیا جائے۔

کیا زیور مہر میں وضع ہو سکتا ہے یا مزید مہر دینا پڑے گا؟
ں کا تفصیلی مشورہ تحریر فرمائیں۔

اب[19]:-

مرد جو زیور شادی کے وقت عورت کو دیدیتا ہے اس کی
یت کا فیصلہ خود شوہر کے ارادے اور نیت پر ہے۔ اگر مطالبہ
کے وقت وہ کہے کہ میں نے زیور مستعار دیا تھا اور نیت مالک
نے کی نہیں تھی۔ تب یقیناً یہ مہر کی رقم میں وضع کرنے کے لائق
گا۔ الا یہ کہ طلاق سے پہلے کسی قول و عمل سے یہ ثابت ہو گیا ہو کہ
ربطور تحفہ بالکل بخش دیا گیا ہے۔

"مستعار" کا لفظ بظاہر یہاں موزوں نہیں معلوم دیتا
ن مسلمانوں کے موجودہ رسم و رواج میں شوہر کی طرف سے چڑھائے
نے زیور کی جو پوزیشن مسلّمہ طور پر مانی ہوئی ہے اس کے لئے کوئی
موزوں تر لفظ نہیں ملتا۔ بہرحال عقل و قیاس کا تقاضا تو یہی
کہ شوہر کا چڑھایا ہوا زیور عورت کی ملکیت بن جائے اور مہر میں
ع نہ ہو۔ لیکن موجودہ رسم و رواج میں اس زیور کی پوزیشن اس
سامان زینت کی سی ہے جو محض زینت کے لئے عاریۃً دیدیا گیا ہو اور اس کی ملکیت اور حق تصرف دینے والے ہی سے وابستہ رہے۔

(سید رضوان بریلوی)

حیات مرگ

۱

زندگی کہتے ہیں جس کو سوز بھی ہے ساز بھی
اک مسلسل خامشی، اک مستقل آواز بھی

تو اگر چاہے تو زندانِ قفس کو لے اُڑے
تجھ میں پوشیدہ ہے ایسی قوتِ پرواز بھی

پھوٹ نکلے ہر نفس سے چشمۂ آبِ حیات
معجزہ پرور بھی ہے تو صاحبِ اعجاز بھی

تیری ہستی سربسر اک شاہدِ پنہاں کا راز
تیری فطرت ہو بہو اس راز کی غماز بھی

تیرا دل اک آئینہ افکار و احساسات کا
تجھ پہ روشن وقت کی رفتار کا انداز بھی

جرأتِ بیباک کے اسرار کا تو پردہ در
آشکارا تجھ پہ عزمِ آہنی کا راز بھی

زندگی کیا شے ہے یہ پھر بھی نہیں سمجھا کہ تو
صورتِ مرغِ گلستاں ہے اسیرِ رنگ و بو

۲

موت ہی سے راہ پاتی ہے حیات معتبر
سہل تر بھی ہے یہی منزل یہی دشوار تر

ابر کے پردے میں اک برقِ تپاں کہہ لیجے اسے
یا بالفاظِ دگر ظلمات میں نورِ سحر

کائناتِ دو جہاں کے جادۂ پر پیچ میں
زندگی ہے اک سفر تو موت انجامِ سفر

اذنِ رخصت چاہتی ہے جب تنِ نازک سے روح
اک نئے عالم سے ہم آغوش ہوتی ہے نظر

جب بکھرتی ہے بکھرنے کی طرح زلفِ حیات
مطمئن ہر غم سے ہو جاتی ہے روحِ منتشر

مسکراہٹ میں بدل جاتے ہیں جب اشکِ الم
تب کہیں حاصل ہوا کرتا ہے عرفانِ اثر

موت ہے اک "شمع سوزاں" اور ہے شب زندہ دار
زندگی رقصاں ہے جس کے سامنے پروانہ وار

عنوان چشتی منگلوری

عبرت انگیزیِ انجام تک آپہونچے ہیں
ہم خوشی کے لئے آلام تک آپہونچے ہیں

نیک نامی کے حسیں بام تک آپہونچے ہیں
ہم ترے عشق کے الزام تک آپہونچے ہیں

زندگی تو ہی گریز اور فرار اے ساقی
غم سے گھبرا کے جو ہم جام تک آپہونچے ہیں

یہ تنک ظرفیِ ساقی کا اثر ہے شاید
بادہ کش ترکِ مئے و جام تک آپہنچے ہیں

تا بہ کے کوششِ اخفائے محبت اے دوست
میرے افسانے ترے نام تک آپہونچے ہیں

اب بھی صیاد وفادار سمجھتا ہی نہیں
ہم نشیمن سے مگر دام تک آپہونچے ہیں

اب وہ نظروں کو طلب ہے نہ دلوں کو حسرت
تیرے جلوے نگہِ عام تک آپہونچے ہیں

کامیابی ہے یہ عنوانؔ کہ ناکامی ہے
ابتدا ہی میں ہم انجام تک آپہونچے ہیں

بھلا بیٹھے ہو!

قمر عثمانی

دین و اخلاق کی دولت کے امانتدار و!
تم بزرگوں کی روایات بھلا بیٹھے ہو..

تذکرے جن کے ہیں تاریخِ اُمم کی زینت
وہ حقائق وہ حکایات بھلا بیٹھے ہو

سوز سے جن کے نکھر جاتی ہے روحِ کردار
سازِ ہستی کے وہ نغمات بھلا بیٹھے ہو

دُور، منزل سے بہت دُور نکل آئے تم
اپنے رہبر کی حکایات بھلا بیٹھے ہو

تم بھی دنیا میں معزز تھے تمہیں یاد نہیں
اپنے گزرے ہوئے حالات بھلا بیٹھے ہو

وہ تو سب یاد ہے تم کو جو بھلا دینا تھا
یاد رکھنے کی ہر اک بات بھلا بیٹھے ہو

آج تک جن سے چمکتی ہے جبینِ تاریخ
تم وہ اطوار وہ عادات بھلا بیٹھے ہو

انسان اور رحمتِ خداوندی

محمود پرویز کاکوی

اے عقل و خرد کے بندے ! مگر غفلت کے پتلے !! تیرا نام
ن ہے۔ انسان بھی کون ؟ جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔ جسے
کرنے کے جرم میں ابلیس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈالا گیا
ی مخلوقاتِ ارضی کا تو سردار یعنی اشرف المخلوقات ! اور سب سے
کہ تو ...... خدا کا نائب ! سبحان اللہ، کیسی ارفع و اعلیٰ
..

یہ دنیا ــــ اور یہاں کی ساری چیزیں تیرے لئے ہیں - یہ
درخشاں، جو دن بھر چمکتا ہے اور اپنی ضیا باریوں سے دنیا کو منور
تیری دنیا کو۔ صرف اس لئے کہ تو دن میں اپنے ضروری
لو آسانی کے ساتھ انجام دے لے۔

اور ان جھلملاتے ستاروں کا کارواں .... رات کی
ں تجھے ایک مدھم سی روشنی دیتا ہے۔ ایک مدھم مدھم مسرت خیز
ــــ تاکہ تو رات کی بھیانک تاریکی سے گھبرا نہ اٹھے !۔

اور یہ چاند ! ــــ جو ٹھنڈی ٹھنڈی لطیف سی روشنی سے
ہری دنیا کو اجاگر کرتا ہے ــــ تاکہ تو ان خاموش راتوں اور
توں میں ان حسین فضاؤں اور دل آویز نظاروں پر نظر ڈالے
ب یک یاد آ جائے۔ مصور ! ــــ اس روئے گیتی کا۔ ان حسین
ں کا اور ان سنہرے نظاروں کا جس نے تجھے بنایا۔ اپنا
اس گیتی پر ! ــ اور تیری آسایش کے واسطے نادر اشیاء کو
میں لایا اور بے بہا نعمتوں سے تجھے نوازا ــــ جیسا کہ تیری
ح گیتی نے تجھے خطاب کیا تھا کہ ؎

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں

یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں

یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں

تاکہ تو اپنے حقیقی مصور (مالک) کے حضور میں اس کی بے بہا عنایتوں کا شکر بجا لائے۔

اس روشن اور سنسان رات میں جبکہ ساری کائنات ...
خاموش ہو !

اور تجھے ...... اس فیاض مالک نے ایک چیز بخشی ہے۔ جو ساری چیزوں سے قیمتی ہے۔ یعنی عقل ! جس سے تو ساری مخلوقات پر فوقیت لے گیا۔ اور ان پر حکمرانی کرنے لگا ــــ اور تو اسی عقل کے ذریعہ، جس کا گوشہ گوشہ ایک نامعلوم حقیقت ہے۔ کہاں سے کہاں پہونچ گیا ــــ تو ماضی کے دھندلکے میں ایک کھویا ہوا انسان تھا ــ جاہل ــ اکھڑ ــ اور نادان ! ــ اگر تو اسی عقل کی پیشوائی کی بدولت آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ارتقا کے بحرِ بیکراں میں اترا اور تیرتا چلا گیا۔ اور تو نے اس اتھاہ سمندر کی گہرائی میں پایا..... گوہر نایاب ! ــ ادب اور سائنس اور ان جیسی بہتیری اشیاء ! جو بیسویں صدی کے پردۂ سیمیں پر رقصاں ہیں۔ اور انھیں کے پہلو میں اجاگر ہیں۔ فضا میں یہ اڑتے ہوئے جہاز۔ سطحِ سمندر پر رواں کشتی۔ زمین دوز ریل اور برقی سامان اور یہ افسانے۔ ناول ...... اور ان جیسی بہت سی چیزیں !ــ اور اپنے خالق کی ادنیٰ بخشش کی بدولت تو ناقص سے کامل بن گیا انسانِ کامل !۔

مگر ان سب چیزوں کے باوجود تیرا ایک دشمن بھی ہے

ایسا دشمن؟ دشمن اعظم! شیطانوں کا سردار! ابلیس اعظم! وہی
ہی جس نے جنّت جیسی پرفضا جگہ سے تجھے نکلوایا۔ اپنے رب کے
منے تجھے نافرمان ٹھیرایا۔ وہ آج بھی تیرے سایہ سے لگا لگا
ہے۔ وہ بھی تیرا رہبر ہے۔ کون سے راستے کا؟ ترقی
انی اور عظمت سرمدی کا نہیں — بلکہ تنزل۔ گمراہی اور
ینی کا! — اور تیرے مالک نے تجھے اسی وقت آگاہ کر دیا
۔ جبکہ اسے لعنت کا طوق پہنایا گیا تھا........ کہ اس دشمن
بچتے رہنا اور اس کی رہبری سے کالے کوسوں دور رہنا۔

مگر جیسے جیسے تو ترقی کرتا گیا، خداداد عقل کی اوٹ
کر دیسے دیسے تو گھمنڈی اور احسان فروش بن تا گیا۔ اور اپنی
نی کے زعم میں اپنے مالک کے دائمی عطیات اور لازوال انعامات
ل بیٹھا... اور اس شیطان کا مقتدی بن گیا۔ جس سے دور رہنے
ئے مالک نے تجھ سے کہا تھا۔ اور بار بار متنبہ کیا تھا۔ مگر بھلا تو اس
دیں صدی کا ہیرو! کیونکر اس کا مقتدی نہ بنتا۔ جو کہ خود ہیرو
۔ گمراہی کا! مظالم کا!! لادینی کا!!! ۔

تیری روحانیت ختم ہو گئی۔ گو کہ تو نے مادیت کی دنیا میں
م پیدا کر لیا۔ اور اسی مادیت کی بدولت تو صراط مستقیم سے بھٹک کر
پنے آقا سے سرتابی کر کے نفس کا بندہ بن بیٹھا۔ تو نے ابلیس اعظم کی
ری کر کے اپنے وجود سے اس پاک خطے کو.. ناپاک کر دیا۔ اور
ق و فجور اور شرک و کفر کا کلمہ پڑھنے لگا۔ اور اپنے دنیاوی وقار و
ت کے تحفظ کی خاطر واویلا مچائی۔ اور ظلم و ستم کی آواز بلند کی۔
لانکہ رب العزت ارشاد فرما چکا تھا کہ...

ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون!

اور... اور نعوذ باللہ منہا کر خود اپنے کو مالک تصور کرنے لگا
دنیائے فانی کا۔ اس ذات یکتا کا ہمسر؟ جس کے ایک لفظ کن
، سارا عالم وجود میں آیا! — تو چند حقیر چیزوں کا موجد!... اسی کی
یتوں سے..... اور اتنا گھمنڈی! ۔

اور اے انسان تو نے اپنے دشمن کی رہبری اختیار کی
س کا نتیجہ یہی ہوا کہ پہلے کی طرح تو ایک پسندیدہ بندے کی بجائے
زمان اور باغی بن گیا — اس ذات واحد کا باغی! جس نے
ری آسائش کے لئے چاند ستارے۔ سورج۔ ندی۔ پہاڑ زمین اور
نہ جانے کتنی ان گنت چیزیں پیدا کیں۔ تجھے اپنا نائب بنایا۔ مگر افسوس
تو ناشکرا ٹھیرا! —

اے انسان! اب بھی سنبھل۔ اٹھ۔ اور حیا کر اس کی
جناب میں اپنے گناہوں سے توبہ کر — وہ ذات واحد اپنی لازوال
رحمتوں سے تجھے نوازنے کے لئے اب بھی تیار ہے۔ جیسا کہ شاعر کی
زبان سے اس نے کہا ہے ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں!

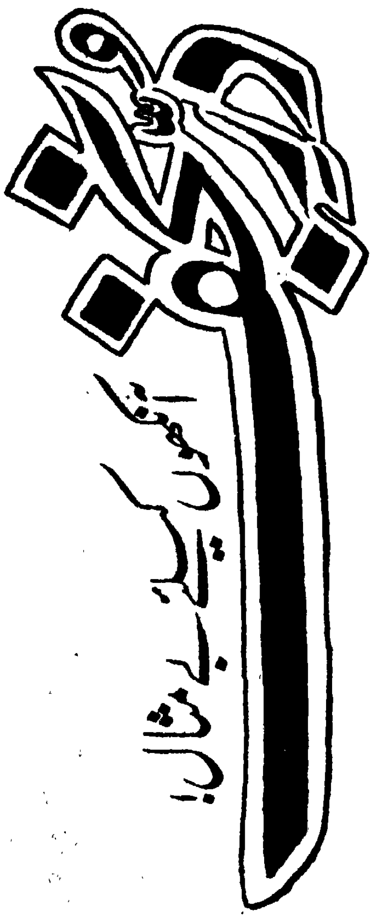

(مستقل عنوان)

مسجد سے میخانے تک

از مُلّا ابن العرب مکّی

نیک نیتی

خبر ہے "صدر کانگریس پنڈت نہرو نیک نیتی سے دہلی کانگریس کمیٹی کے اختلافات دور کرنا چاہتے ہیں"

نیک نیتی بے شک بڑی نعمت ہے۔ لیکن اگر یہ ایسی ہی ٹھوس اور پتھریلی نیک نیتی ہے جیسی فرقہ پرستوں کی غنڈہ گردی لوٹ مار اور قتل و غارت ختم کرنے کے سلسلہ میں پنڈت جی کے اندر پائی جاتی ہے تو بس اختلافات دور ہو چکے۔ نیک نیتی سے قبر کے عذاب اور آخرت کے حساب میں تو کچھ فرق پڑ سکتا ہے۔ شاید چتا کے شعلے بھی کچھ ٹھنڈے ہو جائیں۔ لیکن عمل کی دنیا میں اس کی حیثیت کانگریسی نیتاؤں اور گاندھی بھگتوں کے ہوائی وعدوں سے زیادہ کچھ نہیں۔ پنڈت جی کی نیک نیتی پر بھروسہ کر کے بھارتی مسلمانوں نے اب تک جو پھل پایا ہے اسے املتاس اور کریلا نہیں تو کمرخ اور نکولی ضرور کہہ سکتے ہیں۔ نیک نیتی زندہ باد!

باقی سب خیریت ہے

صوفی عفران الدین قادری بغدادی ثم گلاؤٹھی کو ان کے کانگریسی دوست لالہ جانکی پرشاد چوپڑا نے خط لکھا۔

"آپ کے یہاں ایشور کی دیا سے سب خیریت ہے بس بیگم صاحبہ کو نمونیا ہو گیا ہے اور ننھے میاں چھت سے گر کر ٹانگ توڑ بیٹھے ہیں اور غسلخانے کی دیوار گر جانے سے بڑی صاحبزادی کا سر پھٹ گیا ہے۔ باقی ہر طرح خیریت ہے"

اس خط کو پڑھ کر صوفی عفران الدین کی عینک ناک کی پھنگل سے زمین پر آ رہی۔ فوراً جواب لکھا:۔

"لالہ صاحب! تم پہ خدا کی مار۔ یہ بتاؤ تم نے میرے دوست کی حیثیت سے خط لکھا ہے یا کانگریسی ہونے کی حیثیت سے؟ اگر دوست کی حیثیت سے لکھا ہے تو تمہاری دوستی پر طلاق! اور کانگریسی حیثیت سے لکھا ہے تو میرا نام کانگریس کی ممبری سے کاٹ دو۔"

آپ کہیں گے یہ غیر متعلق باتیں ملّا کیوں لے بیٹھا۔ بات یہ ہے کچھ مسئلے ذرا پیچ دار ہوتے ہیں جنھیں مثالوں کے بغیر نہیں سمجھایا جا سکتا۔ بھارت میں گاؤکشی کا مسئلہ بھی ایسا ہی پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اسٹیٹ کا مقدس جمہوری قانون کہتا ہے گاؤکشی بند نہیں کی جا سکتی۔ قانون کے مہاتما جمہوریت کے داتا شری پنڈت نہرو جی کہتے ہیں گاؤکشی مسلمانوں کا مذہبی اور شہری حق ہے اسے میں کبھی بند نہیں کر سکتا۔ آپ کے چیلے چانٹے اور مہاتما گاندھی کے مادرزاد مرید نعرے لگاتے ہیں کہ بھارت سو فیصدی بلکہ ڈیڑھ سو فی صدی "جمہوری اسٹیٹ" ہے۔ جس میں ہر مذہب مکمل طور پر آزاد ہے۔

لیکن ان نعروں ان دعووں ان اعلانوں کے پیچھے عمل کے میدان میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ پہلے تو کم و بیش تمام ہی شہروں کے مقامی حکمرانوں نے امن و انتظام کی آڑ میں گئو کی فرزندی کا حق ادا کیا۔ اب آخرکار نئی دہلی سے خود سرکار عالی مدار صداقت شعار نے ۲۴ اگست ۵۴ء کو اعلان واجب البیان فرمایا ہے کہ ہندوستان کی جو

ریاستوں میں قانونی طور پر ذبیحہ گاؤ بند کر دیا گیا ہے!

مدھیہ بھارت - میسور - بھوپال - پیپسو - راجستھان

مدھیہ پردیش - اس کے علاوہ قانون کی ناک پیچھے سے پکڑتے ہوئے جن ریاستوں میں مفید جانوروں (مع شمولیت گائے) کا ذبیحہ ممنوع قرار دیا گیا ہے - ان کے نام یہ ہیں:-

بمبئی - مدراس - مغربی بنگال - حیدرآباد - ٹراونکور -

کوچین - آسام - سوراشٹر -

بفضلہ اُتکا نگریس اجمیر، کرگ، ہماچل پردیش، منی پور، تری پورہ، وندھیہ پردیش اور پنجاب میں پہلے ہی سے ذبیحہ گاؤ نہیں ہے -

تو اب ذرا بھارت ــــ جمہوری بھارت کا نقشہ اٹھا کر دیکھئے اور عینک لگا کے ڈھونڈیئے کہ اس پوتر بھومی کا وہ کونسا کونا باقی رہ گیا ہے جہاں مرکزی قانون کے بخشے ہوئے جمہوری اور مذہبی حق کا ترنگا لہرا رہا ہے -

بھارت کا مسلمان بغیر گائے کھائے مر نہیں جاتا اور سچ پوچھئے تو وہ کھلے اقدامی قانون کو ہوائی قانون کے مقابلہ میں دل سے پسند کرتا ہے لیکن جب تک کانگریسی دیوتا منافقت اور دورنگی نہیں چھوڑیں گے - ہر جانکی پرشاد صوفی غفران الدین کو یہی لکھے گا کہ بھائی تمہارے جو دو بچے سب مر گئے - باقی سب خیریت ہے!

یہ بیچارے معذور ہیں!

فرمایا بعض مہا سبھائی سورماؤں نے بیچ عام جلسے کانپور کے بذریعہ زبان اپنی کے -

"ہم ہر شخص کے سر پہ چٹیا رکھوا کر دم لیں گے ورنہ ان کو پاکستان بھگا دیں گے"

سچ کہتے ہو دوستو - تمہاری آرزو تو سن سینتالیس سے نہیں بلکہ ما قبل تاریخ سن گیتالیس سے یہ ہے کہ مسلمانوں کا زن بچہ کولھو میں پلوا دو - شیطان جیسے گھسے ہوئے استاد کی شاگردی کرتے ہوتے تمہیں اس طرح کی شاندار آرزوئیں کرنے کا پیدائشی حق ہے - تمہارے سروں پہ ہنومان کا سایہ ہے - تمہارے بازوؤں میں گوڈسے کا کس بل ہے -

مگر دوستو مسلمان کے سر پر چٹیا اُگانا ہتھیلی پر سرسوں جمانے سے بھی زیادہ مشکل ہے - تم نے عہد کیا ہے کہ چٹیا رکھوائے بغیر دم نہیں لوگے - اگر خدا نخواستہ اس عہد کے پورا ہونے سے پہلے تمہیں دم لینے کی ضرورت پڑ جائے تو ایک ترکیب خاکسار ملا تمہیں ایسی بتائے دیتا ہے کہ دم بھی لے لو اور عہد بھی نہ ٹوٹے!

ایسا کرو کہ تم میں سے ہر شخص اپنے سر کے بیچ میں ایک لائن فرض کرے جو سر کو دو حصوں میں تقسیم کر دے - آدھا سر تم اپنا ذاتی فرض کر دو اور اس میں چٹیا رکھ لو اور آدھا سر مسلمان کا فرض کر لو اور اسے استرے سے گھٹوا کر چٹیل میدان بنا دو -

..... بات نہ کاٹو - فرض کر لینے میں کونسی مشکل ہے - تم نے جہاں اتنے بڑے بھارت کو اپنے باپ دادا کی ملکیت فرض کر لیا ہے وہاں اپنے آدھے سر کو مسلمان کا سر فرض کر لینا کونسا دشوار ہے

تو روزانہ صبح اٹھتے ہی ہاتھ میں جوتا لے لو اور آنکھیں بند کر کے اسے مسلمان کے سر پہ رسید کرتے ہوئے کہو:-

"رکھ چٹیا!"

دکھ تو ہوگا، لیکن فرض کر لینا کہ یہ دکھ مسلمان کو ہو رہا ہے اور یہ فرض کرتے ہی وہ شیطانی قہقہے تمہارے منہ سے اُبل پڑیں گے جو لوٹ مار اور قتل و غارت کے زریں اوقات میں اُبلا کرتے ہیں -

دس بیس دن پابندی سے یہ جوتہ کاری ضرور چٹیا اُگا دے گی اور نہ اُگائے تو کسی جانور کے بالوں کی چٹیا بنا کر گوند سے چپکا دینا اور دم لیتے ہوئے ہاتھ جوڑ کے کہنا -

"لے پربھو! تیری لیلا نیاری!"

اس طرح تمہارا عہد بھی پورا ہو جائے گا اور دم بھی لے سکو گے - ایسا نہ کیا تو ڈر ہے قیامت تک تمہیں دم لینا نصیب نہ ہوگا -

مانیں نہ مانیں آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

زبان نہیں "صرف بولی"!

"جن سنگھی مہاشوں کے خیال میں اردو کوئی زبان ہی نہیں، بلکہ وہ صرف ایک "بولی" ہے۔"

ایسی ہی منطقی بات ایک دفعہ لالہ گرڈ بڑ دیال نے کہی تھی۔ کئی برس کی بات ہے انھیں کمیونزم سے عشق ہوا تھا۔ ملا ابن العرب مکی نے جب ایمی دلائل اور بین الاقوامی بہاپڑ سے انھیں خدا کے وجود پر لاجواب کر دیا تو گھبرا کے بولے:۔

"خدا کو میں نہیں مان سکتا۔ ہاں ایک شکتی ضرور ہے۔ تم اسے خدا مت کہو بس شکتی کہو!"

ملا نے عرض کیا کہ شکتی ہی کے تو مختلف نام ہیں۔ خدا ایشور۔ بھگوان۔ آخر آپ اپنے لونڈے کو رام ناتھ کیوں کہتے ہیں محض "لونڈا" کیوں نہیں کہتے؟

یہ تو خیر پرانی داستان ہوئی۔ تازہ بات یہ ہے کہ مہاشان کرام اگر اردو کو زبان نہیں صرف "بولی" کہتے ہیں تو خاکسار بھی ہندی کو زبان نہیں صرف "بھاشا" کہتا ہے۔ اور انگریزی کو زبان نہیں صرف "لینگویج" قرار دیتا ہے۔ پوسٹ مین کو ڈاکیہ اور ہند کو بھارت کہنے سے اگر کچھ فرق نہیں پڑتا تو زبان کو بولی کہنے سے کیا فرق پڑے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ عقل کل مہاشے کل کلاں کو یہ بھی کہنے لگیں کہ مسلمان کوئی قوم نہیں۔ صرف ایک فرقہ ہیں اور اسلام کوئی مذہب نہیں صرف ایک دھرم ہے۔

توان تیس مار خانوں سے کوئی یہ پوچھے کہ اگر "بولی" انسانی زبان کو نہیں کہا جاتا۔ بلکہ محض جانوروں کی زبان کو کہتے ہیں۔ تو حضور کس لئے اردو بول کر جانور بنے جاتے ہیں۔ وہی مثل ہے کہ کانا بھاوے بھی نہیں اور کانے بنا چین بھی نہیں۔

غنیمت جانئے

"دہلی کی ڈپٹی منسٹر کماری شانتا وششٹ اسمبلی سے علیحدہ ہوئیں تو ارکان اسمبلی سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔"

رونے کی بات ہی ہے۔ حضرت آدم بھی جنت سے نکالے جانے پر روئے تھے۔ ڈاکٹر مصدق بھی وزارت سے ہٹا دیئے جانے پر روئے تھے۔ وہ تو شکر کیجئے خودکشی تک نوبت نہیں پہنچی ورنہ جن کرسی نشینوں کو قوم کا غم عشق کی حد تک ہے وہ تو ایسے حادثے پر خودکشی تک کر سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی غنیمت ہے کہ معاملہ شریمتی جی کا تھا۔ اگر کوئی شریمان جی ہوتے تو اپنے ساتھ بہت سے اوروں کو بھی رلا کر دم لیتے۔

یہ اسمبلی اور وزارت کے چکر بھی عجیب ہیں بقول مہاشے گرشن جن لوگوں کو انگریز کے دور میں کلرکی بھی مشکل سے مل سکتی تھی وہ آج قومی دور میں حکومت کی کرسیوں پر براجمان ہیں۔ بلکہ ایک معاصر تو یہاں تک لکھتا ہے کہ دہلی کے چیف منسٹر چودھری برہم پرکاش اگر کرسی چھوڑ دیں تو باہر کوئی چودھری صاحب کو پچیس روپے ماہوار پر بھی ملازم نہ رکھے گا۔

اب بتلایئے جب ہمارے خداوندانِ نعمت اس درجہ پیدائشی طور پر کرسی اور صرف کرسی کے لئے موزوں ہیں تو کرسی چھین کر انھیں دربدر کی ٹھوکریں کھلانا کہاں کا انصاف ہے۔ لازم ہے کہ بیمہ کمپنیاں ایک پالیسی عہدوں کے لئے بھی جاری کریں اور تھانہ داری سے لے کر وزارت تک جتنے مقاماتِ عشق ہیں سب کو ٹریڈ مارک کی حیثیت سے پیٹنٹ کرانے کا انتظام امریکن دوستوں کی طرف سے کر دیا جائے اور قانون کی رو سے ہر عہدہ دار کی آمدنی اس حد تک لیمیٹڈ ہو کہ اگر اتفاق سے قوم کسی عہدے دار کو کان پکڑ کے ہٹا دے تو اس کی تنخواہ مع الاؤنس اسے زندگی بھر ملتی رہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

پیسہ ——— بس پیسہ!

ایران کی خبر ہے:۔

"جو افسران تودہ پارٹی کی فوجی کمیٹی کے رکن ثابت ہوئے یعنی کہ کمیونسٹ نکلے انھیں گولی مار دی جائیگی۔"

سیدھی طرح کہئے۔ جو لوگ شاہ کے مخالف ہیں انھیں ایران میں زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ دوشیزہ ڈالر یہ کمیون دیوی کی بھینٹ چڑھائے بغیر نہ حضور فلاح کو پہنچ سکتے ہیں نہ پاکستان کی عاقبت درست ہو سکتی ہے۔

اے زر تو خدا نیست ولیکن بخدا
ستار عیوبی و قاضی الحاجاتی

لیکن کل ؟

بھارت کے وزیر داخلہ ڈاکٹر کاٹجو ڈنکے کی چوٹ فرماتے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے رواداری نہیں برتی۔

جو چاہو کہہ لو بھائی۔ اب تو تمہارے ہاتھ میں ڈنڈا ہے اور ہم ڈنڈوت پر مجبور ہیں۔ تم وزیر داخلہ ہو اور بیچ ہماری قسمت کے تمہارا دخل برحق ہے۔ تم رستم گاما زبسکو ہو اور ہم بھیگی بلی ہیں۔ تم اگر یہ بھی کہو کہ مغل بادشاہوں کے سر پہ سینگ ہوتے تھے تو بجا و درست۔ تم اگر یہ بھی کہو کہ ہر مسلمان بادشاہ ناشتہ میں ایک برہمن کھایا کرتا تھا تو سچ ہے جسکی لاٹھی اسکی بھینس لیکن ہم تمہیں دکھادیں گے کہ جب جنرل انتخابات کا وقت قریب آئے گا تو تم اور تمہاری برادری کے سارے مہاشے تاریخی جہالت اور فرقہ وارانہ تعصب کی عینکیں اُتار کر مسلمان بادشاہوں کی تعریف کے گن گائیں گے۔ اور ولائتی قلمکاروں کی تصنیف کردہ تاریخوں کو ہزار گالیاں دے کر کہیں گے کہ مسلمان تو ہماری جان کے ٹکڑے ہیں آنکھوں کا نور ہیں دل کا سرور ہیں۔

کچھ تو انصاف ہو

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کہتے ہیں کہ ہندوستان کی سلامتی کے لئے موجودہ کانگریس کو ختم کرنا ضروری ہے۔ ورنہ ملک تباہ ہو جائے گا۔

تباہ تو ایک دن ساری دنیا کو ہونا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو سوچنا چاہئے کہ جو بعض جاہلانِ مطلق کانگریسی کی دیاسے آج قلمدانوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں وہ اگر کل کلاں کو کرسی سے محروم ہو کر کہیں بوٹ پالش کرتے یا رکشا کھینچتے دیکھے گئے تو ہندوستانی قوم کی عزت کس قدر خاک میں مل جائے گی۔

قوم کی عزت خاک میں ملانے سے کہیں بہتر ہے کہ موجودہ کانگریس اور اس کی خسروی کو چند سال اور پھلنے پھولنے کا موقع دیا جائے۔ اتنے دنوں میں یہ قوم کے مزدور اتنا کما لیں گے کہ ان کی اگلی چند نسلوں کا دال دلیا ہو جائے گا۔

اور اگر ان غریبوں کو کرسیوں سے ہٹا دینا فوراً ہی بہت ضروری ہو تو کم سے کم چھ مہینے دو مہینے کا نوٹس دیجئے تاکہ اس مختصر عرصہ میں یہ سو دو سو کانفرنسیں کرکے ہزار دو ہزار لیکچر لگا کے دس بیس کمیٹیاں بنا کے سفر خرچ اور بھتہ اور الاؤنس وغیرہ سے اگلے چند سالوں کی کسر پوری کرلیں۔

تم رحمتِ بیجا نہ اُٹھاؤ نہ اُٹھاؤ

بمبئی میں ایک ایسے گروہ کا سُراغ لگایا گیا ہے جو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو فحش لٹریچر کے ذریعہ محبت کی تعلیم دیا کرتا تھا

اسے کہتے ہیں بے کار مباش کچھ کیا کر! ـــــ ارے بھائی سُراغ رسانی میں وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ بھلے مانسوں کی طرح دوربین ہٹا کے دیکھو تو ہر بک اسٹال پر تمہیں بہت سے فلمی رسالے ادبی پرچے اور امریکن کتابچے ایسے مل جائیں گے جو اس کار خیر کو بڑے بڑے گروہوں سے بہتر طریقہ پر انجام دے رہے ہیں۔ ہر سنیما ہال میں ایسی رومانی فلمیں نظر آجائیں گی جو نہ صرف محبت کی تعلیم دیتی ہیں۔ بلکہ تیر کی طرح محبت کو دلوں میں ترازو کرتی ہیں۔ ہر بڑے شہر میں ایسے مینا بازار سجے ملیں گے جہاں "محبت" سو روپے سے لے کر چار آنے تک میں بلا تکلف میسر آجاتی ہے۔

پھر اگر قوم کے کچھ ہونہار سپوت ایک منظم گروہ بنا کر بے قاعدہ تعلیم کو باقاعدہ بنارہے ہیں تو اس میں برائی کیا ہے۔ یہ تو ہماری قومی حکومت کی منصوبہ بندی والی پالیسی اور یوجنا والی اسپرٹ کے عین مطابق ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی

سرحد کی عوامی لیگ کے لیڈر غلام محمد خاں لونڈخور کو محض اس جرم میں سات سال قید سخت اور پانچ ہزار روپے جرمانے کی سزا دی گئی کہ انھوں نے ضمنی انتخابات میں کچھ مداخلت کی تھی۔

کیا مضائقہ ہے مولانا مودودی کو بھی کسی جرم کے

ردہ سال کی سزا دی گئی ہے تو غلام محمد خاں تو پھر مزے میں ہے کہ جرم بھی کیا اور محض سات سال کی سزا ــــ محض سات سال کی۔

بھائی صاحب یہ پاکستان ہے۔ غلام محمد اور محمد علی ماحبان کا پاکستان۔ اُن عالی مداروں کا پاکستان جو اسلامی خوت اور قومی درد سے نہ صرف بھُور بلکہ امجور ہیں ـــ اُن یئر العصر عالمانِ دین کا پاکستان جنھوں نے قرآن کو اتنا ہت سا سمجھ لیا ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس کے ہزاروں عالموں در ماہر ملانے مل کر بھی اتنا نہیں سمجھا۔ یہاں اسلامی حکومت ہے۔ جمہوری سیادت ہے۔ رواداری اور انصاف ہے۔

کیوں بھئی ہندوستانیو! تمہارے پاس بھی کوئی نظیر ہے اس بیش بہا انصاف کی۔ غالباً یہاں تو تم گھُٹ گئے ـــ ے دیکھئے تم نے ایک رام منوہر لوہیا کو پکڑا تھا سو وہ بھی ہائی ورٹ کی عنایت سے نکل بھاگا۔ اب کچھ جماعت اسلامی کے مسکین پنجرے میں ہیں تو اول تو وہ قابلِ ذکر ہی نہیں پھر ہ تمہارے بھائی بھی نہیں۔ مقابلہ تو اس کا ہے کہ بھائی نے بھائی سے کیا کیا؟

خیریت ہی خیریت

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی مجلسِ عاملہ نے اپنی فلک رسا عقل و فہم کی پوری رسہ کشی کے بعد فیصلہ دیا:۔

"موجودہ بھارتی فسادات کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے"۔

اور اس اجلاس میں قبلۃ العلماء حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، کعبۃ الخوارک جناب مسٹر رفیع احمد قدوائی ـــ اور زبدۃ الجمہوریت جناب ڈاکٹر سید محمود علی بھی شامل تھے۔ دیگر اکابرینِ کانگریس کے لئے تو بے شک موجودہ فسادات کی کوئی اہمیت نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ جان و مال اور عزت و آبرو گنوانے والے اُس فرقہ کے لوگ تھے جس سے خداوندانِ بھارت کا سلوک سوتیلی ماں سے بدتر ہے اور جس کا مذہب بقول وزیرداخلہ تنگ نظر ظالم اور رجعت پسند ہے ـــ لیکن تعجب ہے تو اُن بادیانِ ملت اور رہبرانِ جنت پر جو اسی بدنصیب فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنھیں قرآن نے مذہب کے ناطے بھائی بتایا ہے ـــ کیا اُن کی خاموشی اس بات کا ثبوت نہیں کہ مسلمانوں پر کئے جانے والے مظالم اُن کے نزدیک بھی کسی اہمیت کے حامل نہیں ہیں اور ان کے انسداد کی فوری تدابیر پر توجہ دینا ضروری نہیں ہے۔

اے کانگریسی دوستو! تم نے ٹھیک ہی کہا کہ فسادات کی کوئی اہمیت نہیں ہے جس نے آنکھیں بیچ لی ہوں اسے اس سے کیا کہ کتنے لاشے خاک و خون میں تڑپ رہے ہیں۔ کتنی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔ تمہارا اپیٹ بھر گیا تو سب خیریت ہی خیریت ہے!

خطابات کی بوچھار

وہ خطابات تو آپ نے سن ہی لئے ہوں گے جو اب کی برسات میں بھارتی حکمرانوں کے ابرِ کرم سے وفادارانِ بھارت پر برسے۔ یعنی کہ "پدم بھوشن" وغیرہ۔

اب سوال یہ تھا کہ جس جمہوریت میں تمام شہریوں کے حقوق برابر ہوں اس میں صرف چند افراد کو خطابات سے نواز کر باقی جنتا کو محروم چھوڑ دینا کہاں کی شرافت ہے۔ یہ سوال شیطان علیہ اللعنت کی ورکنگ کمیٹی میں ایک بہت ہی برگزیدہ اور ثقہ ابلیس زادے نے پیش کیا تو رئیس القوم جناب شیطان نمبر اوّل نے نہایت فکرمند لہجے میں کہا کہ بے شک جس سیکولرازم کو ہم خونِ جگر سے پال رہے ہیں اُس میں یہ بے انصافی مناسب نہیں ہے۔ اے شمر ذی الجوشن! تم مع اپنی آل و اولاد کے پھرتی سے جاؤ اور ہمارے خاص الخاص بندگانِ عالی سے کہو کہ پہلی فرصت میں ایک شاندار جلسہ منعقد کریں اور ہمارے پسندیدہ و مرغوب خطابات بھُس کے بھاؤ تقسیم کریں۔

چنانچہ شمر ذی الجوشن بھاگا بھاگا اسٹیشن پہنچا۔ دو درجن بچے اور کئی بیویاں اس کے ساتھ تھیں۔ مؤ ناتھ بھنجن جانے والی گاڑی سامنے کھڑی تھی اس نے بال بچوں سے کہا کہ میں تو فوراً اس گاڑی سے جاتا ہوں تم اگلی گاڑیوں سے ادھر اُدھر چلے جانا۔

سُنو! تحصیل پہنچ کر وہ مقربانِ خاص سے ملا اور اسی دن دام لیگ کمیٹی کی طرف سے آریہ سماج گراؤنڈ میں ایک جلسہ ہوا جس میں ملک و قوم کے بڑے بڑے بھگتوں مثلاً ٹھل داس اور برج موہن داس وغیرہ نے مندرجہ ذیل شاندار خطابات سارے مسلمانانِ بھارت کے لئے مفت تقسیم کئے۔

"غدار — بے ایمان — غیر ملکی — بدمعاش" وعلیٰ ہٰذا

اس کے بعد قاصدُ الابلیس بھارتی اکثریت کیلئے خطابات تقسیم کرنے والے بندگانِ خاص کی تلاش میں جا رہا تھا کہ راستے میں مل گیا۔ یعنی خاکسار ملا ابن العرب مکی۔ خبر نہیں شیطان کے چیلے فدوی سے کیوں کتراتے ہیں۔ ظالم بغیر سلام علیک کئے کنی کاٹکر اس طرح نکلا جا رہا تھا جیسے ہمیں دیکھا ہی نہیں۔ میں نے دُم پکڑ لی یعنی کہ شاید دھوتی کا کونا۔ فوراً بولا۔ یار اس وقت چھوڑ دو بہت ضروری کام ہے۔ میں نے کہا کیا کام ہے میں مدد کر دوں گا۔ خوش ہو کے بولا۔ ہاں یار مدد کرو۔ ہائی کمان سے حکم ملا ہے کہ سارے ملک کے لئے فوراً خطابات تقسیم کراؤں مسلمانوں کے لئے تو تقسیم کرا دئیے اب ہندوؤں کا نمبر ہے۔ کوئی مسلمان سور ما ایسا ہے جو یہ کام انجام دے سکے۔ کیونکہ ہمارا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ قوم کے بالمقابل قوم اور مذہب کے بالمقابل مذہب کو لایا جائے۔

میں نے کہا خاکسار حاضر ہے خطابات بتائے جائیں۔ جواب ملا۔ خطابات کچھ معیّن نہیں۔ بس شیطان سرکار کے پسندیدہ ہونے چاہئیں۔

عرض کیا۔ گاندھی بھگت، دیش سیوک، نیائے رکھشک چلیں گے؟

قاصد خوش ہو گیا۔ بولا۔ ضرور چلیں گے۔ سن سینتالیس سے پہلے تو ہماری شیطان سرکار ان خطابوں کو منحوس اور کافرانہ سمجھتی تھی۔ مگر سن سینتالیس کے بعد سے ہمارے بڑے سائنس دانوں نے کچھ ایسی گیسیں اور جراثیم ایجاد کئے ہیں کہ جتنی چیزیں منحوس اور کافرانہ تھیں سب برکت اور حقانیت سے پُر ہو گئیں چنانچہ دیش بھگت وغیرہ ہمارے آقا بہت پسند کرتے ہیں۔

تب میں بھاگا بھاگا مولوی دستار علی کے پاس پہنچا اور جلسہ کے فوری انتظام کے لئے کہا اور بتایا کہ چونکہ شریمان لیڈروں نے آج ہی مسلمانوں کو بدمعاش اور بے ایمان وغیرہ کے خطابوں سے نوازا ہے۔ لہٰذا ہم بھی گاندھی بھگت وغیرہ کے خطابوں سے انھیں نوازنا چاہتے ہیں۔

غصّہ سے بولے — "گاندھی بھگت کہتے ہو! ارے ان لعینوں کو تو وطن دشمن اور گودڑ سے اور اُلّو کا پٹھا کہو!"

"اُلّو تو کافی سمجھ دار ہوتا ہے" میں نے کہا "اصل سوال شیطان سرکار کی پسند کا ہے"۔

"کیا بکتا ہے" غضب ناک ہو کر فرمایا "جلسہ نہیں ہوگا۔ تو ضرور فساد کرائے گا"۔ اور یہ کہہ کر حضور نے مجھے کوٹھری میں بند کر دیا۔ میں نے لاکھ کہا حضرت کچھ کمیشن مجھے بھی مل جائے گا۔ لیکن وہ کہاں ماننے والے تھے۔ مجبوراً جلسہ ملتوی ہو گیا۔

جنّاتی منطق

یاد ہوگا آنجناب پڑھنے والوں کو ایک بار فدوی نے جناب الجناب سر آغا خاں صاحب کے ایک ارشادِ مبارک پر کچھ مختصراً عرض کیا تھا۔ اب کسی تازہ میگزین میں وہ ارشادِ مبارک پورا نظروں سے گذرا تو جی چاہتا ہے کہ آپ کے سامنے پورا رکھ دوں یہ ارشاد دراصل ایک زرّیں پیغام ہے جو ۷ر فروری ۵۴ء کو بھیجا گیا ہے۔ بیچ اجتماع پری چہران و خوبان و مہ لقایانِ پاکستان کی لیمیٹڈ انجمن "اپوا" میں طرف آغا خاں کے سے واسطے ترقی عورتوں کی کے بذریعہ براہین قاطعہ و دلائلِ ساطعہ کے۔

"عورتوں کو چاہئے کہ وہ مذہبی آزادی کے لئے احتجاج کریں اور جمعہ کی نمازوں میں شرکت کا مطالبہ کریں تاکہ ان میں پبلک میں عبادت کرنے سے خود اعتمادی اور عزتِ نفس کی عادتیں پیدا ہوں اور اس طرح مذہبی آزادی کی اس بنیاد پر وہ پھر معاشی اور سیاسی مساوات حاصل کر سکیں گی اور زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے دوش بدوش حصّہ لے سکیں گی۔ عورتیں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو منظم کریں اور اپنے حقوق کے لئے لڑیں۔ . . . . . . عورتوں پر بندشیں عائد کرنے والے ڈرتے ہیں کہ اس طرح کی آزادی نسواں

جنسی بداخلاقی کا موجب ہوگی۔ حالانکہ جب عورت بچپن سے لے کر سن بلوغ تک مردوں کے ساتھ گھل مل کر رہے گی تو پھر ایسی بداخلاقی کا امکان بہت کم ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو شروع ہی سے بدکردار ہوتے ہیں اور جو بہرحال بدکردار رہیں گے خواہ انھیں آزادی دی جائے یا اُن پر پابندیاں لگائی جائیں۔ میں زیادہ تر یورپین اور امریکن ممالک میں رہا ہوں اور بغیر تذبذب کے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں ایک فی ہزار ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ جہاں خاندان جنسی بداخلاقیوں کی بناء پر برقرار نہیں رہ سکتے۔ باقی ۹۹۹ بہترین خاندان زندگی گذارتے ہیں۔"

"مدعی سست گواہ چست" والی مثل آپ نے سُنی ہوگی مخلوط معاشرت اور مغربی اخلاق و تمدن کے یہ چست گواہ فرما رہے ہیں، خود مدعی — بلکہ مدعیانِ تہذیب و تمدن کی بد پردھان منتری امریکہ دام ظلہٗ حالیہ تازہ بتازہ "کینسی رپورٹ" بادلِ ناخواستہ ذیل کی خوشخبریاں سنا رہے ہیں مختصراً ملاحظہ ہوں

) "بحیثیتِ مجموعی موجودہ قوانین کے مطابق امریکن مردوں میں سے ۹۵ فی صد کو جیلوں میں ہونا چاہئے کیونکہ انھوں نے کسی نہ کسی انداز میں جنسی ملاپ کے متعلقہ قوانین کو پامال کیا ہے۔

) پچاس فیصد امریکی عورتیں (خواہ وہ کسی عمر کی ہوں) شادی سے قبل اپنی عصمت کو لُٹا چکی ہیں۔

) پچیس فیصدی سے زیادہ عورتیں شوہروں کے علاوہ دوسرے آشناؤں سے تعلقات رکھتی ہیں اور اپنے شوہروں سے بے وفائی کو بُرا نہیں سمجھتیں۔

) شادی کے باوجود عزیزوں سے تعلق رکھنا امریکن زندگی کی ایک خصوصیت ہے۔"

یہ محض چند حصے ہیں اُس رپورٹ کے جو آغا خاں صاحب کے سرپرست مدعی امریکہ نے شائع فرمائے ہیں۔ آغا خاں صاحب نے ارمیں سے جن ۹۹۹ خاندانوں کی بہترین اخلاقی زندگی گذارنے کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یا تو کسی پہاڑ کی کھوہ میں بستے ہوں گے یا آغا خاں صاحب کے بکس میں بند ہوں گے۔

بہرحال شرعی بحث تو مفتی تجلی کر سکتے ہیں۔ ف۔ دی بس اتنا جانتا ہے کہ ہر جاندار کو پیدائش سے لے کر انتقال تک پیٹ بھر کھانے کی مکمل آزادی ملی ہوئی ہوتی ہے کوئی قانونی یا اخلاقی بندش اس کے تقاضائے شکم کے پورا کرنے پر نہیں ہوتی۔ پھر بھی وہ دو وقت روزانہ کھاتا ہے۔ برابر کھاتا ہے اور کھاتے ہی کھاتے مرتا ہے۔ آغا خاں صاحب کی یہ دلیل کہ مرد و عورت کو بچپن ہی سے مخلوط اور بے قید زندگی گذارنے کی مکمل آزادی دی جائے تو وہ فرشتہ بنے رہیں گے۔ اگر ایک فی صدی بھی درست ہو تو چاہئے کہ لوگ کھانا پینا چھوڑ دیں۔ کیونکہ ویسی ہی مکمل آزادی جیسی آغا صاحب جنسی معاملات میں چاہتے ہیں شکمی معاملات میں لوگوں کو ملی ہوئی ہے۔

پس جب کہ کسی اللہ کے بندے نے پیٹ کا دھندا نہیں چھوڑا تو اللہ کے بندے اور بندیاں جنس کا دھندا کیسے چھوڑ دینگی آخر پیٹ کی بھوک کی طرح جنس کی بھوک بھی تو جزوِ فطرت اور سو فی صدی جبلی شے ہے۔

دوسرے لفظوں میں آغا صاحب کی دلیل اس نتیجہ پر لے جاتی ہے کہ آگ اور پٹرول کے ملاپ پر اگر بندشیں نہ لگائی جائیں ان کے درمیان آہنی دیواریں نہ کھڑی کیجائیں بلکہ درمیان کے سارے حجاب اٹھا کر انھیں آزادانہ وصل کرنے دیا جائے تو بچاری آگ ہرگز پٹرول کو نہیں جلائیگی۔ سبحان اللہ جزاک اللہ۔ خدا کی قسم اگر دنیا آپکی منطق مان لے تو مکمل تباہی کے لئے تنہا آپ ہی کافی ہونگے!

پاکستانی جھنڈا

جس طرح گاجر مولی کی فصل ہوتی ہے اسی طرح اب کی بھارت میں "پاکستانی جھنڈوں" کی فصل اُگی ہے۔ اس فصل کی خیر و برکت حیدرآباد سے شروع ہو کر بھارت کے مختلف حصوں میں پھیلی گئی۔ جہاں دیکھو پاکستانی جھنڈا لہرا رہا ہے حتٰی کہ وزیر داخلہ ڈاکٹر کاٹجو دریائے چاندی کے ایک پُل کو افتتاح کی خاطر جب اننگ پہنچے تو وہاں گاندھی چوک

میں جہاں تقریر ہونی تھی پاکستانی جھنڈا لہراتا پایا گیا۔
پیارے شرپسندو! یہ ترکیب تو پٹ گئی۔ اب نئی ترکیب ایجاد کرو۔ کانگریسی سرکار باوجود اپنے علیہ ماعلیہ کے اتنی احمق اور دیوانی نہیں ہوئی ہے کہ تمہاری اس خرافات پر یقین کرلے کہ بھارتی مسلمانوں کو بیٹھے بٹھائے پاکستانی جھنڈے کے عشق کا دورہ پڑتا ہے۔ تاریخ تمدن اور تجربات شہادت دے رہے ہیں کہ مسلمان "آ بیل مجھے مار!" کی حماقت میں کبھی مبتلا نہیں ہوا اور جس دن یہ حماقت اس پر سوار ہوگئی اس دن تم اس کے جان و مال کو یوں حلوہ کرکے نہیں کھا سکو گے۔

(ملا زندہ صحبت باقی)

(مقدمہ معارف الحدیث)

انکارِ حدیث کے بعد اسلام کا بقا ناممکن ہے

حدیث دین میں یقینی حجت ہے!

از حبیب الرحمٰن الاعظمی

بلاشبہ قرآن پاک دین وشریعت کی اصل واساس ہے اور
دلّہ شرع میں وہی سب سے مقدم اور سب سے محکم ہے۔ مگر اس کا
ام صرف اصول بتانا ہے۔ تفریع وتفصیل اور توضیح وتشریح حدیث و
نت کا وظیفہ ہے۔

ہر باخبر جانتا ہے کہ قرآن کریم امت کو بلا واسطۂ رسول
یں دیا گیا تھا کہ تو تم بذات خود یا اپنے ہی جیسے غیر نبی لوگوں کی مدد
ے پڑھو اور سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے
ے برگزیدہ رسول کو دنیا میں بھیج کر ان پر قرآن نازل کیا گیا اور
رف اس لئے کیا گیا تاکہ لوگ اپنے اپنے طور پر نہیں۔ بلکہ صرف
ل کے بیان اور تشریح کی روشنی میں اللہ کی اس کتاب کو سمجھیں
نچہ قرآن پاک ہی میں ارشاد ہوا۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ
وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ (النحل۔ ع۔۶)

(ترجمہ) اور نازل کیا ہم نے آپ کے پاس ذکر (کتاب) کو تاکہ آپ
کھول کر بیان کریں لوگوں کے واسطے اس چیز کو جو نازل کی گئی
طرف اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

اور پھر قرآن ہی کے ذریعہ رسول کے فرائض اور ان کے
سے دنیا والوں کو آگاہ کیا گیا۔ اور بار بار اعلان کیا گیا کہ
کو قرآن کے کلمات وحروف سنائیں اور یاد کرائیں گے۔ اور
یہی تم کو اس کے معانی و مطالب اور رموز و حکم بھی بتائیں گے۔ چنانچہ
ایک جگہ ارشاد ہوا:-

كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا
وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ
تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ۔ ع۱۸)

(ترجمہ) جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے کہ پڑھتا ہے
تم پر ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھاتا ہے تم کو کتاب و
حکمت اور سکھاتا ہے تم کو وہ باتیں جو تم نہیں جانتے تھے۔

دوسری جگہ فرمایا:-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ٥ (آل عمران ع ۱۷)

(ترجمہ) بتحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب کہ بھیجا ان میں
ایک رسول انھیں میں سے کہ تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور
پاک کرتا ہے ان کو اور تعلیم کرتا ہے ان کو کتاب و حکمت اور بالیقین
تھے وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں۔

تیسری جگہ ارشاد ہے:-

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (جمعہ - ع ۱)

(ترجمہ) وہی ذات ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں ایک رسول انھیں میں سے کہ تلاوت کرتا ہے ان پر اُس کی آیتیں اور اُن کو پاک کرتا ہے۔ اور کتاب و حکمت کی اُن کو تعلیم دیتا ہے بالیقین وہ تھے اس سے پہلے کھلی گمراہی میں۔

ان تینوں آیتوں میں دو چیزیں الگ الگ ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) تلاوت آیات (۲) تعلیم کتاب۔

پہلی چیز یعنی تلاوتِ آیات کا مطلب تو ظاہر ہے۔ ہاں تعلیم کتاب کی نسبت غور کرنا ہے کہ اس کی کیا مراد ہے؟ اگر اس کی مراد بھی قرآن پاک کے مربوط و مرتب کلمات کو پڑھ کر سنانا اور یاد کرانا ہی ہے تو یہ تلاوت آیات سے الگ کوئی چیز نہیں ہوتی حالانکہ وہ اس سے الگ ذکر کی گئی ہے۔ پس یقیناً اس سے مراد آیات کی تشریح اس کے معانی و مطالب کی توضیح اور آیات کے حِکَم اور احکام کا بیان ہے۔

پس جب قرآن ہی سے یہ معلوم ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ رسالت میں جس طرح الفاظ و کلماتِ قرآن کی تلاوت و تبلیغ ہے اسی طرح اُس کے معانی و مطالب کا بیان بھی فرائضِ رسالت میں داخل ہے۔ تو لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس طرح متن قرآن حجت ہے اسی طرح اُس کی نبوی تشریحات بھی حجت اور واجب القبول ہیں۔ ورنہ آپ کو تعلیم کتاب کا مکلف بنانا اور تعلیم کتاب کو آپ کا منصبی وظیفہ بتلانا بالکل بے معنی ہوگا۔

الغرض ان قرآنی نصوص کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے "پیغام رساں" ہونے کے ساتھ اُس پیغام کے معلّم اور مبیّن بھی ہیں۔

اور جب قرآنی نصوص سے آپ کا معلّم و مبینِ قرآن ہونا ثابت ہو چکا تو جو شخص آپ کی رسالت و نبوت پر ایمان رکھتا ہے جس طرح اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ آپ نے متن قرآن کی تلاوت و تبلیغ فرمائی۔ اسی طرح اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ آپ نے اس کی تعلیم و تبیین بھی فرمائی اور چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے آخری نبی ہیں۔ اور اب کوئی نئی کتاب اور کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے۔ اس لئے آخری کتاب کا اس کے نزول کے وقت سے رہتی دنیا تک ہر دور میں محفوظ و باقی رہنا ضروری ہے۔ اور جب اس کی بقا ضروری ہے تو اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی و عملی تشریحات و توضیحات کا بھی ہر دور میں منقول و متداول اور موجود رہنا ضروری ہے۔

اب تک ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

(۱) قرآنی نصوص کی رو سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے معلّم و شارح و مبین ہیں۔

(۲) آپ نے جس طرح متنِ قرآن کی تبلیغ کی اسی طرح اسکی شرح و تبیین بھی فرمائی۔

(۳) آپ کی تشریحات و بیانِ قرآن کا قرآن کے ساتھ ساتھ باقی رہنا ضروری ہے۔

اس کے آگے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تعلیم دو طرح دی ہے۔

آپؐ نے اپنے فعل و عمل سے بھی اس پر عمل کرنے کی صورت سکھائی اور اس کا مفہوم سمجھایا ہے۔ اور اسؐ کی قولی تشریح بھی فرمائی ہے۔ عملی تشریح کی صورت یہ تھی کہ قرآن میں ایک حکم نازل ہوا۔ آپ نے اُس حکم پر عمل کر کے لوگوں کو دکھا دیا۔ جس کی وجہ سے الفاظِ قرآن کا مفہوم بھی متعین ہو گیا۔ اور جس بات کا حکم ہوتا ہے اور اس کا عملی نقشہ بھی آنکھوں کے سامنے آگیا۔ مثلاً قرآن پاک میں اقامتِ صلوٰۃ کا تاکیدی حکم نازل ہوا۔ اور اُس کے ارکان اور بعض اجزائے ترکیبی (مثلاً قیام، رکوع، سجود، قرأت وغیرہ) کا ذکر بھی قرآن میں کیا گیا۔ مگر ان اجزاء کو کسی خاص ترتیب کے ساتھ ادا کرنے کا بیان اور نماز کی پوری ترکیب اس میں کہیں ذکر نہیں کی گئی۔ پس ان اجزاء کو خاص ترکیب کے ساتھ باہم مربوط کر کے نماز قائم کرنے کی ایک خاص شکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے متعین ہوئی۔

قرآن پاک میں "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" کا حکم دیکھ کر ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہونا ضروری ہے کہ اس حکم پر عمل کس طرح کیا جائے اور اقامتِ صلوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ ــــ تم جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو۔ گویا اسی سوال کا جواب ہے۔

نیز حکم "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" کی اس عملی تشریح کے علاوہ کبھی کبھی آپ نے اقامتِ صلوٰۃ کی ترکیب زبانی بھی ارشاد فرمائی ہے۔

اسی طرح مثلاً قرآن پاک میں حج کو فرض قرار دیا گیا۔ مگر حج کا طریقہ اور ترتیب وار اس کے ارکان و مناسک نہیں بیان کئے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرکے دکھا دیا کہ اس طرح اس فریضہ کی بجا آوری ہونی چاہئے۔ اور اسی سے کہ قرآن کی تشریح وتبیین رف آپ ہی کے قول یا عمل سے ہو سکتی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع ر عرفات کے میدان میں جہاں سارے حجاج تھے اعلان فرمایا۔

"خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا"

(لوگو! تم سب حج کے مناسک مجھ سے سیکھ لو! شاید اس ل کے بعد میں تمہیں نہ دیکھوں)

پھر قولی تشریح کی بھی دو صورتیں تھیں۔ ایک یہ کہ قرآن کی کسی آیت کا ذکر یا اس کی طرف اشارہ کرکے اُس کی تفسیر س سے جو حکم مستنبط ہوتا ہے اس کو بیان فرماتے تھے اور دوسری رت یہ تھی کہ اپنے وہبی علم اور فہم مخصوص کی بنا پر جو استنباط نفادہ آپ نے قرآن کریم سے کیا اس کو آیت کا حوالہ دیئے اس کی طرف اشارہ کئے بغیر بیان کر دیتے تھے۔

پہلی صورت کی کثیر التعداد مثالوں میں سے درف تین مثلیں ظر فرمائیے:۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت ن حضرت نوح کو حق تعالیٰ پکارے گا وہ کہیں گے لَبَّیْکَ سَعْدَیْکَ یَا رَبِّ۔ خدا پوچھے گا تم نے ہمارا پیغام پہنچا دیا وہ جواب دیں گے "ہاں! اس کے بعد ان کی اُمت سے بلائے گا کہ تمہارے پاس نوح نے ہمارا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تب خدا ئے حضرت نوح سے مخاطب ہوگا کہ تمہارے حق میں کون گواہی ؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی س کے بعد امت محمدیہ گواہی دے گی کہ حضرت نوح نے پہنچا دیا تھا اور امت کی گواہی کی تصدیق رسول کرے گا کروں گا) آنحضرت نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا کہ

حق تعالیٰ کے ارشاد "وَجَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" میں یہی بیان ہے۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر بروایت ابوسعید خدری)

(۲) حضرت عدی بن حاتم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ اور اَلْخَیْطُ الْاَسْوَدُ سے دو دھاگے مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا "لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ" (نہیں بلکہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی مراد ہے)۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(۳) حدیبیہ کے سفر میں حضرت کعب بن عجرہ کے سر میں بے انتہا جوئیں پڑ گئیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم اتنی تکلیف ومشقت میں مبتلا ہو گئے ہو۔ کیا ایک بکری تم پا سکتے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا سر منڈوا ڈالو اور تین روزے رکھ لو۔ یا چھ مسکینوں کو فی مسکین ایک صاع کے حساب سے صدقہ دیدو (بخاری کتاب التفسیر)

اس واقعہ میں بظاہر آیت کا حوالہ یا اشارہ نہیں ہے مگر "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ" کا نزول اسی واقعہ میں ہوا ہے۔ اس لئے ہم نے اس مثال کو بھی اسی ضمن میں ذکر کیا۔

قرآن پاک کی قولی تشریح کی دوسری صورت میں احادیث نبویہ کا اکثر حصہ یا ان کی بہت بڑی تعداد داخل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسی حدیثوں کا قرآنی ماخذ اپنے علم وعقل کی کوتاہی اور قصورِ فہم کی وجہ سے ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن ایسی حدیثوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ جن کا قرآنی ماخذ تھوڑی سی توجہ اور تامل سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ کم از کم دو مثالیں ناظرین اسکی بھی ملاحظہ فرمالیں

(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے:۔

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ" (تم میں سے کوئی اُس وقت تک صاحب ایمان نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اور رجحان اُس تعلیم و ہدایت کا تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں)۔

اس کی نسبت بہت آسانی سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ارشاد قرآن پاک کی حسب ذیل آیت سے مستفاد ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (النساء۔ع۔۹)

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (احزاب ع ۵)

(ترجمہ) سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پائیں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

اور کام نہیں کسی ایمان والے مرد کا اور نہ ایمان والی عورت کا جبکہ فیصلہ کر دیں اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا۔ یہ کہ ان کو رہے اختیار اپنے اس معاملہ میں (یعنی اللہ و رسول کے حکم کے بعد ایمان والوں کا کام صرف تسلیم و اطاعت ہے اس کے سوا کچھ نہیں)۔

(۲) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا۔

(ترجمہ) جو شخص زادراہ اور ایسی سواری پائے جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے پھر بغیر حج کئے مر جائے تو اس پر کچھ مشکل نہیں کہ یہودی ہو کر مر جائے یا نصرانی ہو کر۔ (رواہ الترمذی عن علی ویؤیدہ ما رواہ الدارمی عن ابی امامۃ)

اس کی نسبت خود ترمذی کی روایت میں اشارہ موجود ہے کہ یہ قرآن پاک کی آیت "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ الآية" سے مستنبط ہے۔ مگر روایت میں چونکہ پوری آیت مذکور نہیں ہے اس لئے بہت سے لوگوں کو وجہ استنباط سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے، پوری آیت سامنے ہو تو اس کے آخری حصے سے صاف وہ تہدید مفہوم ہوتی ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔ سنئے پوری آیت یوں ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ (ال عمران ع ۱۰)

(ترجمہ) اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا بیت اللہ کا اُن پر جو استطاعت رکھتے ہوں اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو کوئی کفر کا طریقہ اختیار کرے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی۔

اس قسم کی اور بھی کثیر التعداد مثالیں پیش ہو سکتی ہیں۔ مگر اس وقت چونکہ ہمارا موضوع سخن یہ نہیں ہے اس لئے ان دو ہی مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ احادیث نبویہ کا اکثر حصہ قرآن پاک کی تشریح یا تفصیل یا اس سے استنباط ہے جو "يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ" اور "لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ" جیسے نصوص کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض رسالت میں داخل ہے اور یہی قرآنی نصوص و بینات ہم کو یہ بھی بتلاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تشریحات و تفریعات اور استنباطات بھی واجب القبول اور واجب الاتباع ہیں۔ اس کے بعد قرآن کریم کی بیان کی ہوئی ایک اور حقیقت پر غور کیجئے:۔

تعلیم حکمت

قرآن حکیم نے تعلیم کتاب کے ساتھ تعلیم حکمت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فریضہ بتایا ہے یہ حکمت کیا چیز ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے فکر صحیح اور فہم سلیم ضروری ہے حکمت کی مراد معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے خود قرآن پاک کی طرف رجوع کیجئے تو اس میں آپ کو ایسی متعدد آیات ملیں گی جن سے معلوم ہو گا کہ حکمت بھی ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ نے اُتارا اور نازل کیا ہے۔ مثلاً سورۂ نساء میں ایک جگہ ارشاد ہے:۔

وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ (النساء ع)

(ترجمہ) اور نازل کی اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اور سکھایا تجھ کو وہ جو تو نہیں جانتا، اور ہے اللہ کا فضل تجھ پر بڑا

سورۂ بقرہ میں ایک موقع پر فرمایا:۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ (بقرہ ع ۲۹)

(ترجمہ) اور یاد کرو اللہ کی نعمت اپنے اوپر اور جو نازل کی تم پر یعنی کتاب اور حکمت، نصیحت کرتا ہے اللہ تم کو اس کے ساتھ۔

سورۂ احزاب کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی آیتوں کی طرح حکمت بھی ایک ایسی چیز ہے جس کی تلاوت ازواج مطہرات کے گھروں میں ہوتی تھی۔ ارشاد ہے:۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى عَلَيْكُنَّ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (احزاب۔ ع ۴)

(ترجمہ) اور یاد کرو اس کو جس کی تلاوت ہوتی ہے تم پر تمہارے گھروں

یعنی اللہ کی آیتیں اور حکمت۔

سوال یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے گھروں میں قرآن کی آیتوں کے علاوہ دوسری کیا چیز پڑھی جاتی تھی؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن کے علاوہ کیا سناتے تھے؟

اس سوال کا صرف یہی ایک جواب ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی حدیث اور آپ کی سنت تھی (یعنی آپ کے عام دینی نصائح اور دینی افادات وارشادات) اور چونکہ اس آیت میں حکمت کے ذکر کا (یعنی اس کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کا) حکم ہے اس لئے اسی آیت سے حدیث وسنت کے یاد کرنے اور یاد رکھنے کا وجوب بھی معلوم ہو گیا اور یہ بات بھی تقریباً بدیہی اور مسلم ہے کہ علم و ذکر و حفظ مقصود بالذات نہیں ہیں۔ بلکہ عمل کے لئے مقصود ہیں اس لئے اسی آیت سے حدیث وسنت پر عمل کا واجب اور مامور بہ ہونا بھی معلوم ہو گیا۔

اور جب سنت ہی کا دوسرا نام حکمت ہے تو اس سے پہلی آیتوں سے (جن میں کتاب کی طرح حکمت کو بھی منزل من اللہ فرمایا گیا ہے) یہ ثابت ہوا کہ سنت بھی منزل من اللہ اور وحی خداوندی ہے۔

قرآن کے بعد جب ہم معلم قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو جس طرح قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے علاوہ ایک اور چیز بھی (جس کا نام حکمت ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اتاری ہے۔ اسی طرح معلم قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بھی ہم کو یہی بتلاتی ہیں۔

اَلَآ اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی عن المقدام بن معدیکرب)

(ترجمہ) کہ مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی اس کے مثل دی گئی۔

کتاب وسنت کے انہیں نصوص کی بناء پر تمام ائمہ وعلمائے سلف اس بات میں متفق ہیں کہ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور اس طرح کی دوسری آیات میں جو حکمۃ کا لفظ وارد ہوا ہے اس سے مراد سنت ہی ہے اور سنت بھی وحی الٰہی کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں:۔

اِنَّ اللہ سُبحانہ وتعالیٰ انزل علیٰ رسولہ وحیین واوجب علیٰ عبادہ الایمان بھما والعمل بما فیھما الکتٰب والحکمۃ وقال تعالیٰ "وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ" وقال تعالیٰ "ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" وقال تعالیٰ "واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیات اللہ والحکمۃ" ــــ والکتاب ھو القراٰن والحکمۃ ھی السنۃ باتفاق السلف وما اخبر الرسول عن اللہ فھو فی وجوب تصدیقہ والایمان بہ کما اخبر بہ الرب تعالیٰ علیٰ لسان رسولہ ھذا اصل متفق علیہ بین اھل الاسلام لا ینکرہ الا من لیس منھم، وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ (ص ۹۲)

(ترجمہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول پر دو قسم کی وحی نازل کی اور دونوں پر ایمان لانا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اس پر عمل کرنا واجب قرار دیا اور وہ دونوں قرآن اور حکمت ہیں (اس کے بعد علامہ نے اس دعوے کے ثبوت میں وہی قرآنی آیات درج کی ہیں جو اوپر پیش کی جا چکی ہیں۔ جن میں کتاب وحکمت کی تنزیل وتعلیم کا ذکر اور ان کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کا حکم ہے۔ ان آیات کو درج کرنے کے بعد علامہ لکھتے ہیں)۔۔۔ کتاب تو قرآن ہے اور حکمت سے باجماع سلف سنت مراد ہے۔ رسول نے اللہ سے پا کر جو خبر دی اور اللہ نے رسول کی زبان سے جو خبر دی دونوں واجب التصدیق ہونے میں یکساں ہیں۔ یہ اہل اسلام کا بنیادی اور متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو ان میں سے نہیں ہے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے کتاب دی گئی اور اس کے ساتھ اسی کے مثل ایک اور چیز بھی دی گئی (یعنی سنت)۔

اسوۂ رسولؐ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی جو تشریح وتبیین فرمائی۔ اور وہ حکمت جو آپ پر نازل کی گئی۔ ہر مومن بالقرآن کے لئے ان دونوں کا واجب القبول ہونا آپ معلوم کر چکے۔ ان دونوں کے علاوہ ایک تیسری چیز جس کی پیروی ہر مومن پر قرآن نے لازمی قرار دی ہے۔ وہ ہے پوری اسلامی زندگی

زندگی کا وہ نمونہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں جلوہ گر تھا۔ سورہ احزاب میں ارشاد ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝ (احزاب ع ۳)

(ترجمہ) تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی چال رسول اللہ کی اس کے لئے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے زندگی کے ہر مرحلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پہ چلنے کا حکم ہم کو دیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ صرف جنگ کی حالت میں اور پریشانی کے موقع پر آپ کے صبر و ضبط کی مثال سامنے رکھنے اور فقط اس کی پیروی کرنے کی تلقین کی گئی ہو، جیسا کہ اس آیت کے متعلق آج کل کے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، اسلئے کہ اس کی تو کوئی کمزور سے کمزور وجہ نہیں ہو سکتی کہ جنگ کے موقع پر تو آپ کا طرزِ عمل واجب الاتباع ہے مگر امن و صلح کے موقع پر آپکا طرزِ عمل لازم الاتباع نہیں ہے یا بابِ جہاد میں تو آپ کی ذات میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے مگر اقامتِ صلوٰۃ و ادائے حج کے باب میں آپ کی ذات میں ہمارے لئے کوئی قابلِ پیروی نمونہ نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دوسری جگہ پر اس شخص کو جو خدا سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم بالکل عموم و اطلاق کے ساتھ دیا گیا۔ ارشاد ہے:۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ع ۴)

(کہئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے پیچھے چلو، اللہ تم سے محبت کرے گا)

یہاں اللہ کی محبت کا معیار مطلقاً نبی کا اتباع قرار دیا گیا اگر رسول کی ذات اسوۂ عمل نہیں ہے۔ اور قرآن کے ماننے والے ان کی پیروی کے مامور نہیں ہیں تو بتلایا جائے کہ اللہ نے اپنے نبی سے اپنی پیروی کرنے کو کیوں کہا؟

یہ کہنا تو عقل و فہم کی رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے کہ "میری پیروی کرو" کا مطلب صرف اتنا ہے کہ میں جو قرآن سناتا ہوں اسے اُس کو سن لو۔ اس لئے کہ اتباع یا پیروی یا پیچھے چلنے کا یہ مطلب دنیا کی کسی زبان میں نہیں ہوتا۔ ان الفاظ کے معنی تو کسی کے طرزِ عمل کی تقلید اور کسی کے طور طریق پر کاربند ہونے ہی کے آتے ہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے ہر حق طلب اور حق پسند کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح آگئی ہوگی کہ قرآن پر ایمان رکھنے والوں کو مجرد قرآن کے ماننے اور اپنے اپنے طور پر اس کو سمجھنے اور اپنے اپنے فہم کے مطابق اس پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ قرآن کیساتھ حکمت کو بھی ماننے اور قبول کرنے اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوۂ عمل قرار دینے کے بھی وہ مامور ہیں۔ نیز قرآن پاک کو رسول سے بے نیاز ہو کر نہیں بلکہ انھیں کی تعلیم، تبیین اور تشریح کی روشنی میں سمجھنے کے وہ مکلف ہیں۔

جب بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی جو تبیین فرمائی اور تعلیم دی اور وہ حکمت جو آپ پر اتاری گئی، نیز آپ کی پوری زندگی جس کا مکمل نقشہ ان خوش قسمتوں نے ہمارے سامنے کھینچ کر رکھ دیا ہے جنھوں نے اس زندگی کا مشاہدہ کیا تھا۔ انھیں تینوں چیزوں کا نام حدیث و سنت ہے۔ اور نصوصِ کتاب اللہ کی رو سے ان تینوں کے واجب القبول ہونے کا مطلب با لفاظِ دیگر یہ ہے کہ قرآن، حدیث و سنت کو واجب القبول اور واجب الاتباع قرار دیتا ہے۔

حدیث کے حجت ہونے کی ایک اور قرآنی دلیل

حدیث حجت ہے یا نہیں اور اس کو کوئی مسلّمہ

ِ ند از کر سکتا ہے یا نہیں ؟ اس کا فیصلہ ایک اور طریقہ سے بھی
لتا ہے اور وہ طریقہ بھی خود قرآن پاک کا بتایا ہوا ہے اور وہ یہ
ِ قرآن پاک نے اتباع سبیل المؤمنین (مومنین اولین کی طریقہ
لنے) کو ضروری بتایا ہے۔ ارشاد ہے :۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ
دٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى
لِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ (النساء۔ ع ۱۷)

(اور جو کوئی خلاف کرے رسول کے بعد اس کے کہ واضح ہو گئی
کے لئے ہدایت اور راہ پکڑے مومنین کے راستہ سے الگ
کریں گے اس کو اس راہ کے جس کی طرف اس نے رُخ کیا
ر انجام کار ہم اس کو داخل کریں گے دوزخ میں اور بُرا ہے
نا۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے مومنین کے راستہ کو چھوڑ کر
استہ اختیار کرنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے اور اس
دزخ قرار دیا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں بھی یہ
جائے کہ مومنین اولین کا راستہ کیا تھا ؟ وہ آنحضرت
علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو یا بلفظ دیگر حدیث و سنت
تے اور اس کو مشعلِ راہ قرار دیتے تھے یا نہیں ؟ —
ہم اس باب میں مومنین اولین کی راہ و روش معلوم کرنے
لامی روایات اور اسلامی تاریخ کی طرف رجوع کرتے
حسب ذیل حالات وواقعات ملتے ہیں۔

) تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹ میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ
احب کوئی قضیہ آتا تھا تو پہلے وہ کتاب اللہ میں نظر
۔ اگر کتاب اللہ میں ان کو فیصلہ مل جاتا تو وہی فیصلہ صادر
میں ناکامی کی صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ت اس باب میں انہیں معلوم ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ
۔ دان کو اس باب میں کسی سنت کا علم حاصل نہ ہوتا تو
سرے مسلمانوں (صحابہ) سے دریافت فرماتے کہ ایک
املہ میرے پاس آیا ہے۔ اگر تم کو معلوم ہو کہ آنحضرت
لم نے اس قسم کے معاملہ میں کیا فیصلہ کیا ہے تو بتاؤ۔
تا کہ بعض اوقات کئی کئی آدمی اکٹھا ہو کر بتاتے تھے

کہ ہاں اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا تھا
اس وقت حضرت ابو بکر فرماتے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِيْنَا مَنْ يَّحْفَظُ عَنْ
نَبِيِّنَا — (خدا کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ بنائے جو ہمارے
نبی کی باتیں یاد رکھتے ہیں)۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے
پہلا اور سب سے مشکل مسئلہ یہ سامنے آیا کہ آپ کا جانشین کس کو مقرر
کیا جائے تو اس مسئلہ کا حل بھی صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنّت میں تلاش کیا۔

طبقات ابن سعد و تاریخ الخلفاء وغیرہ میں حضرت علی کا
قول منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے
اپنے معاملہ (مسئلہ جانشینی) میں غور و فکر کیا تو ہم نے یہ پایا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو اپنی زندگی میں نماز کے لئے آگے
بڑھایا (یعنی امام مقرر کیا) تو جس کو آپ نے ہمارے دین کے لئے
پسند کیا تھا۔ ہم نے اس کو اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کر لیا اور ابو بکر
کو آگے بڑھایا (جانشین رسول منتخب کر لیا)۔

تاریخ الخلفاء وغیرہ میں حضرت ابن مسعود کا بیان مذکور ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار کی زبانوں پر یہ
بات آئی کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں
سے ہو۔ یہ بات حضرت عمر کو معلوم ہوئی تو انھوں نے انصار کے
پاس جا کر کہا اے گروہ انصار ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو بکر کو مامور فرمایا کہ وہ لوگوں کی امامت کریں۔ اگر جانتے
ہو تو بتاؤ کہ کس کا دل گوارا کرتا ہے کہ ابو بکر سے آگے بڑھے، یہ سنتے
ہی انصار کی آنکھیں کھل گئیں اور بول اٹھے :۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ نَّتَقَدَّمَ اَبَا بَكْرٍ — (خدا کی پناہ کہ ہم
ابو بکر کے آگے بڑھیں)

یعنی سنتِ نبی سامنے آجانے کے بعد تمام انصار مطمئن ہو گئے
اور بے چون و چرا اس کو تسلیم کر لیا۔

نیز اسی کتاب میں ہے کہ وفات نبوی کے بعد انصار کے مجمع
میں حضرت ابو بکر نے حضرت سعد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سعد ! تم
جانتے ہو، تم بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت نے ایک بار فرمایا تھا۔

قُرَیْشٌ وُلَاۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ (اس امر کے والی قریش ہیں) حضرت سعد بے تامل بول اٹھے کہ آپ نے سچ کہا ہم وزیر و پشت پناہ ہوں گے اور آپ لوگ امیر و والی (یعنی آنحضرت کا قول یاد دلانے کے بعد ان حضرات نے خلافت کا خیال چھوڑ دیا)۔

(۳) وفات نبوی کے بعد دوسرا مرحلہ آپ کے دفن کا تھا اس میں اختلاف رائے تھا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ اس کا فیصلہ بھی حدیث نبوی سے ہوا۔

اسی کتاب اور دوسری بہت سی کتب (مثلاً تاریخ کامل ص ۳۲۵) میں ہے کہ جب یہ اختلاف رائے ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ہر نبی اپنی اسی خواب گاہ کے نیچے مدفون ہوتا ہے۔ جہاں اسکی روح قبض کی گئی ہو"۔ یہ سنتے ہی سارا اختلاف ختم ہو گیا۔ اور باتفاق رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقدس سرزمین میں جہاں آپ کی روح پاک قبض کی گئی تھی سپرد خاک کئے گئے۔

(۴) تاریخ اسلام کا ایک نہایت اہم واقعہ جمع قرآن کا واقعہ ہے۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو جب یہ مشورہ دیا کہ پورا قرآن یکجا کر دیا جائے اور ابتدا سے انتہا تک یکجا لکھ کر ایک مصحف میں دو لوحوں کے درمیان محفوظ کر دیا جائے تو حضرت ابوبکر ابتداءً بار بار یہی فرماتے تھے کہ۔

كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــــ (میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا)۔

پھر حضرت ابوبکر کو شرح صدر ہو گیا اور انھوں نے حضرت زید بن ثابت کو بلا کر جمع قرآن کی اہم خدمت ان کے سپرد کرنا چاہی تو ابتدا میں ان کو بھی تامل ہوا اور وہ بھی بار بار یہی کہتے تھے ـــ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــ لیکن بعد میں اللہ نے ان کے سینہ کو بھی کھول دیا اور شیخین کی رائے کا حق ہونا ظاہر کر دیا تو وہ اس خدمت کی انجام دہی پر کمربستہ ہو گئے۔

اس واقعے کے نقل کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اس سے نمایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو ہر کام پر اقدام کرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تلاش و جستجو ہوتی تھی یہی انکی روش اور ان کا راستہ تھا۔

(۵) موطا امام مالک میں ہے کہ ایک آدمی کی وفات کے بعد اس کی دادی حضرت ابوبکر کی خدمت میں اپنی میراث طلب کرنے آئی۔ آپ نے فرمایا:۔

مالك في كتاب الله شيئ وما علمت لك في سنة رسول الله شيئًا فارجعي حتى اسأل الناس۔

(ترجمہ) کتاب اللہ میں تیرا کچھ حق نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تیرا کوئی حق مجھے معلوم نہیں۔ لہٰذا اس وقت لوٹ جا۔ تاآنکہ میں اور لوگوں سے دریافت کر لوں۔

اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ نے بتایا کہ میری موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی دادی کو سدس (چھٹا حصہ) دلوایا تھا۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے بھی کھڑے ہو کر وہی بیان کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے اس عورت کو سدس دلوایا۔

(۶) پارسیوں کا ملک اسلامی مقبوضات میں داخل ہونے کے بعد حضرت عمر کو فکر لاحق تھی کہ پارسیوں سے جزیہ لیا جائے یا نہیں۔ (اس لئے کہ قرآن پاک میں صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا ذکر ہے اور قرآن کی زبان میں اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ ہی مراد ہوتے ہیں) تاآنکہ عبدالرحمٰن بن عوف نے شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے۔ تب حضرت عمر نے پارسیوں سے جزیہ لیا۔

(۷) صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کی وفات کے صرف چالیس دن بعد بچہ جنا تو اس کی عدت پوری ہو گئی یا نہیں؟ حضرت ابن عباس نے جواب دیا کہ وضع حمل اور چار ماہ دس دن پورے ہونے میں سے جو بعد میں واقع ہو گا۔ اس سے عدت منقضی ہو گی۔ اس مجلس میں ابوسلمہ اور حضرت ابوہریرہ بھی موجود تھے۔ ابن عباس کا جواب سن کر ابوسلمہ نے کہا (قرآن میں ہے)

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَـ[illegible]

والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے)
کا مطلب یہ تھا کہ صورتِ مسئولہ میں عدت پوری ہوگئی۔ یہ
حضرت ابوہریرہ بولے کہ میں بھی اپنے بھتیجے ابوسلمہ سے اتفاق
ہوں۔ تب حضرت ابن عباس نے اپنے غلام کریب کو حضرت
کے پاس بھیجا (انھوں نے سوال سن کر) فرمایا سبیعہ اسلمیہ
تھیں کہ اسی حالت میں ان کے شوہر شہید کر دیئے گئے واقعہ
کے چالیس دن بعد سبیعہ کے بچہ پیدا ہوا اور نکاح کے
آنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا نکاح کرادیا۔

حافظ ابن حجر اس واقعہ کے تحت میں فرماتے ہیں کہ کہا جاتا
حضرت ابن عباس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اسکی
اس سے ہوتی ہے کہ ابن عباس کے شاگرد اور تبعین کا قول
کے موافق ہے۔

اس واقعہ سے اختلاف رائے اور دو آیتوں میں بظاہر
کے وقت صحابہ کا سنت کی طرف رجوع کرنا اور اس پر
پیرا ہونا بالکل ظاہر ہے۔

(۸) ابوداؤد، ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رومی سلطنت
حضرت معاویہ کے درمیان ایک معاہدہ کی رو سے ایک خاص
تک جنگ بند تھی۔ جب وہ مدت قریب ختم ہوئی تو حضرت
نے اپنی فوج کے ساتھ دشمن کے ملک کی طرف کوچ کرنا
کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ مدت کے اندر جنگ تو شروع نہ کرینگے
ان کے قریب پہنچ جائیں گے۔ اور جب مدت ختم ہو جائیگی
یکبارگی دھاوا بول دیں گے۔ ایک دن حضرت معاویہ
سے ایک سوار آتا دکھائی دیا جو بلند آواز سے پکار کر کہہ رہا
اللہ اکبر اللہ اکبر عہد کو پورا کرنا ہے۔ توڑنا نہیں
لوگوں نے بغور دیکھا تو وہ سوار حضرت عمرو بن عبسہ صحابی
حضرت معاویہ نے ان سے پوچھا بات کیا ہے؟ انھوں نے
نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے
جس شخص کا کسی قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو اس عہد میں کوئی
بدل نہ کرے۔ جب تک کہ اس کی مدت نہ گذر جائے۔ یا اس
مطلع نہ کر دے۔ حضرت معاویہ یہ سن کر اپنی فوج کے ساتھ
اسلام کو واپس ہو گئے۔

(۹) تاریخ طبری و تاریخ کامل صفحہ ۲۹۲ میں ہے کہ حضرت عمر ایک
بار مدینہ سے بارادۂ شام روانہ ہوئے۔ جب مقام سرغ میں پہنچے تو
امرائے لشکر نے آکر خبر دی کہ ملک شام میں اس وقت وبا پھوٹ
پڑی۔ طاعون بڑے زوروں کا پھیلا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے یہ سنکر پہلے
مہاجرین و انصار کو جو ساتھ میں تھے اکٹھا کر کے مشورہ کیا تو وہ مختلف الرائے
ظاہر ہوئے۔ کچھ لوگوں نے کہا لوٹ چلئے اور کچھ نے کہا جب لوجہ اللہ
آئے ہیں تو لوٹیں کیوں؟ حضرت عمر نے یہ اختلاف دیکھ کر ان لوگوں
سے اٹھ جانے کو کہا اور فرمایا اب قریشی مہاجرین فتح کو بلاؤ۔ وہ آئے
تو سب کے سب لوٹ جانے کے حق میں تھے۔ اس بناء پر حضرت عمر
نے واپسی کا قصد کیا مگر حضرت ابوعبیدہ نے اس سے اختلاف ظاہر
کیا۔ حضرت عمر اور دوسرے لوگ اسی حیص بیص میں تھے کہ حضرت
عبدالرحمن بن عوف آپہنچے۔ وہ پہلے مشورے میں شریک نہ ہو سکے تھے
اور ان کو کچھ معلوم نہ تھا۔ اس لئے انھوں نے پوچھا کیا قصہ ہے۔ جب
اُن کو بتایا گیا تو انھوں نے فرمایا میرے پاس اس باب میں ایک علم
ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ صاحب امانت اور قابلِ تصدیق ہیں
بتائیے وہ کیا علم ہے؟

انھوں نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سُنا ہے کہ:-

"جب تم سنو کہ کسی سرزمین میں وبا پھیلی ہوئی ہے
تو وہاں جاؤ مت، اور جب تمہارے جائے قیام
میں وبا پھیل جائے تو بقصد فرار اس جگہ سے نکلو مت"

یہ سنتے ہی سب اختلاف مٹ گیا۔ اور حضرت عمر سب کو لیکر
مدینہ لوٹ آئے۔

(۱۰) تاریخ کامل و تاریخ الخلفاء وغیرہ تمام کتب تاریخ میں
ہے کہ حضرت عمر کی شہادت کے بعد عبدالرحمن بن عوف اور تمام
صحابہ نے حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کرنے کے بعد بایں الفاظ
بیعت کی تھی:-

نبایعک علی کتاب اللہ وسنة رسولہ وسنة الخلیفتین
بعدہٗ۔ (ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت اس شرط پر کرتے ہیں کہ آپ
کتاب اللہ، رسول کی سنت اور دونوں سابق خلفاء کی روش پر
عمل کریں گے)۔

یہ دس مثالیں بلا مبالغہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ اس سے زیادہ کی ہم اس لئے ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایک منصف مزاج کے لئے یہی کافی سے زیادہ ہیں اور ان کو سامنے رکھنے کے بعد کوئی بھی منصف اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ مومنین اولین کا راستہ حدیث و سنت کے ساتھ احتجاج اور ہر باب میں اس کو مشعلِ راہ قرار دینا تھا۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اوپر "سبیل المومنین" کے بیان کے سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا اس کا ماخذ حدیث و تاریخ کی کتابیں ہیں جو صحابہ کے بعد لکھی گئی ہیں اور وہ قابلِ اعتماد نہیں ہیں تو گذارش ہے کہ یہ تو ممکن نہیں کہ قرآن پاک نیز اس کے احکام اور اس پر ایمان و عمل کا علم باقی ہو اور "سبیل المومنین" کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ اور اس کی کوئی صورت موجود نہ ہو۔ ایسا کہنا تو قرآن کو ناقابلِ عمل اور معطل قرار دینا ہے جس کی جرأت کوئی مومن تو مومن کوئی صاحب علم و انصاف غیر مومن بھی نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک پر عمل کا دروازہ جبتک کھلا رہے گا اس وقت تک یہ راستہ بھی کھلا رہے گا اور اس راستہ کے پورے معلومات حاصل کرنے کے ذرائع بھی موجود رہیں گے۔ اور جب ایسا ہے تو بتایا جائے کہ بجز مجامیع احادیث و کتب طبقات و اسماء الرجال اور کتب سیر و تاریخ کے اور کون سا ذریعہ ہے جس سے مومنین اولین کی راہ و روش کا تفصیلی علم حاصل ہو سکے۔ اگر کوئی دوسرا ذریعہ بھی ہے تو بتایا جائے۔ اور اگر نہیں ہے تو مذکورہ بالا چیزوں کو بالکلیہ جعلی، بے بنیاد اور بے اعتبار کہنا درحقیقت قرآن پاک پر عمل کا دروازہ بند کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام اور مسلم قوم کو دوسرے مذاہب و اقوام عالم پر جو مخصوص تفوق و امتیاز حاصل ہے اس کو بھی برباد کرنا ہے اس لئے کہ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مسلم قوم کی نہ کوئی تاریخ ہے نہ اس کے علمی و عملی کارنامے ہیں اور نہ ان کارناموں کا کوئی ذریعۂ علم دنیا میں موجود ہے۔ کیا ایسی بات کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے؟

اس سلسلہ میں بعض منکرینِ حدیث کا یہ رویہ کس قدر عجیب و غریب اور کیسا ناقابلِ فہم ہے کہ وہ تاریخ پر تو اعتماد کرتے ہیں۔ اور روایاتِ حدیث کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے۔ حالانکہ کتب تاریخ کے تمام مصنفوں نے ہر خبر و واقعہ کی نسبت نہ تو یہ بتانے کا التزام کیا ہے کہ وہ ان کو کس واسطہ اور کس سلسلہ سے معلوم ہوا۔ نہ ان واسطوں کی عدالت و ثقاہت وغیرہ میں ان شرائط کی سختی سے پابندی کی ہے جن کی محدثین نے کی ہے۔ بایں ہمہ تاریخ تو قابلِ قبول اور لائقِ اعتماد ہو۔ لیکن مجامیع احادیث جن میں ہر ہر قول و فعل رسول یا آثار و اقوال صحابہ کے لئے پورا پورا التزام ہے کہ مصنف کو جن واسطوں سے علم ہوا ہے ان کو سلسلہ وار اس طرح بتائے کہ کہیں انقطاع نہ ہو اور یہ واسطے بھی ایسے ہوں کہ ان کے معتبر، عادل اور ثقہ ہونے کا ثبوت موجود ہو، غرض اس التزام و احتیاط کے باوجود حدیث کے مجموعے قابلِ اعتبار نہ ہوں۔ یہ کتنی عجیب بات اور کیسی ستم ظریفی ہے!

علاوہ ازیں پختہ اور کھری سندوں کے ساتھ بھی حدیثوں کو نہ ماننے اور ان کو بے اعتبار کہنے کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہی تو ہے کہ کتب احادیث کے مصنفوں نے محض بے بنیاد باتوں کو بالکل جعلی اور فرضی سندوں کے ساتھ کتابوں میں درج کر دیا ہے۔

ان حضرات کو خالص علمی طور پر کبھی تو سوچنا چاہیئے کہ ایسا ممکن کیونکر ہے؟ کیا جب احادیث کے یہ مجموعے لکھے گئے اس وقت دنیا میں ایک بھی "صحیح قسم" کا مسلمان نہیں تھا جو اس ساری جعلسازی اور افترا پردازی کا مقابلہ کرتا؟ یا کم از کم اس پر نکیر ہی کرتا۔

مثال کے طور پر میں مؤطا کا نام لیتا ہوں، حدیث کا یہ مجموعہ بقول ابوطالب مکی سنہ ۱۲۰ھ یا سنہ ۱۳۰ھ کے بعد یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سو دس[۱۱۰] یا ایک سو بیس[۱۲۰] برس بعد وجود میں آیا (مقدمہ تنویر الحوالک ص۶) اور اس کے وجود میں آنے سے چند برس (تقریباً ۱۳ یا ۲۳ برس) پہلے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار و گفتار سے شرف اندوز ہونے والے اصحابِ رسول اس دنیا میں موجود تھے۔ اور ان لوگوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں جنھوں نے صحابۂ رسول کی صحبت کی سعادت پائی تھی اور بلادِ اسلام مثلاً بلادِ حجاز، شام، عراق اور مصر وغیرہ کا ذکر اس وقت چھوڑیے صرف مدینہ منورہ ہی کو لیجئے جہاں یہ کتاب وجود میں آئی تھی وہاں اتنی کثرت سے تابعین (جنھوں نے صحابہ کی صحبت پائی تھی) موجود تھے جن کا شمار مشکل ہے۔ مثال کے طور پر چند نام سنئے!

(۱) اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ المتوفی سنہ ۱۳۶ھ۔

(۲) اسمٰعیل بن محمد بن زہری المتوفی سنہ ۱۳۴ھ

(۳) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن المتوفی سنہ ۱۳۶ھ

(۴) زید بن اسلم المتوفی ۱۳۶ھ (۵) سالم بن ابی امیہ المتوفی۔
(۶) سعد بن اسحاق المتوفی بعد ۱۴۰ھ (۷) سعید بن ابی سعید المقبری المتوفی
(۸) سلمہ بن دینار المتوفی بعد ۱۴۰ھ (۹) شریک بن عبداللہ بن ابی نمر المتوفی بعد ۱۴۰ھ (۱۰) صالح بن کیسان المتوفی بعد ۱۴۰ھ (۱۱) صفوان بن سلیم المتوفی ۱۳۲ھ (۱۲) عبداللہ بن ابی بکر ابی حزم المتوفی ۱۳۵ھ (۱۳) عبداللہ بن دینار المتوفی ۱۲۷ھ (۱۴) ابوالزناد المتوفی ۱۳۰ھ (۱۵) عباد بن سعید المتوفی ۱۳۹ھ (۱۶) محمد بن المنکدر المتوفی ۱۳۱ھ (۱۷) مخرمہ بن سلیمان المتوفی ۱۳۰ھ (۱۸) موسیٰ بن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ (۱۹) وہب بن کیسان المتوفی ۱۲۷ھ (۲۰) یحییٰ بن سعید قاضی مدینہ المتوفی ۱۴۳ھ (۲۱) یزید بن رومان المتوفی ۱۳۰ھ (۲۲) یزید بن عبداللہ بن لیثی المتوفی ۱۳۹ھ (۲۳) ہشام بن عروہ المتوفی ۱۴۵ھ۔ (۲۴) مسور بن رفاعہ المتوفی ۱۳۸ھ (۲۵) ابو طوالہ قاضی مدینہ المتوفی آخر ایام بنی امیہ (در آخر ایام بنی امیہ ۱۳۲ھ)۔

علمی سلسلہ کے علاوہ ترتیب زمانی کے لحاظ سے بھی تابعین کی حیثیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے وہی تھی جو نسبی سلسلہ میں پوتوں کی حیثیت دادا کی نسبت سے ہوتی ہے۔ اس لئے اگر سلسلۂ اخذ و تعلیم نہ ہوتا تب بھی جس طرح دادا کے حالات اور کارنامے پوتوں کو اپنے گھروں میں معلوم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس عہد کے لوگوں کو باقاعدہ تعلیم کے بدون ہی آنحضرت کے بکثرت حالات اور کارناموں کا علم حاصل ہونا ایک بدیہی بات ہے۔

اب غور کیجئے کہ ایسے عہد اور ایسی حالت میں اور ایسے لوگوں کی موجودگی میں پھر ایسی جگہ پر جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دس سال گذرے ہیں اور جہاں کا کوئی گھر اور کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس کو آنحضرت سے وابستگی اور آپکی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل نہ ہو۔ اس سرزمین میں ایک شخص (امام مالک) آپ کی حدیثوں اور سنتوں کے بیان میں ایک مجموعہ تیار کر کے اسی سرزمین میں اس کو علی الاعلان سناتا ہے اور ہزاروں آدمی تمام بلادِ اسلامیہ سے رختِ سفر باندھ کر مدینہ آتے اور اس مجموعہ کو سن کر اور بہت سے لوگ اس کی نقلیں لے کر اپنے اپنے وطن واپس جاتے ہیں اور وہاں پہنچکر ان میں کا ہر آدمی اسکو سیکڑوں اور ہزاروں مسلمانوں میں پھیلاتا ہے مگر مدینہ مقدسہ یا کسی جگہ کا ایک متنفس بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ ساری حدیثیں یا ان میں سے بہت سی جعلی ہیں۔ کوئی صاحبِ عقل بتائے کہ اولاً تو ایسی حالت میں امام مالک کو اگر (معاذ اللہ وہ مفتری ہوتے) اس کی ہمت ہی کیسے ہوتی اور اگر بالفرض ہوتی بھی تو سارے اہل مدینہ اس "افترا پردازی" اور دین میں "جعلی چیز کے اضافہ" اور اس کی اشاعت کا خاموشی سے تماشہ دیکھتے رہ جاتے!

مالکم کیف تحکمون ٥

مزید براں یہ کہ اس مجموعہ میں امام مالک مذکورہ بالا پچیس اشخاص اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے باشندگان مدینہ کا نام لے کر فرماتے ہیں کہ انھیں لوگوں نے ہم سے یہ حدیثیں اور سنتیں بیان کی ہیں اگر بالفرض امام مالک نے غلط بیانی سے کام لیا ہوتا تو ناممکن ہے کہ جو لوگ اس وقت زندہ تھے ان کی تکذیب نہ کرتے۔

حاصل کلام یہ کہ مؤطا یا دوسرے مجامیع حدیث اور ان کی سندوں کو بالکل بے سرو پا کہنا صرف ضلالت ہی نہیں بلکہ قابلِ عبرت جہالت و حماقت بھی ہے۔ (ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور)۔

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ سے پہلے کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہیں کی، بلکہ اس کے برخلاف ان مجموعوں کے زمانہ تصنیف سے لے کر آج تک ہر دور میں اصولی طور پر ان کو صحیح و ثابت اور واقعی چیز تسلیم کیا گیا۔ اور ہر دور میں ان مجموعوں کو سیکڑوں ہزاروں اہل علم نے اپنے بڑوں سے سنا اور روایت کیا۔ خود امام مالک سے مؤطا کو تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے سنا جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین ص۹ میں تحریر فرمایا ہے۔ اور سیوطی نے تنویر الحوالک کے مقدمہ میں تقریباً پچاس ایسے آدمیوں کا نام بنام ذکر کیا ہے جنھوں نے امام مالک سے مؤطا کو سن کر روایت کیا ہے۔ پھر ان لوگوں سے آج تک اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ تواتر کے ساتھ اسکی روایت ہوتی آئی ہے۔

پھر حیرت ہے کہ منکرین حدیث اس دیدہ دلیری سے حدیث کا انکار کرتے وقت یہ کیوں نہیں سوچتے اور کیوں اس پر غور نہیں کرتے کہ اپنے بزرگوں اور اکابر کے آثار کی حفاظت ان کے کارناموں کو زندہ اور ان کے سوانح کو یاد رکھنے کا جذبہ فطری

طلب ہر قوم میں ہوتی ہے اور دنیا میں ہر زندہ قوم اپنے بزرگوں کے آثار، بہادروں کے کارناموں اور شاعروں کے کلام کو باقی اور محفوظ رکھنے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لاتی ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو کہ مسلم قوم جو دنیا کی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ علم دوست۔ اور سب سے زیادہ محاسن کمالات اور زرین خصوصیات کی حامل ہے اس نے اور تو اور خود اپنے پیغمبر و رسول ہی کی روایات ان کے سیر و مغازی کا اور ان کے اخلاق و عادات کو نہ محفوظ رکھا ہو نہ دوسروں تک پہنچایا ہو، دنیا میں کون صاحب عقل ایسا کہہ سکتا ہے۔ اور کون اس کو باور کر سکتا ہے؟

قرآن مجید کی بہت سی آیات کا مطلب بھی روایات کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا

پھر اس بات پر بھی دھیان دینا چاہئے کہ اگر قرآن پاک کے علاوہ اور کوئی مستند ذریعۂ معلومات نہ ہو اور احادیث و آثار کی روایات کو قابلِ اعتبار نہ سمجھا جائے تو خود قرآن پاک کی بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم اور بڑی حد تک تشنہ رہ جائے گا۔ مثلاً قرآن پاک میں ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ (الاحزاب۔ ع۔۵)

(ترجمہ) پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض، ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی۔

کیا روایت کو یکسر نظر انداز کر دینے کے بعد قرآن مجید کے صرف ان الفاظ سے اُس واقعہ کو پوری طرح سمجھا جا سکتا ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اور کیا صرف قرآن سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ زید کون تھے اور اُن کی بی بی کون تھیں۔ اور قصہ کیا پیش آیا تھا۔

یا مثلاً ارشاد ہے:۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى۔ (عبس)

(ترجمہ) تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس پر کہ آیا اس کے پاس نابینا اور تجھ کو کیا خبر کہ شاید وہ سنورتا اور پاک صاف ہوتا۔

بتایا جائے کیا صرف قرآن سے یہ پتہ چلایا جا سکتا ہے کہ آنے والے اعمیٰ کون تھے۔ اور وہ کون لوگ تھے جن کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے آنے کے وقت متوجہ تھے؟

اسی طرح غزوۂ احزاب و حنین وغیرہ کے جن واقعات کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ بتائیے کہ روایات کے سارے ذخیرہ کو نامعتبر قرار دے کر ان واقعات کی ضروری تفصیل بھی کہاں سے معلوم کی جائے؟

یا مثلاً قرآنِ پاک میں ہے:۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ

(ترجمہ) اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے قبضہ میں آئے گی۔

کیا کوئی صرف قرآن سے یہ بتلا سکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؟ اور اللہ جس وعدہ کو یہاں یاد دلا رہا ہے وہ وعدہ قرآن میں کہاں ہے؟ اگر قرآن میں نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آتی تھی۔

یا مثلاً قرآن پاک میں ہے:۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (انفال۔ ع۵)

(ترجمہ) جس وقت تم تھے ورے کے ناکے اور وہ پرے کے ناکے اور قافلہ نیچے اُتر گیا تم سے۔

کوئی مدعی صرف قرآن سے بتائے کہ یہ کہاں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور کس جگہ کے قریب و دور کے ناکے مراد ہیں؟ اور کس قافلہ کا نیچے اُترنا بیان ہوا ہے؟

اسی طرح قرآن پاک میں ہے:۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ۔ (توبہ ع۔۴)

(ترجمہ) مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری بہت سے میدانوں میں۔

کیا روایات کا انکار کرنے کے بعد ان "بہت سے میدانوں" کی تفصیل کہیں سے معلوم ہو سکتی ہے؟

اسی طرح قرآن پاک میں ہے:۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (توبہ۔ ع۶)

(ترجمہ) اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت نکالا اس کو کافروں نے دو جان سے۔ جب وہ دونوں تھے غار میں۔ جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

آنحضرتؐ کہاں سے نکالے گئے، یہ دوسرا آپ کا رفیق کون تھا؟ اور کس غار میں آپ اپنے رفیق کے ساتھ روپوش تھے؟

کیا صرف قرآن سے ان سوالات کا جواب مل سکتا ہے؟ کیا روایات کی طرف رجوع کے سوا کوئی دوسری صورت بھی ان باتوں کو معلوم کرنے کی ہے؟

علیٰ ہٰذا قرآن پاک میں ہے:-

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا (توبہ ع ۱۳)

(ترجمہ) جس مسجد کی بنیاد دھری پرہیزگاری پر پہلے دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں۔ اس میں وہ مرد ہیں جن کو چاہت ہے پاک رہنے کی۔

یہ کس مسجد کا ذکر ہے؟ اور وہ کون لوگ ہیں جن کی اس آیت میں مدح ہو رہی ہے؟ اور اُن کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے؟ کیا ان باتوں کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے؟

اسی طرح قرآن پاک میں ہے:-

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا ۔ (توبہ ع ۱۴)

(ترجمہ) اور (اللہ کی مہربانی ہوئی) اُن تین شخصوں پر جن کے معاملہ کو ملتوی رکھا گیا تھا۔

یہ کون تین شخص ہیں اور ان کا کیا قصہ تھا۔ اور کیوں ان کا معاملہ ملتوی رکھا گیا؟ کیا روایات کے بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں؟

اسی طرح قرآن پاک میں ہے:-

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا ۔ (احزاب ع ۳)

(ترجمہ) اور اُتار دیا اُن کو جو اُن کے رفیق ہوئے تھے اہل کتاب میں سے اُن کی گڑھیوں سے اور ڈالا اُن کے دلوں میں رُعب، کتنوں کو تم لگے اور کتنوں کو قید کیا" اور وارث کیا تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا اور ایک زمین جس پر نہیں ڈالا تم نے قدم

یہ مظاہرین کون تھے؟ اور ان کی زمین و جائداد کہاں تھی؟ وہ دوسری زمین جہاں مسلمانوں کے قدم نہیں پہنچے تھے مگر اس کے وارث بنائے گئے کونسی تھی۔ کیا روایات سے قطع نظر کر کے ان کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

یہ صرف چند مثالیں بلا قصدِ استیعاب بیان کی گئی ہیں اس طرح کی ابھی بہت سی مثالیں ذکر کی جا سکتی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ روایات کا انکار کر دینے کے بعد قرآن کی مذکورہ بالا آیات کا واضح اور متعین مفہوم سمجھنا اور سمجھانا قریباً ناممکن ہے۔

الغرض جو شخص قرآن پاک کو اللہ کی کتاب ماننے اور اُس کا سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا ہر زمانے کے اہل ایمان کے لئے ضروری سمجھے اُس کو احادیث و سیر کے اُس ذخیرہ کو بھی ماننا پڑے گا جس کو پوری طرح جانچ پرکھ کے ائمۂ محدثین و اہلِ سیر نے محفوظ کیا ہے اور جس کے بہت بڑے حصے کی حیثیت یقیناً قرآن کے ضروری توضیحی ضمیمہ کی ہے۔

حدیث وسنت کے مثبتِ احکام ہونے پر ایک اور قرآنی دلیل

یہاں پہنچ کر حدیث و سنت کے مثبتِ احکام ہونے پر ایک اور قرآنی دلیل ذہن میں آگئی اُس کو بھی یہیں عرض کرتا ہوں۔

جو حضرات واقعۃً کسی علمی مغالطہ ہی کی وجہ سے یہ بات کہتے ہیں کہ دینی حجت بس قرآن ہی ہے اور قرآن کے سوا کسی اور ذریعہ سے شریعت کا کوئی حکم اور کوئی دینی مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا اور رسول کا کام بس قرآن پہنچانا ہی تھا۔ وہ اگر ایک طالب حق اور جویائے ہدایت کی طرح قرآن مجید ہی کو غور سے دیکھیں تو اس میں اُن کو اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ بطور حکایت اور واقعہ کے یا کسی اور سلسلہ میں کسی دینی عمل کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل زمانۂ نزول قرآن میں ایک دینی عمل کی حیثیت سے ہوتا تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں کہیں اُس عمل کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم ان کو سنت کے ذریعہ دیا گیا تھا ـــــ یہاں اس کی صرف دو تین مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

قرآن میں حکم ثابت بالسنۃ کے ذکر کی چند مثالیں

سورۃ توبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے جنازوں کی نماز پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے:-

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا (توبہ ع ۱۱)

(ترجمہ) اُن میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی اُس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں۔

[illegible]

مشروع ہو چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموات کے جنازوں پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی کوئی آیت ایسی نہیں بتلائی جا سکتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جنازہ کی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو اس لئے ماننا پڑے گا کہ نمازِ جنازہ کا حکم سنت کے ذریعہ دیا گیا تھا

اسی طرح سورۂ جمعہ کی آیت "وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا۔ (جمعہ۔ ع ۲)۔ میں ایک حکایت اور شکایت کے ضمن میں جمعہ کے خطبہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور قطع نظر اس سے ہمارا خیال ہے کہ حدیث و سنت کے جو منکرین ہمارے مخاطب ہیں وہ غالباً اس کا انکار نہ کر سکیں گے کہ خطبۂ جمعہ ایک شرعی حکم اور دینی عمل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود دیا کرتے تھے۔ اور امت میں اب تک اسی طرح متوارث ہے ـــ لیکن کوئی قرآنی آیت نہیں بتلائی جا سکتی۔ جس میں اس خطبہ کا حکم دیا گیا ہو۔ پس لازماً یہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم سنت کے ذریعہ ملا تھا۔

علیٰ ہذا اپنے کو مسلمان کہنے والا کوئی آدمی بھی اس سے انکار نہیں کر سکے گا کہ نماز سے پہلے جو اذان دی جاتی ہے یہ ایک دینی عمل ہے اور عہدِ نبوت سے لے کر اب تک متوارث ہے اور قرآن مجید میں بھی واقعہ کی حکایت کے طور پر ایک جگہ اس اذان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ مائدہ میں عقل کے دشمن کافروں کی اس جہالت اور شرارت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ اذان کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کی نقل کر کے منہ چڑاتے ہیں:۔

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ (مائدہ۔ ع ۹)

اسی طرح سورۂ جمعہ میں بھی ایک دوسرے حکم کے بیان کے سلسلہ میں جمعہ کی اذان کا ضمنی ذکر آیا ہے:۔

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ (جمعہ۔ ع ۲)

بہر حال ان آیات سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ عہدِ نبوی میں ان آیات کے نازل ہونے سے بھی پہلے سے اذان ایک دینی عمل کی حیثیت سے مروّج تھی۔ اور قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں بتائی جا سکتی جس کے ذریعہ اذان کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اذان کا حکم قرآن کے ذریعہ نہیں۔ بلکہ سنت کے ذریعہ ملا تھا۔

اس کی مثالیں قرآن مجید سے اور بھی بہت سی پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن اس مقدمہ کے محدود صفحات میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔

حدیث و سنت کے حجت دینی اور واجب الاتباع ہونے پر یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اگرچہ الحمد للہ ایک طالبِ حق خدا ترس کے لئے وہ بھی بالکل کافی ہے۔ لیکن آخر میں ایک اصولی بات عرض کر کے سلسلۂ کلام ختم کیا جاتا ہے۔

رسول کا صحیح مقام

ہمارے خیال میں حدیث و سنت کے منکرین کی اصل غلطی یہ ہے کہ انھوں نے رسول کی اصل حیثیت اور اس کے صحیح مقام کو نہیں سمجھا ہے۔ اگر وہ مقامِ نبوت کو سمجھنے اور نبی و رسول کی معرفت حاصل کرنے کے لئے صرف قرآن ہی میں تدبر کریں تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت صرف ایک پیغامبر اور پیام رساں ہی کی نہیں ہے۔ بلکہ آپ مطاع، متبوع، امام، ہادی، قاضی، حاکم، حَکَم وغیرہ وغیرہ بھی ہیں اور قرآن ہی نے آپ کی ان حیثیتوں کو بھی بیان کیا ہے۔

(۱) رسول مطاع ہے اور اس کی اطاعت اہلِ ایمان پر فرض ہے
قرآن مجید میں جا بجا[1] اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔

(اللہ کی اطاعت کرو اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو)

اس حکم میں "اطیعوا الرسول" کو "اطیعوا اللہ" سے الگ مستقل جملہ کی شکل میں قرآن مجید میں جس طرح مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ اُس سے ہر وہ شخص جس کو عربی زبان کا کچھ بھی ذوق ہو یہی سمجھے گا کہ اللہ کی اطاعت کی طرح اہل ایمان پر رسول کی اطاعت بھی مستقلاً فرض ہے۔ یعنی اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کتاب رسول لائے ہیں اُس کو مانا جائے اور اُس کے حکموں پر چلا جائے۔ کیونکہ اگر صرف اتنی ہی بات کہنی ہوتی تو یہ تو "اطیعوا اللہ" میں کہی جا چکی تھی پھر امرِ اطاعت کے مستقل اعادہ کے ساتھ "اطیعوا الرسول" کے اضافہ کی کیا ضرورت تھی۔

[1] (۱) النساء ع ۸ (۲) مائدہ ع ۱۲ (۳) النور ع ۷ (۴) محمد ع ۴ (۵) تغابن ع ۲—۱۲

علاوہ ازیں خود قرآن مجید کی بعض دوسری آیات سے بھی یہ بات اور زیادہ صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔

سورۂ نساء کے پانچویں رکوع کے آخر میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد ان منافقین کی مذمت کی گئی ہے جو اپنی غرض پرستی اور منافقت کی وجہ سے اللہ و رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔ اسی سلسلۂ بیان میں اُن کے متعلق فرمایا گیا ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ۞

(ترجمہ) اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو اے رسول تو دیکھے گا اُن منافقوں کو کہ اعراض اور روگردانی کرتے ہیں تیری طرف سے۔

اس آیت میں "مَا أَنزَلَ اللَّهُ" (یعنی کتاب اللہ) کی طرف بلانے کے ساتھ "رسول" کی طرف بلانے کا جس طرح ذکر کیا گیا ہے وہ اس بات کی نہایت روشن دلیل ہے کہ اوپر کی آیتوں میں اطاعتِ رسول کا جو حکم دیا گیا ہے اُس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے اُس پر نازل ہونے والی کتاب کی طاعت کرو۔ بلکہ رسول کی طاعت اُس سے الگ اور مستقل چیز ہے۔

اور اسی سورہ کے اسی رکوع میں دو ہی آیتوں کے بعد اللہ کی طرف سے آنے والے ہر رسول کے متعلق فرمایا گیا ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۞

(ترجمہ) اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس واسطے کہ اُس کے کہا پر چلا جائے اللہ کے فرمان سے۔

(۲) رسول منجانب اللہ ہادی اور امام ہوتے ہیں ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا۔ (انبیاء۔ ع ۵)

ترجمہ، اور ہم نے بنایا اُن کو امام و پیشوا، وہ ہدایت و رہنمائی کرتے ہمارے حکم سے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ حاکم اور حَکَم قرار دیئے گئے تھے۔ اور ہر اختلاف و نزاع میں آپ کو حکم بنانا اور آپ کا فیصلہ دل و جان سے ماننا تمام اہل ایمان کے لئے فرض بلکہ شرطِ ایمان قرار دیا گیا تھا۔ سورۂ نساء کی یہ آیت (جو پہلے بھی ایک جگہ درج ہو چکی ہے) پھر پڑھئے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۞ (نساء۔ ع ۹)

(ترجمہ) پس اے پیغمبر قسم تیرے پروردگار کی یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حکم بنائیں تجھے اپنے نزاعی معاملات میں پھر (جب) تو اپنا فیصلہ دیدے تو کوئی تنگی اور ناگواری نہ پائیں اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے اور تسلیم کرلیں اُس کو پوری طرح مان کر۔

اسی طرح سورۂ احزاب کی آیت:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۔

(ترجمہ) اور کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کی یہ شان نہیں ہے کہ جب حکم دیدے اللہ اور اُس کا رسول کسی بات کا تو رہے اُن کا کچھ اختیار اپنے معاملہ میں۔

اور سورۂ نور کی آیت:۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۔

(ترجمہ) ایمان والوں کو جب بلایا جائے اللہ کی طرف اور اُس کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ دیں اُن کے درمیان تو اُن کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کہیں "سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا" (یعنی ہم نے سن لیا اور مان لیا۔

الغرض یہ سب آیتیں اس باب میں نص صریح ہیں کہ مسلمانوں کے جس معاملہ میں رسول جو فیصلہ کریں وہ واجب التسلیم ہے۔ اور کسی مسلمان کو اُس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) کسی شخص کی کامیابی اور فوز و فلاح کے لئے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح رسول کی اطاعت بھی ضروری ہے اور جس طرح اللہ کی نافرمانی گمراہی اور بدبختی ہے اسی طرح رسول کی نافرمانی بھی موجب ضلالت و شقاوت ہے۔

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (احزاب)

(ترجمہ) جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اُس نے بڑی مراد پائی۔

وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۔...

(ترجمہ) اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اُس کے رسول کی وہ بڑی کھلی گمراہی میں جا پڑا۔

نیز قرآن ہی میں بتایا گیا ہے کہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح خدا کی نافرمانی کرنے پر کفِ افسوس ملیں گے۔ اور اپنا ماتم کریں گے اسی طرح رسول کی نافرمانی پر بھی افسوس کریں گے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۔ (احزاب ع ۸)

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ ۔ (النساء ع ۶)

(ترجمہ) اُس دن آرزو کریں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور رسول کی نافرمانی کی کہ برابر کر دیئے جائیں زمین کے (یعنی خاک ہو کر زمین کا جزو بن جائیں اور عذاب سے بچ جائیں)۔

نیز مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ رسول کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں نہ کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ (مجادلہ ع ۲)

(ترجمہ) اے ایمان والو جب تم چپکے چپکے آپس میں باتیں کرو تو گناہ اور ظلم و زیادتی کی، اور رسول کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دیں اُس کو قبول کرنا اور جس چیز سے روکیں اُس سے رُک جانا واجب ہے۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۔ (حشر ع ۱)

(ترجمہ) جو تم کو رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اُس سے رُک جاؤ۔

اگر آیت کا تعلق صرف اموال سے بھی مانا جائے تب بھی ہمارے مدعا کے لئے مضر نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں بھی اتنی بات تو آیت سے ثابت ہی ہو گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صوابدید سے جو تقسیم کریں وہ اہلِ ایمان کے لئے واجب التسلیم ہے اور کسی کو اُس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔

(۶) ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اُس سے زیادہ اُس کی جان پر نبی کا حق ہے۔

اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (احزاب ع ۱)

(ترجمہ) نبی زیادہ حقدار ہے مومنوں کا ان کی جانوں سے۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ نے اس آیت پر جو دو سطریں لکھی ہیں اُن کے نقل کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے:۔

"نبی نائب ہے اللہ کا، اپنی جان مال میں اتنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا، اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنی روا نہیں۔ اور نبی حکم کرے تو فرض ہے"۔

(۷) اللہ کے ساتھ اُس کے رسول کو بھی راضی کرنا ضروری اور شرطِ ایمان ہے۔

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝ (توبہ ع ۸)

(ترجمہ) اور اللہ کو اور اُس کے رسول کو راضی کرنا ان کے لئے بہت زیادہ ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

(۸) اللہ کی طرح اُس کے رسول کو بھی دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب رکھنا ضروری ہے۔ جو ایسا نہ کریں وہ فاسقین اور اللہ کی ہدایت سے محروم رہنے والے ہیں۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (ع ۳)

(ترجمہ) اے پیغمبر کہدو مسلمانوں کو) اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارا کمایا ہوا مال اور تمہاری تجارت جس کے بند ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ ساری چیزیں) تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جدوجہد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ کرے اللہ اپنا فیصلہ اور دیاد رکھو کہ اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسق لوگوں کو۔

(۹) اللہ کے رسول جب کسی کام کے لئے دعوت دیں اور

تو اس پر لبیک کہنا ہر مومن پر فرض ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۔ (انفال ۳)

(ترجمہ) اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور اُس کے رسول کا جب بلاوے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری حیات ہو۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لئے لوگوں کو جمع کریں تو بلا اجازت اُٹھ کر چلا جانا کسی مومن کے لئے جائز نہیں اور جو ایسا کریں گے اُن کے لئے عذاب الیم کا اندیشہ ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۔ (النور ع ۹)

(ترجمہ) ایمان والے وہی ہیں جنھوں نے مانا ہے اللہ کو اور اس کے رسول کو (جن کا طریقہ یہ ہے کہ) جب وہ کسی اجتماعی کام میں اُس کے رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہیں نہیں جاتے تاوقتیکہ اُس سے اجازت نہ لے لیں۔ آگے اسی سلسلہ میں اُن لوگوں کے بارے میں جو بلا اجازت کھسک جاتے تھے۔ فرمایا گیا ہے:۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور ع ۹)

(ترجمہ) پس ڈرنا چاہئے اُن لوگوں کو جو خلاف چلتے ہیں اُس کے حکم کے اس بات سے کہ مبتلا ہوں وہ کسی سخت فتنہ میں یا پہنچے اُنکو دردناک عذاب۔

رسول کے مقام و منصب کا بیان ایک مستقل موضوع ہے اور اگر شرح و بسط سے لکھا جائے تو جتنا کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے بہت زیادہ لکھا جا سکتا ہے اور بلا مبالغہ سیکڑوں آیتیں اس سلسلہ میں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن یہاں اس وقت ان ہی اشارات پر اکتفا کر کے میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب قرآن مجید سے آپ کا مطاع، متبوع، امام و آمر و ناہی، حاکم و حَکَم وغیرہ وغیرہ ہونا ثابت ہو گیا تو یہ بھی ماننا پڑا کہ دین کے سلسلہ کا آپ کا ہر امر و نہی، ہر حکم و فیصلہ اور ہر قول و فعل واجب التسلیم اور لازم القبول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں رونق افروز رہے تو آپ کی اور آپ کے ارشادات اور اسوۂ حسنہ کی یہی حیثیت تھی اور آپ کے ارشادات کو بلا واسطہ سننے والے اور آپ کے اعمال کو بچشم خود دیکھنے والے صحابۂ کرام نے علم و ہدایت کے اس بیش بہا خزانہ کی غیر معمولی اہتمام اور شغف کے ساتھ حفاظت کی اور پوری امانت کے ساتھ بعد والوں کو پہنچایا، پھر بعد کے قرنوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے بہترین افراد کو احادیث و سنن کے اس بے پایاں دفتر کی تدوین و ترتیب، تحقیق و تنقید، تعلیم و تعلم، ترجمہ و تشریح، حفظ و اشاعت اور اُس سے متعلق بہت سے مستقل علوم و فنون[1] کی ایجاد اور پھر ہر فن میں بہتر سے بہتر تالیف تصنیف وغیرہ وغیرہ سیکڑوں قسم کی خدمات کی ایسی توفیق دی جو کبھی کسی قوم اور کسی امت کو نہیں ملی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اگرچہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے گئے ساڑھے تیرہ سو سے زیادہ کی مدت گذر چکی ہے۔ لیکن آپ کے ارشادات اور اسوۂ حسنہ کی روشنی ہر راہ رو کے لئے آج بھی ایسی ہی موجود ہے جیسی کہ قرن اول میں تھی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ سلسلۂ نبوت ختم کر دیئے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی حفاظت کا یہ انتظام ہونا ضروری بھی تھا۔ جب کہ آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر اب قیامت تک آنے والا نہیں ہے اور آپ ہی اس دنیا کی آخری نسل تک کے لئے جب نبی ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی تعلیمات و ہدایات اور آپ کا اسوۂ حسنہ اس دنیا کے آخری دن تک محفوظ رہے تاکہ ہر زمانہ کے طالبانِ ہدایت اُس سے وہ روشنی اور وہ نور حاصل کر سکیں جو آپ کے زمانہ میں آپ پر ایمان لانے والے خوش نصیب آپ کی مقدس اور منور ہستی سے حاصل کیا کرتے تھے۔

آج کوئی دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ پچھلی ساڑھے تیرہ صدیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل یہ انتظام رہا ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ آئندہ بھی یہ خداوندی انتظام یوں ہی رہے گا۔ اور اس مقصد کے لئے جب جس خدمت کی ضرورت ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بندوں کو اس کی توفیق ملتی رہے گی۔

---

[1] حدیث و سنت سے متعلق سا ٹھ سے اوپر مستقل علوم و فنون ہیں جن میں سے بعض بعض پر بلا مبالغہ ہزاروں تصانیف ہیں اگر صرف علوم حدیث سے متعلق تصانیف کی کوئی مکمل فہرست تیار کی جائے تو کئی ہزار صفحات پر آئے گی۔

باب الصحت

نزلہ و زکام

از حکیم محمد عظیم زبیری، امروہہ

نزلہ، زکام درحقیقت ایک ہی مرض کے دو نام ہیں، البتہ عام طور پر ان دونوں میں صرف اتنا فرق کیا جاتا ہے کہ جب ناک کی غشائے مخاطی (اندرونی جھلی) میں التہاب ہو کر چھینکیں آنے لگیں اور فضلات دماغ رقیق اور لیس دار شکل میں ناک کے ذریعہ بہنے لگیں تو اس کو خاص طور پر زکام کہتے ہیں۔

اور جب حلق کی غشائے مخاطی میں التہاب ہوتا ہے یا ناک کی غشائے مخاطی کا التہاب پھیل کر حلق کی غشائے مخاطی تک پہنچ جاتا ہے، اور فضلات دماغ سینہ کی طرف گرتے ہیں، حلق میں خراش ہوتی ہے اور بار بار کھانسی اٹھنے لگتی ہے تو اس کا نام "نزلہ" رکھتے ہیں۔

عام طور پر نزلہ و زکام ایک معمولی و ناقابلِ توجہ مرض سمجھا جاتا ہے، لیکن دراصل قبض کی طرح "اُم الامراض" (بیماریوں کی ماں) ہے۔ یہ ایک خطرناک مرض ہے، جب اس کی طرف سے غفلت اختیار کی جاتی ہے یا ابتدا میں صحیح علاج نہیں ہوتا تو نتیجہ میں سخت عوارض ہو جاتے ہیں، مریض کو اونچا سنائی دینے لگتا ہے بعض اوقات کان کے پردے میں پیپ پڑ جاتی ہے اور وہ نپٹ بہرہ ہو جاتا ہے، گاہے مریض خوشبو اور بدبو میں تمیز نہیں کر سکتا۔ قوتِ شامہ بالکل بیکار ہو جاتی ہے، عام حالات میں نزلہ و زکام کی وجہ سے دردِ سر، دورانِ سر، ضعفِ دماغ، نسیان (بھول جانے کی بیماری)، بینائی کا کمزور ہو جانا، دانتوں کا قبل از وقت ہلنا، کمزور پڑ جانا، بالوں کا گرنا اور سفید ہو جانا تو ایک معمولی بات ہے۔

بعض مریض اس کے باعث سل و دق جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض کے معدہ و آنتوں میں مستقل خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بچوں اور نوجوانوں کا نزلہ تو جلد جاتا رہتا ہے لیکن ادھیڑ عمر یا اس سے زیادہ عمر کے لوگوں کا نزلہ آسانی سے دفع نہیں ہوتا۔

نزلہ زکام کا اگرچہ کوئی وقت مقرر نہیں ہے، لیکن اس کا زور زیادہ تر اس وقت ہوتا ہے جبکہ گرمیاں ختم ہو کر سردیاں شروع ہوتی ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ خون کے بہت سے رقیق اور تیز فضلات جو گرمی اور برسات میں پسینہ کے ذریعہ نکلتے ہیں وہ سردی میں مسامات جلد کے بند ہو جانے سے رک جاتے ہیں، اور جن لوگوں میں استعداد پاتے ہیں ان کی ناک کی نرم جھلی میں خراش پیدا کر دیتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ حلق کی جھلی میں بھی یہی خراش پیدا ہو جاتی ہے، شروع گرمی میں اس مرض کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سردیوں میں جو فضلات بند رہے ہیں وہ گرمیاں شروع ہوتے ہی خون سے نکلنے لگتے ہیں اور جب فضلات ناک کی طرف رجوع کرتے ہیں تو نزلہ زکام ہو جاتا ہے۔

جدید محققین نزلہ زکام کا سبب خاص قسم کے جراثیم کو بتاتے ہیں جو ناک اور حلق سے نکلنے والی رطوبت میں خوردبینی معائنہ کے دیکھے جاتے ہیں، بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ نزلہ کی رطوبتوں میں ایک قسم کی حدت و سمیت ضرور ہوتی ہے، اور حالات میں تندرست آدمی مریض کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، اس کا پانی پینے، اس کا مستعمل رومال استعمال کرنے سے اس مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں سردی لگنا، بارش میں بھیگنا، گرم گرم یا تیز مصالحہ دار کھانا، کھا کر فوراً سرد پانی پینا

ن چیزوں کا کثرت استعمال، دھویں اور گرد و غبار کا
ے میں پہنچ کر خراش پیدا کرنا اس مرض کے اسباب ہیں، لیکن
ب ایسا سبب بھی ہے جو موجودہ زمانہ میں عام ہے، وہ قبض
شکایت ہے۔ دانہ دار شکر، بازاری مٹھائیاں، میدے کے
دے پراٹھے، بناسپتی گھی، گوشت، چاول، اور دیگر بلغم غذاؤں کا
رت استعمال یہ سب مل جل کر جسم میں کچھ ایسے تغیرات پیدا کرتے
ں جن کی وجہ سے فضلہ کا اخراج جسم سے اچھی طرح نہیں ہوتا، اور
ہیں اس فضلہ کے آنتوں میں دیر تک رہنے کی وجہ سے پیدا ہوکر
پر چڑھتی ہے وہ گلے اور ناک کی غشائے مخاطی میں التہاب
(ورم) پیدا کر دیتی ہے، اور زکام و نزلہ کی شکایت پیدا
جاتی ہے۔

اب اگر کوئی مریض نزلہ زکام کا علاج محض ایسی دوا میں
لرکرتا ہے جس سے ناک اور گلے پر جو فوری اثر ہو چکا ہے
ا دور ہو جائے تو یہ علاج عارضی نوعیت کا ہوتا ہے، ضرورت
ہے غذائی احتیاطوں کی اور غذائی احتیاطیں بالکل برتی نہیں
تیں اسی لیئے نزلہ زکام پھر شروع ہو جاتا ہے، اس طرح بار بار
ہ زکام کی شکایت ہونے سے ناک اور حلق کی اندرونی جھلی
ں موسمی تغیرات کے مقابلہ کی قوت نہیں رہتی اور ہر دفعہ
لہ زکام کا حملہ اس کو خراب سے خراب تر بناتا چلا جاتا ہے، بالآخر
یض دائمی نزلہ زکام کا شکار ہو جاتا ہے، جس سے چھٹکارا
کل سے ملتا ہے۔

لاج

اس مرض کا اصولِ علاج یہ ہے کہ ابتدائے زکام میں تین چار وقت کا مکمل فاقہ کریں اور رطوبتوں
بہنے دیں، کوئی ایسی گرم و خشک دوا اور غذا استعمال نہ کریں
ں سے ان رطوبتوں کا بہنا بند ہو جائے کیونکہ یہ تیز زہریلی
وبت بند ہو کر دوسری شدید بیماریاں پیدا کر دیتی ہیں، اگر قبض
و شب کو اطریفل زمانی ایک تولہ نیم گرم سونف کے عرق
ے ساتھ کھالیں تاکہ ایک دو ملائم اجابتیں ہو کر آنتیں صاف
و جائیں، اکثر نزلہ کا حدوث فضلات حارہ سے ہوا کرتا ہے
س لئے گرم ادویات کا استعمال کرنا بھی درست نہیں ہے۔
لا دن تک زکام کے شروع میں مقویات دماغ بھی نہ دیجائیں

کیونکہ یہ بھی رطوبت کا حبس کر کے سیلانِ رطوبت کو بند کر دیتی ہیں، البتہ جن لوگوں کو آئے دن نزلہ زکام ستاتا رہتا ہو اور ان کا دماغ کمزور پڑ چکا ہو تو ان کو چاہیئے کہ دماغ کو قوت پہنچائیں تاکہ دماغ قوی ہو کر آسانی سے نزلی مواد فاسدہ کا دفعیہ کر سکے اور آئندہ اس میں نزلی مواد ہی پیدا نہ ہو، اور جب رطوبت کی پیدائش ہی نہ ہوگی تو پھیپھڑوں وغیرہ پر بھی انصاب رطوبت نہ ہوگا۔ اس مقصد کے لئے یونانی دواؤں میں معرکہ کی چیزیں ہیں، کسی ہوشیار طبیب کی طرف رجوع ہوں۔ نزلہ زکام کی ابتدا میں عموماً بہیدانہ ۳ ماشہ، عناب ۵ دانہ، سپستاں ۹ دانہ مصری ایک تولہ پانی میں خفیف جوش دے کر مل چھان کر نیم گرم صبح و شام دو تین روز پلانے اور مناسب پرہیز کرنے سے مریض جلد صحت یاب ہو جاتا ہے۔

ضروری ہدایات

یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ مریض ناک کی صفائی کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے، سادہ نیمگرم پانی سے یا نمک آمیز پانی سے دن میں کم سے کم ایک بار ناک کو ضرور صاف کرنا چاہیئے، ایسا نیم گرم پانی جس میں ماشہ دو ماشہ نمک حل کر لیا ہو، چلو میں لے کر یا مٹی کے برتن میں بھر کر دونوں نتھنوں سے ایک ساتھ اندر کی جانب اتنا کھینچیئے کہ منہ میں پانی کی کلی بھر جائے پھر اسے خارج کر دیا جائے، صبح یا شام کو روزانہ تین چار دفعہ ایسا کرنے سے غشائے مخاطی کا التہاب جاتا رہتا ہے، یہ نہ صرف تحفظاتی عمل ہے، بلکہ نزلہ زکام کا ایک علاج بھی ہے۔ ہر ایک ماہ مسلسل ایسا عمل کرتے سے دائمی نزلہ دور ہو جاتا ہے۔

ایسے اشخاص کو جو آئے دن نزلہ زکام کا شکار رہتے ہوں چاہیئے کہ اپنے جسم اور ناک کی قوتِ برداشت میں اضافہ کریں اس کی صورت یہ ہے کہ روزانہ صبح یا شام کو اتنی ہوا خوری کریں کہ جس کے بعد تھکن نہ ہو۔ کھلی ہوا میں روزانہ چار پانچ بار گہرے گہرے سانس لیں، رات کو منہ ڈھانپ کر نہ سوئیں تاکہ نتھنوں کی جھلیاں ہوا کی عادی ہو جائیں، اور سرد موسم میں بھی ان پر ہوا کے جھونکوں کا وہ اثر نہ ہو جو اب ہوتا ہے۔ جیسے پانی کی جسم کو بہا ہو

اس سے زیادہ گرمی میں دونوں وقت اور جاڑوں میں ایک وقت ضرور غسل کرنا چاہیئے، اور نہانے کے بعد کھردرے تولئے سے جسم کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا جائے اس سے نہ صرف صحت بن جاتی ہے بلکہ نزلے سے بھی تحفظ ہوتا ہے، نزلہ کے مریض کو گوشت کا استعمال بالکل چھوڑ دینا چاہیئے، اگر گوشت کھانا ہی پڑے تو سبزی کے ساتھ کھائے۔

مچھلی مرغ کا شوربہ اور انڈا بھی دن میں صرف ایک بار ہی استعمال کرے۔ نزلے کے مریض کے لئے مٹھائیاں زہر ہیں، ان کو بالکل ترک یا بڑی حد تک کم کر دینا چاہیئے، غذا میں پکی ہوئی سبزیوں اور کچی ترکاریوں اور شیریں پھلوں کا استعمال زیادہ رکھنا چاہیئے تاکہ قبض نہ ہو، غذا دو وقت سے زیادہ نہ کھائیں، جہاں تک ہو سکے کھانے کے درمیان پانی نہ پیئیں بلکہ غذا کے دو تین گھنٹے بعد پانی پینے کی عادت ڈالیں۔

یاد رکھیئے سر کو گرم اور پاؤں کو سرد رکھنا، گرم گرم کھانا کھاتے ہوئے سرد پانی پینا، آلو۔ اروی، گوبھی۔ بیگن۔ ماش کی دال۔ ترش اشیاء۔ تیل۔ بناسپتی۔ چربی۔ لال مرچ، بھینس کا گوشت برف کا پانی وغیرہ کا استعمال، زیادہ جاگنا۔ زیادہ دماغی محنت کرنا۔ ورزش نہ کرنا۔ نمناک سیلی زمین پر بود و باش رکھنا نزلہ زکام کے قوی اسباب ہیں۔ ان سے احتیاط کرنی چاہیئے۔

دن کے وقت سونا۔ غذا کے بعد فوراً ہی سو جانا تیز دھوپ میں چلنا، سات گھنٹے سے کم سونا، تیز خوشبودار چیزوں کا سونگھنا بھی دائمی نزلہ و زکام کے مریضوں کے لئے مناسب نہیں ہے۔

پھر نوٹ کر لیجئے کہ زکام ہو جانے کے بعد محض اسے دواؤں کے ذریعہ دبانا نہ صرف یہ کہ بے نتیجہ ہے بلکہ بعض اوقات اندھا دھند ناڑی معالج کی دواؤں کا استعمال بے اندازہ مضرت رساں بھی ہے، اس لئے مناسب یہی ہے کہ ابتداء میں کوئی علاج ہی نہ کیا جائے، البتہ اس دوران میں طبیعت کی مدد کے لئے یا تو مکمل فاقہ کیجئے یا غذا میں مناسب حال رد و بدل چند دن میں ہی طبیعت فاسد مادہ کو نظام جسم سے خارج کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

بچوں کو شکر کی زیادتی سے روکنا چاہیئے، بلکہ شکر اور مٹھائی کی بجائے شیریں پھل کھلانے چاہئیں۔ جو لوگ پھل شکر لگا کر کھاتے ہیں وہ بھی اچھا نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی مشورہ آپ لینا چاہیں تو جوابی خط بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔ پتہ اتنا کافی ہے۔

بیگم عظیم زبیری، امروہہ، ضلع مراد آباد (یو۔پی)

آنکھوں کیلئے بے مثل سُرمہ

دُرِّ نجف

ایک تولہ کی شیشی پانچ روپے

چھ ماشہ کی شیشی تین روپے

محصول ڈاک ۳؍ عہ

تین شیشی یکجا خریدنے والے کو محصول ڈاک معاف

مزید تفصیلات ٹائٹل کے آخری صفحہ پر ملاحظہ
ملاحظہ فرمائیں
۴

دہلی کے مشہور و معروف علمی ادارے ندوۃ المصنفین کے ناظمِ اعلیٰ جناب مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:-

لکھنے پڑھنے والے عام طور پر نگاہ کی کمزوری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر یہ کمزوری مختلف عوارض سے بڑھتی ہی جاتی ہے۔ قدرتی طور پر میں اس برادری میں شریک ہوں۔ اس تقریب سے اب سے چند مہینے پہلے "سُرمہ دُرِّ نجف" کے استعمال کا خیال آیا۔ چنانچہ میں نے کسی خاص پابندی کے بغیر اس سُرمہ کا استعمال کیا۔ کبھی رات کو کبھی دن کو کبھی روزانہ کبھی کئی کئی دن ناغہ کرکے۔ اس کے باوجود اسکی منفعت حیرت انگیز پائی۔ گذشتہ پندرہ بیس سال میں بہت سے سُرموں کے استعمال کا موقع ملا۔ لیکن مجموعی اعتبار سے میں نے "دُرِّ نجف" سے بہتر کوئی سرمہ نہیں پایا۔ دورانِ استعمال میں اگر پیٹ صاف رہے اور سرمہ رات کو سوتے وقت پابندی سے لگایا جائے تو اس کے فوائد غیر معمولی ہو سکتے ہیں۔ میں تمام علمی برادری سے اس مفید سُرمہ کے استعمال کی سفارش کرتا ہوں۔ فقط

(مفتی) عتیق الرحمٰن (صاحب)
۲۹ر اگست سنہ ۵۴ء

عالی جناب ہیڈ مدرس صاحب پرائمری اسکول، مقبرہ اتو میرٹھ۔ ہندی میں رقم طراز ہیں جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

نیجر صاحب دار الفیض رحمانی دیوبند۔

آپ کا سُرمہ "درِنجف" استعمال کیا گیا۔ بینائی کے لئے بڑا ہی فائدہ مند ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ آنکھوں کے دیگر امراض کو بھی اس نے فائدہ بخشا۔ ساتھ ساتھ ایک انوکھا کام دکھایا ایسی چیز کا ہر گھر میں ہونا بڑا ہی ضروری ہے میں تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو اس "درِنجف" کو استعمال کرے گا وہ درحقیقت آنکھوں کی قدر جانتا ہے۔ اور جو دُرِّ نجف کی قدر نہیں جانتا وہ اپنی آنکھوں کا دشمن ہے۔

لہذا میں امید کرتا ہوں کہ ہر گھر میں درنجف جیسی نایاب چیز کو مستقل استعمال کیا جائیگا۔

(جناب) ہیڈ مدرس (صاحب)
۲۶ر اگست سنہ ۵۴ء

دہلی میں اس پتہ سے خرید سکتے ہیں:- علمی کتب خانہ اردو بازار جامع مسجد دہلی۔

رہبرِ گم گشتہ

زہرۂ سخن سیدہ اختر صاحبہ

اب پتہ کون ہے، منزل کا بتانیوالا
راہ خود بھول گیا، راہ دکھانے والا
خاک کے ذرہ کو یہ زعم، کہ مہتاب ہوں میں!
یعنی ظلمت کا یہ دعویٰ، کہ جہانتاب ہوں میں!

ذہنیت کیسی بدلتا ہے؟ الٰہی توبہ!
کارِ شر "خیر" سمجھتا ہے الٰہی توبہ!
اک غلام اور کہے منہ سے، کہ آقا ہوں میں!
پردے کا وہم سمجھتا ہے، کہ جلوہ ہوں میں!

کم نظر فتنوں کو، اسبابِ سکوں کہتا ہے!
اے خدا! کون سے ماحول میں یہ رہتا ہے؟
کاش محسوس ہو، بیداد کے اس بانی کو!
کتنا مجروح کیا ہے، رگِ انسانی کو؟

"دینِ فطرت" سے بغاوت پر اتر آیا ہے!
کیوں نہ ہو سر پہ، ضلالت کا ابھی سایہ ہے!
سازِ باطل پہ اسے آتی ہے گانا ہر لے!
ناؤ کا غذ کی چلا کرتی ہے پھر بھی تا کے!

"شعرِ اختر" ہے عبث "وجہ اذیت" اس کو!
میرے معبود! عطا کر دے، بصیرت اس کو!

نوحۂ انسانیت

اختر حسین ثمر، رام پوری

قانون کیا کیا بدے بنائے
دنیا نے لیکن سکھ ہی نہ پائے
وحشی ہی وحشی، ڈاکو ہی ڈاکو
کس سرزمیں پر انسان جائے

اک روگ ہے جس میں سب گھِر رہے ہیں
غافل خدا سے، اپنے پرائے
ہیں ٹکڑوں میں، نسل و وطن کے
بغض و تعصب، دھونی رچائے

کوئی کسی کی، کیوں بات پوچھے
کوئی کسی کے کیا کام آئے
لادینیت نے ہلچل مچا دی
تہذیب نو نے طوفاں اٹھائے

خود مسخ فطرت، تعلیم نو کی...
کردار و سیرت، کیونکر بنائے
جب تک رہیگی اندھی قیادت
یوں ہی رہیں گے اندھیر چھائے

لیکر آئے ہیں

ماجد ادیب بریلوی، ادیب کامل ملیگ

وہ مداوائے غم و آلام لیکر آئے ہیں — یعنی اک آغاز کا انجام لیکر آئے ہیں
جو امیدِ چارۂ آلام لیکر آئے ہیں — تیرے در پر اک جنونِ خام لیکر آئے ہیں
لب پہ ذکرِ حسرتِ ناکام لیکر آئے ہیں — یعنی اک خاموش سا پیغام لیکر آئے ہیں
راستے میں ہر قدم پر تھا اسی کا آسرا — تا بہ منزل ہم تمہارا نام لیکر آئے ہیں
آج کچھ انساں بنامِ زندگی اے ہمسفر — آئے ہیں اور اک نیا پیغام لیکر آئے ہیں
دل کی خاموشی میں طوفانوں کا ملتا ہے خروش — ہم سکوتِ مرگ کا کہرام لیکر آئے ہیں
جانیوالے موت کی سوغات لیکر جاچکے — آنیوالے زیست کا انعام لیکر آئے ہیں

واسطہ جب بھی پڑا ہے بزمِ جاناں سے ادیب
اپنے سر ہم اک نہ اک الزام لیکر آئے ہیں

غمِ جاوداں

بشیر اثر مالیگانوی

بغیر عشق غمِ جاوداں نہیں ملتا — نئی زمین نیا آسماں نہیں ملتا
وہ چاک غنچہ و گل ہو کہ گریۂ شبنم — ہمارا سوزِ تمنا کہاں نہیں ملتا
نظامِ نو کی یہ تخلیق اے معاذاللہ — زمیں ہے جیسے کہیں آسماں نہیں ملتا
فضا میں یوں تو ہے اک شور ہاؤ ہو برپا — خموش پھولوں کا رنگِ بیاں نہیں ملتا
خرد کے قافلے ان منزلوں کی تاک میں ہیں — تلاش کرنے پہ جنکا نشاں نہیں ملتا
نظر جھکا کے تجھے کر لیا ہے اک سجدہ — جبینِ شوق کو جب آستاں نہیں ملتا
ہمیں سے رونقِ میخانہ ہے مگر افسوس — ہمیں کو ساغرِ پیرِ مغاں نہیں ملتا
[illegible] — [illegible]

تجلّیِ حُسنِ دُوست

حافظ دھامپوری

چمن کا ہر پھول ہے شگفتہ، کلی کلی مسکرا رہی ہے
روش روش ہے حسین و رنگیں بہار جلوے دکھا رہی ہے

مہِ درخشاں ہے ذرہ ذرہ ہر ایک شئے جگمگا رہی ہے
تجلیِ حسنِ دوست ہمدم تمام عالم پہ چھا رہی ہے

یہ سرد جھونکوں کی جاں نوازی لچک یہ رنگین شاخِ گل کی
ریاضِ ہستی کی پتی پتی، بہار کے گیت گا رہی ہے

یہ چاندنی یہ فضائے دلکش، یہ ماہ و انجم کی بزمِ روشن
عروسِ فطرت قدم قدم پر، جمالِ رنگیں دکھا رہی ہے

کسی کے فیضِ نظر نے ہمدم، عطا کیا ہے عجیب عالم
مجھے تو یہ رات کی سیاہی، سحر کا جلوہ دکھا رہی ہے

شگفتہ و پُر بہار ہوگا، حیاتِ انساں کا باغ جس میں
افق پہ حافظ وہ صبح خنداں، چمک رہی جگمگا رہی ہے

آزاد قاسمی، ٹونکی

ہے وہی دل میں ہجومِ غم و آلام ابھی
میری نظروں میں ہیں یکساں سحر و شام ابھی

کتنے رندانِ بلا نوش کے دل توڑ گیا
دستِ ساقی سے گرا چھوٹ کے جو جام ابھی

وہ نگاہیں رہیں لے کاش مخاطب یونہی
کاش رک جائے یہیں گردشِ ایام ابھی

جمال احمد امین آبادی

شوق، احساس، جنوں، عزم و یقیں، سوزِ جگر
اور کیا چاہیئے راہی کے لیئے رختِ سفر

میرا سرمایۂ ہستی، مرے مقصد کا حصول
ہیچ ہیں میرے لئے، دولت و زر، لعل و گوہر

تیشہ وہ تیشہ نہیں جس سے جگر چاک نہ ہو
اسے نالہ نہیں کہتے ہیں، نہ ہو جس میں اثر

کھا رہا ہے تو ابھی، جلوۂ کاذب کا فریب
تو نے دیکھے ہی نہیں ہیں ابھی انوارِ سحر

دھار شمشیر کی ہوتی ہے بہت تیز مگر
بات کچھ اور ہے باقی ہے جو دین نظر

قرآن

بلا ترجمہ

قرآن :- شاندار عکسی، ہر صفحے پر خوشنما
...یل، حروف کھلے کھلے روشن، کاغذ سفید
...ٹل دلکش رنگین، حرکات نہایت عمدگی سے
...یئے ہوئے، صحت میں بے نظیر، چھپائی میں
...لی، جلد کرشمہ، جس پر سنہری ڈائی ہے۔

ہدیہ نو روپے آٹھ آنے

...رآن :- ستا روشن حروف، زیر زبر
...بت موزونیت سے لگے ہوئے، حروف
...ف روشن۔

ہدیہ مجلد کرشمہ پانچ روپے

...ن :- موٹے حروف والا:-
...با ایک ہزار صفحات کا یہ قرآن موٹی نگاہ والوں
...صوصی تحفہ ہے، حروف موٹے اور واضح، زیر زبر نمایاں

ہدیہ مجلد کرشمہ نو روپے

قرآن

ترجمے والے

قرآن :- ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ۔
تفسیر :- علامہ شبیر احمد عثمانی۔
یہ قرآن اپنی شہرت و مقبولیت کے باعث کسی تعارف کا محتاج نہیں، آجتک کے تمام مترجم و محشی قرآنوں میں اسکی حیثیت تاروں میں چاند جیسی ہے، حسن سیرت کیساتھ حسن صورت بھی کم نہیں، متن ترجمہ اور حواشی سب کے سب بلاک سے چھپے ہوئے، متن کی زمین حنائی بلاکوں سے ابھاری ہوئی، ہدیہ غیر مجلد بیس ۲۰ روپے (مجلد اعلیٰ چوبیس ۲۴ روپے)

قرآن :- مترجمہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ مع حاشیہ مفیدہ، باخبر حضرات خوب جانتے ہیں کہ مولانا تھانویؒ کا نام گرامی آجانے کے بعد کسی تعارف کی ضرورت نہیں رہتی، مسلمان حضرت کے ترجمے پر مکمل اعتماد رکھتا ہے، مزید خوبی اس قرآن کی یہ ہے شروع میں چند مفید چیزیں شامل کیگئی ہیں، جنسے پڑھنے والے بیحد فائدہ حاصل کرسکتے ہیں، تاریخ مصحف، جغرافیہ قرآن قصص القرآن محکم و متشابہ، احکام القرآن، تاریخ قراء، تعداد کلمات و حروف قرآن، تعداد حرکات و سکنات، سورتوں کی فہرست، یہ سب مضامین سلیس اردو میں، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی روشن، زمین حنائی، ہدیہ مجلد کرشمہ دس روپے (مجلد اعلیٰ تیرہ روپے)

دینی و علمی کتابیں

مکتبہ تجلی سے کتابیں خرید کر دینی خدمت میں ہاتھ بٹائیے

اعجاز القرآن

رئیس المتکلمین حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معرکۃ الآرا تصنیف اہلِ علم جانتے ہیں کہ علاوہ موصوف بحر العلوم ہونیکے ساتھ ساتھ قلم کے بھی بادشاہ تھے۔ اندازِ بیان عام فہم، دلپذیر اور دلچسپ دلائل استدلال مکمل، غرض آپ کی تحریریں دیکھنے کے قابل ہیں، دشمنانِ اسلام نے قرآن کے اعجاز پر جو اعتراضات کئے ہیں، ان کے دنداں شکن جوابات اعجاز القرآن میں ملاحظہ فرمائیے، ہدیہ صرف ۱۲؍

شہیدِ اعظم

یعنی

حضرت امام حسینؓ

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول

اثر خامہ حضرت مولانا ابو الکلام آزاد، حضرت امام حسینؓ اور واقعاتِ کربلا کے متعلق تاریخی تحقیق اور معتبر روایات کا مجموعہ، قیمت عمر۔

اسلام کے اہم عقیدے

یعنی

کتاب الوصیت (اردو)

از امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:۔ بعض اہم اصول و عقائد کی تشریح زبان عام فہم سلیس، صفحات ۱۲۰، قیمت عمر۔

نصائح امام غزالیؒ

امام غزالیؒ کی تحریر کردہ چند خاص نصیحتیں، کوزہ میں دریا، قیمت ۶

انسان کی حقیقت

از حجۃ الاسلام امام غزالیؒ، قرآن و حدیث کی روشنی میں انسان کی حقیقت پر ایمان افروز کلام، صفحات ۵۶ قیمت ۱۰۔

بیانُ السنۃ والجماعت

امام المحدثین حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مختصر مگر جامع تصنیف کا سلیس اردو ترجمہ، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے بنیادی عقائد کا بیان ہے، قیمت ۱؍

الفاروقؓ

مصنفہ مولانا شبلی علیہ الرحمۃ

حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت، حالات، اور کارناموں پر مشتمل یہ کتاب اہلِ علم میں جتنی مشہور و مقبول ہوئی وہ محتاج بیان نہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے اس فاتح اعظم اور بطلِ جلیل کی زندگی اور دورِ خلافت کی تفصیل "الفاروق" سے زیادہ اور کسی اردو کتاب میں نہیں ملتی، نہ صرف آپکی سیرت اور اخلاق و فضائل کا بیان ہے بلکہ آپ کے جگمگاتے ہوئے عہدِ خلافت کے حیرت انگیز واقعات آپکے علمی، قانونی اور تمدنی کارنامے اور جنگی معرکوں کی صحیح تفصیلیں شامل کتاب ہیں ... اسلامی تاریخ کے سب سے زریں دور کی معتبر تاریخ جاننے کیلئے "الفاروق" اپنی قسم کی واحد تصنیف ہے، تازہ ایڈیشن مجلد مع ڈسٹکور، قیمت چھ روپے۔

مضامین مولانا سید سلیمان ندوی

۳۹۲ صفحات پر مشتمل مولانا سید سلیمان ندوی کے خاص الخاص اور معرکۃ الآرا مضامین کا یہ مجموعہ پہلی فرصت میں مطالعہ کی چیز ہے بیش اعلیٰ درجہ کے معلومات سے لبریز مضامین گویا بیش قیمتی موتی ایک رشتہ میں پروئیے گئے ہیں۔

قیمت غیر مجلد چار روپے (مجلد پانچ روپے)

فضائلِ رمضان

رمضان کی عظمت اور روزے کی برکات و فضائل کا [illegible] قیمت ۱۲؍

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مفصل سوانح حیات

سیرۃ النعمان (اردو)

از:- علامہ شبلی نعمانیؒ

مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی پیرو ہے، لیکن کم لوگ ہیں جو دین کے اس عظل جلیل کی سوانح حیات سے واقف ہوں "سیرۃ النعمان" اسی کمی کو پورا کرتی ہے، اس میں آپکی زندگی کے مفصل حالات اور منتخب ایمان افروز واقعات اور عبرتناک و دلچسپ کوائف جمع کئے گئے ہیں۔ قیمت غیر مجلد دو روپے (مجلد تین روپے)

ترجمان السنّۃ

ارشاداتِ نبوی کا جامع و مستند ذخیرہ

اردو زبان میں

جلد اوّل:- اردو میں آجتک احادیث کے چند مختصر اور ناقص تراجم کے سوا کوئی اہم بالشان کارنامہ انجام نہیں دیا گیا، یہ پہلا موقع ہے کہ (ترجمان السنۃ) کے نام سے خدمت حدیث کا عظیم الشان سلسلہ شروع کیا گیا ہے، حدیث کی اصل عبارات مع اعراب، ساتھ ہی سلیس عام فہم ترجمہ اور تشریحی نوٹ شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے۔ جس میں ارشادات نبوی کی اہمیت اور احادیث کے مراتب، مدارج پر بہترین بحث کے علاوہ تدوین حدیث کی تاریخ اور مقام رسالت و نبوت اور دیگر اہم ترین عنوانات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے، بعض مشہور ائمہ حدیث اور اکابرین امت کے حالات بھی شامل کئے گئے ہیں۔

ہدیہ دس روپے (مجلد بارہ روپے)

جلد دوم:- ضخامت بڑھ جانیکے باعث "ترجمان السنۃ" کو مجبوراً مختلف جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا، چنانچہ جلد ثانی کتاب الایمان والاسلام کے تمام اہم ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد کی سب خوبیاں اس میں موجود ہیں، ہدیہ نو روپے (مجلد گیارہ روپے)

علاماتِ قیامت

مصنفہ:- حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قیامت کب اور کس طرح آئے گی، مفصل جواب قرآن اور حدیث کی روشنی میں، قیمت ۸/ر

آداب النبیؐ

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا ایک ایمان افروز رسالہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، شمائل اور حلیہ شریف و معجزات وغیرہ اختصار و سلاست کیساتھ جمع کئے گئے ہیں۔

ہدیہ صرف دس آنے۔

المصالح العقلیہ

یعنی

احکام اسلامی کی حکمتیں

کتنا روحانی کیف حاصل ہوگا ان لوگوں کو جو یہ جان سکیں کہ اسلام کے فلاں حکم میں کیا نکتہ ہے۔ فلاں حکم میں کیا بھید ہے، حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "المصالح العقلیہ" میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، نکاح بیع و شرع اور دیگر صدہا امور دینی کی مصلحتوں اور باریکیوں پر عام فہم سلیس اردو میں روشنی ڈالی ہے۔

قیمت غیر مجلد ۳/ (مجلد ۴/)

التوحید

اسلام کی توحید خالص پر ایمان افروز معلومات کا خزانہ ہے، ہدیہ عمر

تاجروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا

خلفائے راشدین

مؤلفہ:۔ مولانا عبدالشکور صاحب ایڈیٹر النجم لکھنؤ

خلفائے راشدین کی سیرت پر لکھی گئی تمام کتابوں میں اس تالیف کو ایک امتیازی شان اور خاص مقام حاصل ہے مؤلف ردِ شیعت کے میدان میں بہت شہرت پاچکے ہیں "خلفائے راشدین" میں آپنے اس بات کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ جن روایات وواقعات سے اہلِ تشیع کو اپنے مسلک کی تاویل یا اہلِ سنت پر اعتراض کا موقع ملتا ہو ان کی تشریح صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں اسطرح کر دی جائے کہ حق پر باطل کی یورش کا موقع نہ رہے اور اشتباہات کی بیخ کنی ہوجائے، قیمت دو روپے آٹھ آنے (مجلد عہ)

مباحثۂ شاہجہانپور

باخبر حضرات جانتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے بڑے بڑے پادریوں سے مناظرے کئے اور ہمیشہ فتحمند ہوئے ان کے ایک اہم اور عجیب غریب مناظرے کی دلچسپ تفصیل "مباحثۂ شاہجہانپور" میں ملاحظہ فرمائیے، دلائل اور اندازِ بحث پر آپ عش عش نہ کرجائیں تو ہمارا ذمہ، قیمت صرف عہ

تاریخ دیوبند

اسلامی علوم وفنون کے ایک شاندار دور کی تاریخ

دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے علمی وتاریخی حالات کا دلکش مرقع اور اسلامی علوم وفنون کے ایک زرّیں اور شاندار دور کی تاریخ جو سو اسو کے قریب دلچسپ علمی، مذہبی اور تاریخی عنوانات پر مشتمل ہے۔

چند عنوانات:۔ دیوبند کی وجہ تسمیہ، قدامت اور اس کے دلچسپ تاریخی حالات، قدیم عمارتوں اور تاریخی مساجد کا تذکرہ، دارالعلوم کی ۹۰ سالہ زندگی اور اس کے نشوونما ارتقاء کی حیرت انگیز تاریخ، پُرشکوہ عمارتوں کا تعارف، دارالعلوم کی تعلیمی اور انتظامی خصوصیات، داخلہ سے لیکر امتحان تک کے قواعد وضوابط، دارالعلوم سے متعلق رویائے صادقہ اور مبشرات، اکابر علمائے دارالعلوم کے سوانحات۔ قیمت مجلد مع ڈسٹ کور صرف دو روپے۔

مناجاتِ مقبول

مع قرباتِ عنداللہ وصلوٰۃ الرسول یعنے ادعیۂ ماثورہ وقرآنی دعائیں

جس میں تمام دعائیں قرآن شریف اور احادیثِ صحیحہ سے حضرت الحاج مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ نے جمع فرماکر ہفتہ کے ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ سات منزلوں میں تقسیم فرمائیں اور جسکا اردو میں منظوم ترجمہ بھی سات منزلوں میں کرادیا گیا ہے، یہ بھی ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص ہے، دعائے حزب البحر، مثنوی ہفت احزاب شجرات چشت مکمل واسماءِ بدریین، اور بعض اہم فوائد نافعہ ضروریہ کتابت دیدہ زیب، کاغذ سفید، ہدیہ غیر مجلد عہ (مجلد دو روپے)

فضائلِ نماز

قرآن وحدیث کی روشنی میں نماز کی خوبیوں اور فضیلتوں کا جامع اور مفصل بیان، قیمت ۱۵ر

فضائلِ تبلیغ

تبلیغ میں کیا فضیلتیں ہیں اور ہر شخص اپنی جگہ پر کس طرح اس دینی فریضہ کو ادا کرکے سعادتِ دارین حاصل کرسکتا ہے، قیمت صرف ۱۲ر۔

ارواحِ ثلٰثہ

یعنی

اسلافِ دیوبند

دیوبند کے اکابر واسلاف کا مفصل حال اور دلچسپ معلومات، قیمت مجلد پانچ روپے

تعلیم الاسلام

…ہور کتاب ہمیشہ کی طرح آج بھی آپ کے بچوں کی تعلیم کا بیحد ضروری …ہے، وہ کسی اسکول یا مدرسہ میں پڑھتے ہوں، آپ تعلیم الاسلام …یں ضرور مطالعہ کرائیں، یہ اسلام کی بنیادی تعلیم اور سچی تاریخ کو …گہرائیوں میں نقش کرتی ہے اور انداز بیان کی خوبصورتی اور …ہمت کے باعث بچے اسے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔

…اول ۲/ حصہ دوم ۳/ حصہ سوم، چہارم ۹/ مکمل سیٹ مجلد …روپے، ہر حصہ الگ بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔

…ضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

قول الجمیل فی سواء السبیل کا مکمل اردو ترجمہ

شفاء العلیل

…ہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں ذکر و بیعت کے …و مائلیہ پر بہت مفصل کلام کیا ہے، بلاشبہ بیعت و ذکر کا …موضوع نہایت اہم ہے اور اس باب میں بہت افراط و …ریط پائی جاتی ہے "سواء السبیل" کا مطالعہ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے …ایت مفید ہوگا۔ صفحات ۱۲۰۔ قیمت عہ/

لوامع الانوار (اردو)

علمی خزانے

…کیم الامت مولانا اشرف علیؒ کے بیشمار مضامین سے منتخب کیے …ے ان شاہکار مضمونوں کا مجموعہ جنمیں بہت سے علمی و دینی اہم …وضوعات پر انتہائی تحقیق و بالغ نظری سے کلام کیا گیا ہے، زبان …اہم

…حصوں میں مکمل قیمت پندرہ روپے۔

خیر المؤانس کامل

یعنی

ترجمہ اردو نزہۃ المجالس

بہترین وعظوں کا مشہور مجموعہ، کاغذ رف بارہ روپے کاغذ گلیز چودہ روپے۔

تفسیر موضح القرآن

یہ مشہور زمانہ تفسیر کسی تعارف کی محتاج نہیں، سولہ روپے میں آپ مکتبہ تجلی سے منگا سکتے ہیں (مجلد عمدہ اٹھارہ روپے)

انوار الغیوب

اردو ترجمہ

ضیاء القلوب

حضرت حاجی شاہ امداد اللہ کی مشہور کتاب ضیاء القلوب میں شغل و ذکر، بیعت و ارشاد، مراقبہ و مجاہدہ اور اس سلسلہ کے دیگر لطائف پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے، اور بہت سے روحانی اسرار کا انکشاف ہے، راہِ طریقت کے مسافروں کے لئے یہ نہایت عجیب کتاب ہے، اردو عام فہم قیمت صرف ۱۴/۔

درسِ نظامی کی جملہ کتب مناسب قیمتوں پر مہیا کی جاتی ہیں طلباء اور اہلِ مدارس متوجہ ہوں

ایک معرکۃ الآرا نادر کتاب

البیان فی علوم القرآن (اردو)

سائنس اور فلسفۂ باطل کے مقابلہ میں اسلامی نظریات و اصول کی صداقت و حقانیت قرآن کی روشنی میں

خدا کی ذات وصفات ۔ تناسخ، ملائکہ۔ جزاء وسزا۔ ثواب عذاب۔ قبر۔ جنت۔ دوزخ۔ نبوت والہام۔ نبی کی روحانی قوت وغیرہ کی تشریح وتوضیح۔ شکوک اعتراضات کا ازالہ۔ اسلام ہی کے دین کامل اور صراط مستقیم ہونیکے دلائل۔ فصاحت وبلاغت۔ استعارہ و کنایہ۔ ناسخ ومنسوخ۔ قرآنی اصطلاحات۔ اختلاف قرأۃ وغیرہ پر محققانہ کلام ..... اس کتاب کے مصنف تفسیر حقانی کے مؤلف، عمدۃ المحدثین علامہ مولوی عبدالحق صاحب حقانی مفسر دہلوی ہیں۔

علامہ انورشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے فاضل اجل کی رائے اس کتاب کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔ صفحات ۶۴۸ کاغذ نہایت عمدہ سفید۔ لکھائی چھپائی نفیس۔ ہدیہ چودہ ۱۴ روپے (مجلد پندرہ ۱۵ روپے) .... واضح رہے کہ یہی وہ نایاب کتاب ہے جسکی قیمت آپ کو بعض فہرستوں میں پچیس روپے ملیگی۔ تھوڑے نسخے دستیاب ہوئے ہیں جلد طلب فرمائیے۔

رائے ← حضرت العلام مولانا انورشاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرات علماء وعوام اہل اسلام کی عالی خدمت میں معروض ہے کہ احقر نے تفسیر حقانی اور اس کے دونوں مقدموں کا مطالعہ کیا اور کرتا رہا ہے مقدمہ جناب مفسر مرحوم نے علوم قرآنیہ اور حقائق قرآنیہ اور مدارک اعجاز و فصاحت وبلاغت اور طبقات نظم وعبارت اور عقائد اسلامیہ اور انواع دلائل اور ادیانِ باطلہ اور علوم برزخ وحشر ونشر وقیامت، تحلیل وترکیب کیساتھ محیط اور ہادی بحث کی ہے، جس کی نظیر اگرچہ ممکن ہے، مگر واقع نہیں۔ پھر تفسیر میں علاوہ تفسیر قرآن حکیم کے ہر ہی طرح کے معارف مثلاً علم ارواح ومسائل تکلیف تقدیر ثواب وعقاب وتحقیق مسائل شرعیہ ورد شبہات مخالفین ذکر کئے ہیں۔ اور تاریخ وجغرافیہ بقدر حاجت نہایت تحقیق سے دیئے گئے ہیں۔ اہل علم کے لئے یہ تفسیر خاصے وافی رہنما اور حاجت روا رہی ہے..... محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ۔

Regd. No. [illegible]
TAJALLY MONTHLY
DEOBAND, Distt. Saharanpur. U.P

کتبہ امتیاز۔ راجد

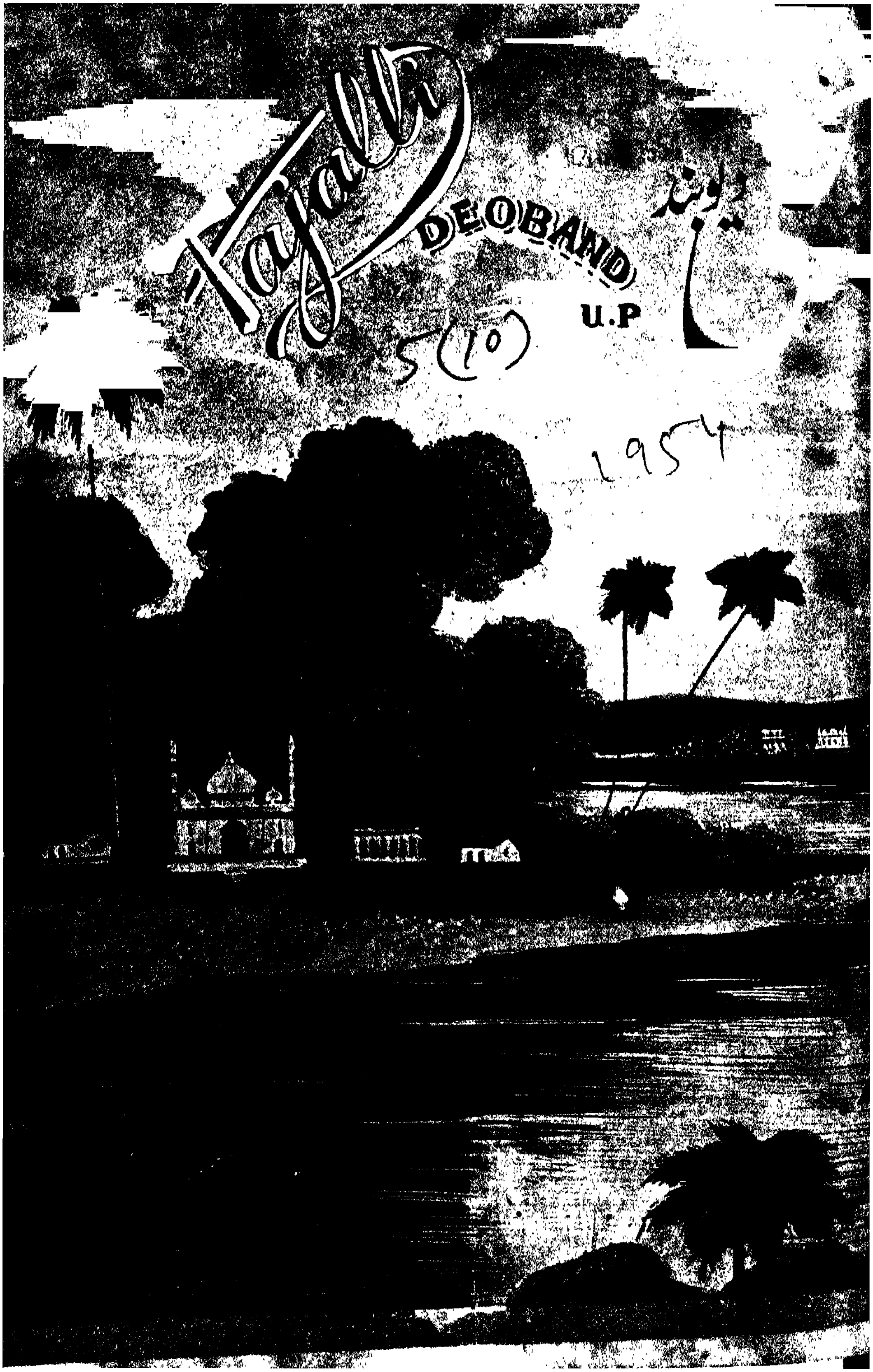
Tajalli
دیوبند
DEOBAND
U.P
5(10)
١٩٥٤

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

1954

شمارہ (۱۲)

ماہنامہ تجلی دیوبند

جلد (۵)

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے!

عام سالانہ قیمت پانچ روپے

فی پرچہ سات آنے

معززین سے سالانہ قیمت حسب استطاعت

بابت ماہ دسمبر ۱۹۵۴ء

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
دفتر تجلی دیوبند ضلع سہارنپور
(یو۔پی)

ترتیب دینے والے
عامر عثمانی و زبیر افضل عثمانی

پاکستان کا پتہ
شیخ سلیم اللہ صاحب ۲/۵ بی ۲۰
ناظم آباد کراچی (پاکستان)

عامر عثمانی پرنٹر پبلشر نے "محبوب المطابع پریس" دہلی سے چھپوا کر دفتر "تجلی" دیوبند سے شائع کیا۔

آغازِ سخن

عامر عثمانی

گذشتہ اشاعت کے اداریہ میں ہم نے اپنے ایک امریکن کرمفرما کے خط سے کچھ اقتباسات شائع کرکے جس تبلیغی مہم کا ذکر کیا تھا شکر ہے کہ اس پر کافی توجہ دی گئی اور بہت سے خطوط اُن حضرات کے موصول ہوئے جو تبلیغ کے لئے اپنی خدمات وقف کردینے پر نہ صرف تیار ہیں، بلکہ کسی قسم کے اجرِ دنیاوی کی خواہش کے بغیر محض آذوقۂ حیات پر اپنی زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف کردینا چاہتے ہیں۔ ان میں بیشتر وہ لوگ ہیں جو فی الوقت اپنی جگہ ملازمت یا کاروبار یا کسی اور ذریعۂ معاش سے وابستہ ہیں۔ انھیں بطورِ روزگار "ملازمتِ تبلیغ" کی ضرورت نہیں بلکہ ہماری تحریر سے متأثر ہوکر ان کی دینی حمیت اور خلوص وغیرت نے انھیں خودسپردگی اور آمادگی پر اُبھارا ہے۔ بعض ان میں سے اردو انگریزی اور عربی تینوں سے واقف ہیں اور بعض کسی دو سے۔ بہرحال ہم نے انھیں ضروری جوابات کے ساتھ امریکن کرم فرما کا پتہ لکھ بھیجا اور جو مفید مشورے ہم اس سلسلہ میں پیش کرسکتے تھے وہ کردیئے۔ ہمیں افسوس ہے کہ بعض دوستوں نے باوجود ہماری ہدایت کے جوابی خط نہیں بھیجا۔ اور بعض نے اردو کی بجائے انگریزی میں خط بھیجا۔ انگریزی میں خط لکھنے سے اگر اُن کا مقصود اپنے اس دعوے کا ثبوت پیش کرنا تھا کہ ہم انگریزی خوب جانتے ہیں اور امریکہ کے لئے موزوں ہے تو ہم کہیں گے کہ ثبوت پیش کرنے میں انھوں نے موقع شناسی سے کام نہیں لیا۔ ہم امریکن حضرات کی طرف سے کوئی ایجنٹ یا وکیل نہیں ہیں کہ ہمیں مطمئن کرنا ضروری سمجھا جاتے۔ ہمارا تو جو کچھ مدیرانہ فرض تھا اسے ہم نے اسلامی انداز میں ادا کردیا۔ اب کون شخص یا اشخاص اس کام کے اہل ثابت ہوتے ہیں یہ طے کرنا یا اس کے لئے سفارش کرنا ہمارا کام نہیں۔ یہ معاملہ تو براہِ راست امریکن دوستوں ہی سے طے کرنے کا ہے۔

مبادا کسی کو غلط فہمی رہ جائے ہم چند ضروری امور واضح کردینا مناسب سمجھتے ہیں۔ ان کو ہم نے اپنے جوابی خطوط میں بھی اجمالاً اور اشارۃً واضح کیا ہے۔ سابقہ اداریہ لکھنے کے بعد سے تادمِ تحریر ہمیں امریکہ سے کوئی خط وصول نہیں ہوا۔ ہم نے بہت سی ضروری تفصیلات طلب کی ہیں جن کے بغیر کسی بھی بھائی کو ہم عزمِ سفر کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ ممکن ہے ہم سے پتہ منگانے والے حضرات میں سے کوئی صاحب براہِ راست مراسلت کرکے رختِ سفر باندھ بیٹھیں۔ انھیں ہم صفائی کے ساتھ منع تو نہیں کرسکتے، کیونکہ یہ خالصۃً خدمتِ دین کا معاملہ ہے اور اسے خالص کاروباری نقطۂ نظر سے نہیں طے ہونا چاہئے۔ تاہم شیخ سعدیؒ کی بات یاد آتی ہے:- ؎

شبِ چو عقدِ نماز بربندم		چہ خورد بامداد فرزندم

نفوس اگر اس حد تک مغلوب و مصفّٰی ہوں جس حد تک دورِ سلف کے سرفروش مبلغین و معلمین کے ہوا کرتے تھے تب تو بیشک ظاہری ضمانت واطمینان دہانیوں کے بغیر ہی امریکہ جیسے دور افتادہ اور اجنبی ملک کی دعوتِ تبلیغ پر بلا تأمل لبیک کہا جاسکتا ہے اور اللہ کے شیدائی دو کپڑے بدن پر ڈال کر:-

ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

کہتے ہوئے نکل کھڑے ہوسکتے ہیں۔

لیکن جب نفوس آلائشِ دنیا سے آلودہ ہوں اور اہل وعیال اور لواحقاتِ دنیا پر اللہ کی محبت کمال و تمام غالب وحادی نہ ہو تو تبلیغ و تعلیم کے لئے نکلنا اور خارزار راہوں پر گامزن ہونا بعض ضروری شرائط کے بغیر خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ غیر متوقع اور صبر آزما آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے۔ آزمائشیں جہاں مردِ مومن

ـے ذہنت اور سعادت ہوتی ہیں وہیں عقوبت اور ہلاکت بھی جایا کرتی ہیں۔ نفس اگر ابتلاء و حوادث کو شکر و صبر کے ساتھ اشت نہ کر سکے تو ثواب کی جگہ اُلٹی راہِ گناہ کھل جاتی ہے۔

ان الفاظ سے جو کچھ ہمارا مقصد ہے وہ آپ مجملاً سمجھ گئے ں گے۔ مزید توضیح یہ ہے کہ کسی بھی خادمِ دین کو امریکہ کے لئے م سفر کرنے سے پہلے بہت سے متعلقہ امور کی بابت اطمینان و نی کر لینی چاہئے۔ امریکن کرمفرما ہمیں جو کچھ وقتاً فوقتاً لکھتے رہے ، وہ اگر وقتی جذبہ اور ہنگامی تاثرات کے ماتحت نہیں ہے۔ سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ وہ بیرونِ امریکہ سے پہنچنے والے نین کی ضروریات اور مالہ و ماعلیہ کو سمجھتے ہیں اور خود کو تمام لقہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں تب تو نک ان کی آواز پر لبیک کہنا بجا ہے۔ لیکن اگر ایسا نہیں تو لبیک انہ صرف قائلین کے لئے فتنے کا باعث بن سکتا ہے۔ بلکہ اُس ◌ِ کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے جس کے لئے یہ تمام تگ و دو جائے گی۔

ویسے ایک بات تو یقیناً قابلِ لحاظ ہے کہ دنیا کے سیاسی ت نے اس وقت امریکہ میں اسلامی تبلیغ کے لئے فضا کو بہت ار بنا دیا ہے۔ روس و امریکہ کی اعصابی جنگ اور برابر کی ٹکر کون واقف نہیں۔ دونوں ہی حریف ایک دوسرے سے خائف ہو چکے ہیں۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ مستقبل میں ہونیوالی ممکن ـ کے لئے شب و روز تیاریاں کر رہے ہیں۔ دونوں ہی ایک رے کو کھا جانے کی فکر میں ہے۔ امریکہ نے ایٹم اور ہائیڈروجن دیگر آلات بموں اور ہتھیاروں کی تیاری کے باوجود اس حقیقت ی نہ کسی حد تک سمجھ لیا ہے کہ "روسیت" یعنی اشتراکیت ایک ڈیالوجی ہے ایک ازم ہے۔ ایک فکری قوت ہے جسے محض مادی یاروں سے شکست نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ جس کا مقابلہ کرنے کے لسی قوی تر اور قابلِ قبول آئیڈیالوجی اور ازم کی ضرورت ہے۔ نچہ غور و تفحص کے بعد امریکہ جس نتیجہ پر پہنچا ہے وہ اس کے سوا کچھ یا کہ اسلام اور تنہا اسلام ہی وہ مذہب ہے جو فکر و نظر اور علم و مس کے محاذ پر اشتراکیت کا حریف بن سکتا ہے۔ اسلام ہی وہ ہے جو کمیونزم سے خم ٹھوک کر لڑ سکتا ہے۔ اس نتیجہ کا شعور

اگرچہ امریکہ کو ابھی اس حد تک نہیں ہوا ہے کہ اسے ایک فیصلہ کن اٹل پالیسی اور ڈپلومیسی قرار دے کر اپنے وسیع تر وسائل و ذرائع کو اس سلسلہ میں کارفرما کر دے۔ نہ ابھی تک امریکن کانگریس کے اسلام ناآشنا ذہن و قلب اسلام کی حقیقی اور واقعی قوت و صلاحیت سے آگاہ ہو سکے ہیں تاہم تھوڑا بہت میلان مذہب کی طرف عموماً اور اسلام کی طرف خصوصاً پایا جا رہا ہے۔ کم سے کم وہ ضد اور عناد اور دشمنیِ اسلام سے نہیں ظاہر کی جا رہی ہے جو ہمیشہ سے اہلِ کفر اور دنیا پرست قوتوں کا خاصہ رہی ہے۔ بلکہ چھوٹے بڑے پیمانے پر کئی امریکی انجمنیں تحقیقِ مذاہب کی خاطر قائم ہو چکی ہیں اور بعض تو صرف اسلام ہی کی تحقیق کے لئے بنی ہیں۔ ایسے حالات میں جہاں امریکہ کی فضا میں اسلامی مبلغین کے لئے سازگاری و ہمواری کی توقعات مضبوط ہو جاتی ہیں، وہاں صحیح اسلامی تبلیغ کی ضرورت کے لئے اِس عہدِ خاص کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اگر اس وقت امریکن اربابِ حل و عقد پر اسلام کے نام سے غیر اسلامی اور ناصاف تصورات پیش کر دیئے گئے اور اِن تصورات کو قبول کر کے انھوں نے فکر و نظر کے محاذ پر اشتراکیت سے جنگ شروع کی تو یقیناً یہ تاریخ کا ایک زبردست المیہ ہوگا اور ناصاف و آلودہ اسلام اشتراکیت کا مقابلہ نہ کر سکے گا جس کے نتیجہ میں موجودہ دنیا کی یہ بہت بڑی قوت یعنی امریکہ شاید ہمیشہ کے لئے اسلام سے بیزار اور مایوس ہو جائے گا، اس کے برخلاف اگر اسلام کو صحیح طور پر پیش کرنے والے آگے بڑھ جائیں اور امریکن اربابِ فکر و قوت صحیح اسلام سے روشناس ہو جائیں تو بعید نہیں کہ تاریخ کا ایک بالکل نیا باب کھل جائے اور اہلِ کفر ہی کے ہاتھوں اسلام کی وہ خدمات انجام پا جائیں جن کی خود اہلِ اسلام سے فی الحال کوئی توقع نہیں۔

بہرحال اسلامی تبلیغ کے لئے ویسے تو اس وقت امریکہ کی فضا کافی سازگار ہے اور مبلغین کو امریکن حکومت کی طرف سے کوئی مثبت امداد نہ بھی ملے تو کم سے کم مخالفت و مبارزت کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ سب کچھ اُسی وقت مفید ہو سکتا ہے جب جذب و جنون کو عقل و فکر کی رہنمائی بھی میسر آ سکے اور زور آزمائی کے لئے پیٹ میں دو روٹیاں بھی ہوں۔ اہل و عیال کی طرف سے دماغ پرسکون بھی ہو، مادی وسائل بھی ہاتھ آئیں۔

اس تمام نظر خراشی کا مطلب یہ ہے کہ عزم امریکہ کرنے والوں (کو) اقدام میں جلد بازی اور غیر دانش مندانہ عجلت نہیں کرنی چاہیئے۔ (بلکہ) امریکن کرم فرماؤں سے تفصیلی مراسلت کے ذریعہ اور دیگر ممکنہ ذرائع سے تمام متعلقہ امور کی تحقیق وآگاہی پیشگی ضروری ہے اور اس سے (ز)یادہ ضروری آہنی عزم، حوصلہ مشکلات سے لڑنے کی ہمت اور (شہ)رت کی حرص وتمنا ہے۔ امریکہ میں قادیانی مبلغین عرصے گرم کار (ہ)یں۔ انھیں وہاں کے ماحول وفضا سے آگاہی ہے۔ وسائل وتعلقات (ر)کھتے ہیں نشیب وفراز سے واقف ہیں۔ کسی بھی اسلامی مبلغ کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر انھیں سے جنگ آزما ہونا پڑے گا۔ کون (ج)انے جنگ کن صبر آزما منزلوں سے گذرے۔ اسلامی مبلغین کو پہلے سے ہر سرد وگرم کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

شاید ہنسی اُڑائی جائے کہ خود تو مدیر تجلی نے تبلیغ پر اُبھارا، اور خود ہی مشکلات وموانع کا تذکرہ کرکے ہمتیں توڑ رہا ہے تو بھائی صاحب بات یہ ہے کہ مدیر تجلی محض جذبات کا سہارا لے کر کسی معصوم مخلص بھائی کو قعرِ دریا میں دھکیلنا نہیں چاہتا۔ اگر عامۃ المسلمین کے کردار وتقویٰ پر کامل بھروسہ ہوتا تب تو خادم بلا تامل مشورہ دیتا کہ معاملات حاضرہ کی سازگاری سے فائدہ اٹھا کر بے تکلف راہِ عمل میں کود پڑو۔ لیکن جس صورت میں کہ نفوس دنیا کی آلودگیوں سے داغدار اور ایمان و للّٰہیت کی اعلیٰ قوت سے خالی اور حلم وبرداشت کے کمال سے محروم ہیں اگر بے سوچے سمجھے کوئی تن گئے بڑھ گیا اور ابتلا وآزمائش نے اسے جھنجوڑا تو سوائے اس کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا کہ رجعت قہقہری اور پسپائی کا مظاہرہ کرکے وہ اسلام کی مزید بدنامی اور ضعف کا باعث بنے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اہلِ اخلاص اس بابمیں اپنے طور پر مشورت کریں اور گہرے تدبر کے ساتھ تمام تفصیلات پر نظر ڈالیں۔ ہمیں اگر امریکہ سے مسئولہ تفصیلات موصول ہوئیں تو بالفور شائع کر دی جائیں گی۔

عامر عثمانی ۱۵؍ نومبر ۵۲ء۔

تجلّی کے خریداران توجہ فرمائیں

اگر اس گول دائرے میں ◯ سُرخ نشان بنا ہوا ہے

تو سمجھیئے آپکی خریداری اس پرچہ پر ختم ہو رہی ہے، یا تو آئندہ کیلئے منی آرڈر ارسال فرمائیں

ورنہ وی۔ پی کی اجازت دیں، یا آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو انکاری خط لکھدیں، خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ

پانچ روپے آٹھ آنیکی وی۔ پی سے ارسال ہوگا جو آپ کو ڈاکخانہ کی منی آرڈر فیس بڑھا کر پانچ روپے گیارہ آنے

میں وصول کرنا ہوگا۔ وی۔ پی واپس کرکے ایک غریب مذہبی ادارہ کو نقصان پہونچانے

سے کہیں بہتر ہے کہ تین پیسے کا انکاری کارڈ پہلے ہی لکھدیں۔۔۔

خادم

منیجر تجلّی

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

(جناب قمر بہرامی)

آپ کا پورا نام

آپ کا پورا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے۔ اور یہ نام آپ کا آپ کی پیدائش سے قبل جب کہ فرشتوں نے حضرت مریم کو آپ کی پیدائش کی خبر دی تھی باری تعالےٰ کی طرف سے حضرت مریم کو سنایا گیا تھا کہ مریم! تم کو جو لڑکا ہوگا اُس کا نام "مسیح عیسےٰ ابن مریم" ہوگا ——— عرب میں قانونِ فطرت کے مطابق اولاد کی نسبت ہمیشہ باپ کی طرف کی جاتی تھی۔ لیکن حضرت عیسیٰ چونکہ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے اس لئے لازمًا آپ کی نسبت ماں ہی کی طرف ہوسکتی تھی۔

رہے مسیح اور عیسیٰ تو باعتبار صلاحیت و معجزات آپ مسیح اور عیسیٰ کہلانے کے مستحق ہیں۔ پس آپ کا پورا نام اللہ جل شانہٗ کی جانب سے "مسیح عیسیٰ ابنِ مریم" مقرر ہوا۔ ملاحظہ ہوں آیاتِ ذیل :- إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ٥

(ترجمہ) اور جس وقت فرشتوں نے کہا کہ مریم اللہ تم کو ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جو دنیا و دین میں باعزت اور مقرب بندوں میں سے ہوگا (آلِ عمران رکوع ۵)

آپ کا سنِ شعور

روایت ہے جب سیدنا عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو نجومیوں نے بادشاہ ہیرودس کو اطلاع دی کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ پیدا ہوگیا — یہ سُن کر ہیرودس آپ کا دشمن ہوگیا۔ اور ہر وقت آپ کی فکر میں رہنے لگا۔ اس کی خبر حضرت مریم علیہا السلام کو باری تعالیٰ کی طرف سے دی گئی۔ اور ہدایت کی گئی کہ تم یہاں سے چلی جاؤ۔ اس کے ساتھ مقام کی نشاندہی بھی کی گئی۔ پس حضرت مریم علیہا السلام وہاں سے نکل کر ملک مصر میں چلی گئیں۔ اور وہاں دریائے نیل کے کنارے رملہ گاؤں بسایا اور وہیں ایک مدتِ معینہ تک سکونت پذیر رہیں۔ وہاں کے ایک زمیندار نے آپ کو اپنی بیٹی بنا کر رکھا۔ وہ گاؤں نہایت شاداب اور اونچے ٹیلے پر آباد تھا۔ اسی گاؤں میں سیدنا عیسےٰ السلام سنِ شعور تک رہے۔ اسی اثنار میں بادشاہ ہیرودس کا انتقال ہوگیا۔ آپ کا سن اس وقت تیس سال یا اس سے کچھ اوپر تھا کہ آپ اپنی قوم میں لوٹے۔ اور دعوتِ حق کے کام کا آغاز فرمایا۔ اسی حقیقت کو ذیل کی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ٥ (المومنون رکوع ۳)

(ترجمہ) اور ہم ہی تھے جس نے) ابن مریم اور اس کی ماں کو اپنی قدرت کی نشانی بنا کر ایک اونچی ہموار چشمہ دار جگہ میں ان دونوں کو رہنے کے لئے جگہ دی تھی۔

آپ کی دعوت تبلیغ کا کام بھی اُسی طرح ہوا جس طرح گذشتہ انبیاء علیہم السلام کا ہوتا رہا ہے۔ یعنی اے قوم اللہ کی عبدیت میں اُسی کو اپنا رب مان! تو اس کے ساتھ کسی کو اس کی بادشاہت میں شریک نہ کر! قرآنِ عظیم اور بائیبل کی تلاوت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں بنی اسرائیل میں جو لوگ از قسم علماء تھے۔ وہ رمل میں مہارت رکھتے تھے۔ اور عوام پر اپنے رمل کے زور سے قابو رکھتے تھے۔ عامۃ الناس پر ان کا اس قدر قابو تھا کہ وہ جو کچھ کہتے عامۃ الناس اُس کو صحیح تصور کرتے۔ تورات میں اپنے منشاء کے مطابق ترمیم کرلی گئی تھی۔ گویا تورات کی صحیح روح مفقود تھی۔ پس [illegible] اللہ سیدنا

عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اور تورات کی صحیح تعلیم جو ہو سکتی تھی وہ نکھر کر عامۃ الناس کے سامنے آنے لگی تو ان کاہنوں نے محسوس کیا کہ اگر تورات کی تعلیم نکھر کر سامنے آ گئی۔ اور عوام اس سے متأثر ہو گئے تو ہماری اقتدار ـــــ ختم ہو جائے گا۔ پس ان کاہنوں نے آپ کی سخت مخالفت کی اور غلط پروپگنڈہ حق کے خلاف کرنے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عوام جو ان کاہنوں کے تابع تھے۔ ان کے آگے جھک گئے اور سیدنا مسیح کی دعوت کو سننے اور آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور گریز کی راہ اختیار کرنے لگے۔ جب آپ نے اپنی قوم کی طرف سے مسلسل انکار دیکھا اور ان کے خفیہ منصوبوں کا آپ کو علم ہوا تو آپ مایوس ہو گئے۔ اور سمندر کے کنارے نکل گئے۔ چند لوگوں کو دیکھا اور ان لوگوں کے قریب گئے اور للکارا مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ۔ یعنی آپ نے اس جماعت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اللہ کے دین کے قیام کے لئے امداد کی پیشکش کر سکتا ہو۔ نظام حق کے قیام میں اپنی جان و مال کی بازی لگا سکتا ہو۔ تو آپ کو اس مایوسی کے عالم میں ایک امید کی کرن نظر آئی۔ یعنی وہ جماعت جو آپ کی ملی تھی آپ کی آواز پر لبیک کہہ کر آگے بڑھی۔ اور آپ کے ہمراہ ہو گئی۔ جو حوارین کے نام سے مشہور ہے۔ پس انھیں حقائق کو ذیل کی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

از مُصَدِّقًا تا مُسْلِمُوْنَ (ترجمہ) اور مجھ سے پہلے جو تورات نازل ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں (میری نبوت کی یہ غرض ہے کہ) جو بعض چیزیں تم پر حرام کی گئیں ہیں ان کو تمہارے لئے حلال کراؤں۔ اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی بھی لایا ہوں۔ لہٰذا تم خدا سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بلاشبہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔ چاہیئے کہ اس کی عبدیت میں رہو۔ بالآخر جب حضرت عیسیٰؑ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو وہاں سے نکل کر سمندر کے کنارے چلے گئے اور بحالتِ مایوسی وہاں ان کو ایک جماعت ملی۔ جس سے مخاطب ہو کر (وہ) بولے "کوئی ہے جو اللہ کے واسطے میری مدد کرے؟ حواری بولے ہم اللہ کے رسول کے حامی ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ گواہ رہ کہ ہم اللہ کے مسلم بندے ہیں (آل عمران رکوع ۵)

جب علماء یہود نے دیکھا کہ آپ پر ایک جماعت ایمان لا چکی ہے اور ان کا وقار گرتا جا رہا ہے۔ تب انھوں نے راہ فریب اختیار کی۔ اور یہ تجویز کی کہ اپنے ایک ہوشیار شخص کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ لگا دیا جائے۔ تاکہ وہ ہمیشہ آپ کی خدمت لگا رہے۔ اور آپ کے حالات سے انھیں ہمیشہ باخبر رکھے۔ اور آپ سے سوالات کر کے ایسی باتیں کہلوائے جو حکومت وقت کے نظم و ضبط خلاف پڑتی ہوں۔ اِس بد نہاد جماعت کا یہ منصوبہ کامیاب رہا اور حکومتِ وقت کو آپ پر ہاتھ ڈالنے کا موقع مل گیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو عالم الغیب نے اس کی خبر دی۔ اور بتلا دیا کہ تمہاری قوم نے تمہارے قتل کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ تم ڈرو نہیں مطمئن رہو۔ تمہارے محافظ ہیں۔ ہم ضرور تمہاری عمر پوری کریں گے۔ اور بحالت موجودہ ہم تم کو حالتِ خواب میں اٹھا لیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ جب کاہنوں کو اپنے اس مقصد میں کامیابی ہو چکی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے دار پر کھینچنے کے احکام جاری ہو چکے تو اس وقت آپ کے ساتھ صرف وہ منافق تھا جس کو آپ کے ساتھ کاہنوں نے کر رکھا تھا۔ جب آپ کو گرفتار کرنے کے لئے حکومت کے سپاہی پہنچے اُس مقام پر صرف وہ منافق ہی تھا۔ اور اس کا چہرہ سیدنا عیسیٰ جیسا بن گیا تھا۔ اور آپ اٹھا لئے جا چکے تھے۔ وہ منافق چیخنے چلانے لگا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کو تم گرفتار کر کے دار پر کھینچنا چاہتے ہو بلکہ میں وہ شخص ہوں جس کو قوم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے اُن کے ساتھ کر دیا تھا۔ اُس کی ایک نہ مانی اور اُسی کو دار پر کھینچ دیا گیا۔ ذیل کی آیات اسی حقیقت کو آشکارا

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ (آل عمران رکوع ۶)

(ترجمہ) اور یہودیوں نے تدبیریں کیں۔ اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ ہی تدبیر کرنے والوں میں بہتر ہے۔ اور جب عیسیٰ (؟) سے مایوس ہو گئے تو اللہ نے انھیں تسلی دی اور وعدہ کیا کہ میں تم کو حالتِ خواب میں اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ اور منکرین حق (کی) بندیوں) سے تم کو پاک کر دوں گا اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو ان منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ اس کے بعد تم

ط آتا ہے۔ میں ہی تمہارے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرونگا
ے کے اٹھائے جانے کا واقعہ بالکلیہ ایک رازِ سربستہ
س حقیقت سے حوارین کی جماعت بھی واقف نہ ہو سکی۔
کے بعد متفرق خبریں پھیلیں بد قماش یہودی تو متفق اللسان
دار پر کھینچے جانے کی خبر پھیلانے لگے۔ اور اُس کے مقابلہ
آپ کے دار پر کھینچے جانے کے تیسرے روز اٹھائے جانے
لیا۔ چونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے غالباً اس حد تک
ی تعالیٰ مجھ کو اٹھالے گا۔ اور پھر میں قیامت کے قریب
گر جب اُنھوں نے دار پر لٹکی ہوئی نعش کو دیکھا تو
ی صورت معلوم ہونے لگی تو اُن
ا کر شاید اس کے بعد قبر
اُٹھائے جائیں گے۔
ن لوگوں نے انجیل
دیا کہ مرنے کے
ر اُٹھائے گئے
ز دیک سیدنا
ا فت پر مبنی
دار پر کھینچے جانے
قدر بھی واقعات
رائی گئی تھی وہ بالکل
ے تھے۔ مگر جب دار پہ
صادق القول کی نعش نظر آئی تو وہ
کیونکہ وہ اس حقیقت سے واقف نہیں تھے۔
ر شخص کو کھینچا گیا ہے وہ سیدنا مسیح نہیں تھے۔ بلکہ وہ شخص
ساتھ منافق کی حیثیت سے متعین تھا جس کو ہم شبیہ بنا کر
یا۔ وہی گرفتار ہوا۔ اور دار پر کھینچا گیا۔ معلوم ہوتا ہے
ارین کو اس حقیقت کی واقفیت سے محروم رکھا تھا۔
سے واقف کرا دیا جاتا تو اس راز کے فاش ہو کر
جانے کا امکان تھا۔ یا یہ کہ خود سیدنا مسیح کو اس سے
۔ جس کی وجہ سے حوارین کو بھی اس کا علم نہ ہو سکا۔
ر کوئی صاحبِ کتاب نبی محمد عربی سے قبل نہیں

مبعوث کیا گیا۔ جس کے ذریعہ اِس بے حقیقت پروپگنڈے کی تردید کی جاتی۔ لہٰذا خدا کے آخری رسول آقائے نامدار سید الابرار محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا گیا۔ اور بتایا گیا کہ مسیحؑ نہ دار پر کھینچے گئے اور نہ کسی اور طرح ان کا قتل واقع ہوا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں صحیح و سالم اُٹھا لیا۔ پھر وہ قیامت کے قریب ضرور آئیں گے۔ انکی آمد قیامت کی نشانی ہے۔ جب وہ آئیں گے تو اُن کے عیسیٰ بن مریم ہونے کی علامت یہ ہوگی کہ کل اہلِ کتاب جو اُس وقت دنیا میں بستے ہوں گے آپ کو پہچان کر آپ پر ایمان لائیں گے۔ اور اہلِ کتاب میں کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جو آپ پر ایمان لائے بغیر رہ سکے۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد جملہ فتنے بشمول فتنۂ دجال ختم ہو جائینگے کل انسانیت کا ایک ہی دین ہو جائے گا۔ لڑائیاں ختم ہو جائینگی جہاد کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ چونکہ آپ کنوارے اُٹھا لئے گئے ہیں۔ اس لئے اس وقت آپ نکاح فرمائینگے اور تقریباً ۴۵ سال زندہ رہ کر فوت ہو جائیں گے۔ امتِ محمدیؐ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھے گی۔ اور آپ کو رسالت مآب صلعم کے گنبدِ مبارک میں جو ایک مقبرہ کی جگہ محفوظ کی گئی ہے اُس میں دفن کر دیا جائے گا۔ ملاحظہ ہوں حسب ذیل دلائل جو ہمارے اِس بیان کے مصدق ہیں۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝

(ترجمہ) اور اُن کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو

ں کر دیا ہے (یہ اصل ہے) وہ نہ تو اُن کو قتل کر سکے۔ اور نہ سولی
چڑھا پائے۔ بلکہ اُن کو شبہ میں ڈال دیا گیا۔ جن لوگوں نے اس
مسلہ میں اختلاف کیا ہے۔ وہ ضرور شک میں مبتلا ہیں اُن لوگوں کو
اسے قیاس آرائی کرنے کے کوئی صحیح علم نہیں ہے۔ اُن لوگوں نے
بنی کو) یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اُن کو اپنی طرف اٹھالیا۔
ند صاحب حکمت و قوت ہے (وہ ابھی مرے نہیں) اُن کے مرنے
ہ پہلے (پھر دنیا میں آئیں گے) اور اُس وقت اُن کے مرنے سے
لے جس قدر بھی اہلِ کتاب زمین پر ہوں گے ان پر ایمان لائیں گے
ر بروزِ قیامت وہ ان کی گواہی دیں گے۔

یاد رہے کہ اِن آیاتِ مبارکہ کی تفسیر میں رسالت مآب صلعم
ے ارشاد فرمایا ہے۔ جس کو آپ صحیح بخاری و صحیح مسلم و دیگر کتب
دیث میں پائیں گے۔ (عن ابوھریرۃ رضؓ)

لّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ۔۔۔۔۔۔ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ
کمًا عَدْلًا فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعَ الْحَرْبَ وَیَفِیْضَ
لْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ
خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْھُرَیْرَۃَ اِقْرَءُ وْا
ن شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ
مَوْتِہٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا ؀

ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے قسم ہے
اُس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بلا شبہ تم میں ابنِ مریم
نازل ہوں گے۔ پس وہ صلیب کو توڑیں گے اور سور کو قتل کریں گے
اور جنگ کو بند کریں گے اور بہت مال خرچ کریں گے۔ یہاں تک کہ
اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے
بہتر ہوگا۔ پھر آپ فرماتے ہیں اگر تم کو اس میں شک ہے تو تم قرآنِ
عظیم کی اس آیت کو پڑھ لو کہ اور کوئی اہلِ کتاب ایسا نہ ہوگا۔ جو
اُن کی موت سے پہلے اُن پر ایمان نہ لے آئے اور وہ اُن اہلِ کتاب
پر بروزِ قیامت گواہی دیں گے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُکَ مِنْہُ یَصِدُّوْنَ ؀
وَقَالُوْٓا ءَ اٰلِھَتُنَا خَیْرٌ اَمْ ھُوَ مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا
بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ؀ اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ وَجَعَلْنٰہُ
مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ؀ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ مَّلٰٓئِکَۃً فِی
الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ؀ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ
بِھَا وَاتَّبِعُوْنِ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ؀ وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ
الشَّیْطٰنُ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ قرآن عظیم (الزخرف رکوع ۶)

(ترجمہ) اے محمدؐ۔ جب ابن مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو تمہاری
قوم ایک دم تالیاں بجاتی ہے اور کہنے لگتی ہے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں
یا عیسٰی اور انھوں نے یہ مثال جو تم سے بیان کی صرف جھگڑنے کو بیان
کی بات یہ ہے کہ یہ جھگڑالو قوم ہے۔ عیسٰی تو صرف ایک بندہ ہے جس پر
ہم نے فضل کیا اور اُس کو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ قرار دیا۔ اگر ہم چاہتے
تو تمہارے بدلے فرشتے پیدا کر دیتے جو زمین پر خلافت کرتے۔ درحقیقت
وہ (عیسٰی) قیامت کی نشانی ہیں۔ پس تم اس بات میں شبہ نہ کرو۔ اور
(کہو) میری اتباع کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ کہیں شیطان تم کو اس
بات کے ماننے سے روک نہ دے۔ کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

عَنْ اَبُوْھُرَیْرَہ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم۔ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا
نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ
(بیہقی کتاب الاسماء و الصفات ص ۳۰۱)

(ترجمہ) ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ عیسٰی ابن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے
اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

عن عبد اللہ ابن عمر۔ قال رسول اللہ صلعم۔ ینزل عیسٰی
ابن مَرْیَمَ اِلَی الاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا
وَاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ
اَنَا وَعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ
(رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء)

(ترجمہ) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا حضورؐ نے کہ زمانہ آئندہ میں
عیسٰی بن مریم زمین کی طرف اُتریں گے۔ پھر نکاح فرمائیں گے۔ اُن کو
اُولاد ہوگی۔ اور زمین پر (۴۵) سال ٹھیریں گے پھر وفات پائیں گے
اور میرے قریب دفن کئے جائیں گے۔ قیامت کے روز میں عیسٰی بن مریم
کے ساتھ ابوبکر و عمر کے درمیان سے اٹھوں گا۔

ذَالِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ ؀ (مریم)

(ترجمہ) یہ ہے عیسٰی بن مریم کے متعلق سچی بات جس میں وہ (بد قماش لوگ)
کر رہے ہیں۔

تجلی کی ڈاک

شرائط:- ایک دفعہ میں تین سوالوں سے زیادہ ہرگز نہ بھیجیں (۲) سوالات مختصر اور تحریر خوش خط ہونی چاہئے بگھسیٹ لکھے ہوئے قابلِ جواب نہ ہوں گے (۳) جنسی مسائل اور عریانی آمیز سوال نہیں شائع کئے جائیں گے۔ اگر کوئی جنسی مسئلہ ضروری دریافت طلب ہو تو جوابی خط لکھئے (۴) فوری اشاعت کا مطالبہ نہ کیجئے۔ اپنے نمبر پر اشاعت ہوگی۔ اور ضروری نہیں کہ آپ کے تینوں سوال ایک ہی بار شائع ہوں (۵) سوال کے خط میں دیگر دفتری امور مت شامل کیجئے۔ ورنہ جواب نہ ملے گا (۶) اپنا پورا پتہ اور نام صاف لکھئے۔ ورنہ سوالات شائع نہ ہوں گے۔

شرائط کی پابندی نہایت ضروری ہے!!

سوال۱:- از تاج خانم۔ موڑ تاڑ (دکن) **عورت کی آواز**

عورت کو قرآن شریف بآوازِ بلند پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۱:-

اگر کسی غیر تک آواز پہنچنے کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھنا چاہئے۔ بعض فقہانے عورت کی نفسِ آواز ہی کو ستر کہا ہے۔ یعنی قابلِ پردہ۔ بعض نے نفسِ آواز کو ستر نہیں مانا بلکہ اس کے متوازن اُتار چڑھاؤ، ترنم لحن و آہنگ کو ستر کہا ہے۔

بہر صورت اصل یہ ہے کہ اسلام کا مقصد اُن مفاسد کا دروازہ بند کرنا ہے جو مرد کے عورت کی طرف فطری میلان کے غیر جائز طریقوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہی عورت کو اپنے اعمال اور طور طریق کا محاسبہ کرنا چاہئے۔

سوال۲:- (ایضاً) **بلا اجازت شوہر خیرات کرنا**

مسماۃ زبیدہ کے شوہر صاحبِ استطاعت ہیں مگر فطرت بخل بہت ہے۔ یتیم بچوں اور غریبوں کی مدد نہیں کرتے۔ بحالتِ مجبوری عورت اپنے شوہر کے بغیر حکم اُن کی مدد کر سکتی ہے یا نہیں! معلوم فرماکر ہماری الجھنوں کو دور کریں۔

جواب۲:-

جو مال عورت کا اپنا ہے اس میں سے تو غرباء و مساکین کی مدد کرنا بلا اذنِ شوہر یقیناً درست بلکہ بعض حالات میں ضروری ہے اور جو مال شوہر کا ہے لیکن اس نے بیوی کو اس کی منشا اور مرضی کے مطابق خرچ کرنے کو دیا ہوا ہے اس میں سے بھی بلا اذنِ شوہر راہِ خدا میں صرف کرنا درست ہوگا۔ البتہ جو مال شوہر نے کسی خاص مد میں صرف کرنے کو دیا ہے اور بیوی جانتی ہے کہ اس خاص مد کے علاوہ کسی جگہ صرف کرنا شوہر کے خلافِ مرضی ہوگا۔ وہ بے شک صدقہ و خیرات کے لئے نہیں خرچ کیا جا سکتا۔

سوال۳:- (ایضاً) **رشوت**

میری سہیلی اُم سلمہ کے خسر پٹیل ہیں جن کے ہاں اکثر چیزیں مثلاً مرغ، ترکاریاں، آم وغیرہ وغیرہ یونہی مفت میں آجاتی ہیں

جس کو عام طور پر (ایتی) کہا کرتے ہیں۔ ان کا لینا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں بھی ایسی چیزیں اکثر آیا کرتی ہیں میری سہیلی اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ ایسا کھانا درست نہیں اور وہ خود بھی ایسی چیز کھانے اور لینے سے احتراز کرتی ہیں۔ لہٰذا آپ ہم لوگوں کو آگاہ کیجئے کہ ایسی چیزیں لینا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟

جوابؔ :۔

اصحابِ اقتدار کو بلا کسی جائز وجہ اور موزوں تقریب کے نذر کیا ہوا مال رشوت ہی ہے خواہ نذر کرتے وقت کوئی معاملہ درپیش نہ ہو۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کو نذرانہ یا تو دلی تعلق کے باعث دیتا ہے یا ثواب کی خاطر۔ یا دنیاوی مفاد کے لئے۔ یا بعض تمدنی اور معاشرتی رسوم کو نبھانے کی خاطر۔ پٹیل صاحب کو ایک غیر شخص جو مرغ یا پھل وغیرہ دے رہا ہے اسکی تہہ میں سوائے دنیاوی مفاد کے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اگرچہ فی الحال اس کی کوئی ضرورت اٹکی ہوئی نہیں۔ لیکن وہ پیش بندی کے طور پر سوچ رہا ہے کہ کل کلاں کو جب کوئی کام پڑے گا تو پٹیل صاحب کا بے لاگ انصاف اور دیانت وامانت ضرور اس کی دی ہوئی نذروں اور تحفوں کی پاسداری کریں گے۔

بہرحال غیر مشتبہ یہی ہے کہ ایسی چیزوں سے بچا جائے۔

سوالؔ :۔ از مرزا احمد علی بیگ چغتائی۔ ناندیڑ (دکن)

تجلی بابتہ ماہ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں سوال کے جواب میں تمہیدی عبارت میں آپ نے سورج کا گردش کرنا تحریر فرمایا ہے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ سورج ساکت ہے اور سیارگان اس کے اطراف گردش کرتے رہتے ہیں ممکن ہے کہ نادانستگی میں یہ جملہ آپ کے قلم سے نکل گیا ہو اگر کسی جدید معلومات کے تحت سورج کا گردش کرنا ثابت ہوا ہے تو اس کی توضیح آئندہ شمارے میں فرما دیجئے کہ میری اور مجھ جیسے دیگر اشخاص کی غلط فہمی دور ہو سکے۔

جوابؔ :۔

جہاں تک ہماری ناقص معلومات کا تعلق ہے موجودہ سائنس نے سورج کو سیارہ مانا ہے اور اس کی دو گردشیں تسلیم کی ہیں۔ ایک اپنے محور پر (لٹو کی طرح) اور ایک دیگر اجرامِ کائنات کے گرد تفصیلات کیا ہیں اس کا نہ ہمیں تحقیقی علم ہے نہ ہمارا جواب اس بحث کا متقاضی ہے۔ کسی کو اگر اس پر اصرار ہو کہ سورج گردش نہیں کرتا تو ہمیں اس سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ ہمارا تو مقصد صرف اتنا کہنا تھا کہ عورت کا مرد اور مرد کا عورت بن جانا خدا کی قدرتِ کاملہ کے پیشِ نظر کوئی ناقابلِ فہم بات نہیں جب کہ اس کی قدرت کے دیگر مظاہر اس سے کہیں زیادہ عجیب و حیرت ناک حقیقتوں کے حامل ہیں۔

ہدیہ و نذرانہ

سوالؔ :۔ از عبدالغفار۔ شاہ آباد۔

علماءِ کرام میں سے اکثر و بیشتر پیر بنتے ہیں اور عام طور سے مشاہرہ میں یہی آتا ہے کہ ان حضرات نے پیری مریدی کو بطور پیشہ کے اختیار فرما لیا ہے۔ اور ان کا ذریعۂ معاش سوائے نذرانے اور تعویذ گنڈے کے سلسلہ میں وصولی ہوئی رقم کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ تو دریافت طلب امور یہ ہیں کہ آیا فریضۂ تبلیغ و رشد و ہدایت کو اس طرح بطور ایک پیشہ کے اختیار کر لینا شریعتِ اسلامیہ اور سنتِ محمدیہ کے عین مطابق ہے؟! اور اس "راہِ خیر" میں حاصل کئے ہوئے نذرانے کیا "نذرِ مسنون" کی تعریف و تحدید میں آجاتے ہیں؟ کیا اس طرح کی حاصل کردہ رقوم نذرانہ کو ذریعۂ معاش بنانا اور تعویذ گنڈے کے سلسلہ میں کی ہوئی آمدنی کو اپنی ذات کے لئے استعمال کرنا درست و جائز ہے؟ اور کیا ان حضرات کے لئے جو پیری اور رشد و ہدایت کے مسندِ جلیلہ پر فائض ہیں اس طرح کا مقدس ذرائع سے حاصل کیا ہوا رزق واقعی اکلِ حلال ہے؟ کیا تقویٰ و دینداری کا یہی تقاضا ہے کہ بے چارے غریب مریدوں کی خون پسینہ ایک کر کے حاصل کی ہوئی کمائی کا معتدبہ حصہ ان متبرک و مقدس ذریعوں سے حاصل فرما لیا جاوے اور غریبوں کی گاڑھی کمائی پر اپنی مقدس و متبرک زندگی سال بھر نہایت اطمینان اور عیش و راحت سے گذاری جائے اور غریب و بدبخت مریدوں کی کوئی خبر تک بھی نہ لی جائے کہ ان کی گذر بسر کیونکر ہو رہی ہے زندہ ہیں یا مر گئے؟ اور اگر کبھی کوئی غریب حالتِ اضطراب میں کہہ اٹھتا ہے کہ ؎

بدبخت مریدوں پہ بھی یا رب نگہِ لطف!
مانا کہ جو نعمت ہے وہ پیروں کے لئے ہے!

تو بڑے عارفانہ انداز میں ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا ہوا کہ شاعر

کے دل کی گندگی زبان پر آگئی۔

جواب:-

گستاخی معاف۔ آپ کے سوال میں ایک طرح کی نفرت کینہ اور تخریب پسندی ہے جو تحقیق حق کے جذبے سے متضاد شئی ہے۔ بہرحال جواب یہ ہے کہ ارشاد و ہدایت کو پیشہ بناکر روپیہ کمانا تو بلا شک ناجائز ہے اور ریاکار پیروں کا ٹھکانا جہنم ہونا چاہئے۔ لیکن پیشہ بنانے کی مذموم اصطلاح ہر اس جگہ صادق نہیں آتی جہاں پیر ارشاد و ہدایت کے سوا کوئی دوسرا ذریعۂ معاش نہ رکھتا ہو۔ یعنی اگر ایک نیک پابندِ شریعت انسان اپنے تمام اوقات ارشاد و ہدایت کے کارِ عظیم میں صرف کرتا ہے اور کوئی دوسرا ذریعۂ معاش نہیں رکھتا۔ بلکہ معتقدین کے دیئے ہوئے نذرانوں ہی سے گذر اوقات کرتا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ آپ اسے پیشہ ور سمجھ لیں اور اس کی کمائی کو حرام ٹھیرادیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیاتِ رسالت خالص ارشاد و ہدایت میں گذری ہے۔ کوئی ذریعہ معاش آپ نے اختیار نہیں فرمایا۔ بلکہ رسالت کی تمام زندگی میں بے شمار درہم و دنانیر نذرانہ و تحفہ کے طور پر قبول فرمائے اور خرچ کئے۔ اس لئے یہ تو کہنا حماقت اور گمراہی ہوگا کہ ہر وہ پیر پیشہ ور ہے جو پیری کے علاوہ کوئی ذریعۂ معاش نہیں رکھتا۔ البتہ ماضی اور حال دونوں میں بے شمار ریاکاروں نے پیری کو بطور پیشہ دنیا حاصل کرنے کے لئے اختیار کیا ہے اس لئے طالب حق کو انتہائی احتیاط اور سوجھ بوجھ لازم ہے۔ رہیں نذرانے اور ہدیے کی رقمیں تو اگر ایک شخص واقعی خلوص کے ساتھ لوجہ اللہ ارشاد و ہدایت کے کام میں وقت گذار رہا ہے تو اس جیسے عظیم و مقدس کام کے انعام میں اگر اللہ تعالیٰ بندوں سے کچھ تحفے اور نذرانے دلوا دیتے ہیں اس میں اعتراض و اشتباہ کی کیا گنجائش ہے۔ آخر انسان تو دوسرے انسان کو اپنی خدمت کے معاوضہ میں تنخواہیں دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے معاوضہ میں دولت جیسی حقیر شئے کیوں نہ دے گا اپنی مرضی اور خواہش سے کسی کو ہدیہ اور نذرانہ دینا دنیا کے کون سے اخلاقی نظام میں معیوب ہے جو اہل اللہ کے معاملہ میں معیوب ٹھیرے۔

ہاں تعویذ گنڈے کے معاوضہ کو ہم درست نہیں سمجھتے۔ طنز و طعن کے طور پر پیروں کے لئے جو کچھ بھی کہدیجئے آپ کی مرضی۔ لیکن مخلصانہ رشد و ہدایت اور خدمتِ دین کے انعام میں اللہ کی طرف سے راحتِ دنیا کی عطا کچھ خلافِ قیاس اور غیر منصفانہ تو نہیں ہے

سوال:- (ایضاً)　**مجبوری و ابتلاء**

کسی مانے ہوئے چور بدمعاش اور ڈاکو کے خلاف پولیس کے سکھلانے پر قانونی مصلحتوں کی بنا پر جھوٹی شہادت دینا (جب کہ آدمی پر پولیس کی طرف سے شدید دباؤ ڈالا جارہا ہے اور ایسا نہ کرنے پر اپنی ذلت، بے آبروئی اور بعض حالات میں پٹ جانے کا خطرہ درپیش ہو) جائز ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں ایک مسلمان کیا کرے آیا جھوٹی شہادت دے یا اپنی ذلت و بے آبروئی قبول کرے؟ اپنا ایمان تو یہی کہتا ہے کہ چاہے ذلت و رسوائی اور بے عزتی ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ لیکن جھوٹی شہادت ہرگز نہ دے۔ مگر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سراسر بے وقوفی اور حماقت ہے اس لئے کہ اگر ایک مانے اور جانے ہوئے چور اور ڈاکو کے خلاف جھوٹے الزامات کی شہادت دیدی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے ایمان نہیں بگڑتا۔ بلکہ مصلحتاً ایسا کردینا ہی بہتر ہے۔ لہٰذا آپ براہِ کرم سچے دین کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ ان حالات میں ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہئے۔ آیا جھوٹی شہادت یا اپنی بے آبروئی یا پولیس کی سختی کا مقابلہ جب کہ ادھر بے کسی و ناتوانی ہو اور ادھر پولیس کا پورا اسٹاف اور اس کی طاقت۔

جواب:-

اس مسئلہ کا جواب ہر شخص کی اپنی برداشت اور اہلیت اور قوتِ ایمانی پر ہے۔ جان کے خوف سے زبانی اقرارِ کفر شرعاً جائز ہے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ بے شمار اللہ کے بندوں نے جان دینی منظور کی مگر هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہی کہتے رہے۔ اسی طرح انتہائی مجبوری میں حرام کھانا جائز ہو جاتا ہے۔ لیکن بہت سے اہلِ ایمان اس جواز سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

یہی حال آپ کے پیش کردہ معاملہ کا ہے۔ اگر مسلمان اُن ذلتوں ابتلاؤں اور مصیبتوں کے برداشت کی ہمت و قوت رکھتا ہے جو جھوٹی گواہی سے انکار کی صورت میں لازماً پیش آتی ہیں تو اسے صاف انکار کا حق حاصل ہے۔ اور اگر برداشت کی قوت نہیں رکھتا تو جھوٹی گواہی کا گناہ قبول کرنا ہی اولیٰ ہے۔ کیونکہ اگر قبول

نہ کیا تو مصیبت و کلفت میں گھر کر یا تو خود کشی جیسے عظیم گناہ کا مرتکب ہوگا یا مصیبت سے اور گناہوں سے آلودہ ہونے پر مجبور ہوگا۔ خود وہ اور اس کے لواحقین سخت فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور الفتنة اشد من القتل۔

لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب کہ خطرات محض خیالی نہ ہوں یقینی ہوں۔ خدا پر پورا بھروسہ کرنے والے قوی ایمان کے لوگ اسبابِ ظاہری کی پروا نہ کرتے ہوئے محض امدادِ خداوندی کے بھروسہ پر پامردی اور عزیمت سے کام لیتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ بارہا ان کا اعتماد علی اللہ حالاتِ ظاہری کے برخلاف عجیب و غریب کرشمے دکھاتا ہے۔

سوال ۷:۔ از وحید بیگ۔ ضلع آگرہ۔ نذر لغیر اللہ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کیا نذرِ غیر اللہ کا کھانا حرام ہے۔ زید کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھکر جو فاتحہ دی جاتی ہے وہ کھانا حرام ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ جائز ہے بلکہ سنت ہے۔

جواب ۷:۔

کھانے پر فاتحہ دینا بدعات میں سے ہے اور نذر لغیر اللہ کا کھانا قطعاً ناجائز ہے۔

سوال ۸:۔ (ایضاً) استعانت اور توسل

خالد کہتا ہے کہ دعا مانگتے وقت یا فاتحہ دیتے وقت رسول اللہ کا واسطہ یا اُن کا وسیلہ پکڑنا ناجائز نہیں ہے۔ اور نہ ان سے حاجت کی دعا مانگنی چاہئے اور حامد کہتا ہے کہ دعا یا فاتحہ کے وقت رسول اللہ کا واسطہ یا وسیلہ ضرور ہونا چاہئے۔ بغیر اس کے دعا یا فاتحہ قبول ہی نہیں ہوگی۔ آپ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ واضح کر دیجئے تاکہ تسلی ہو جائے۔

جواب ۸:۔

دعا میں آنحضور کا وسیلہ اختیار کرنا نہایت بابرکت اور مفید ہے بشرطیکہ آں حضور کو شریکِ الٰہیت نہ کیا جائے۔ مثلاً اس طرح کہنا چاہئے کہ "اے اللہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل سے میری فلاں مراد پوری کر دے"۔

یہ طریقہ اولیٰ اور انسب ہے لیکن لازمی نہیں۔ بکواس کرتا ہے

وہ شخص جو کہتا ہے کہ اس کے بغیر دعا مقبول ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ لازم قرآن و حدیث آثار و تاریخ اور عقائد و فقہ کے بالکل خلاف ہے۔ رہا فاتحہ کا معاملہ تو مروجہ طریقِ فاتحہ جب بجائے خود بدعت ٹھیرا تو وسیلہ و واسطہ کیسا؟

سوال ۹:۔ (ایضاً) بدعات

کیا چالیسواں یا تیجہ کرنا جائز ہے؟ کیا چالیسویں یا تیجہ کا کھانا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں اگر ہاں تو کیوں؟ ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیجئے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

جواب ۹:۔

چالیسواں اور تیجہ وغیرہ سب ایجادِ بندہ ہیں۔ "نہیں تو کیوں اور ہاں تو کیوں" خوب مصرعہ ہے۔ مصرعہ ثانی یہ سمجھئے کہ جائز اسلئے نہیں کہ قرآن و سنت میں ان کی کوئی اصل نہیں اور ناجائز یوں ہیں کہ بندوں نے انھیں ایجاد کر کے شاملِ دین کر لیا ہے اور بندوں کی دینی ایجاد بدعت کہلاتی ہے جسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردود قرار دیا ہے۔

سوال ۱۰:۔ از علی حسن۔ گلگت۔ پولو

یہاں پر گھوڑوں پر سوار ہو کر ہاکی کی طرز پر ایک کھیل کھیلا جاتا ہے جسے پولو کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ غالباً یہ وہی کھیل ہے جسے قطب الدین ایبک لاہور میں کھیلتا ہوا گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔ اس جگہ کے شیعہ حضرات کے نزدیک یہ کھیل گناہِ کبیرہ ہے۔ اور اگر کوئی آدمی کھیلتے وقت گھوڑے سے گر کر مر جائے تو اسکا جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین فتیح اس مسئلے کے؟ کیا واقعی یہ کھیل آپ کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے یا نہیں؟

جواب ۱۰:۔

پولو کو اگر گناہِ کبیرہ بھی مان لیا جائے تو پولو کھیلتے ہوئے مرنے والے کی نمازِ جنازہ کی ممانعت آخر کونسی شرعی دلیل سے ثابت ہوئی؟ شیعہ حضرات کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ہم کہتے ہیں پولو کے گناہِ کبیرہ ہونے پر ہی کیا دلیل ہے؟ لہو و لعب کے زمرے میں شامل کرتے ہوئے آپ اسے ایک ناپسندیدہ اور غیر ثقہ فعل تو ضرور کہہ سکتے ہیں۔ لیکن عصر کی نماز پڑھ کر اگر ایک شخص ستر گھوڑے بغیر پولو

کھیلتا ہے اور فراغت کے بعد نمازِ مغرب ادا کرتا ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ اس نے شریعت کی کس اصل یا فرع کا خلاف کیا۔ زیادہ سے زیادہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کھیل کافروں کا مخصوص کھیل ہے اس لئے حدیث تشبّہ کی رو سے ناجائز ٹھیرا۔ ہم کہیں گے کہ حدیث تشبّہ کا دائرہ اتنا وسیع کرنے سے ایسی صدہا چیزیں حرام ٹھیر جائیں گی جو فی زمانہ کسی بھی مستند عالم دین کے نزدیک حرام نہیں اور فی الحقیقت انھیں حرام ہونا بھی نہیں چاہئے۔ آپ کہیں گے پولو کے ذریعہ رقموں کی ہار جیت ہوتی ہے۔ ہم کہیں گے اگر ایسا ہے تو حرمت قمار کے سبب ہوئی نہ کہ براہِ راست پولو حرام ٹھیری۔

قمار تو کسی بھی حلال شے کو حرام کر دیتا ہے۔ پولو کی کیا تخصیص۔ پولو کو حرام کہنے کی صورت میں ہاکی فٹ بال کرکٹ کیرم سب کو حرام کہنا پڑیگا۔ حالانکہ قرآن وسنت سے ایسے لہو ولعب کی صرف کراہت و نامرغوبیت ثابت ہوتی ہے حرمت نہیں۔

سوال ۱۱:۔ از ملنگ شاہ ضلع اورنگ آباد (دکن)

جماعت اسلامی اور شاہ ولی اللہؒ

ہندوستان کے معلم العلماء سب سے پہلے ہندوستان میں علم دین کا چراغ روشن کرنے والے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے "عقائد" کیا ہیں۔ اور آج کونسی جماعت (تقویۃ الایمان کے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ والی جماعت یا "الوارث" ہفتہ وار۔ بمبئی کے متقدر حضرات مولانا حشمت علی صاحب بریلوی کی جماعت یا "جماعت اسلامی" نام سے موسوم جماعت) آپ کے عقائد سے قریب تر عمل پیرا ہے۔ جو بھی جماعت آپ سے قریب ہوگی کیا وہی حقیقت شناس اور وہی حق کی پیرو ہوگی یا کیا؟

جوابؒ:۔

آپ کے سوال میں الجھاؤ اور ابہام ہے۔ دینی عقائد تو ایک بحرِ ذخار ہیں کس کس عقیدے کا ذکر کیا جائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ یا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کوئی نیا عقیدہ نیا طریقہ نیا راستہ لیکر نہیں آئے، بلکہ اپنے علم وبصیرت کی حد تک انھوں نے انھیں عقائد کو دنیا کے سامنے پیش کیا جو صدیوں پہلے قرآن وسنت نے دیئے تھے اور جن میں بعد کے لوگوں نے آمیزش کر دی تھی۔ مولانا حشمت بریلوی کی جماعت کے مختلف فیہ مسائل کا تو ہمیں تفصیلاً پتہ نہیں۔ البتہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جماعت اسلامی کے اصولی عقائد وخیالات کا علم ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہمیں کوئی ایسی حدِ فاصل اور تضاد نظر نہیں آتا کہ ایک شخص دونوں میں سے صرف ایک ہی کو منتخب کر کے دوسرے کو ٹھکرانے پر مجبور ہو۔ شاہ صاحب کی عظمت وثقاہت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ لیکن ایک انسان کی حیثیت سے انھیں شریعت اسلامی معصوم عن الخطاء نہیں کہہ سکتی۔ اگر جماعت اسلامی کے کسی فرد یا چند افراد کو ان کے کسی خاص عقیدے یا طور وطریق سے قرآن وسنت کی روشنی میں اختلاف ہو تو یہ تو بے شک کہا جانا ممکن ہے کہ اختلاف کرنے والوں کی دلیل کمزور ہے یا بصیرت ناقص ہے یا ان کی سمجھ غلطی کر رہی ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا اختلاف کرنا ہی سرے سے معصیت اور خلافِ شریعت ہے۔ نہ اس طرح کے جزوی اختلافات سے دو الگ الگ قیادتیں قائم ہوتی ہیں کہ ان میں سے صرف ایک کے پیچھے چلا جا سکے اور دوسری کو رد کرنا لازمی ٹھیرے۔

آپ کا جواب تو یہاں ختم ہوا۔ بطور تنبیہ و توضیح اتنا کہنا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ریاکار صوفیوں اور دین کے سوداگروں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے خلاف تعمیری نقطہ سے بعض ارباب جماعت اسلامی نے جو تحریری مہم شروع کی تھی وہ اپنی جگہ مفید اور مصلحانہ ہونے کے

باوجود بعض جذباتی اور انتہا پسند حضرات کی غیر ذمہ دارانہ تحریر وں سے نہایت غلط صورت اختیار کرگئی ہے۔ ایسی ہی غلط اور مکروہ صورت جو کمیونزم والے سرمایہ داری کے بالمقابل اختیار کرتے ہیں۔ حتٰی کہ دانستہ یا نادانستہ نفس تصوف اور طریقت ہی کے بیخ و بن اُکھاڑے جارہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے خیال میں جماعتِ اسلامی کے اربابِ اخلاص کا مقصد و منشاء نفسِ طریقت و تصوف کا مٹانا نہیں بلکہ غلو، انتہا پسندی، ریاکاری، بے عملی اور دینی سوداگری کو مٹانا ہے۔ اگر ہمارا حسن ظن غلط ہے اور واقعی جماعت اسلامی تصوفِ صحیحہ اور طریقت و معرفت کی مخالف ہے (جو کہ فی الحقیقت شریعت سے جدا کوئی چیز نہیں۔ بلکہ شریعت اور علمِ دین کے ارتقائی مقامات و منازل ہیں) تو بلاشبہ ہم کہیں گے کہ شاہ ولی اللہ کی تعلیم اور جماعتِ اسلامی کی تعلیم میں تضاد ہے اور حق و صداقت شاہ صاحب کی طرف ہے۔

سوال[۱۲] :- از معصوم علیخاں۔ کراچی۔ پگڑی

زید کا مکان ہے یعنی وہ مالک ہے۔ بکر کرایہ پر رہتا ہے۔ حقِ آسائش حاصل ہے۔ بکر اپنے اس حق کو بلا رضامندی مالک مکان یا دوکان رحیم کو منتقل کردیتا ہے۔ اب بکر کے بجائے رحیم اس مکان یا دوکان پر قابض ہوجاتا ہے۔ لیکن اس انتقال میں بکر رحیم سے کچھ روپیہ لے کر قبضہ دیتا ہے۔ یہ روپیہ عام زبان میں پگڑی کی رقم کہلاتا ہے۔ انتقال کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ مکان یا دوکان مع سامان منتقل کیا جاتا ہے یا بلا سامان کیا جاتا ہے۔ لیکن عام طور پر مع سامان اور باردانہ حوالہ ہوتا ہے۔ آیا یہ پگڑی جائز ہے؟

جواب[۱۲] :-

جو مکان یا دوکان ہم نے کرایہ پر لے رکھی ہے اس میں رہائش اور کاروبار کا حق ہمیں تو بے شک ہے۔ لیکن اس کو مالک کی مرضی کے بغیر دوسروں کو کرایہ پر دیدینا اور ان سے پگڑی وصول کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ خود مالک مکان یا مالک دوکان بھی اگر کرایہ کے علاوہ کوئی رقم بطور پگڑی لے جیساکہ آج کل عام دستور ہوگیا ہے تو ہمارے خیال میں یہ رشوت ہے جو جائز نہیں ہوسکتی اس میں دوکان کے محل و قوع کی اہمیت یا مکانوں کے مشکل سے ملنے کے عذر وغیرہ کی تاویل سے فالتو رقم لینے کا جواز پیدا کیا جائے تو ہم کہیں گے کہ ایسی تاویل کی بنا پر کرایہ تو زیادہ کیا جاسکتا ہے رشوت نہیں لی جاسکتی۔ آپ کو حق ہے کہ اپنی چھوٹی سی دکان محل و قوع کی اہمیت کے پیشِ نظر سو یا ہزار روپے ماہوار کرایہ پر اٹھائیں لیکن پگڑی حلال نہیں ہے۔

سوال[۱۳] :- (ایضاً) عذابِ قبر

جب میدان حشر ہوگا سب کو اپنے اعمال کا حساب دے کر جزا سزا ملے گی تو قبر میں عذاب دیئے جانے کا حال اکثر تقریروں میں سُنا جاتا ہے کیا اصلیت ہے؟ قبل فیصلہ کے قبر میں عذاب کیوں دیا جائے گا؟

جواب[۱۳] :-

عذابِ آخرت بمنزلِ قید با مشقت ہے۔ اور قبر بمنزل حوالات۔ خدانخواستہ اگر کبھی آپ کو حوالات سے واسطہ پڑ جائیگا تو اس کیوں کا جواب مل جائے گا۔ برائے خدا ایسی بے نتیجہ بحثوں میں نہ پڑیئے اور ایسے کام کیجئے جو عذابِ قبر کا خطرہ ہی نہ رہے۔

سوال[۱۴] :- از محمد یٰسین علی خاں۔ حیدرآباد۔ دکن۔ سود

ستمبر کا تجلی پیشِ نظر ہے "سود" کے ایک سوال کے جواب میں مولانا مودودی کی تصنیف "سود" کا بھی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ مولانا مودودی بینک کے سود کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ عبارت ملاحظہ ہو:

"بینک یا انشورنس کمپنی یا پراویڈنٹ فنڈ سے سود کی جو رقم ان کے حساب میں نکلتی ہو اس کو سرمایہ داروں کے پاس چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اُن مفسدوں کے لئے مزید تقویت کی موجب ہوگی صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس رقم کو ان سے لے کر اُن مفلس لوگوں پر خرچ کردیا جائے جن کی حالت قریب قریب وہی ہے جس میں حرام کھانا انسان کے لئے جائز ہوجاتا ہے۔" (سود صفحہ ۵۹)

نہ صرف یہ بلکہ اُسی صفحہ پر اس علامت "سلہ" کے ساتھ نیچے لکھتے ہیں:-

"اس تجویز کو میں اس لئے بھی صحیح سمجھتا ہوں کہ حقیقت میں سود غریبوں کی جیب ہی سے آتا ہے۔ حکومت کا خزانہ ہو یا بینک یا انشورنس کمپنی سب کے سود کا اصل منبع غریب کی جیب ہی ہے۔"

براہ کرم مسئلہ کی صحیح صورتِ حال کو "قرآن و سنت" کی روشنی میں واضح فرمائیے۔

جواب[۱۴] :-

مولانا مودودی نے سود (حصہ اوّل) کے حاشیہ پر جو کچھ لکھا

رتفصیل و توضیح کے ساتھ کلام کیا ہے وہ اگرچہ اپنی نظیر آپ ہے لیکن
سود کی رقم لے کر غربا و مساکین پر خرچ کرنے کا جو فیصلہ انھوں نے
یا ہے اس سے ہم متفق نہیں ہیں۔ اس طرح کے فیصلہ میں وہ تنہا
ہیں، بلکہ علمائے متاخرین میں سے بہت سے حضرات اسی رائے
گئے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف رائے رکھنے والوں کی بھی کمی نہیں

ہماری ایجابی دلیل یہ ہے کہ سودی لین دین کی حرمت نص
می سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ وہ قرآن جس کے احکامات و فرامین
کے خصوصی مخاطب ایمان والے ہیں نزولِ وحی کے زمانہ میں موجود
ہنے والے کفار بنی اسرائیل کی شکایت کرتا ہے کہ واخذھم
الربوٰ وقد نھوا عنہ گویا بنی اسرائیل کے لئے بھی سود ممنوع تھا
حدیث میں (جس کا مفصل تذکرہ "سود" میں موجود ہے) سود کی حرمت
س درجہ شدید و مؤکد اور عبرتناک الفاظ میں پائی جاتی ہے کہ دیگر
ائر مثلاً چوری زنا وغیرہ کی حرمت کا ذکر ایسے الفاظ میں نہیں ملتا۔
حضور نے جن الفاظ میں دارالحرب میں سودی لین دین کا استثنا
یا ہے وہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ ربوٰ جائز ہو گیا۔ بلکہ فرمایا کہ وہاں
مسلم و حربی کے درمیان ربوٰ متحقق ہی نہیں۔ نتیجۃً یہ طرزِ بیان بھی
دارالحرب میں مسلم و حربی کے درمیان سودی معاملت کو جائز کر دیتا
ہے۔ لیکن اس میں ایک لطیف ارشارہ اس بات کی طرف یقیناً ہے
ربوٰ تو اللہ تعالیٰ نے بہر صورت نجس اور حرام ہی قرار دیا ہے یہ
ب بات ہے کہ بعض خصوصی حالات میں بظاہر میں نظر آنے والا ربوٰ
بالحقیقت ربوٰ نہ رہے اور معاملت درست ہو جائے۔

منفی دلیل یہ ہے کہ حرمت ربوٰ کی آیت کے زمانۂ نزول
کے مسلمان بیشتر شکارِ افلاس تھے اور مجموعی طور پر ان کی تنگدستی
کے مجموعی مسلمان معاشرے سے کہیں بڑھی ہوئی تھی۔ پھر بہت
مسلمانوں کا سود یہود و نصاریٰ کی طرف بھی نکلتا تھا لیکن ممانعت
لیا اور عام ہوئی جس میں استثنا اور رخنہ نہیں چھوڑا گیا۔

قابلِ لحاظ یہ امر ہے کہ مسلمان اگر بینکوں سے صرف اس نیت
سے سود لے کہ اسے غربا پر تقسیم کر دے گا تو اس نیت کے مخفی رہنے
کے باعث دیگر اقوام قدرتاً یہ سمجھنے لگیں گی کہ مسلمانوں کے نزدیک
سود لینا جائز ہے۔ علاوہ ازیں نقہ اور محتاط لوگوں کا یہ طرزِ عمل
عامۃ المسلمین کے لئے بینک سود وصول کرنے کے جواز کا راستہ

کھول دے گا۔ فقہ میں کوئی نظیر ایسی نہیں ہے کہ ایک عمل بجائے خود
قطعاً حرام و نجس ہو اور صرف ایک نیت خاص کے ساتھ اس پر بر سر
عام دائمی تعمل جائز و مباح ٹھیرایا جائے۔

یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ بینک سود ان لوگوں پر خرچ کر دیا
جائے جن کی حالت قریب قریب وہی ہے جس میں حرام کھانا انسان
کے لئے جائز ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقی دنیا میں اس پر کماحقہٗ عمل
درآمد تمام سود وصول کرنے والوں کے لئے تقریباً محال ہے۔ جس
حالت میں حرام کھانا شریعت جائز ٹھیراتی ہے اس حالت کے
بارے میں مولانا مودودی نے غالباً بہت فراخدلانہ اور رعایت آمیز
اندازہ قائم کیا ہے۔ ورنہ آج کل کے بے شمار غربا و مساکین میں فی الحقیقت
چند ہی اس زبوں تر حالت میں مل سکیں گے اور جو ملیں گے وہ بھی
بیشتر ایسی ایمانی حالت میں ہوں گے کہ حالتِ اضطرار کو "بغاوت و
عدوان" سے نہ بچا سکیں گے۔

بہرحال ہمارا قیاس یہ ہے کہ سرمایہ داروں کے پاس سود
کی رقم چھوڑ دینے سے جس درجہ فائدہ سرمایہ داروں کو پہنچتا ہے اس
سے کئی درجہ زیادہ نقصان مسلمان کو سودی رقم وصول کرنے سے
پہنچے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک نہایت مخلص اور نیک نیت شخص
واقعۃً غربا پروری کی خاطر سود وصول کر کے اپنی نیک نیتی کے باعث
اللہ کے عتاب اور عذابِ آخرت سے بچ جائے۔ لیکن یہ نیک نیتی
صرف بینکوں اور ڈاکخانوں ہی تک کیوں محدود رہے گی یہ تو اہلِ ہنود
اور یہود و نصاریٰ سب سے سود کی وصول یابی جائز کر دے گی۔ بلکہ
جو مسلمان بے رحم قسم کا سرمایہ دار ہو اس سے بھی موقع پڑنے پر سود
وصول کرنا درست ہو جائے گا۔ درآنحالیکہ کسی بھی ملک میں شرائط
دارالحرب متحقق ہونے سے پہلے مسلمانوں کے لئے کسی بھی کافر سے سودی
لین دین متفق علیہ طور پر جائز نہیں۔ اور مسلمانوں سے تو دارالحرب
میں بھی نہیں۔

"سود غریبوں ہی کی جیب سے آتا ہے" یہ دلیل سود کی وصولی
کے جواز کے لئے کافی نہیں ہے۔ ایک ڈاکو اگر کچھ غریبوں کا روپیہ
لوٹتا ہے تو سوسائٹی کے کسی بھی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس
ڈاکو سے یہ روپیہ چھین کر دیگر غربا میں من مانے طریقہ پر تقسیم کرے۔
ہاں جن غریبوں سے یہ لوٹا گیا تھا انھیں کو واپس کیا جا سکتا ہے۔

لیکن سود کے معاملات میں یہ تعیین اور تشخیص ناممکن ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک انتہا درجہ کی مجبوری کے سوا سودی معاملت کسی بھی نیت سے جائز نہیں الا یہ کہ دار الحرب ہو۔

سوال ۱۵:۔ ازخریدار ۷۵۰۰ نام و پتہ نامعلوم۔ **بیع فاسد**

زید مفلس ہے۔ بکر سے شرط لگائی کہ اگر تم نقد کپڑا لوگے تو ایک روپیہ گز دیں گے۔ اگر اُدھار لوگے تب ایک روپیہ دو آنہ دینگے اگر ایک ماہ میں وصول دوگے تب اور زیادہ دینا ہوگا۔

ایسی صورت میں کیا زید کچھ مواخذہ میں گرفتار ہوگا۔ واضح رہے کہ زید تاجر ہے۔

جواب ۱۵:۔

اس طرح شرط کرکے بیع کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر بغیر شرط کئے اُدھار لینے والے کو کچھ زیادہ قیمت پر بیچے تو جائز ہے۔

سوال ۱۶:۔ (ایضاً) **رفع یدین وغیرہ**

رفع یدین و آمین بالجہر معتبر کتابوں میں یعنی بخاری و مسلم وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ پھر یہ منسوخ کیوں ہوئے اور ان کے ہونے نہ ہونے میں بحث کیا ہے تفصیل سے لکھیں۔

جواب ۱۶:۔

اس کی طویل بحثیں آپ دوسری کتابوں میں دیکھئے۔ یہاں نہ ان کی گنجائش ہے نہ ضرورت۔

سوال ۱۷:۔ از محبوب علی (مقام نامعلوم)

صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مُردے کے دفن کرنے کے بعد قبر سے چالیس قدم دُور جاکر تمام لوگ کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھتے ہیں کیا یہ طریقہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور کہتے یہ ہیں کہ تمام لوگ بعد دفن قبر سے چالیس قدم دور ہٹنے کے بعد مُردے سے پوچھ ہوتی ہے؟

جواب ۱۷:۔

چالیس قدم ہٹ کر فاتحہ خوانی کی اصل قرآن و سنت میں نہیں ملتی۔ لہٰذا احتراز لازم ہے۔ البتہ بعد دفن مُردے سے پوچھ ضرور ہوتی ہے۔

سوال ۱۸:۔ از قمر الہدیٰ۔ ضلع دربھنگہ۔ **سود**

ہمارے اردگرد کی بستیوں میں سرمایہ دار و ساہوکار قسم کے لوگ اپنے اپنے حلقے یا پڑوس کے ضرورت مندوں کو غلّہ ایک عرصۂ کثیر سے اس دستور کے ماتحت قرض دیتے اور اُس کی وصولی کرتے آئے ہیں کہ دو من یا جو ضرورت ہو، غلّہ ابھی لے جاؤ اور اپنی ضروریات اس سے رفع کرو۔ کاتک کے اندر جب غلّہ کی مانگ بڑھے گی اور اس وقت جو در کھُلے گا اسی حساب سے مجھ کو قیمت ادا کردوگے۔ اکثر یہ قرضہ چار و چھ ماہ پیشتر دیا جاتا ہے۔

مبادا اگر کسی وجہ سے بروقت اُدائیگی نہیں ہوسکی تو اس کے ساتھ یہ بھی شرط طے کرلی جاتی ہے کہ اس روپیہ کے عوض میں فصل کے تیار شدہ موقع پر تم سے اُسی وقت کے موجودہ بھاؤ ہی سے غلّہ لوں گا۔ تمثیلاً اس کو اس طور سے سمجھا جائے۔ بلکہ آئے دن ہمارے ہاں یہی کچھ برابر ہوتا ہی رہتا ہے بھادوں کے مہینہ میں چار من دھان دیا گیا دیتے وقت دھان کا بازار ۱۰؍ من تھا۔ کاتک کے مہینہ میں آکر ۱۲؍ من ہوگیا۔ اور پھر اگلی فصل کی تیاری کے موقع پر چھ روپے من ہوگیا۔ اب اس حساب سے چار من کی قیمت ۴۸؍ روپے ہوئی اور پھر اڑتالیس روپے کا دھان آٹھ روپے من ہوتا ہے۔ چھ روپے من کے حساب سے۔

اب جبکہ اس سال یکایک غلّہ کا بازار بہت کچھ گرچکا ہے اور یہاں کے ساہوکاروں یا سرمایہ دار قسم کے لوگوں میں ذخیرہ کے تباہ و برباد ہونے کے سبب کافی تشویش و بدحواسی پھیلی ہوئی ہے کہ کاتک مہینہ تک میں اور زیادہ بازار کا نرخ گر جائے گا اور جس کے باعث لوگ کافی خسارہ میں پڑ جائیں گے۔ اب اس کے انسداد کی تدبیر یہ سوچی گئی ہیں کہ جو ضرورت ہو غلّہ اس وقت تم لے جاؤ مگر چونکہ غلّہ چار یا چھ مہینہ کے لئے اُدھار لے رہے ہو اس لئے اس وقت کے مارکیٹ بھاؤ سے فی من آٹھ یا چھ روپیہ زائد قیمت لوں گا۔

مثلاً بھادوں میں ۱۶؍ سے ۱۸؍ من تک تھا اور اُدھار والے کو ۱۰؍ سے ۱۱؍ من تک کو دیا گیا۔ یہ ساری کیفیت ہماری نگاہوں کے سامنے عجیب طرح سے گردش کر رہی ہے۔ سخت حیرت میں پڑا ہوا ہوں۔ جب کہ میں اس کے اندر اچھے خاصے دیندار و تعلیم یافتہ حضرات کو بھی گھُستے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے۔ بڑی دیدہ دلیری سے یہ کاروبار انجام دے رہے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے یہاں یہ بھی عام طور پر رواج دیکھ رہا ہوں معمولی گھٹیا قسم کے غلّہ کو کچھ اور قبل قرضہ کے طور پر منڈی تھا

...دوں کو دے دیا کرتے ہیں اور فصل تیار ہونے پر اس کے عوض ...رہ غلہ وصول کر لیا کرتے ہیں۔ مثلاً یوں سمجھئے کہ کوئی سامان یا مروا ...ض دیا گیا دھان کی فصل کی تیاری کے موقع پر دھان وصول لیا ...تا ہے۔ کوئی برا بھی لیتے ہیں تو کوئی کچھ زائد کر کے ان سب امور ...اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کر کے ہماری الجھن کو صاف کرنے کی ...کوشش کیجئے۔ اس سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

جواب[19]:-

در مختار۔ عالمگیری اور دیگر کتب فقہ میں یہ تصریحات موجود ...کہ قرض دیئے ہوئے اناج پر زیادتی حرام ہے اگر وہ ایک جنس ...کے ہوں۔ مثلاً ایک من گیہوں دے کر سوا من واپس لینا۔ اور بغیر ...زیادتی کے بھی خرید و فروخت حرام ہے۔ اگر تبادلہ دست بدست ...یعنی مثلاً ایک بوری گیہوں دے کر یہ کہنا کہ کل یا مہینہ بھر بعد ...ایک بوری لے لوں گا درست نہیں ہے۔ اسے فقہی اصطلاح میں ...نسیا" کہتے ہیں۔ بحالتِ قرض البتہ ایک بوری گیہوں کے بدلے ...ایک ہی بوری گیہوں واپس لینا درست ہوگا۔

جو صورتیں آپ نے بیان فرمائیں وہ تقریباً سب ہی ناجائز ...۔ اگر انھیں قرض پر محمول کیا جائے تو وہ ایسی ہیں "فضل" (زیادتی) ...فقہا کے نزدیک سود ٹھیرتا ہے اور بیع سلم پر محمول کیا جائے ...اور قیمت) کے فقدان کی وجہ سے اسے مبادلہ ماننا چاہئے گا اور ...ار میں فضل (زیادتی) اور نسیا (ایک شئی کا غالب ہونا) دونوں ...ہیں جب کہ مبادلہ ہم جنس کا ہو۔ مثلاً گیہوں کا گیہوں سے۔ اور ...جنس نہ ہوں مثلاً گیہوں کا جوار یا باجرے سے تو فضل تو جائز ہے ...نسیا جائز نہیں۔ پیش کردہ صورتوں میں کہیں تو فضل اور نسیا دونوں ...ہیں اور کہیں فضل نہیں تو نسیا ہے۔

...کم قیمت جنس کا زیادہ قیمت والی غیر جنس سے مثلاً جوار کا گیہوں ...سے تبادلہ درست نہیں ہے۔ ہاں دست بدست ہو تو کمی اور ...زیادتی درست ہے۔ چاہے ایک من گیہوں کے عوض بیس من جوار، چنا ...لے لو۔

...ان مسائل کی تفصیلات تمام کتبِ فقہ میں موجود ہیں اور اکثر ...با خبر حضرات کا ان میں آلودہ ہونا سوائے بدقسمتی کے اور ...کیا۔ بات یہ ہے کہ دنیا پرستی اور نفسانیت نے ہمیں شریعتِ حقہ سے لاپروا بنا دیا ہے اور دنیا کے معمولی معمولی فائدوں کی خاطر ہم آخرت کا مہیب سے مہیب عذاب لینے کو تیار ہیں۔

سوال[20]:- از اختر حسین۔ شاہ آباد۔ نمازِ وتر۔

عشا کی سترہ رکعتوں میں تین رکعت وتر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وتر کو عشا کی تین رکعت کہہ کر نیت کی جائے یا صرف وتر کہہ کر جبکہ وتر کی نماز شب کے آخری وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ اور غالباً آدھی شب تک عشا کا وقت ہے۔

جواب[20]:-

وتر کی نیت اتنی کافی ہے:-

"نیت کرتا ہوں میں تین رکعت نمازِ وتر"

اگر "وقتِ عشا" کا اضافہ کر دے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن نہ کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں۔ کیونکہ وتر کا صرف یہی وقت واحد ہے۔ جس کی وجہ سے التباس و تشابہ کا کوئی امکان نہیں۔

سوال[21]:- (ایضاً) جماعت

کیا یہ ضروری ہے کہ جب دو آدمی ایک ساتھ نماز پڑھیں تو نماز پڑھانے والا بائیں اور مقتدی داہنے ہو؟ اگر ایسا ہے تو ہم بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ ایک شخص نماز کی نیت کر کے کھڑا ہو گیا ہو اور داہنی طرف جگہ نہ ہو؟

جواب[21]:-

دو شخصوں کی جماعت میں امام کا بائیں طرف کھڑے ہونا ہی ضروری ہے۔ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے قریب کسی اور شخص کے نماز پڑھنے سے وہ پہلا شخص امام تھوڑی بن جائے گا جو داہنے بائیں کا سوال پیدا ہو۔ یاد رکھئے امام ہمیشہ ابتدائے نماز سے بنتا ہے یہ نہیں کہ پہلے تو تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور دورانِ نماز میں کوئی نمازی آ کھڑا ہوا تو امامت شروع ہو گئی۔

سوال[22]:- (ایضاً) چرمِ قربانی

ہمارے یہاں ایک مکتب ہے جسے مالک زمین نے مکتب کے لئے دے دیا ہے جس میں بی۔ ایم۔ سی سے منظور کردہ کورس کی پڑھائی ہوتی ہے اور چھوٹے بچوں کو قرآن کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ معلم کو سرکاری تنخواہ ملتی ہے۔ مگر اس مکتب کی تعمیر و مرمت بستی کے ذمہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے مکتب میں چھاریں اور قربانی کی ... (باقی صفحہ ...)

مسلمانوں کا ماضی اور حال

از عبدالرشید عمادؔ
(حیدرآباد دکن)

ماضی

جھوٹ ایسی مثالوں سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے کہ گردن پر تلوار رکھدی گئی بڑے سے بڑا منصب جاتا رہا دولت و جائداد ہاتھ سے نکل گئی۔ لیکن مسلمانوں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا۔ انھوں نے شدید نقصانات برداشت کئے، مگر کبھی کسی حاکم کسی بادشاہ اور کسی عدالت کے روبرو جھوٹ نہیں بولا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہوتی ہے۔ اور قیامت کے روز آپ دیکھیں گے کہ اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کے منہ کالے ہوں گے۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہو"۔ یہی وجہ تھی کہ اگلے زمانے کے لوگ جھوٹ ہرگز ہرگز نہ بولتے تھے۔

غیبت ایک شخص ایک بزرگ کے پاس حالتِ سراسیمگی اور بدحواسی میں آیا اور کہا مجھ سے ایک سخت گناہ سرزد ہوگیا ہے۔ اُس نے کہا زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔ بزرگ نے کہا خدا کا شکر کرو میں تو ڈر گیا تھا کہ شاید تم نے کسی کی غیبت کی ہے۔ سرکار دوعالم نے ارشاد فرمایا کہ غیبت زنا سے شدید ترین گناہ ہے۔ غیبت کرنیوالے سے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ مردہ بھائی کا گوشت کھانیکے مترادف ہے

حال

آج کل ہزاروں ایسے مسلمان موجود ہیں جو بلاوجہ اور بغیر کسی فائدہ کے جھوٹ بولتے ہیں۔ دوستانہ فوائد کی توقع پر قلیل معاوضہ پر عدالتوں میں جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ دوکاندار گاہک سے، نوکر آقا سے، شاگرد اُستاد سے طالب علم اپنے ماں باپ سے (خصوصاً سینما بینی کے معاملہ میں) چھوٹا بڑے سے، ایک نمازی دوسرے نمازی سے، داڑھی والا دوسرے داڑھی والے سے، امیر و غریب غرض ہر شخص کم و بیش اس مصیبت میں مبتلا نظر آتا ہے۔ "جو کچھ سنے وہ بغیر تحقیق کے بیان کردینا بھی جھوٹ میں داخل ہے"۔ لیکن کئی ایسے ہیں جنھیں افواہیں پھیلانے میں لطف آتا ہے۔ جدھر دیکھو جھوٹ ہی کی فرمانروائی ہے۔ لوگ کہتے ہیں "صاحب جھوٹ بولے بغیر پیٹ بھی تو نہیں بھرتا"۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے سختی سے احکامات ہیں کہ جھوٹ ہرگز ہرگز نہ کہو اور آج مسلمان سختی سے جھوٹ بولنے پر پابند ہوگیا ہے۔

اس زمانہ میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو صبح سے شام تک کئی دفعہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کی غیبت نہ کرتا ہو۔ جب دو شخص آپس میں ملتے ہیں اور باہم گفتگو کرتے ہیں تو اُن کی گفتگو کا بیشتر حصہ غیبت پر مشتمل ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے درباروں میں، امراء کے دیوانوں میں، عہدہ داروں کی مجلسوں میں، علماء اور مشائخ کی صحبتوں میں غرض ہر گھر میں غیروں اور رشتہ داروں کی غیبت ہورہی ہے۔

ماضی

"مسلمانو! لوگوں کی نسبت بہت گمان کرنے سے بچا کرو۔ کیونکہ بعض گمان داخلِ گناہ ہیں۔ اور ایک دوسرے کی تجسس اور ٹٹول میں نہ رہا کرو" اسی کی بنا پر ہمارے اسلاف ان چیزوں سے دور رہتے۔

احترامِ مسجد حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو مسجد میں داخل ہوتے ہی تھر تھر کانپنے لگتے تھے اور ہیبت الٰہی سے اُن کا رنگ بدل جاتا تھا۔ تمام دُنیوی اُمور کو بھول جاتے تھے۔

ابو ادریس خولانیؒ فرماتے ہیں کہ مسجدیں خدا کے پیارے بندوں کے گھر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس شخص کو مسجد میں دیر تک بیٹھنے سے روکتے تھے جو آداب سے ناواقف ہو' ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو مسجد میں بیٹھے باتیں کرتے دیکھا تو آپ نے اپنی چادر کا کوڑا بنایا اور مار کر نکال دیا سب کو۔۔۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ جب کسی کو مسجد میں بلند آواز سے بولتا سُنتے تو دُرّے لگواتے اور فرماتے تم جانتے ہو کہاں بیٹھے ہو۔ جو مسجد میں بیٹھا ہوتا ہے گویا اللہ کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے۔

حال

نہ مرد اس گناہ سے محفوظ ہیں نہ عورتیں' نہ جوان نہ بوڑھے' غیبت زندگی کا جزو بن گئی ہے۔ ایک خاموش ہو جاتا ہے تو دوسرا چھیڑ چھاڑ کر کے غیبت پر اُکساتا ہے۔ کئی ایسے مسلمان ہیں جو غیبت کو ذریعۂ معاش بنائے ہوئے ہیں اور کئی ایسے ہیں جو غیبت کو سیاست سمجھتے ہیں۔

آج مسجدیں لڑائی جھگڑوں کا مقام بن گئی ہیں۔ ایک مسلمان علانیہ مسجد میں دوسرے مسلمان کی غیبت کرتا ہے۔ دُنیوی امور گھر سے زیادہ مسجد میں طے پاتے ہیں۔ رام چند رد ہلوی یا یورا ؤ پٹیل کے خلاف تقاریر کرنا ہو تو مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر بلند آوازوں سے تقریریں کی جاتی ہیں معمولی معمولی باتوں پر بڑی طویل طویل بحثیں بلند آوازوں سے ہونے لگی ہیں۔ سخت الفاظ کا تبادلہ ہوتا ہے۔ حتےٰ کہ بعض مقامات پر مار پیٹ بھی ہو گئی کیا یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی مسلمان یہ محسوس نہیں کرتا کہ وہ اللہ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ درگاہ یوسفینؒ کی مسجد میں لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور بالکل ہی پیچھے قوالی ہو رہی ہے۔ چائے کے دور چل رہے ہیں۔ عورتوں کا اژدحام ہے۔ مرد نظر بازی میں مشغول ہیں۔ مسجد سے نکلتے ہی یا نکلتے نکلتے کفر کلام زبان پر آرہا ہے۔ لوگ مسجدوں میں نہانے کے لئے' منہ ہاتھ دھونے کے لئے' "رفع حاجت" کیلئے آتے ہیں۔ مگر نماز کو؟ ۔۔۔ آج مسلمان کے دل میں مسجد کا احترام باقی نہیں رہا!

آج مسلمان "یار شیخ اپنا اپنا دیکھ" والی مثال پر سختی سے پابند ہے۔ ایثار تو بہت ارفع و اعلیٰ جذبۂ عمل ہے۔ ہمدردی مطلق نہیں پائی جاتی مسجدوں کا چندہ لینے کے لئے مؤذن صاحب گھر تشریف لاتے ہیں اہلِ خانہ منہ چھپا لیتے ہیں۔ ایک مسلمان سڑک پر بھوک کے مارے ایڑیاں رگڑ رہا ہے دوسرا دیکھ کر انجان ہو جاتا ہے۔

ریلوے ٹکٹ گھروں اور ریلوے گاڑیوں میں جہاں نشست کی دِقت ہے مسلمانوں میں ہمدردی کا مطلق مادہ نہیں۔ ایک مسلمان بھائی اس بات سے خوش ہے کہ دوسرا مسلمان بھائی رکشہ چلا رہا ہے۔ ہوٹل بازی اور دیگر لہو و لعب میں پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ مگر رشتہ داروں کی مدد کے وقت آنکھوں میں آنسو آتے ہیں۔ پڑوسی اگر فاقہ کر رہا ہے تو مسلمان انجان ہو جائے گا۔ ایثار و ہمدردی کا جذبہ مطلق نہیں رہا۔ اب صرف "اپنے کو آپ اور دوسرے کو تو" کا زمانہ ہے۔

ماضی

ثار

جنگِ یرموک کے موقع پر چند زخمی مسلمان خاک و خون میں غلطاں پڑے ہوئے تھے پیاس سے جاں بلب ہو رہے تھے۔ ایک شخص اُن کی یہ حالت دیکھ کر پانی کا ایک پیالہ بھر کر لایا جب وہ ایک زخمی کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا دوسرے تشنہ لب کی پیاس اؤ۔ جب وہ دوسرے کے پاس گیا تو اُس نے تیسرے زخمی کیطرف اشارہ کیا۔ غرض کسی نے بھی پانی پینا گوارا نہ کیا جب وہ شخص تیسرے زخمی پاس سے لوٹ کر دوسرے کے پاس دوبارہ پہنچا تو وہ جان بحق تسلیم کر چکا تھا۔ پھر وہ پہلے کے پاس گیا تو وہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ آخر تیسرے پاس آیا۔ مگر وہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس طرح تاریخ اسلام کے اوراق کی ورق گردانی کیجئے تو ہمیں ایثار کے بیش بہا نمونے ملیں گے۔

باب تصوف اور علماء

حضرت ابراہیم اطروشؒ فرماتے ہیں کہ صوفی کا پیالہ اُس کی ہتھیلی ہے، تکیہ اُس کا ہاتھ ہے اُس کا خزانہ ہو یعنی سبحانہ تعالیٰ ہے۔ علماء و مشائخ ہمیشہ نیک خصلت بادشاہوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نزدیک رین امراء وہ ہیں جو فقراء کے پاس آتے ہیں اور بدترین فقراء وہ ہیں جو امراء کے ہاں جاتے ہیں۔

علماء کو ہمیشہ بادشاہوں سے نفرت رہی۔ اولیاء اللہ ہمیشہ بادشاہوں سے دُور رہے شخصی حکومت کا دَور دورہ تھا۔ نادان علماء نے اہ کو ظل اللہ بنا لیا تھا فرخ سیر حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی کا بڑا عقیدت مند تھا اُس نے لنگر کے لئے ایک بڑی جاگیر وقف کرنی ا لیکن آپ نے ظلم و ستم سے جمع کی ہوئی دولت کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ ہم نے علماء اور عابدوں کو اسے کہ وہ تمام رات نہیں سوتے تھے۔

حَالْ

آج صوفی ہو یا عالم ریشمی لباس پہنتا ہے۔ قالینوں پر بیٹھتا ہے۔ امیرانہ محلوں میں رہتا ہے۔ شاہانہ ساز و سامان فراہم رکھتا ہے موٹروں پھرتا ہے۔ املاک و جائداد کا مالک بننا چاہتا ہے غلط فتوے دے کر عورتوں سے شادی کر کے جائداد ہڑپ کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ ا میں اُس کے حساب کھلے ہوتے ہیں۔ وہ خوبصورت مسہریوں پر برقی پنکھوں کی ہوا میں سوتا ہے۔ اُس کے دسترخوان پر مرغن غذائیں اتی ہیں۔ اگر وہ مرشد ہو تو مرید کے پاس مرغ کی بریانی کے سوا نہیں کھاتا۔ سیلون سے ریکارڈنگ سنتا ہے۔ سینما بینی کا شوق سکنڈ شو ریعہ پورا کرتا ہے۔ امراء سے ملتا ہے اپنی اقتدار کو نذریں دیتا ہے بڑے لوگ اُس کے پاس کچھ نہ کچھ بھیجتے رہیں تو خوش ہوتا ہے اپنی حاجت کو اکرنے کیلئے غلط فتویٰ دیتا ہے۔ عوام کو بیوقوف بناتا ہے۔ شادی بیاہ کی تقاریب میں دُنیا داروں سے بھی سبقت لے جانیکی کوشش ہے اپنے پاس سے خرچ کی گئی رقم کو غلط طریقوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

آج مسلمانوں نے روباہی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ منافقی بے حد بڑھ چکی ہے۔ امراء و بادشاہوں کے درباروں میں بڑے بڑے مدعیان ت و ایمان محض پیٹ کی خاطر بہ کیسی کیسی ایمان فروشی اور ضمیر فروشی کرتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ امیر جو کچھ کہہ رہا ہے وہ حکم خدا اور رسول ف ہے۔ لیکن از راہ خوشامد اُس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ کسی عالم میں اتنی ہمت نہیں کہ بادشاہ کے عمل کے خلاف آواز بلند کرے۔ ہ جانتے ہیں کہ عمل قرآن پاک اور حدیث شریف کے بالکل خلاف ہے۔ جانتے ہیں کہ نمازِ جمعہ غلط وقت پر پڑھی جا رہی ہے مگر کوئی ادشاہ کے اس غلط فعل کے خلاف آواز نہیں اُٹھاتا۔

ماضی

حق گوئی و بے باکی

جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور تمام اسلامی سلطنت ان کے زیرنگیں ہوگئی تو ایک دن انھوں نے ممبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ اے مسلمانو اب میں تمہارا امیر ہوں میری اطاعت تم پر فرض ہے اگر میری کوئی بات شریعت کے خلاف ہوئی تو تم میرا کیا کروگے یہ سنکر تھوڑی دیر مجمع پر خاموشی طاری رہی پھر ایک شخص اٹھا اس نے تلوار نیام سے نکال کر کہا کہ اے عمرؓ تم پوچھتے ہو کہ ہم تمہارا کیا کریں گے ؟ ہم اس تلوار سے بدلہ لیں گے۔

حضرت ابراہیم ادہم ایک روز علی الصبح سیر و تفریح کیلئے چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد ایک کنیز شاہی بستر پر آرزو اور خواہش سے مجبور ہو کر سو گئی۔ جب حضرت لوٹے اور دیکھا تو فرط قہر و جلال میں طمانچہ اس کے رخسار پر رسید کیا۔ کنیز گھبرا کر اٹھی اور ہنسنے لگی۔ آپ نے ہنسی کی وجہ دریافت کی۔ کنیز نے کہا مجھے اس بات پر ہنسی آرہی ہے کہ کچھ دیر تک اس شاہی بستر پر سونے کی وجہ ایک طمانچہ میرے حصہ میں آیا جو شخص کہ مستقل طور پر بارہ مہینے اس بستر پر آرام کرتا ہے معلوم نہیں کتنے طمانچہ اس کے حصہ میں آئیں گے۔ حضرت امام حسینؓ حق کی خاطر بے باکی سے لڑ کر شہید ہو گئے۔ قرآن کو مخلوق کہنے کے لئے بادشاہوں نے علماء پر ظلم توڑے مگر علماء حق و بے باکی سے اپنے عقیدے پر جم کر شہید ہو گئے۔ اشاعت اسلام کے شروع شروع بہت مسلمانوں کو تکلیفیں دی گئیں مگر وہ حق ہی پر اڑے رہے۔

فحش گوئی

اللہ تعالیٰ بری بات پکار کر کہنے کو پسند نہیں کرتا۔ سورۂ قصص میں ارشاد ہوتا ہے کہ (جب وہ مسلمان) بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ پہلے کے لوگ کبھی زبان سے فحش کلام نہیں نکالتے تھے۔ کیونکہ فحش گوئی بھی ایک طرح کا بدترین عمل ہے۔

حال

موجودہ حکمرانوں کا مسلمانوں کے تعلق سے کچھ ایسا رویہ ہو گیا ہے کہ ملازمت کے دروازے بند کر دیئے جارہے ہیں۔ کئی مسلمانوں کو تخفیف کی زد میں لاکر بے روزگار بنایا جارہا ہے اور پھر شدھی کی تحریک زوروں پر ہے۔ دیکھئے کتنے مسلمان پیٹ کی خاطر اپنا ایمان صحیح سلامت رکھتے ہیں یا کھو بیٹھتے ہیں فلمی اداکاروں کے کردار پر نظر ڈالئے "مقبولیت" پیسہ اور زمانے کے ساتھ ساتھ چلنے کے لئے مسلمان اداکاروں نے ہندوانہ قسموں کے نام رکھ لئے ہیں۔ گویا روپیہ پیسہ کی خاطر ایمان بیچا جارہا ہے۔ حیدرآباد کے کئی معزز مسلم گھرانوں کی عورتوں نے ہندوؤں سے شادی رچالی ہے۔ بعض مسلمانوں کے کردار اتنے پست نظر آتے ہیں کہ معمولی سی نوکری اور خوبصورت عورت کی خاطر یا لالچ میں ایمان کھو بیٹھتے ہیں۔ ہر طرف منافقی، روباہی، ضمیر فروشی کا بازار گرم ہے۔ بہت کم ہیں جو حق گوئی کو شعار بنائے ہوئے ہیں۔ فحش گوئی ہر ایک کا اوڑھنا بچھونا بن گئی ہے۔ ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک امیر سے لے کر غریب تک، چھوٹے سے لیکر بڑے تک، طالب علم سے لے کر استاد تک مرید سے لیکر مرشد تک، رکشہ چلانے والوں سے لے کر موٹر چلانے والوں تک۔ غرض ہر کوئی فحش گوئی میں لذت محسوس کرتا ہے مسلمان، نمازی داڑھی والے فحش گوئی میں مبتلا ہیں۔

آج ہم نے اخبارات اور مذہبی رسائل کو سڑکوں پر پڑے دیکھا، ہم خوشی خوشی رسائل یا اخبارات کو جن میں قرآنی آیات، احادیث تحریر ہوتی ہیں شیرینی کی دکانات اور بنیوں کی دکانات پر، چنے بیچنے والے کو چند سکوں کے عوض فروخت کر دیتے ہیں ہمیں اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اتنا حصہ جس میں اللہ و رسول کی باتیں تحریر ہیں کاٹکر علیحدہ رکھ دیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ان کاغذات کی بے حرمتی ہوگی۔ یہ کچرے کی نذر ہو جائیں گے۔

ماضی

بسم اللہ کی برکت

حضرت منصور عمارؒ اکابر حکما و مشائخ وقت میں تھے آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ایک روز کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں آپ کو کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ملا، اُٹھا کر دیکھا تو اُس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی آپ نے نہایت ادب و تعظیم سے اس کاغذ کو سر آنکھوں سے لگایا۔ اور جب کوئی پاک جگہ اس کاغذ کو محفوظ رکھنے کی نہ ملی تو آپ نے اس کو کھا لیا اسی رات خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو نے ہمارے نام کی عزت کی ہم نے تجھ پر حکمت کے دروازے کھول دیئے۔ لوگ صبح سے شام تک اور پھر شام سے صبح تک جو بھی کام کرتے اُس کے شروع میں بسم اللہ کہتے۔ کھانا، پینا، اُٹھنا یا بیٹھنا، سونا یا کہیں جانا ہو پہلے بسم اللہ کا وِرد رکھتے گویا وہ اللہ کو یاد کرتے تو اللہ اُنھیں یاد کرتا تھا۔

غریب کی عزت

حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو امیروں کی نسبت غریبوں سے زیادہ رغبت تھی۔ آپ کے نزدیک بڑا وہی شخص تھا جو تقویٰ میں بڑا ہو۔ جب کوئی شخص آپ سے ملتا تو جب تک وہ چلا نہ جاتا آپ برابر کھڑے رہتے۔ حضرت ابو طلحہؓ مدینہ کے مختلف علاقوں میں پہنچ کر مساکین کی امداد کرتے۔

سادہ زندگی

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا آپ کے ہاں حضور صلعم کیسے بچھونے پر استراحت فرمایا کرتے تھے۔ اُمّ المومنینؓ نے جواب دیا ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے دوہرا کر کے بچھا دیا کرتی تھی۔

حال

آج ہم جو بھی کام کاج کرتے ہیں کبھی بسم اللہ سے اُس کا افتتاح نہیں کرتے۔ جس طرح ہم اللہ کو بھولے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ہم کو یاد نہیں کر رہا ہے۔ فیشن نے ہمیں کچھ اس طرح روندنا شروع کر دیا ہے کہ ہم ان چیزوں کو اگلے زمانے کی بات سمجھ بیٹھے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ آج برکتیں اُٹھتی چلی جا رہی ہیں۔

آج ہر طرف غریبوں سے نفرت کی جاتی ہے۔ اگر کوئی اپنے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر کسی محفل وغیرہ میں جائے تو دھتکار دیا جائے گا اور اگر وہی شخص بُش شرٹ اور پتلون پہنے یا کم از کم پتلون میں قمیص چھوڑ لے تو وہ عزت دار ہے۔ ہر عہدہ دار اس بات میں فخر محسوس کرتا ہے کہ اُس کے سامنے لوگ دست بستہ صف باندھے کھڑے رہیں۔

آج مسلمان اپنے لئے عالیشان بنگلے تعمیر کریں گے۔ دُگنا چوگنا نفع حاصل کرنے کیلئے ملیں بنائیں گے۔ باورچی خانہ کی الماریاں چاندی اور چینی کے برتنوں سے لبریز ہیں چیزوں کو محفوظ رکھنے کے لئے "ریفریجریٹر" خریدا جاتا ہے عیش و عشرت کے لئے قوال، طوائفیں، سینما ہال وغیرہ موجود ہیں۔ مال جمع کرنے کی طرف جو بیس گھنٹے متوجہ رہتے ہیں۔ اُنھیں خوشی ہوگی اگر بنکوں میں لاکھوں روپیہ موجود ہو۔ پڑوسی اگر فاقہ کر رہا ہے تو ان کے گھر میں بریانی پکے گی۔ "سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں" کا حال ہے۔ اسلام کے نام لیواؤں کا حال یہ ہے کہ چند گز زمین حاصل کرنے کے لئے اپنے حقیقی بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں پر عدالتوں میں مقدمات دائر کرتے ہیں۔ فضول خرچی یعنی خیرات اور سادہ زندگی کا نام سمجھ کر ختم ہی کر دیا گیا ہے۔

ماضی

حضرت سائبؓ کا بیان ہے کہ وہ ایک روز چند لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدھر سے گذر ہوا، حضور صلعم نے لڑکوں کو سلام کیا۔ حضور آقائے دو عالمؐ کو کبھی مال جمع کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ اور اپنے یا اپنے اہل و عیال کی آسائش کے لئے زائد از ضرورت مال رکھنا پسند نہیں کیا۔ حضور اقدس صلعم کی درویشانہ زندگی اور غریبانہ گذر اوقات کا یہ عالم تھا کہ مہینہ مہینہ بھر گھر میں آگ نہ جلتی تھی — حضرت عمرؓ کی سادگی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو یہ شان تھی کہ غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپ اس کی نکیل پکڑے ہوئے چلے آ رہے تھے۔

پابندیٔ نماز حضرت امام حسینؓ دورانِ شہادت میں زخموں سے چور تھے، بدن سے خون جاری تھا اُٹھنے کی طاقت نہ تھی، اس وقت بھی آپ کھسک کھسک کر نماز پڑھنے کیلئے قبلہ رُخ ہو رہے تھے — حضرت امام زین العابدینؓ ایک روز گھر پر نماز میں مشغول تھے کہ اتفاق سے گھر میں آگ لگ گئی لوگ چاروں طرف سے شور مچاتے آئے بار بار عرض کرتے تھے یا امام! یا ابن رسول اللہ! النار النار! مگر آپ نماز میں مشغول رہے۔ آخر آگ بجھ گئی۔ لوگوں کے پوچھنے پر آپ نے کہا مجھ پر آتشِ دوزخ کی ایسی ہیبت غالب تھی کہ دنیا کی اس آگ کا بھی احساس بھی نہیں ہوا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے چالیس سال تک رات کو اپنی کمر بستر سے نہیں لگائی۔ ساری رات نوافل پڑھا کرتے تھے — شیرِ خدا علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہ جب نماز کا قصد کرتے تو آپ کے بدن میں لرزہ پڑ جاتا تھا اور رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے ہوتے اور نماز کا وقت آ جاتا تو آپ نہ مجھے پہچانتے تھے اور نہ میں آپ کو۔ یعنی ہم اٹھ کر نماز کی ادائیگی کیلئے چلے جاتے تھے۔

غصہ اور عفو حضرت امام حسینؓ مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول کر رہے تھے، لونڈی کے ہاتھ سے گرم شوربے کا پیالہ چھوٹ گیا اور حضرت کے جسم پر گر گیا لیکن حضرت نے خفگی کے بجائے اس کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت اُن لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو متقی ہوں، چھپا کر اور پوشیدہ خرچ کرتے ہوں، غصہ کو ضبط کرتے ہوں۔ لوگوں کے قصور معاف کرتے ہوں۔

حال

نماز ہر بالغ و عاقل مرد و عورت پر فرض ہے۔ نماز اگر عمداً کوئی مسلمان ترک کر دے تو وہ دین کو اپنے ہاتھ سے کھو دے گا۔ نماز اسلام کا پہلا رکن ہے۔ نماز مسلمان کی معراج ہے۔ لیکن یہ سب جانتے ہوتے بھی آج مسلمان نماز سے غافل ہیں۔ نماز کے بہترین اوقات سینما ہال میں گذر جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ اگر عبادت و ریاضت میں ارادہ، توجہ، جذبہ اور شوق کے بجائے محض عادت کام کرنے لگے تو نہ عبادت عبادت رہتی ہے نہ ریاضت ریاضت۔ آج مسلمانوں کا حال کم و بیش یہی ہے۔ نماز کا پڑھنا ایک عادت بن گیا ہے نہ ارادہ ہے نہ توجہ نہ جذبہ ہے نہ شوق۔ ہم عادت سے مجبور ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور لاپرواہی کو اس میں زیادہ دخل ہے۔ آج ہمارے پاس کھانے، سینما بینی، ریکارڈ ڈانسنگ اور ایسے ہی لہو و لعب کی نماز کی بہ نسبت زیادہ اہمیت ہے — اس زمانہ میں ہم اپنے نوکروں اور ماتحتوں کے ساتھ ناقابلِ برداشت برتاؤ کر رہے ہیں معمولی تقصیرات پر اُن پر جرمانہ عائد کرتے ہیں معطل یا پھر برطرف کر دیتے ہیں، بددعا دیتے ہیں انھیں سزائیں دیتے اور بدکلامی سے پیش آتے ہیں — بھائی بھائی پر مہربان نہیں ہے۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ صرف بہانہ ہی کافی ہے۔ بات کا بتنگڑ بنا کر اس پر ظلم توڑتے ہیں۔

مسجد سے میخانہ تک

از مسٹر ابن العرب مکی

۸ر نومبر ۱۹۵۴ء :- دی سیکولر اسٹیٹ راشٹر یہ بھارت کے دھرماتما صدر جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد نے آل انڈیا ریڈیو کی ایک تقریر میں فرمایا :-

"ضرورت ہے کہ مویشیوں کی اہمیت کا احساس پیدا کیا جائے۔"

حالانکہ جناب راجندر پرشاد کی راجدھانی میں گائے کی اہمیت کا احساس ایشور کی کرپا سے اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ بار ہا اس احساس کے ہاتھوں صاحبان قتل و غارت تک کی مشقت اٹھا لیتے ہیں۔ تب صدر صاحب کے اوپر والے ارشاد کو یا تو ان کا عظیم الشان بے خبری کہہ لیجئے یا پھر اُن کے نزدیک گائے کی خاطر اب تک جو کارنامے انجام دیئے گئے ہیں وہ کافی نہیں ہیں اور بھارت کے سرکاری ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے وہ جنتا کو مزید جانور پرستی مزید سرگرمی اور مزید کھُل کھیلنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

آپ کہیں گے کہ ڈاکٹر صاحب نے تو صرف "مویشیوں" کا ذکر کیا ہے بہ خصوصیت سے "گائے" کی بحث کیوں؟ تو اس کا جواب بھی ڈاکٹر صاحب ہی کے الفاظ میں سنئے۔ فرماتے ہیں :-

"ہمارے ملک کی معاشیات میں گائے کو جو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس کے پیشِ نظر یہ امر حیران کن نہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد نے "پشودھن" کے تحفظ و ترقی کے اقدامات کو ہمارے لئے مذہبی فریضہ قرار دیا تھا۔"

دیکھ لیا آپ نے۔ مویشی کا مطلب۔ اب سن سینتالیس کے بعد "گائے" ہی ہونے لگا ہے۔ خیر یہ تو ہمارے محترم صدر نے اعتراف کیا کہ گائے کی پوجا اور اس کی عظمت و تقدس کسی پیغمبر یا آسمانی کتاب کا حکم نہیں بلکہ صرف بزرگوں کی ایک "معاشی ترکیب" ہے۔ اگر صدر صاحب بزرگوں کی اس ترکیب کو منطقی نقطہ نظر سے آج کل بھی چالو کر دیں تو ڈالر اور پونڈ کی پوجا سب سے زیادہ اہم اور ضروری قرار پاتی ہے۔ کیونکہ بقول آپ کے جب معاشی اہمیت کے ہی پیشِ نظر بزرگوں نے گائے کی تقدیس و عظمت کو مذہبی فریضہ ٹھیرایا تو ڈالر اور پونڈ صاحبان کی اہمیت تو نہ صرف معاشی ہے بلکہ معاشی سیاسی جنگی قانونی جنسی اشتراکی اور وزارتی وغیرہ بھی ہے۔

تقریر کے آخر میں صدر صاحب نے فرمایا :-

"ہمیں آج کے دن گائے کی سیوا کا عہد کرنا چاہئے،
جو بقول مہاتما گاندھی "ہمیں آب حیات بخشتی ہے۔"

"آبِ حیات" کی نہ پوچھئے۔ آج کل ڈالڈا بناسپتی بھی آب حیات "بخشتا ہے۔ بے تنخواہ کی چیرمینی بھی" آب حیات "بخشتی ہے۔ وزیروں اور گورنروں کی رشتہ داری بھی" آب حیات "بخشتی ہے۔" آب حیات" اب کوڑیوں کے مول ہے۔

بلکہ یوں سمجھئے کہ بھارت میں آب حیات کا بحرالکاہل بہہ رہا ہے اور اسی لئے اگر گئو ماتا کی چند لاکھ کھالیں ہر سال بدیشی ملکوں کو بھیج دی جاتی ہیں تو ہمارے پنڈت نہرو کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ سمندر میں سے چند ڈول نکل جائیں تو سمندر میں کمی نہیں آتی۔ شاید اسی لئے بعض غیر سیاسی لوگوں کو اندیشہ ہے کہ پنڈت جی نے اپنے تازہ دورۂ چین میں گئو ماتا کی کھالیں سپلائی کرنے کا کہیں کوئی تجارتی معاہدہ نہ کر لیا ہو۔

۹ر نومبر ۱۹۵۴ء :- یادش بخیر۔ ربیع الاول کا مہینہ ہے میلاد النبی

کے جلسوں اور محفلوں کا زور زوروں پر ہے۔ خاکسار ملا ابن العرب کے ساتھ آپ بھی ایک محفل میں کچھ دیر کو چلئے۔

یہ شاندار پنڈال جسے آپ برقی قمقموں سے بقعۂ نور بنا دیکھ رہے ہیں تقریباً دس ہزار روپے میں تیار ہوا ہے۔ یہ روپے عموماً تو چندے سے جمع ہوتے ہیں۔ لیکن خصوصاً پانچ ہزار کی رقم حاجی نقیر اللہ چشتی کی عطا کردہ ہے۔ ان حضرت کا ایک مقدمہ کئی سال سے بینک والوں سے چل رہا تھا۔ گذشتہ مہینہ یہ جیت گئے اور سود کے بارہ ہزار روپے انھیں وصول ہوئے علاوہ ازیں اس سال قبلہ ایک سیر سونا حج سے واپسی پر عرب سے لائے تھے اور منّت مانی تھی کہ اگر سرکاری ڈاکوؤں کی عقابی آنکھوں سے بچ کر یہ صحیح سلامت بھارت پہنچ گیا تو ایک ہزار روپیہ راہِ خدا میں دیں گے۔ اب میلاد النبی کے مہتمم صاحب نے سمجھایا کہ اللہ اور رسول تو اصل میں ایک ہی ہیں بس میم کا پردہ بیچ میں ہے۔ لہٰذا میلاد النبی میں دینا راہِ خدا میں ہی دینا ہے۔ حضرت کو یہ نکتہ بہت پسند آیا اور دہ ہزار ملا کر پانچ ہزار عطا کر دیا۔

دیکھئے۔ یہ سہ منزلی داڑھی والے بھاری بھرکم صوفی صاحب جو بغدادی عصا ہاتھ میں لئے ممبر پر گرم تقریر ہیں یہ بڑے زبردست مجاہد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سال کے بارہ مہینے یہ بیچارے بمبئی کلکتہ اجمیر ناگپور حیدرآباد وغیرہ میلادوں عرسوں اور مہندیوں وغیرہ میں خود کو گھسیٹے پھرتے ہیں اور سکنڈ کلاس کا کرایہ وصول کرنے کے باوجود عاجزی اور کفایت شعاری کے طور پر تھرڈ کلاس ہی میں سفر کرتے ہیں۔ سفر خرچ کے علاوہ محض سو دو سو اور لیتے ہیں۔ اتنے کا موقع نہ ہو تو کم پر بھی راضی ہو جاتے ہیں۔

اور دیکھئے۔ یہ صاحب جو ابھی نعت پڑھ رہے تھے انکی منڈی ہوئی داڑھی پر خیال نہ فرمائیے۔ داڑھی تو محض اس لئے مونڈلی ہے کہ بھارتی جمہوریت میں رہتے ہوئے قوم پرستی کا تقاضا یہی ہے کہ صورت سیرت کے اعتبار سے یہاں کی سب قوموں کو اشتراک و یکسانیت کی طرف بڑھنا چاہئے۔ نعت آپ خوب کہتے ہیں اور عید و بقرعید کو نماز پڑھنے کی نوبت آتی ہے تو ایک مکمل نعت نماز سے پہلے اور ایک بعد میں تازہ بتازہ تیار کر کے خاص میلاد النبی کے لئے جزدان میں رکھ چھوڑتے ہیں۔ ویسے آپ عام طور پر جو نعتیں کہتے ہیں وہ کبھی بخشی قوال کی پارٹی کو کبھی وحیدن جان ریڈیو سنگر کو کبھی صوفی غضنفر اینڈ کمپنی کو نہایت بالکفایت قیمتوں پر دیدیتے ہیں۔ ایکدفعہ آپ نے اپنی ایک نعت رجسٹری کے ذریعہ بمبئی ایک بڑے فلمی ڈائرکٹر کو بھی بھیجی تھی جس کے ساتھ ایک مفصّل چٹھی بھی لکھی تھی چند سطریں یہ تھیں:-

"جناب ڈائرکٹر صاحب! خدا جانتا ہے کہ میں قطعاً مذہبی بلکہ صوفی آدمی ہوں۔ فلموں کی خرافات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں مگر کل ہی مجھے خواب میں مکاشفہ کے ذریعہ استادِ زماں صوفی فنا فی اللہ نے بشارت دی کہ اے نادان اُٹھ! فلم والوں کا حال ارزل ہے گمراہی اور گناہ کے بادل گھر گئے ہیں۔ اپنی ایمان انگیز نعتوں سے ان گمراہیوں اور گناہوں کی گندگی کم کر اور بے خبر فلمی لوگوں کے کانوں میں سہانے حضور کی منقبت ڈال تاکہ دلوں کو نور اور روح کو سرور حاصل ہو تو حاصلِ کلام یہ ہے کہ فدوی اسی خدائی حکم کی تعمیل میں ایک زبردست نعت حاضرِ خدمت کر رہا ہے۔ اس کی قیمت تو لینا میں حرام سمجھتا ہوں البتہ نذرانہ کے طور پر آپ بذریعہ منی آرڈر کچھ بھیج سکتے ہیں۔ چند باتوں کا لحاظ رکھئے گا۔ ایک تو یہ کہ اسے لتا یا شمشاد بیگم سے گوائیں کیونکہ ان کی آواز میں وہ سوز و گداز ہے جو صوفیت کی جان اور قلندروں کا ایمان ہے۔ پھر پبلک عورتوں ہی کی پیاری آواز سے زیادہ متأثر ہوتی ہے۔ جتنا اثر پبلک لے گی اتنی ہی برکت اور روحانیت پھیلے گی۔ دوسرے یہ کہ سازوں میں وائلن نہ ہو یہ ساز کافرانہ ہے اس سے نعت کے تقدس کو نقصان پہنچے گا۔ تیسرے یہ کہ گانیوالی گاتے گاتے کچھ آنسو بھی ٹپکا دے تاکہ دلی سوز و گداز ظاہر ہو۔ ہم لوگ تو یہ کام یہاں پیاز اور مرچ وغیرہ سے لیتے ہیں۔ آپ کے یہاں سُنا ہے کہ گلیسرین سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ اگر گلیسرین میں شراب کا جز نہ ہو تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔۔۔۔"

اس تفصیلی خط کی یہ صرف چند سطریں ہیں، ایسی ہی کئی سو سطریں

حت لگا سنے لکھی تھیں۔ مگر برا ہو ڈائرکٹروں کی بے دینی اور
ردی کا جواب بھی نہیں دیا۔ فاضل شاعر کئی سال تک مختلف
دیکھتے رہے، ریڈیو کے ریکارڈ سنتے رہے کہ شاید انکی نعت
میں آجائے۔ مگر نہیں آئی تو ایک زبردست تہدید نامہ
لٹر کو لکھا جس کے چند جملے یہ تھے:-

"تم عدد درجہ بے دین ہو۔ تمہیں جہنم کا آٹھواں طبق
نصیب ہوگا تمہاری لحد میں کیڑے پڑیں گے تم یثرب
پیا کی عظمت بھلا بیٹھے ہو۔"

اور دیکھئے ـــ یہ ہندو بھائی مسٹر گنپت رائے کس جوش و
ں کے ساتھ نعتیہ اشعار پڑھ رہے ہیں۔ حاضرین جھوم اٹھے۔
نے دوسرے سے کہا:-

"واہ واہ! کیا شان ہے کملی والے مولا کی۔ اپنے تو اپنے
غیر بھی تعریف پر مجبور ہیں۔"

سامنے بیٹھے ہوئے خواجہ کو ثر بخش بسطامی ایک مصرعہ پر
کر چیخے:-

"کیا کہنے ہیں تمہارے۔ انشاء اللہ اسی ایک مصرعہ کے
طفیل جنت میں جاؤ گے۔"

مسٹر گنپت نے مسکرا کر آداب عرض کی اور مصرعہ کو تین چار
ہ کر مجمع کو تڑپایا۔ مقطع شروع کر رہے تھے کہ قریب کی کسی مسجد سے
ن کی آواز آئی۔ وہ خود ہی ذرا رک گئے تو مولوی کرامت اللہ بولے

"پڑھو بھائی پڑھو! آذان سے زیادہ مقدس اور
ضروری کام ہو رہا ہے۔"

اور دیکھئے۔ یہ ہیں حاجی عبد الغفور بصری۔ بڑے ہی زبردست
اور واعظ ہیں۔ ان کی آنکھوں میں جو یہ آنسو آپ بات بات
تے ہیں تو یہ پیاز یا گلیسرین کا کارنامہ نہیں، بلکہ حقیقت میں
دلی سوز و گداز اور رقت و لطافت کے باعث ہر آن سچ مچ رو
ہیں۔ ابھی چند ہی روز کی بات ہے پڑوسن کے میاں کو چھ مہینے کی
دگئی تو پڑوسن آپ کے گھر آئی اور رو کر عرض کیا کہ میں بے سہارہ
کہاں سے کھاؤں گی۔ آپ فرط غم سے اک دم رو پڑے حتٰکہ
ی تر ہو گئی ہچکیاں لیتے ہوئے فرمایا بھاگوان میرے گھر آجا۔ چھ
کا خرچ اٹھاؤں گا۔ پڑوسن حیران بھی ہوئی اور سراسیمہ بھی۔

بولی ـــ "آپ کے گھر آجاؤں۔ دنیا کیا کہے گی۔ آپکی بیگم کیا کہینگی؟"
حضرت کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔

"کیا کہہ سکتی ہے دنیا ہمارے بارے میں، بدگمانی کرنیوالا دوزخ
میں جائے گا۔ بیگم کل اپنے میکے دلی سدھار گئیں۔"

پھر بھی پڑوسن کا اطمینان نہ ہوا۔ تب حضور پھر رو پڑے اور
فرمایا:-

تمہاری مرضی ہے اگر رہنا نہ چاہو تو جب جی چاہے ضرورت کی
چیزیں لینے آجایا کرو۔ یہ تو میرے لئے مشکل ہے کہ کوئی رقم تمہیں یکمشت
دیدوں البتہ روٹی سالن تیل پھلیل حسب ضرورت لے جایا کرو۔

---

۱۰ رنومبر ۶۴ء:- اطلاع ہے کہ انبالہ راشن ڈیپارٹمنٹ کے گوداموں
میں پڑا ہوا ایک لاکھ ننانوے ہزار کا گیہوں اور جو کا اسٹاک ناقابل
خوردنی قرار دے دیا گیا ہے۔

غم نہ کیجئے۔ ابھی وزیر خوراک جناب قدوائی صاحب کو سدھارے
تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں۔ اس گندم اسٹاک کو احتیاط کے ساتھ
گوداموں میں دھرا رہنے دیجئے امید ہے کہ سال چھ مہینے گذرنے پر یہ نہ
صرف قابلِ خوردنی ہو جائے گا، بلکہ اب سے کچھ زیادہ قیمتی بھی ہو جائیگا
اور جس طرح پرانی شراب زیادہ پسندیدہ سمجھی جاتی ہے اسی طرح اس پرانے
گیہوں اور جو کو زیادہ پسندیدہ وٹامن سے لبریز قرار دے کر اسکو محفوظ
رکھنے والوں کو دیش بھگت اور قوم پرور وغیرہ کے خطابات عطا کئے
جائیں گے۔

یہ امید کچھ ہوائی نہیں ہے۔ بلکہ آپ ماضی قریب کے ریکارڈ
اٹھا کر دیکھئے۔ جو گیہوں امریکہ نے گندم اور ناقابلِ استعمال قرار
دے کر ردی کھاتے میں ڈال دیا تھا وہی ہند و پاکستان کی وٹامن انگیز
اور زندگی بخش فضاؤں میں آکر سراپا زندگی اور وٹامن اور حرارت کا خزانہ
ہو گیا ـــ پھر نازک تر موقعوں پر دیش کے بعض عالی مدار ماہرین
خوراک نے اپدیش دیا کہ سنگھاڑے کا آٹا صحت کے لئے مضر نہیں اور
روٹی کی جگہ مونگ پھلی کھانا ترقی پسندی کی علامت ہے اور لکڑی
کا برادہ آٹے میں ملا دیں تو ایک نیا زندگی بخش وٹامن پیدا ہوتا ہے وغیرہ

---

۱۱ رنومبر ۶۴ء:- وزیر شری گلزاری لال نندہ نے کہا کہ:-

"ایک عام آدمی وزراء کے مقابلہ میں زیادہ تعمیری کام کر رہا ہے"

...ہ تو کرنا ہی چاہیئے۔ کیا وزیر آپ کے خیال میں کام کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں؟ وزیر کا مقدم ترین کام ہے کمانا۔ اسکے ...ر بیان دینا۔ یہ سب کام وہ کر رہا ہے۔ اب عوام کا فرض ہے کہ ...اپنا کام کئے جائیں۔ یعنی دن رات محنت کرنا ٹیکس دینا۔ سرکاری ...داب بجالانا۔ ایک بات شری گلزاری لال نے بہت مزے کی کہی ...ہ عام آدمی وزراء کے مقابلہ میں تعمیری کام تو زیادہ کر رہا ہے۔ مگر ...زراء کے مقابلہ میں معاوضہ اسے بہت کم مل رہا ہے۔

سبحان اللہ۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ معاوضہ کام کے ...اعتبار سے ملنا چاہیئے۔ ہوش کی دوا کیجئے۔ پیدائشی ...ے لوگ ہمارے ...ماج میں اُن برہمنوں کی طرح ہیں جن کے لئے منو شاستر میں لکھا ہے ...ندرانے وصول کرنا اور لمبی تان کے سونا ہی ان کا پہلا اور آخری ...ریضہ ہے۔ اور عوام اُن شودروں کی طرح ہیں جن کا پیدائشی فرض برہمنوں ...و نذرانے دینا بیگار کرنا اور فرمانبردار رہنا ہے۔ تو حضور، وزیروں ...غیرہ کے بارے میں زبان دراز نہ کیجئے ورنہ۔۔۔۔۔۔ جی!

۱۲ر نومبر ۱۹۵۴ء:۔ "بخشی غلام محمد جمہوریت کا گلا گھونٹ کر اپنی ...خالفت کو مذموم طریقوں سے کچل رہے ہیں"

غلط کہتے ہو۔ جمہوریت نام کی کوئی دیوی کشمیر میں نہیں رہتی۔ جمہوریت کی ہم شکل ایک بیگم صاحبہ شیخ عبداللہ کے زمانہ میں ہوا کرتی تھیں۔ انھوں نے شیخ صاحب کی بے دلیل گرفتاری پر خودکشی کر لی تھی۔ اب جس کا گلا بخشی صاحب گھونٹ رہے ہیں وہ انصاف و دیانت کے خاندان میں سے کوئی ہو تو ہو جمہوریت بہر حال نہیں ہے۔

اور بھائی! بیچارے بخشی صاحب اگر اپنے جاہ و منصب کی خاطر کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے جیل میں ٹھونس بھی دیں تو آج کی مہذب اور ترقی یافتہ دنیا میں یہ کونسی قابلِ ذکر بات ہے ایمان و اخلاق کے سوتے جب خشک ہو جاتے ہیں تو ظلم و جبر خود غرضی اور دنیا پرستی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے۔

۱۳ر نومبر ۱۹۵۴ء:۔ خبر ہے۔ "صرف کراچی میں دق کے ساٹھ ہزار مریض موجود ہیں"

کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ کراچی کی موجودہ آبادی کا تقریباً چار فیصدی ہے۔ اگر کوئی زیادہ بہتر ڈاکٹر تحقیق کرے تو معلوم ہوگا کہ نہ صرف کراچی بلکہ سارے پاکستان کی آبادی ساٹھ ستر فی صدی کئی طرح کے مہلک امراض میں گرفتار ہے۔ ان مرضوں میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

صوبائی تعصب۔ ہوسِ زر۔ حرصِ جاہ۔ جنسی افراط و تفریط۔ ننگا پن۔ جاہلیت۔ ان مرضوں کے مریضوں کا خاصّہ یہ ہے کہ اول تو کسی ڈاکٹر حکیم کے کہنے سے وہ ان کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتے اور اگر کرنا پڑ جائے تو انھیں مرض نہیں ترقی پسندی مہذب پن اور اسی طرح کے دیگر خوشنما نام دیتے ہیں۔

تو حاصل کلام یہ ہے کہ پاکستان سرکار کو دق وغیرہ کے مریضوں کی بھاری تعداد دکھلا کر کچھ نئے امریکن ڈاکٹروں اور امریکن دواؤں کی درآمد کا بہانہ تو مل سکتا ہے مگر جو ناسور پاکستانی قوم کی نس نس میں بس رہے ہیں ان کا مداوا نہیں ہو سکتا۔

۱۴ر نومبر ۱۹۵۴ء:۔ ایک معاصر ۱۰ر نومبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں خبر دیتا ہے کہ:۔

"کھڑک پور میں ایک مسجد کو حکومت نے اسلئے نیلام پر چڑھا دیا کہ غریب مسلمان اس کا ٹیکس نہیں ادا کر سکتے تھے"

یہ سوال کہ مسجد پر ٹیکس لینا کسی جمہوری حکومت میں انصاف کے مطابق ہے مفتی تجلی یا کوئی جمعیتی بزرگ حل کریں گے۔ اور یہ نکتہ بھی کہ مسجدوں پر ٹیکس لگ جانے کی صورت میں کوئی ملک کس حد تک دار الحرب بن جاتا ہے مفتیوں اور مولویوں کے ہی بس کا ہے خادم تو صرف اتنا کہہ سکتا ہے کہ جن مسلمانوں سے مسجد کا ٹیکس بھی نہ ادا کیا جائے انھیں چلّو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیئے۔ انھیں کوئی حق نہیں کہ مسجد کی نیلامی پر احتجاج کریں۔

غربت کسی بھی درجہ کی ہو۔ ایک مسلمان کا سب سے مقدم فریضہ یہی ہے کہ مسجد کے حقوق ادا کرے چاہے اسے فاقہ کرنا پڑے ... میں اُن لوگوں سے جو اس طرح کی باتوں پر حکومت کو ملزم ٹھہرا...

کی سعی کرتے ہیں ادب کے ساتھ گذارش کروں گا کہ وہ کھٹ پور جاکر تحقیق کریں کہ جن مسلمانوں نے ٹیکس ادا نہ کرکے مسجد کو نیلام پر چڑھوا دیا ہے کیا انھوں نے مسجد کے سوا اپنی اور اپنے بال بچوں کی بھی کوئی ضرورت روکی؟ فاقہ تو کجا کیا ان کی روٹیوں کی گنتی میں بھی فرق آیا؟ کیا ان کی مسرفانہ رسمیں بند ہوگئیں؟

شاباش اے حکومت کے کارگذارو! جس قوم کے افراد سینماؤں پر جوق در جوق نظر آتے ہوں۔ شب برات پر لاکھوں روپے کی آتشبازی پھونک دیتے ہوں۔ ہزاروں من حلوے بنا ڈالتے ہوں۔ مسجدوں اور درگاہوں کو تعزیہ بنانے میں پانی کی طرح روپیہ بہا دیتے ہوں۔ شادی بیاہ میں ناک کی اونچائی پر سود در سود قرضہ کی بھول بھلیاں میں فخر و مباہات کے ساتھ مٹر گشت کرتے ہوں وہ اگر مسجد کا ٹیکس تک ادا نہ کریں تو بلاشبہ ان کی مسجد کو نیلام پر چڑھا دو۔ ڈھا دو۔ زمیں بوس کر دو۔ عذاب صرف فرشتوں ہی کے ذریعہ نہیں آتا۔ انسانوں اور شیطانوں کے ذریعہ بھی آتا ہے۔ مسلمان عقائد و کردار کی جس پستی پر پہنچے ہوئے ہیں اسکا قدرتی تقاضا یہی ہے کہ اُن پر عذاب فرشتوں کے ذریعہ نہیں بلکہ اُن حقیر انسانوں کے ذریعہ نازل ہو جنھیں وہ بڑے غرور اور اکڑ کے ساتھ کافر و مشرک کہتے چلے آئے ہیں!

---

۱۵ نومبر ۵۴ء: — "ہند اور پاکستان کے تعلقات کو بہتر بنانے کی خاطر مسٹر غضنفر علی خاں نے اپنا استعفےٰ واپس لے لیا۔"

بجا فرمایا۔ بڑے لوگ کبھی اپنے جاہ و منصب اور اپنی غرض کے لئے تو کوئی کام کرتے ہی نہیں ان کا ہر قدم وطن کی خدمت قوم کی بہتری اور انسانیت کے فروغ ہی کے لئے اٹھتا ہے۔ اب دیکھئے پاکستان کے گورنر جنرل نے پہلے تو ملک و قوم کی خاطر ناظم الدین وزارت کا قلعہ ڈھایا تھا اب اسی اونچے مقصد کے پیش نظر دستور ساز اسمبلی کا گھروندا توڑا اور جمہوریت کی خدمت کے طور پر خالص آمرانہ طرز و طریق اختیار کئے۔ اسی طرح امریکہ اور روس بھی جب کہیں گولہ باری کرتے ہیں، فساد پھیلاتے ہیں، لڑتے ہیں تو ان کا مقصد کم سے کم لفظوں میں امن پروری، انسانیت دوستی اور فلاح و صلاح ہوتا ہے۔ بڑے لوگوں کا خمیر ہی جب اعلیٰ مقصدی اور نیکوکاری سے بنا ہے تو اس میں ہم اور آپ کیا کر سکتے

---

۱۶ نومبر ۵۴ء: — "چنڈی گڑھ میں ایک پندرہ سالہ نوجوان کا سنسنی خیز قتل۔"

کون کہتا ہے سنسنی خیز۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ملک بھر میں اب دس فی صدی سمجھدار بھی ایسے نہ ملیں گے جو اس طرح کی معمولی خبروں میں سنسنی محسوس کریں۔ اخلاق و تمدن کی جو قدریں اس وقت مشرق و مغرب میں پسندیدہ و مرغوب ہیں ان کی فطری کارکردگی کی رو سے عصمت دری، غبن و رشوت ستانی اور قتل و غارت کی وارداتیں روزانہ کافی تعداد میں ہوتی رہنی نہایت ضروری ہیں۔ جن دنوں یہ کم ہو جائیں سمجھ لو کہ کوئی سنسنی خیز گڑبڑ پیدا ہو گئی ہے۔

---

۱۷ نومبر ۵۴ء: — ایک سُرخی ہے:-

"جن سنگھ کے موجودہ لیڈر فاسسٹ روش پر چل رہے ہیں، وہ دن دور نہیں جب جن سنگھ کا جنازہ نکل جائے گا۔"

یقین کیجئے اس جنازہ کو کاندھا دینے والوں میں آپکو کانگریسی دھرماتما ہی پیش پیش نظر آئیں گے۔ ہو سکتا ہے یوم وفات کے سلسلہ میں ہر سال سرکاری دفاتر کی چھٹی بھی ہوا کرے کیونکہ جن سنگھ کے بہت سے لگے سگے اور عزیز و اقارب کانگریسی کیمپ میں بھی ہیں جنھیں پیارے جن سنگھ کی بے وقت موت کا اتنا ہی زبردست صدمہ ہوگا جتنا کسی ڈپٹی اور تحصیلدار کو اُس پیش کار کے مرنے کا ہوتا ہے جو انکے افسر کو اوپر کی آمدنی مہیا کرنے میں نہایت جہاندیدہ اور ماہر ہو۔

بہرحال مجھ خاکسار کا مشورہ تو اپنے جن سنگھی بھائیوں کو یہ ہے کہ خراماں خراماں کانگریس نگر کی طرف چلے آئیں۔ کانگریس کا فراخ دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے۔ اس میں مہاسبھائی اور راشٹریہ سنگھی اور اچھوت و برہمن سب داخل ہو سکتے ہیں۔ ——— اس کے دامن میں بہت وسعت ہے اور تم سے پہلے بہت سے سمجھداروں نے مرجانے کے بعد قبر میں لیٹنا یا چتا میں جلایا جانا مناسب سمجھکر یہی کیا ہے کہ ٹہلتے ہوئے کانگریس نگر میں آ گئے ہیں اور ٹھیکوں وغیرہ کی مدد سے بادبانی منزلوں سے گذر کر وزارت تک کی خبر لی ہے۔ آج تفصیل ہو تو وہ

ں جگت ہیں گاندھی سیوک ہیں لیسڈر ہیں بلیڈر ہیں - حالانکہ ان کی
ز رکیپ اور سفید کھدری جوڑا اُتار کر دیکھو تو آج بھی وہی کالا دیو
رتنے گا جو وقتاً فوقتاً گو ڈسے اور جعفر و صادق اور پچاس ہاتھوں
لے دلکشش کا بھیس نہایت آسانی سے بدل لیتا ہے۔

ر نومبر ۱۹۵۴ء :- پاکستان کی جماعت اسلامی کی سکریٹری
ل مسٹر طفیل احمد نے فرمایا کہ دنیا کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ -
سلام - یا کمیونزم۔

تعجب ہے وہ "امریکن ازم" کو بھول گئے - حالانکہ پاکستان
دیوانِ اقتدار کا سارا کس بل اسلام و کمیونزم کو مٹانے اور
ریکن ازم" کی جنت کو لانے میں صرف ہو رہا ہے۔ اسلام سے تو
ہیں یوں بَیر ہے کہ وہ اُن کی بے انتہا عیاشیوں اور بدمستیوں میں حائل
ہے - اور کمیونزم سے یوں بیر ہے کہ روس والے کسی بھی صورت میں
ھناتے ہوئے ڈالر اور دندناتے ہوئے ہتھیار اور لہلہاتی ہوئی
قیں اس فراخ دلی اور سخاوت کے ساتھ نہیں دیتے جتنی سخاوت
ہ امریکہ دیتا ہے - لہٰذا امریکن ازم کو اس کی تمام تر رنگینی و دلآویزی
عریانی و ملوہ ریزی کے ساتھ پاکستان میں برپا کرنا ہی اُنکی دلی
دوؤں اور امنگوں کے عین مطابق ہے۔

خیر یہ تو ایک معمولی سی بھول چوک تھی جو انسان کے ساتھ
ہوتی ہے - ذرا یہ ملاحظہ فرمائیے کہ "نافین" ایجنسی نے اس خبر کو
یب دیتے ہوئے "جماعتِ اسلامی" کے آگے بریکٹ میں یہ عبارت
ج کی ہے :-

(مذہبی انتہاپسندوں کی پارٹی جو مصر کی اخوان المسلمین سے
ملتی ہے)۔

اسے کہتے ہیں ایک پنتھ دو کاج یا آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔
کی شان ہے جو جماعت یہ کہے کہ اصلی گھی میں کوکوجم نہ ملاؤ ازم میں
اِب مل نہ کرو - منافقت اور فریب چھوڑ دو - قرآن و سنت کے ماننے
مدعی ہو تو ماننے کی طرح مانو اپنی خواہشات اور حرص و ہوا کا کھلونا
ناؤ - اللہ اور بندوں کے حقوق پوری طرح ادا کرو - آج اُس جماعت
ہذب گالی دی جاتی ہے - یعنی کہ انتہاپسند ! گویا آج کی دنیا
نقطۂ اعتدال یہ ہے کہ دودھ بیچو تو پانی ملا کر - سچ بولو تو دس فیصدی

جھوٹ آمیز کر کے - اللہ کی بندگی کرو تو غیر اللہ کو بھی دو چار سجدے
ضرور کر لو - اسلام میں کفر کا حقانیت میں جاہلیت کا انصاف میں
ظلم کا مخمل میں ٹاٹ کا پیوند ملائے رکھو - یہی تہذیب ہے یہی شرافت
یہی سیاست اور یہی اعتدال !

اور دیکھ رہے ہیں آپ کس خاص موقع پر اخوان المسلمین سے تشبیہ
دی گئی ہے - جی ہاں - اُس موقع پر جب ایک غیر ذمہ دار عامی کے
ذاتی اقدامِ قتل پر پوری کی پوری اخوان المسلمین کو قاتلوں کی جماعت
ٹھیرا کر زن بچہ کولھو میں پلوائے جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں - جب
عیش پرست اور عشرت پسند حاکموں کو اپنے حریفوں سے جی بھر کے
انتقام لینے کا بہانہ ہاتھ آگیا ہے - جب انگریز کی ڈپلومیسی نے انقلاب
انگیز دعوتِ حق کی آواز کو زندہ درگور کر دینے کا زرین چانس حاصل
کر لیا ہے۔

سچ کہا ہے قائلِ صادق نے الکفرُ ملّۃٌ واحدۃٌ -
کفر چاہے "نافین" والوں کے دل و دماغ میں ہو یا غلام محمد گورنر جنرل
آف پاکستان کے ذہن و قلب میں یا وزیر اعظم جمال ناصر صاحب کے
خیالات میں - وہ بہر حال ایک ہی مزاج اور ایک ہی انداز کا ہوتا ہے
"نافین" والوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ پاکستان کے اربابِ
حکومت اس کی شہ اور توجہ دہانی کے بغیر ہی جماعت اسلامی کی
بیخ کنی میں کاہل نہیں ہیں اور قتل پتل کے بہانوں کے بغیر ہی انھوں نے
مولانا مودودی سے لے کر ایک معمولی فردِ جماعت تک کی خاصی
مزاج پرسی کر دی ہے۔

اِدھر ہمارے بھارتی حکماء و عقلاء بھی جماعتِ اسلامی کی
"انتہاپسندی" کی بو سونگھ کر مستعدی کا مظاہرہ فرما رہے ہیں - اور
اس کے سرکردہ اصحاب کو نہایت پیار و شفقت سے سرکاری
مہمان بنا لیا ہے - ہو سکتا ہے مصر میں جو کچھ اخوان المسلمین کے ساتھ
ہو رہا ہے وہی پاکستان میں جماعتِ اسلامی کے ساتھ ہو - کیوں کہ
مصر کے حالات نے شیطانی سیاست کے ماہروں کو دشمنوں کا قلع
قمع کرنے کی ایک آسان ترکیب دیدی ہے اور نافین والے اگر سچ
مچ یہ چاہتے ہیں کہ اخوان المسلمین جیسا حال جماعتِ اسلامی کا بھی ہو
تو ..... تو عاقل را اشارہ کافیست !

۱۹ار نومبر ۱۹۵۵ء — یادش بخیر۔ پیران کلیر شریف کا میلا ابھی گیا ہے۔ خاکسار نے عرصہ ہوا آپ کو بتایا تھا کہ یہ حقیر فقیر بھی ایک مرتبہ شومیٔ قسمت سے اس میلہ میں پھنس گیا تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے کان پکڑے۔ لیکن اس کی وجہ غالباً فقیر کی بے دینی اور بد ذوقی ہو سکتی ہے۔ ورنہ بے شمار پروانوں کا تو یہ حال ہے کہ آندھی آئے، طوفان جائے بال بچے مریں گھر اُجڑے مگر سال کے سال میلے میں جانا۔ قوالوں کی تانیں اور طوائفوں کی ٹھمریاں سُننا۔ تھوڑا بہت جوا کھیلنا اُن پر فرض لازم ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ مُلّا تو کیا جانے صوفیت کے اسرار اور طریقت کے لطائف کو۔ میں کانوں پہ ہاتھ دھر کے کہتا ہوں خدا نہ جنوائے ایسے اسرار و لطائف کو۔ وہ کہتے ہیں وہابی بد دین کہیں کا۔ اور میں کہتا ہوں کہ قوال گردی اور طوائف بازی اور قمار سے تو بہرحال "وہابیت" اچھی ہے۔

خیر اب کی خواجہ پہاڑ الدین میلے سے لوٹے تو بہت خوش اور شگفتہ تھے۔ تخلیہ میں سنانے لگے کہ بھئی خواجہ کے دین کی بھی کیا پوچھتے ہو۔ خدا کی قسم ذرّہ کو سورج کر دیں۔ فاسق کو جنّت پہنچا دیں۔ فقیر کو بادشاہ بنا دیں میں نے کہا۔ "خیر تو ہے کچھ مار لائے ہیں کیا؟"

فرمایا — "میں تو نہیں۔ مگر کنیزن بائی اب کی پھر آئی تھیں، مس زہرہ بھی ساتھ تھی۔ وہ وہ رُلایا ہے سننے والوں کو کہ بس کیا بتاؤں ظالم ایسے والہانہ اور ڈوبے ہوئے انداز میں یہ مصرعہ پڑھتی تھی:۔

خواجہ تری عطا کے قربان تیری داسی

کہ معلوم ہوتا تھا ہر تان آسمان چیر کے عرش کو تھرا دے گی۔"

مجھے یاد آیا کنیزن بائی اور مس زہرہ کا ذکر پارسال بھی صوفی پہاڑ الدین نے کیا تھا۔ انھوں نے تفصیل سے بتایا تھا کہ کنیزن بائی بمبئی کی ایک پرانی نائکہ ہے جس نے مس زہرہ کو پال پوس کر جوان کیا تھا اور ہزاروں روپیہ اس کو رقص و سرود سکھلانے پر اس امید میں صرف کیا تھا کہ جوان ہو کر وہ سیم و زر کی کان ثابت ہو گی۔ چنانچہ زہرہ کا اپنی قیامت خیز رعنائیوں اور جمال آرائیوں کے جوان ہو گئی، تو اس کے رقص و سرود اور حسن و شباب کے مقناطیس سے صدہا من چلے کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔ اسی ہنگامۂ رنگ و بو میں ایک غریب سا نوجوان خورشید الحسن زہرہ کے دل کو بھا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ زہرہ ہر قیمت پر اس کو اپنا بنانے کے لئے تیار ہو گئی۔ ادھر کنیزن بائی بڑے بڑے سیٹھوں سے سودے کرنے میں مصروف تھیں — بڑھ چڑھ کے بولیاں بول رہی تھیں۔ آخر کار دس ہزار پر ایک ریاستی شہزادے سے معاملہ طے ہو گیا اور کنیزن بائی بے حد مسرور ہوئیں کہ پہلا ہی سودا کافی منافع بخش ہے۔ لیکن ان کی خوشی کو زہرہ نے یہ کہکر بالکل پامال کر دیا کہ یہ رقص و سرود سے آگے ہرگز نہیں بڑھے گی۔ کنیزن بائی حیرت اور غصّے سے بولیں:۔

"واہ بیٹی واہ! کشتی کہیں پانی سے بھی کتراتی ہے۔ گھوڑا گھانس دانے سے یاری کرے گا تو کھائے گا کیا؟"

زہرہ بولی:۔

"کچھ ہو۔ میں گناہ کی زندگی نہیں گذاروں گی۔ خورشید الحسن سے شادی کر کے میں ایک شریف بیوی بن کر رہوں گی۔"

کنیزن بائی جھلا گئیں۔

"چہ خوش نبودی! خورشید نِقطّے سے تو شادی کرے! کچھ افیم کھالی ہے کیا؟"

لیکن زہرہ اپنی جگہ اٹل تھی۔ کنیزن نے مسلسل لاکھ کوششیں کیں کہ زہرہ کا دل خورشید الحسن کی طرف سے پھیر دے اور اسے اپنے طے شدہ راستہ پر چلائے مگر توبہ۔ زہرہ فولاد کی طرح سخت اور مضبوط ثابت ہوئی۔ بے حد کوششوں اور چالبازیوں کی ناکامی کے بعد کسی صوفی درویش نے کنیزن بائی کو بتایا کہ صابر کلیری کے دربار میں جاؤ وہ سب کی مشکلیں حل کرتے ہیں۔ کنیزن بائی صدہا تعویذ گنڈے آزما چکی تھی۔ اب یہ آخری حربہ بھی آزمانے کو تیار ہو گئی۔ اور بہت سی جوڑ توڑ ملا کر پارسال زہرہ سمیت کلیر کے میلے میں پہنچ ہی گئی۔ یہی وہ موقع تھا جب خواجہ پہاڑ الدین زہرہ کے رنگ روپ پر لٹو ہو کر کنیزن بائی کے خیمے میں کسی نہ کسی طرح پہنچ گئے تھے۔ اور کئی طرح کی ترکیبیں خواجہ پیا سے مراد مانگنے کی بتلائی تھیں۔

میں نے انھیں واقعات کے پس منظر میں پوچھا:۔

"کچھ تفصیل سنائیے۔ کیا زہرہ نے خورشید الحسن سے شادی کر لی یا کیا؟"

بولے — "ارے کیسا خورشید الحسن۔ وہ بیچارہ تو کب کا اللہ کو پیارا ہوا۔ کنیزن کہتی ہے کہ ایک صبح اس کا سارا بدن نیلا تھا اور جان غائب تھی ڈاکٹر سمجھ رہے ہیں کہ کسی نے زہر دے دیا۔ لیکن کنیزن کو

ین ہے کہ خواجہ کلیری کی نگاہِ غضب نے اسے جلا یا ہے۔ خیر۔ یہ
مت تو خواجہ جانیں ہم تو یہ کرشمہ دیکھتے ہیں کہ وہی زہرہ جو پارسال پتھر
طرح سخت تھی خواجہ کی ایک ہی توجہ میں موم کی طرح نرم ہو گئی۔"

میں چونک گیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے میرے دل پر چوٹ لگی ہو۔
"کیا زہرہ کنیزن کی بات مان گئی؟ کیا شریفانہ زندگی کا عزم
ٹ گیا؟"

بولے۔ "ارے! روحانی تصرف کے سامنے کس کا عزم
سالم رہا ہے جو زہرہ کا رہتا۔ کنیزن نے بتایا کہ پارسال یہاں سے جاتے
ی زہرہ کا رنگ بدل گیا۔ کہاں وہ بات بات پر کاٹنے کو دوڑتی تھی
ور کہاں موم کی ناک بن گئی۔ خواجہ کے کسی درباری درویش نے کنیزن
کو ایک خاص عمل بتایا تھا وہ اس نے بمبئی پہنچتے ہی پڑھا اور تیسرے دن
جب وہ پورا ہو گیا تو خورشید الحسن دنیا سے رخصت ہو گیا۔ زہرہ نے اسکی
موت کا حال سُنا تو پتھر کی مورت کی طرح ساکت و جامد ہو گئی۔ نہ روئی
پنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیوانہ وار سامنے تکتی رہی اور کئی دن اسی
حال میں بھوکے پیاسے گذرے۔ کنیزن نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا
ور جس سے دس ہزار میں سودا کیا تھا اسے بلا کر کئی دن ٹھہر رکھا۔ زہرہ
نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ بلکہ اس کی کیفیت اُس کٹ پُتلی کی سی ہو گئی
و انگلی کے اشاروں پہ ناچتی ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا بے جان مجسمہ بن گئی
جیسے جس کا جی چاہے جہاں چاہے اٹھا کے رکھدے۔ کنیزن نے اسے
گانے کے لئے کہا تو وہ گانے لگی۔ ناچنے کے لئے کہا تو ناچنے لگی کسی سیٹھوں
کے یہاں کار میں بٹھا کر پہنچایا تو وہ بلا تامل چلی گئی اور اگرچہ کنیزن کی بعض
زندہ دل گاہکوں نے شکایت کی کہ زہرہ ایک جوان حسین لڑکی ہوتے
ہوتے بھی جانداروں سے زیادہ تلنبے اور پتھر کی مورتیوں سے ملتی
جلتی ہے جس میں نہ جذبات ہیں نہ ارادہ نہ گریہ ہے نہ التفات لیکن
کنیزن کو ان فضول تفصیلات سے کیا لینا تھا۔ وہ تو روپیہ کماتی
رہی اور سال بھر میں تقریباً ستر ہزار روپے جمع کئے۔ اب دھوپ
چھاؤں کے کام کی ہفت خوانی چادر خواجہ کے مزار پر چڑھانے لائی تھی
اور دس ہزار روپے نذرانہ بھی۔"

میں رومان و ہوس کی اس عجیب داستان کو پورے غور سے سننے
کے باوجود نہ سمجھ سکا کہ بقول خواجہ بہاؤ الدین اس میں کلیری خواجہ کے
تصرف اور عطا و انعام کا کونسا پہلو ہے۔ پوچھا:۔

"ذرا تشریح فرمائیں تو بہتر ہے۔"

بولے۔ "اماں تشریح کیا۔ بس وہ رنگ دیکھا کہ قیامت
تک نہ بھولے گا۔ خدا کی قسم جو سوز اب کی زہرہ کے گانے میں تھا اور
جو سوز و گداز کی کیفیات اس کے انگ انگ سے ٹپک رہی تھیں وہ
بس کسی سالک اور فنا فی اللہ ہی کا حصہ ہو سکتی ہیں۔ صابر صاحب نے
پورا ہی رنگ چڑھا دیا تھا۔ یہ سمجھو رات کے ڈھائی بجے کنیزن بائی
اک دم محفل سے اٹھی اور خیمہ کے ایک گوشہ میں تہجد پڑھا۔ پھر آئی تو
زہرہ سے کہا کہ بیٹی تو بھی فارغ ہو آ۔ چنانچہ زہرہ اپنے صدہا پروانوں
کے بیچ سے اُٹھ کر جائے نماز پر گئی اور خدا کی قسم میں نے دیکھے اُس کے
سجدے۔ وہ خشوع و خضوع کا عالم تھا وہ غرقابی تھی ...... بس
سماں ہی تو طاری ہو گیا۔ پھر نماز کے بعد جو اس نے پیا کی ملہار چھیڑی
ہے تو خدا کی قسم دو دو بوتل کا نشہ سب کو چڑھ گیا۔ اور روپیوں کے
ڈھیر لگ گئے۔ کئی متوالوں نے پگڑیاں اُتار کے پیروں پہ ڈالدیں۔!"

خواجہ کچھ اس دلچسپی اور جوش کے ساتھ یہ سب کچھ کہہ رہے تھے
کہ مجھے خیال ہوا انھیں ضرور زہرہ سے عشق ہو گیا ہے۔

"آپ ملے بھی زہرہ سے؟ یا صرف تماشائی رہے؟"

ٹھنڈی سانس بھر کے بولے:۔

"دوست تم سے کیا پردہ ہے۔ وہ ظالم کنیزن کسی کو آسانی سے
ملنے دیتی ہے کیا۔ بمشکل تمام دوپہر میں خیمہ کے اندر رسائی نصیب ہوئی
زہرہ اس وقت بغیر سنگھار کے فرش پر بیٹھی دیوانوں کی طرح انگلی سے
زمین پر لکیریں بنا رہی تھی۔ مجھے اس نے یونہی سرسری نظر سے دیکھا
اور اپنے کام میں اس طرح مشغول رہی گویا وہ بہت ہی ضروری اور
ارجنٹ کام ہے ــــ زمین پر بے معنیٰ لکیریں بنانا! ــ کنیزن نے
بتایا کہ جب سے صابری خواجہ کی توجہ ہوئی ہے بس یہی حال ہے اسکا
کسی کسی وقت تو اپنے بخشی سازندے کو بھی ایسی نظروں سے دیکھتی ہے
جیسے وہ کوئی اجنبی ہو۔

خیر۔ آمدم برسرِ مطلب۔ میں نے کنیزن سے کہا کہ زہرہ آجکل
جن مقامات پر اُڑ رہی ہے اسے ہم ہی جیسے لوگ سمجھ سکتے ہیں۔
کاش ہمیں بھی کچھ لمحاتِ فرصت اس سے کچھ حاصل کرنے کیلئے ملیں۔
میرا مطلب ہے اس کی روحانیت اور فیض و برکت کا حصول کچھ
فرصت اور خلوت چاہتا ہے۔ کم بخت کنیزن نہ پسیجی۔

"سچ کہا آپ نے"۔ وہ بولی "یہ تو آپ کی عادت ہے۔ مجھ نصیبوں جلی کو بھی تو اس کے رکھ رکھاؤ کے لئے کچھ چاہئے۔ کیا دے سکیں گے آپ؟"

"کیا..... میں کیا دے سکوں گا! بتائیے کیا دوں؟"

"دو ہزار!"

اس کی آنکھوں میں بے مہری جھلک رہی تھی۔ میرا حال جانتے ہوئے دو ہزار کیا دو سو بھی ناممکن ہیں تاہم وضعداری کے زیر عرض کیا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ تم مجھے بھی کیا تماش بین سمجھتی ہو! لاحول ولا قوۃ۔ ایسے چائے پانی میں ہزار پانسو خرچ ہو جائیں تو اور بات ہے باقاعدہ سودا مجھے ہرگز پسند نہیں۔"

وہ مسکرائی — "بے قاعدگی برتتی تو اب تک بھیک مانگنے کی نوبت آجاتی — آپ سے پرانی شناسائی ہے اس لئے دو ہزار کے ایک ہزار ہو سکتے ہیں مگر باقاعدہ — بالکل نقد کمیشن!"

میں نے کہا "خیر سوچوں گا۔"

زہرہ اب زمین سے اٹھ کر خیمہ میں ایک طرف کھڑی کپڑے کی دیوار پر بے معنی انگلیاں پھیر رہی تھی۔ خدا کی قسم محویت استغراق اسے کہتے ہیں۔ واہ رے کلیری خواجہ! میں چلا آیا اور اب تمہارے سامنے ہوں مگر خدا کی قسم روح زہرہ کے پاس ہے۔ بمبئی جاؤں گا۔ ہزار پاپڑ بیلوں گا مگر زہرہ سے اس کی روحانیت کا فیض لے کر رہوں گا — خواجہ بہاء الدین کی آنکھوں میں ایک ترنگ تھی ایک جذبہ تھا۔ ایک عظیم روحانیت تھی جسے میں تو دل کے سوز و گداز کا نتیجہ ہی کہوں گا۔ اگرچہ ماہرین نفسیات اسے "ہوس" کا نام دیں۔

(ملا زندہ صحبت باقی)

تجلی کی ڈاک

باقی از صفحہ ۱۹

کے بڑھتے ہیں۔ چرم قربانی کی رقم سے مکتبہ کی تعمیر و مرمت کرا سکتے ہیں یا دیگر ضروریاتِ مکتب میں خرچ کر سکتے ہیں؟

جواب ۲۲:—

چرم قربانی کی رقم سے مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی مرمت اور تعمیر درست نہیں ہے۔ بلکہ اس رقم میں مالِ زکوٰۃ کی طرح تملیک اور قبضہ ضروری ہے۔ گویا غرباء و مساکین کی ضروریات پر براہ راست خرچ کیا جائے اور انھیں بلاواسطہ حقِ ملکیت دیا جائے (اس کی تفصیل درمختار اور عالمگیری وغیرہ میں درج ہے جس کی نقل یہاں بوجہ اختصار نہیں کی گئی) چاہئے کہ بستی اور قرب وجوار کے لوگ چندہ کرکے تعمیر و مرمت کرائیں۔

ضروری تصحیح

ماہ گذشتہ یعنی نومبر ۵۸ء کے تجلی میں صفحہ ۱۹ کالم ۲ سوال و جواب ۹ میں دونوں جگہ "ساس" کی جگہ "سالی" چھپ گیا ہے۔ کتابت اور تصحیح کی ایسی فحش غلطی کے لئے ہمیں بہت افسوس ہے۔ ناظرین تصحیح فرما لیں۔ (مدیر)

حضرت بلال رضؓ

(از جناب عبد السلام ندوی)

الوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

حضرت بلال رضؓ کا نام مسلمانوں کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے
سول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے، ساری زندگی
کی خدمت میں گزاری، اذان کا کام خاص طور سے سپرد تھا
اوجہ ہے کہ اب تک جب بھی اذان کی آواز کان میں پڑتی ہے
ضرت بلال رضؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اصل وطن حبش تھا لیکن
سے عرب میں خاندان غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا، حضرت
اسی غلامی کی حالت میں پیدا ہوئے، باپ کا نام رباح تھا
ماں حمامہ کہلاتی تھیں،

بچپن اور جوانی آنکھ کھولی تو چاروں طرف کفر و شرک پھیلا ہوا نظر آیا، بچپن اور جوانی کا ابتدائی زمانہ
حال میں گزرا، ... کے قریب عمر پہونچی تو پہلی مرتبہ اللہ کا نام
میں پڑا، یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز تھی، عرب کے
یہ بات بالکل نئی تھی، جو لوگ سیکڑوں معبودوں کی بندگی کرتے
اور جن کے یہاں گھر گھر بت خانے بنے ہوئے تھے بھلا وہ توحید
پیغام کو کیونکر قبول کر سکتے تھے، سنتے ہی بھڑک اٹھے،
رسے مخالفت ہونے لگی، اور سارا عرب اللہ کے رسول کا
ہو گیا، لیکن اللہ کے کچھ نیک بندے ایسے بھی تھے جن کی نگاہوں
کفر و شرک کے اس اندھیرے میں ایمان کی جھلک دیکھی اور
صداقت کی شعاعوں سے ان کا دل منور ہو گیا، حضرت بلال رضؓ
... نصیب ... تھے۔

اسلام ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ... کانوں میں

پڑی دل میں اتر گئی، فوراً ایمان لے آئے، اس وقت تک صرف
آٹھ حضرات مسلمان ہوئے تھے، حضرت خدیجہ رضؓ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی بیوی تھیں، حضرت علی رضؓ آپ کی نگرانی میں پرورش پا رہے
تھے، حضرت زید آپ کے غلام تھے، حضرت ابوبکر رضؓ عمر بھر کے دوست
تھے، یہ لوگ ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے سب سے
پہلے مسلمان ہوئے، ان اصحاب کے بعد ہی حضرت عمار رضؓ ان کی والدہ
سمیہ رضؓ، حضرت مقداد رضؓ، حضرت صہیب رضؓ اور حضرت بلال رضؓ اسلام لائے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام سے بہت خوش ہوئے اور
اسے عرب سے باہر اشاعت اسلام کی تمہید قرار دیا۔ فرمایا کرتے
تھے میں عرب میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں، صہیب رضؓ
روم کے سب سے پہلے مسلمان ہیں، سلمان رضؓ نے ایران میں اسلام کی پہل
کی ہے، اور بلال رضؓ حبش کے سب سے پہلے مسلمان ہیں۔

مصیبتیں اور مشکلیں اس وقت سارے عرب میں کفر و شرک کا دور دورہ تھا
چھوٹے بڑے سب بتوں کے چکر میں پھنسے ہوئے تھے، اسلام بت
پرستی کے اس جال کو توڑنا چاہتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لوگوں کو سمجھا رہے تھے کہ پتھر کے بے جان بتوں کو پوجنا بیکار ہے
نہ کسی کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں، نہ نقصان، ان بیچاروں میں تو اتنی
طاقت بھی نہیں ہے کہ اگر ان کے اوپر کوئی مکھی بیٹھ جائے تو اسے
اڑا سکیں، درخت، جانور، دریا، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے
سب مجبور و بے اختیار ہیں، یہ سب انسان کی خدمت کے لئے

بنائے گئے ہیں، کس قدر ذلت اور توہین کی بات ہے کہ انسان اپنے خادموں کو اپنا معبود بنا لے۔

یہ باتیں بہت صاف تھیں اور معمولی سے معمولی آدمی کی بھی سمجھ میں آسکتی تھیں، لیکن عرب کے لوگ سیکڑوں برس سے کچھ اس طرح بت پرستی میں پھنسے ہوئے تھے کہ وہ اپنی یہ عادت چھوڑنا نہیں چاہتے تھے بلکہ الٹے سمجھانے والوں کے دشمن ہو جاتے تھے، جب پہلی مرتبہ ان کے کان میں یہ آواز پڑی کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) تو وہ بہت بگڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کی مخالفت شروع کردی، یہ لوگ ایمان لانیوالوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں، حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کو پکڑ کر سخت سخت سزائیں دیتے۔ انھیں لوہے کی زرہیں پہناتے اور عرب کی تیز اور جھلسا دینے والی دھوپ میں کھڑا کر دیتے تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ کر پھر کافر بن جائیں، حضرت بلالؓ بیچارے غلام تھے اس لئے ان پر اور بھی زیادہ سختی ہوتی، ان کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا جاتا اور لڑکوں کے حوالے کر دیئے جاتے جو انھیں مکہ کی پتھریلی زمین پر گھسیٹتے پھرتے، لیکن اس سختی سے وہ ذرا بھی نہ گھبرائے اور یہ ان کا بے رحمانہ برتاؤ ان کے ایمان کو ذرہ برابر بھی کم نہ کرتا، پتھروں کی رگڑ سے کھال چھل جاتی اور سارا بدن لہو لہان ہو جاتا، لیکن دل اللہ کی دھن میں مست رہتا اور زبان سے اَحَدٌ اَحَدٌ (وہ ایک ہے وہ ایک ہے) کے الفاظ نکلتے رہتے۔

سب سے بڑا دشمن اُمَیَّہ ابن خلف تھا، اسی کے خاندان کے آپ غلام تھے، یہ خاص طور سے آپ کو ستاتا تھا۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں پہونچاتا رہتا تھا، دوپہر میں گھر سے باہر نکال کر لاتا، مکہ کی جلتی ہوئی پتھریلی زمین پر لٹا دیتا، اور سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیتا تاکہ جنبش نہ کر سکیں، اوپر سے دھوپ کی تیزی اور نیچے سے پتھر کی جلن سارے جسم میں آگ لگا دیتی، پتھر کا دل بھی پسیج جاتا لیکن دشمنِ خدا کو ذرا بھی رحم نہ آتا، آپ کی اس تکلیف کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا اور کہتا تم برابر اسی تکلیف و مصیبت کی حالت میں رکھے جاؤ گے یہاں تک کہ مرجاؤ، اپنی خیریت منظور ہو تو محمدؐ کا انکار کرو اور لات و عزیٰ کی پوجا میں لگ جاؤ، لیکن واہ ری ایمان کی قوت، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تپتے ہوئے پتھروں کے درمیان بھی اَحَد اَحَد ہی کہتے رہتے۔

ایک دن ابوجہل نے بڑے غصے سے کہا کہ بلال! تم بھی انھیں لوگوں میں ہو جو محمدؐ پر ایمان لائے ہیں اور اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں یہ کہکر اس نے آپ کو زمین پر منہ کے بل پٹک دیا پھر گھسیٹتا ہوا دھوپ میں لایا اور چکی کا بڑا سا پاٹ لاکر ان کے اوپر رکھدیا تاکہ ہل نہ سکیں اور اسی کے نیچے پڑے جلتے رہیں، اس کے بعد کہنے لگا کہو میں محمدؐ کے رب سے انکار کرتا ہوں، لیکن اس سخت تکلیف کی حالت میں بھی اُن کے منہ سے برابر اَحَد ہی اَحَد نکلتا رہا۔

حضرت بلالؓ کی یہ مصیبت مسلمانوں اور ان کے ہمدردوں سے دیکھی نہ جاتی جس کی نظر پڑتی بے چین ہو جاتا، ایک دن حضرت وَرَقہ بن نَوفِل کہیں جا رہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ کفار حضرت بلال کو سخت اذیت دے رہے ہیں اور تکلیف پہونچا کر ان سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا انکار کردیں اور اسلام سے پھر جائیں، لیکن حضرت بلالؓ ہیں کہ برابر اَحَد اَحَد کہہ رہے ہیں، حضرت ورقہ اس دردناک منظر سے بہت متأثر ہوئے، حضرت بلالؓ کو مخاطب کرکے کہا بلال سچ کہتے ہو واقعی وہ (خدا) ایک ہی ہے۔

آزادی

حضرت بلالؓ کی یہ تکلیفیں کسی سے دیکھی نہ جاتی تھیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد قلق تھا، آپ سخت فکرمند تھے کہ کس طرح انھیں ان مصیبتوں سے چھٹکارا دلائیں، ایک دن ابوبکر صدیقؓ سے کہا اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بلال کو آزاد کرا لیتا، حضرت صدیقؓ خود بھی متأثر تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح ان مصیبتوں کا خاتمہ ہو، حضرت بلالؓ کے مالکوں کو بہت کچھ سمجھایا اور کوشش کی کہ وہ اپنی اس روش سے باز آجائیں اور انھیں ستانا چھوڑ دیں، لیکن جب ساری نصیحتیں بے اثر رہیں تو ارادہ کیا کہ خرید کر آزاد کردیں، مگر خیال ہوا کہ وہ لوگ شاید براہ راست کسی مسلمان کے ہاتھ بیچنے پر تیار نہ ہوں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ

کسی اور شخص کے واسطہ سے معاملہ طے کیا جائے، حضرت عباسؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن مسلمانوں سے ہمدردی رکھتے تھے، اس لیے حضرت صدیقؓ نے انھیں کے ذریعہ حضرت بلالؓ کے مالکوں (امیہ بن خلف وغیرہ) سے گفتگو کی، حضرت عباسؓ ان لوگوں سے ملے اور ان سے کہا کہ یہ غلام تمہارے لئے بالکل بے کار ہے بہتر ہے کہ اسے بیچ دو، ان لوگوں نے کہا کہ یہ نکما ہے اسے لیکر آپ کیا کریں گے، لیکن حضرت عباسؓ نے سمجھا بجھا کر راضی کیا اور حضرت ابوبکرؓ کے ایک بہترین غلام کے بدلہ میں خرید لیا اس وقت حضرت بلالؓ کی حالت یہ تھی کہ پتھروں کے نیچے دبے ہوئے تھے، خریداری کے بعد نکال کر حضرت صدیقؓ کے پاس لائے گئے اور انھوں نے اللہ کی خوشی کے لیئے انھیں آزاد کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو بہت خوش ہوئے اور خود بھی رقم کی ادائگی میں شریک ہونا چاہا لیکن حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ اس کی ضرورت نہیں میں انھیں اللہ کے لئے آزاد کر چکا ہوں

آنحضرتؐ کی رفاقت

اب حضرت بلالؓ کافروں کی غلامی سے آزاد ہو چکے تھے، اللہ تعالےٰ کی عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے سوا انھیں اور کوئی کام نہ تھا، ہر وقت آپؐ کے ساتھ رہتے اور جو خدمت سپرد ہوتی انجام دیتے، مکہ معظمہ کے قیام کے زمانہ میں تمام پریشانیوں اور مشکلوں میں ساتھ رہے، آپؐ کی ضروریات کا انتظام انھیں کے سپرد تھا، جب ہجرت کا حکم آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہونچ گئے اور بدستور آپ کی خدمت انجام دینے لگے۔

جہاد

کفارِ مکہ (قریش) کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح اسلام پھیلنے نہ پائے، اس کے لئے انھوں نے جان توڑ کوشش کی، جہاں تک ان سے ہو سکا لوگوں کو اسلام سے روکنے کی تدبیریں کیں، جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے انھیں سخت سے سخت تکلیفیں پہونچائیں، وطن سے نکلنے پر مجبور کیا، لیکن جب یہ سب تدبیریں ناکام ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا انتظام کیا اور اس غرض سے ایک رات آپ کا گھر گھیر لیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی حفاظت کی اور دشمنوں کے اس گھیرے سے نکال کر حضرت صدیقؓ کے ساتھ صحیح سلامت مدینہ منورہ پہونچا دیا۔ یہاں جب مسلمانوں کے پیر جمنے لگے تو کافروں کو اور تاؤ آیا اور انھوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کا انتظام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا، مسلمانوں کی تعداد کل تین سو تیرہ تھی، ساری فوج میں صرف تین گھوڑے تھے، ان کے مقابلہ میں کافروں کے ساتھ ایک ہزار سوار تھے حالت بڑی نازک تھی، لیکن اللہ والوں کی ہمتیں بلند تھیں، اور وہ دینِ حق کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے پر تیار تھے۔

خدا نے اس جوش کا بدلہ یہ دیا کہ ان مٹھی بھر بے سروسامان انسانوں نے قریش کے دَل بادَل فوجوں کا منھ پھیر دیا، ان کے بڑے بڑے سردار زمین پر ڈھیر ہو گئے، بہت سے مارے گئے، اور بہت سے قید ہوئے۔

حضرت بلالؓ بھی اس معرکے میں شریک تھے، انھوں نے بھی سب مسلمانوں کے ساتھ پورے جوش کے ساتھ کافروں کا مقابلہ کیا، ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ربیعہ، کافروں کے سردار ایک ایک کر کے ان کے سامنے مارے گئے، امیہ ابن خلف جسنے مکہ معظمہ میں انھیں بری طرح ستایا تھا خود ان کے ہاتھ سے قتل ہوا، یہ ایک عجیب عبرتناک واقعہ تھا۔ کل تک جس کے ہاتھ سے قسم قسم کی تکلیفیں اٹھاتے تھے آج وہی ان کے سامنے خاک و خون میں لوٹ رہا تھا، یہ منظر دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکہ معظمہ کی زندگی کے دردناک واقعات یاد آگئے۔ حضرت صدیقؓ کی زبان سے بے ساختہ نکلا:۔

هَنِيئًا زَادَكَ الرَّحْمٰنُ خَيْرًا

خوش ہو جاؤ تمہیں رحمٰن خیر میں زیادتی بخشے

فَقَدْ أَدْرَكْتَ ثَارَكَ يَا بِلَالُ

اے بلال! تم نے اپنا بدلہ پا لیا

بدر کے بعد غزوۂ اُحد، خندق وغیرہ تمام لڑائیوں میں شریک رہے، فتح مکہ کے موقع پر بھی ہمرکاب تھے، فتح کے بعد خاص کعبہ شریف کے اندر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہونیکا شرف حاصل ہوا۔

اذان

ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینہ منورہ میں بس گئے تو باضابطہ جماعت کیساتھ نماز شروع ہوئی۔ پہلے کچھ دنوں اذان کا دستور نہ تھا۔ لوگ یوں ہی اندازہ سے آجاتے اور جماعت ہو جاتی لیکن اسطرح بڑی دقت ہوتی تھی۔ اس لئے صلاح ہونے لگی کہ اطلاع کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ کسی نے کہا آگ روشن کر دیا کرو اس کی چمک دیکھ کر لوگ آجائیں گے۔ کسی نے کہا ناقوس بجا دیا جایا کرے اس کی آواز سے نمازی جمع ہو جایا کریں گے لیکن یہ طریقے اسلام کی روح کے خلاف تھے اس لئے پسند خاطر نہیں ہوئے یہ تجویزیں ہو رہی تھیں کہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ناقوس لئے جا رہا ہے انھوں نے کہا اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو اس شخص نے کہا کیا کرو گے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی اطلاع دیں گے۔ اس شخص نے کہا کہ میں تمہیں اس سے بہتر طریقہ بتاتا ہوں، جب نماز کا وقت آجائے تو کھڑے ہو کر پکار دیا کرو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حضرت عبداللہ بن زید کی آنکھ کھلی تو خوش خوش دوڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب کا سارا واقعہ بیان کیا یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور اذان کا یہی طریقہ مقرر فرما دیا۔ حضرت بلالؓ کی آواز اونچی تھی اس لئے یہ خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ اس تاریخ سے سفر و حضر ہر موقع پر اذان کی خدمت وہی انجام دیتے رہے۔

اذان دینے میں وقت کا بڑا خیال رکھتے، صبح کی اذان بہت سویرے دیتے، وقت آنے سے پہلے ہی مسجد آجاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے رہتے، جیسے ہی صبح ظاہر ہوتی فوراً اذان دیتے۔ رمضان میں صبح کی اذان دوسرے مؤذن حضرت عبداللہ ابن مکتوم کے سپرد ہو جاتی اور حضرت بلالؓ تہجد کے آخر وقت میں اذان دیتے ان کی اذان اس بات کا اعلان ہوتی تھی کہ اب سحری کا بہت تھوڑا وقت باقی رہ گیا ہے، اذان سنتے ہی سو نیوالے فوراً اٹھ بیٹھتے رمضان پڑھنے والے جلدی سے فراغت کرتے تاکہ سحری کھا سکیں تھوڑی دیر بعد حضرت عبداللہؓ ابن مکتوم اذان دیتے تو لوگ کھانا پینا بند کر دیتے اور نماز فجر کی تیاری کرتے۔ ایک مرتبہ اتفاق سے حضرت بلالؓ کی آنکھ لگ گئی، اذان دی تو صبح ہو چکی تھی اس لئے اذان کے ساتھ یہ بھی پکار دیا کہ بندہ سو گیا تھا، تاکہ کسی شخص کو دھوکا نہ ہو، اور وہ رات باقی سمجھ کر ان کی اذان کے بعد بھی کھاتا پیتا رہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ سفر میں بھی ان کی آنکھ لگ گئی تھی رات کے بڑے حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ چلتے رہے، پچھلے پہر میں ذرا دم لینے کے لئے ٹھہر گئے، وقت تھوڑا تھا اس لئے حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ صبح کا انتظار کرتے رہیں۔ حضرت بلالؓ کجاوہ (کاٹھی) کی ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، تھکے تو تھے ہی آنکھ لگ گئی، اتنا سوئے کہ نماز فجر کا وقت ختم ہو گیا اور دھوپ پھیل گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بیدار ہوئے، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ دھوپ پھیلی ہوئی ہے، حضرت بلالؓ کو بلا کر پوچھا کیا ہوا، عرض کیا جو کچھ آپ کے ساتھ پیش آیا وہی مجھ پر گزرا۔ حکم ہوا کہ یہ شیطان کا مقام ہے فوراً یہاں سے کوچ کیا جائے، صحابہؓ چل کھڑے ہوئے، پھر کچھ دور آگے بڑھ کر ٹھہرے، پہلے دو رکعت سنتوں کی قضا پڑھی گئی پھر فرض کی قضا جماعت کیساتھ ادا کی گئی۔

ان دو موقعوں کے علاوہ کبھی ایسا اتفاق پیش نہیں آیا کہ حضرت بلالؓ کی آنکھ لگ گئی ہو اور اذان کا وقت نکل گیا ہو۔ بلکہ ہمیشہ بڑی مستعدی اور پابندی کیساتھ ٹھیک وقت پر اذان دیتے، جب اذان دے چکتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور سے اطلاع دیتے، حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہتے۔
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اَلصَّلٰوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
جماعت تیار ہوتی تو اقامت کہتے۔

کعبہ میں سب سے پہلے اذان حضرت بلالؓ ہی نے دی جس دن مکہ معظمہ فتح ہوا اور کعبہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہوئے، حضرت بلالؓ بھی ساتھ تھے، اسی دن انھیں حکم ہوا کہ کعبہ میں اذان دیں حضرت بلالؓ کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے اذان دی۔

کفر کی فضا میں اللہ کی بڑائی کا یہ پہلا برملا اعلان تھا، کافروں پر سناٹا چھا گیا، حارث ابن ہشام اور صفوان ابن امیہ صحن حرم میں بیٹھے ہوئے تھے، اذان سن کر ان کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا ذرا اس حبشی کو دیکھو۔

وفات نبوی کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارک میں برابر اذان دیتے رہے، جب آنحضرت کی وفات ہوئی اس دن بھی اذان حضرت بلالؓ ہی نے دی، اس دن مدینہ منورہ کی عجیب حالت تھی، آنحضرتؐ کی وفات ہو چکی تھی، لیکن ابھی تجہیز و تکفین نہیں ہوئی تھی، جسد اطہر (جسم پاک) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رکھا ہوا تھا، اتنے میں نماز کا وقت آ گیا، حضرت بلالؓ نے کھڑے ہو کر اذان دی جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ پر پہونچے اور حجرۂ مبارک کی طرف اشارہ کیا تو لوگ بے اختیار رو پڑے اور ہچکیاں بندھ گئیں۔

شوق جہاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انھوں نے پھر اذان کی خدمت بدستور حضرت بلالؓ کے سپرد کی، لیکن اس زمانہ میں وہ جہاد کے لئے بیتاب تھے، حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ نے مجھے اپنی خدمت کیلئے آزاد کیا ہو تو اور بات ہے، لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کرایا تو میں اذان کی خدمت سے دست بردار ہونا چاہتا ہوں اور جہاد میں شرکت کی اجازت چاہتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بڑائی سنی ہے، لیکن حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ بلال! مجھے تکلیف نہ پہونچاؤ میں تمہاری جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کر سکتا ہوں، یہ سن کر مجبوراً ٹھیر گئے اور آپ کے زمانۂ خلافت میں بھی بدستور اذان کی خدمت انجام دیتے رہے۔

حضرت صدیقؓ کی وفات کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی حضرت بلالؓ سے خواہش کی کہ بدستور اذان کی خدمت انجام دیتے رہیں۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے اور شدید اصرار سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔

بالآخر حضرت عمرؓ نے مجبور ہو کر اجازت دیدی، اس زمانہ میں رومیوں سے جنگ ہو رہی تھی، حضرت بلالؓ شام چلے گئے اور رومیوں کے مقابلہ میں جہاد میں مصروف ہو گئے ۱۶ھ میں جب حضرت عمرؓ شام تشریف لے گئے تو حضرت بلالؓ سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے اذان کی فرمائش کی، حضرت بلالؓ نے تعمیلِ ارشاد میں اذان دی، اس وقت عجیب کیفیت تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ یاد آ گیا اور سب زار و قطار رونے لگے۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک حضرت بلالؓ شام ہی میں رہے ایک رات خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے بلال! یہ جفا کب تک رہے گی، مطلب یہ تھا کہ مدینہ سے دور کب تک رہو گے، آنکھ کھلی تو بے چین ہو گئے فوراً مدینہ منورہ روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر سیدھے قبر مبارک پر پہونچے اور فرطِ محبت سے بیتاب ہو کر لوٹنے لگے، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نظر پڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق و رشتہ کی وجہ سے ان سے لپٹ گئے، انھوں نے اذان کی فرمائش کی، حضرت بلالؓ نے ان کی فرمائش کے مطابق اذان دی تو سارے مدینہ میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہو گئی، ایک زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف رکھتے تھے اور حضرت بلالؓ اذان دیا کرتے تھے، لوگوں کو یہ سب واقعات یاد آ گئے اور کچھ دیر تک سارے شہر میں گریہ و بکا (رونا) ہوتا رہا۔

اہل و عیال

ہجرت کے بعد حضرت سعد ابن خیثمہ کے گھر میں اترے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ ابن حارث کے ساتھ مواخات (بھائی چارہ) کرایا، بعد کو پھر حضرت ابو رُویحہ خثعمی کے ساتھ بھائی چارہ ہوا، رفتہ رفتہ گھربار کی فکر ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بھی اس کا خیال تھا۔

ایک مرتبہ ابوبکیرؓ کے لڑکے خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہماری بہن کی شادی فلاں شخص سے کر دیجئے آپ نے حضرت بلالؓ کا ذکر کیا، کچھ عرصے کے بعد انھوں نے پھر مشورہ کیا، تو آپ نے پھر بلالؓ کا نام لیا، تیسری بار جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا بلالؓ کو تم کیوں نظرانداز کر رہے ہو، جو جنتی آدمی ہیں، یہ سن کر

وہ راضی ہو گئے اور ان کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کر دی۔

دوسری شادی بنی زہرہ کے خاندان میں ہوئی، بعد کو بھی اور بھی شادیاں ہوئیں، اس سلسلہ میں یہ واقعہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہے کہ یمن کے کسی معزز شخص کے یہاں انھوں نے اور ان کے بھائی نے نکاح کا پیغام دیا اور کہا کہ میں بلال ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ہم دونوں حبشی غلام ہیں، ہم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہم غلام تھے اللہ نے آزاد کرایا، اگر تم نکاح کر دو تو خدا کا شکر ہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) اور اگر انکار کر دو تو خدا سب سے بڑا ہے (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) مولانا شبلی مرحوم نے بھی اس قسم کا واقعہ نظم فرمایا ہے، فرماتے ہیں:—

بارگاہِ نبویؐ کے جو مؤذن تھے بلالؓ — کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں — جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
میں غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں — یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہشِ تزویج بھی ہو — ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر
گو نہیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور — جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر
عہدِ فاروق میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات — یہ کہا حضرت فاروق نے با دیدۂ تر
اٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا — اٹھ گیا آج نقیبِ حشمِ پیغمبر

مزاج و طبیعت

مزاج میں صفائی اور سچائی بہت تھی خواہ کیسا بھی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو لیکن وہ سچ ہی کہتے، اور ذرا بھی رو رعایت سے کام نہ لیتے تھے، ان کے بھائی کسی عرب خاندان میں شادی کرنا چاہتے تھے، عورت کے عزیزوں نے کہا اگر بلالؓ کہہ دیں تو ہم تمہارے ساتھ شادی کر دیں۔

لیکن جب حضرت بلالؓ سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں بلال ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، اخلاق اور دین دونوں میں کچھ بہتر نہیں ہے، تمہارا جی چاہے اس سے شادی کر دو اور نہ جی چاہے نہ کرو۔ لیکن اُن لوگوں نے نکاح کر دیا اور کہا جس کے بھائی آپ ہیں اس کے ساتھ شادی کرنے پر ہم راضی ہیں۔

وفات

عمر ساٹھ برس سے زیادہ ہوئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہم سن تھے، سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی اور دمشق میں، باب الصغیر کے پاس دفن ہوئے۔

مناقب

زندگی ہی میں جنت کی بشارت مل چکی تھی ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور فرمایا اے بلال! تم گزشتہ رات مجھ سے پہلے کیسے جنت میں پہونچ گئے میں نے تمہاری آہٹ اپنے آگے سنی، حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں جب بھی اذان دیتا ہوں دو رکعت نماز ضرور پڑھتا ہوں، اور جب وضو ٹوٹتا ہے تو فوراً تازہ وضو کر لیتا ہوں، آپ نے فرمایا یہ اسی وجہ سے ہوا، حضرت بلالؓ جب اس واقعہ کو ذکر کرتے تھے تو فرط تاثر (زیادتی اثر) سے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔

زندگی کا بڑا حصہ اذان کی خدمت انجام دیتے گزرا تھا، اور مؤذن کے لئے بڑے بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤذن قیامت کے دن بلند گردن (سرفراز) ہوں گے، اس وجہ سے لوگ کہا کرتے تھے بلالؓ کیا ہی اچھے آدمی ہیں، وہ مؤذنوں کے سردار ہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا ذکر کرتے تو بڑی محبت و تعظیم سے نام لیتے، اور ہمارے سردار کہہ کر ذکر کرتے، فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سردار (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ہمارے سردار حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو آزاد کیا، یہ بھی فرماتے تھے کہ بلالؓ ہمارے سردار ہیں، اور حضرت ابوبکرؓ کی نیکیوں سے ایک نیکی ہیں۔

ان فضائل و مناقب کے باوجود حضرت بلالؓ کو ذرہ بھی اپنی بڑائی کا خیال نہ تھا، بلکہ مزاج میں بیحد انکسار اور عاجزی تھی، جب لوگ آپ کے پاس آتے اور آپ کی تعریف کرتے تو فرماتے میں تو ایک حبشی ہوں جو کل تک غلام تھا۔

بڑے آدمیوں کی زندگیوں کے آخری لمحے

از:- ایف احمد انصاری، فرخ بناری

شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال کے بھائی صاحب ان کے بستر علالت کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ اقبال کی زبان پر یہ شعر تھے۔

سے
سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیم از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگار ے این فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

یہ سن کر علامہ اقبال کے بھائی صاحب نے کہا "آپ بے فکر رہیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ جلد ہی اچھے ہو جاویں گے"۔ اقبال نے کہا "آپ مجھے جھوٹی تسلی دیتے ہیں، میں خوب جانتا ہوں کہ موت کا فرشتہ سامنے کھڑا ہے۔ ایک سچا مسلمان موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔

اور پھر یہ شعر پڑھنے کے بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ سے

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

آخر ہے عمر زیست سے دل اپنا سیر ہے
پیمانہ بھر چکا ہے چھلکنے کی دیر ہے .... (انیس)

دعا نے خیر سے روحِ حزیں کو شاد کریں
ہمارے بعد بھی احباب ہم کو یاد کریں (مونس)

بجھا سکے نہ دیا پانی کا اک گلاس مجھے
کہ لیا مرے ساقی نے بدحواس مجھے (مرزا جہاں آبادی)

آہ کرتے ہیں تو سب لوگ خفا ہوتے ہیں
اے نسیمِ سحری ہم تو ہوا ہوتے ہیں (ظفر دہلوی)

شاعر اعظم رابندر ناتھ ٹیگور نے مرتے وقت داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے ہوا میں لکیریں کھینچیں اور یوں کہا۔

" میں نہیں جانتا کیا ہوگا؟ کیا ہوگا؟"

بلبل ہند سروجنی نائیڈو نے اپنی سکریٹری کو گیت سنانے کو کہا۔ سکریٹری بولی مجھے گانا نہیں آتا۔ بستر مرگ پہ شریمتی سروجنی نائیڈو نے کہا "جیسا بھی آتا ہوگا گاؤ" سکریٹری نے گایا اور گلستانِ شاعری کی بلبل چپکے سے پرواز کر گئی۔

مشہور انگریزی شاعر "جان ملٹن" نے کہا " پردہ گرادو" یہ سوانگ ختم ہو گیا"

" جان کیٹس " مشہور انگریزی رومانی شاعر نے بستر مرگ پر آخری یہ الفاظ کہے تھے۔

" اپنے اوپر اُگتے پھولوں کو محسوس کر رہا ہوں"

" ٹی روز ویلیٹ نے اپنے بستر مرگ پر پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا اور انتقال کر گیا۔

میرا و کرم روشنی بجھا دو"

جارج واشنگٹن نے مرتے وقت نحیف آواز میں کہا تھا "اچھا ہے"

ریلے (RELEIGH) نے پس و پیش کرنے والے سے کہا تھا "تم کیوں نہیں مارتے مارو نا دوست"

مشہور انگریزی شاعر بیرن (BYRON) نے بستر مرگ

فری ماری بھی کہا تھا۔ اب مجھے سونا چاہیئے۔"

ڈاکٹر ڈبلو ہنٹر نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بستر کے باہر
پھیلا کر یہ الفاظ کہے تھے۔

"اگر مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ ایک قلم پکڑ سکوں تو میں بتلا[تا]
مرنا کتنا آسان اور خوشگوار چیز ہے۔"

مسٹر ای۔ اے۔ پو۔ E.A.POE نے ہاتھ اٹھا کر یہ الفاظ
کہے تھے۔

"یا خدا تو ہماری روح کی مدد فرما۔"

مسٹر ایچ تھورو H.THOREAU کے آخری الفاظ یہ تھے
"میں اس دنیا کو بغیر کسی افسوس و ملال اور پچھتاوے کے چھوڑ رہا ہوں۔"

مسٹر بروز BURROUGHS نے "ہم گھومتے
... قسمت دو ہیں۔"

مسٹر او۔ ہنری O.HENRY "روشنی تیز کرو
... اندھیرے میں گھر جانا نہیں چاہتا۔"

لوگوں کے روشنی تیز کرنے سے قبل ہی اس کی شمع حیات
بجھ کر رہ گئی۔

...ی گوپال کرشن گوکھلے۔

"اب تک اس طرف کا تماشہ دیکھا۔ اب دوسری طرف کا
... دیکھوں گا وہاں کیا کھیل ہو رہا ہے۔"

ہندوستان کے مشہور سیاستدان اور سکالر تیج بہادر
...رو۔

"...ں وہاں جانا چاہتا ہوں جہاں مہاتما گاندھی گئے۔ کیونکہ وہاں
... ڈر نہیں ہے۔"

کشمیر کا بہادر بریگیڈیئر عثمان جو شجاعانہ الفاظ مرتے دم تک
... بولے۔ وہ ایک بہادر کو ہی زیب دیتے ہیں۔

"... مر رہا ہوں لیکن جس علاقے کے لئے ہم لڑ رہے ہیں وہ دشمن
... ہاتھ کبھی نہ جانے پاوے۔"

انگریزی ادب کا مشہور ناول نگار۔ "چارلس ڈکنس"
CHARLES DIC... جب چکرا کر زمین پر گر پڑا تو اسے صوفے پر
... کے لئے اٹھایا گیا۔ اس کے منہ سے صرف اتنے ہی الفاظ نکلے
"...ین پر" اور مر گیا۔

انگریز فلاسفر "ھابس" HOBBES جو مرنے کے بعد روح
کی کسی حالت کا بھی معتقد نہ تھا۔ مرتے وقت اس نے کہا۔

"اب میں آخری سفر کرنے والا ہوں۔ اندھیرے میں ایک چھلانگ"

"کارڈینل ولزو" نے یہ آخری الفاظ کہے تھے۔

"جس وفاداری سے میں نے اپنے شہنشاہ کی خدمت کی اس سے
بھی آدھی خدا کے لئے کرتا تو وہ بڑھاپے میں میرا ساتھ نہ چھوڑتا۔"

مرتے وقت "کارڈینل رچلو" سے پوچھا گیا کیا وہ اپنے
دشمنوں کو معاف نہیں کریں گے۔ اس نے کہا

"میرا کوئی دشمن نہیں۔ سوائے حکومت کے دشمنوں کے۔"

فرانس کے انقلاب میں حصہ لینے والی مشہور خاتون
"رولا" نے پھانسی کے وقت کہا تھا۔

"آزادی تیرے نام پر کیسے کیسے گناہ کئے جاتے ہیں۔"

جس وقت جنرل "وولف" بستر مرگ پر پڑا تھا۔ اس نے
ایک فوجی افسر کو چلاتے سنا۔ "دیکھو وہ کیسے بھاگ رہے ہیں۔"
اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے جنرل وولف نے پوچھا "کون" جب
لوگوں نے بتایا۔ دشمن۔ وہ کہہ اٹھا۔

"شکر خدا میں خوش مروں گا۔"

عظیم گویا "بیتھوون" موت سے بیس سال قبل بہرہ
ہو گیا تھا۔ اس کے آخری الفاظ سن کر کون ایسا ہو گا جو اس کی دلی
خواہش کی تکمیل کا خواہاں نہ ہو گا۔ اس نے کہا تھا۔

"میں بہشت میں سن سکوں گا۔"

مرتے وقت انقلاب پسند "ایس پولین" نے کہا اپنے
حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے

"سب کو معلوم ہے جلاد اپنے کام میں مشاق ہے۔ اور میری گردن بھی
بہت نازک ہے۔"

"خلیفہ ہارون الرشید" جب وہ طوس میں قیام پذیر تھا موت
اس کے گرد منڈلا رہی تھی۔ ہارون نے اسی مکان میں قبر کھدوائی جب
قبر تیار ہو گئی تو اس کی ہدایت پر چند حافظوں نے قبر میں قرآن ختم
کیا۔ ہارون رشید نے اپنی چارپائی قبر کے قریب بچھوائی اور قبر
سے مخاطب ہوا۔

"دیکھو اگرچہ میں خدا پر ایمان رکھتا ہوں اور رسول اللہ کے ساتھ کا

سچے دل سے قائل ہوں۔ آخری وقت میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نہایت ہی گنہگار انسان ہوں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں بڑا ہی خوش نصیب حکمراں ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں بڑا ہی بدنصیب انسان ہوں۔ مجھے ساری عمر چین میسر نہ آسکا۔ میں نے اپنا غم غلط کرنے کے لئے جائز و ناجائز تمام صورتیں اختیار کیں۔ لیکن افسوس میں غم سے نجات حاصل نہ کر سکا۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ حکومت کے کاموں نے اور حکمرانی کی لعنتوں نے مجھے عاقبت سے غافل کر دیا تھا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ مجھے اپنی زندگی میں کوئی ایسا دن یاد نہیں جو میں نے بےفکری سے گزارا ہو۔ اب میں موت کے منہ میں جا رہا ہوں۔ عنقریب موت مجھے تم سب سے جدا کر دے گی اور یہ قبر جو میرے سامنے منہ کھولے ہوئے ہے میرے جسم کو نگل لیگی یہی ہر اس انسان کا مآل ہے جو میری طرح غافل اور بےخبر رہتا ہے۔"

اس کے بعد ہارون الرشید نے حکومت کے انتظامی معاملات کے بارے میں اراکین حکومت کو چند ضروری مشورے دیئے اور اس کا چراغِ زندگی ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

"سکندرِ اعظم" نے اپنی بےپناہ فوجی طاقت سے دنیا کو ہلا دیا اور بیشمار حکومتوں کا تختہ الٹ دیا۔ لیکن جب موت کا فرشتہ اسے دکھائی دیا تو گویا ہوا:۔

"میں دنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ مگر موت نے مجھے فتح کر لیا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کتنے بیگناہ انسانوں کا خون بہایا ہے۔ اور میں دنیا سے کیا لیکر جا رہا ہوں۔ افسوس کہ مجھے زندگی کا وہ سکون بھی حاصل نہ ہو سکا جو ایک معمولی انسان کو میسر ہے۔

اچھا ہوا کہ میں دنیا نہ فتح کر سکا کیونکہ میری فتوحات کا دائرہ جسقدر وسیع ہوتا اسی قدر زیادہ گناہوں کا بار لیکر میں دنیا سے جاتا۔ مجھے فوجی لباس میں دفن کرنا کیونکہ میں سپاہی تھا اور سپاہی ہوں"

یہ ہیں سکندرِ اعظم کے مایوسی میں ڈوبے ہوئے الفاظ جس کی مٹھی میں کروڑوں انسانوں کی زندگی تھی۔

"نپولین" جس نے ایک قیدی کی صورت میں انتہائی مایوسی کے عالم میں جان دی۔ اس کے آخری الفاظ کس قدر دردناک ہیں۔

"مایوسی میرے نزدیک گناہ تھی۔ مگر مجھ سے زیادہ مایوس انسان دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں حکومت اور محبت کا بھوکا تھا۔ حکومت مجھے ملی مگر وہ میرا ساتھ نہ دے سکی۔ محبت کو میں نے بہت تلاش کیا مگر میں اسے حاصل نہ کر سکا۔ جس سے محبت کی اس نے مجھے دغا دی۔ میرے نزدیک دنیا مایوسی اور ناکامی کا دوسرا نام ہے"

یہ ہیں اس نپولین کے عبرت میں ڈوبے ہوئے الفاظ جسنے اپنی طاقت سے مشرق و مغرب کو ہلا دیا۔ اور جسے آج بھی دنیا کی تاریخ میں ممتاز ترین انسانوں کا درجہ حاصل ہے۔

"خلیفہ منصور" نے کہا تھا:۔

"میں نے بڑی مصیبتیں اٹھانے کے بعد حکومت حاصل کی تھی مگر آج پتہ چلا کہ میں نے دنیا کے لئے دین کو فروخت کر دیا۔ اگر میں اور زندہ رہ سکتا تو ایسی حکومت کو آگ لگا دیتا۔ جس نے مجھے راستی سے ہٹا دیا میرے نزدیک دین اس ساری حکومت سے بہتر ہے۔ مگر یہ بات مجھے اس وقت معلوم ہوئی جبکہ موت نے مجھے چنگل میں لے لیا"

شاہانِ سلف کے ایسے الفاظ انسانی بےبسی کی ایک ایسی داستان ہیں، جس میں اربابِ بصیرت کے لئے بہت کچھ موجود ہے۔

گاندھی جی کو گوڈسے نے اپنی گولی کا نشانہ بنایا۔ عالم نزع میں گاندھی جی کی زبان نے آہستہ سے "ہرے رام" کہا اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

نوٹ:۔ اس مضمون پر ہم نے ایک وضاحتی نوٹ دیا تھا جو کاتب کے سہو سے شروع مضمون میں آ گیا۔

مضمون نگار کو ہمارا مشورہ ہے کہ اپنی تحریروں میں وہ اسلامی معیارِ نظر کو اپنائیں اور لغو و فضول چیزوں سے پرہیز کریں۔ پیشِ نظر مضمون میں جہاں بعض چیزیں پسندیدہ ہیں وہاں بعض بالکل ناپسندیدہ اور غیر مصلح ہیں اگر اسلامی نقطۂ نظر سے تاریخ کی بڑی شخصیتوں کا انتخاب کیا جاتا تو اس سے کہیں بہتر اور دلچسپ مضمون تیار ہو سکتا ہے۔

عاقل را اشارہ کافی است!

باب الصحت

مسان

از جناب حکیم محمد عظیم زبیری امروہوی

مسان کا مرض جس کو سوکھا روگ بھی کہتے ہیں۔ ہندوستان میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ ہندوستان کے بعض ایسے حصّوں میں جہاں افلاس اور جہالت کی تاریکی زیادہ ہے اور ان وجوہ سے بچوں کی غذا۔ صفائی اور اُن کے رکھ رکھاؤ کا معقول بندوبست نہیں ہوسکتا ان میں سوکھے کی بیماری ۲۵۔۳۰ فیصدی سے زائد بچوں کو ہوجاتی ہے۔ بعض خاندانوں میں تمام ہی بچے اس نامراد مرض میں مبتلا ہوکر راہیِ عدم ہوجاتے ہیں۔ اکثر عورتوں میں کچھ ایسی نسوانی مخصوص شکایات موجود ہوتی ہیں۔ جن سے زمانۂ حمل میں بچہ پر بھی خراب اثر پڑتا ہے اور اُن کی اولاد یکے بعد دیگرے اسی موذی مرض میں داغِ مفارقت دے جاتی ہے۔ عوام اس کو مرض نہیں سمجھتے اور بجائے طبیب یا وید کا باقاعدہ علاج کرانے کے آسیب یا چڑیل کا سایہ سمجھ کر تعویذ اور گنڈے کراتے ہیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ "مسان" بھی اور مرضوں کی طرح ایک مرض ہے تو کہنے والوں کو پاگل خیال کرتے ہیں۔

ہماری اکثر تعلیم یافتہ بہنیں بھی اسی وہم میں مبتلا ہیں یہی سبب ہے کہ ابتدائے مرض میں اس کا صحیح علاج ہو نہیں پاتا اگر اطباء کی جانب رجوع بھی ہوتے ہیں تو اس وقت جب مرض ناقابلِ علاج ہوجاتا ہے۔

المختصر ہر سال بے شمار عزیز جانیں جہالت اور توہم پرستی کے دیوتا کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ سوکھا مسان دراصل بچوں کی دق ہوتی ہے۔ اطباء اس کو "دق الاطفال" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ غذا کی خرابی کے باعث معدہ اور آنتوں میں خرابی پیدا ہوجانے سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے ان دستوں کا رنگ اور قوام بدلتا رہتا ہے۔ کبھی ہرے کبھی پیلے کبھی چاولوں کی پیچ کی مانند آتے ہیں کبھی آؤں و خون بھی آنے لگتا ہے۔ اور کبھی قبض بھی ہوجاتا ہے۔ رات کے وقت خفیف بخار ہوجاتا ہے۔ کسی کو ہر وقت بخار رہتا ہے جس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ پیٹ پھولا اور تنا رہتا ہے۔ پیٹ کے غدد جاذبہ بڑھ جاتے ہیں جب ماساریقا میں سدہ پڑ جاتا ہے تو غذا معدے سے جگر میں جذب نہیں ہوسکتی۔ بلکہ وہ غذا جس کو جگر میں پہنچ کر جزوِ بدن ہونا چاہئے تھا آنتوں میں چلی جاتی ہے اور وہاں سے دستوں کی صورت میں دفع ہوتی ہے۔

المختصر غذا اچھی طرح ہضم اور جذب نہ ہونے کے باعث بچہ روز بروز دُبلا اور سوکھتا چلا جاتا ہے۔ جلد پر جھرّیاں پڑجاتی ہیں۔ چہرہ سوکھ کر بندر کے بچّہ کی طرح ہوجاتا ہے کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں۔ بالآخر موت واقع ہوجاتی ہے۔

آغازِ مرض میں باقاعدہ علاج کیا جائے اور اس مرض کی مخصوص دوائیں دی جائیں تو صحت یاب ہوجانا مشکل نہیں۔ میرا یہ بارہا کا تجربہ ہے سینکڑوں بچے بفضلِ خدا میرے ہاتھ سے تندرست ہوچکے ہیں۔

اسباب:۔ اس مرض کے اسباب بہت ہیں جن کو بوجہ خوفِ طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ آلاتِ ہضم میں کسی بھی سبب سے کسی قسم کی خرابی پیدا ہوجانے سے اس مرض کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب شیر خوار اور کم سن بچوں کو دست آنے لگیں تو اُن کا علاج بڑی بوڑھیوں کے چٹکلوں یا چنی منی دوائیوں سے نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ایسی دوا دینی چاہئے جو مسان کے دستوں کے لئے بھی مفید ہو۔ طبیب کا فرض ہے کہ علاج شروع کرنے سے پہلے مرض کی تشخیص کرے کہ دست معدہ کی خرابی سے

آتے ہیں یا آنتوں میں سوزش وخرابی ہوکر یا دانتوں کے نکلنے کے سبب سے یا دستوں کی وجہ مرض عطاش تو نہیں ہے۔ پیٹ اور آنتوں کو بہت غور سے ہر ممکن معائنہ کرکے محسوس کرنا چاہئے کہ مدد جاذبہ میں ورم تو نہیں ہو گیا ہے۔ اگر آنتوں میں زخم یا خراش یا غدد جاذبہ میں ورم پایا جائے تو "سسان" کا شبہ کرنا ضروری ہے

حفظ ما تقدم

سوکھا مسان کا مرض زیادہ تر مسلول گائے کا دودھ پینے سے ہوا کرتا ہے۔ اس لئے گائے کا۔ دودھ خصوصًا بیمار، لاغر اور مریل گائے کا دودھ بچوں کو ہرگز نہ دینا چاہئے۔ علاوہ ازیں گائے کے کچے دودھ سے نکلے ہوئے مکھن اور کریم نکلے ہوئے دودھ سے جیسا کہ آج کل عام طور پر ملتا ہے۔ بچوں کو بالکل بچانا چاہئے۔

ہمارے ملک میں عام طور پر یہ دستور ہے کہ جب بچوں کو ماؤں کا دودھ ہضم اور موافق نہیں ہوتا یا ماں کے دودھ کم ہوتا ہے یا ماں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتی ہے جس سے بچہ کی صحت پر مضر اثر پڑنے کا قوی احتمال ہوتا ہے تو بچہ کو گائے کا دودھ پانی ملا کر دینا شروع کر دیا جاتا ہے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ گائے کے دودھ کے نقصانات محض پانی ملا کر دینے سے رفع نہیں ہوا کرتے۔ ایسا دودھ تو بچوں کو اور کمزور کر دیتا ہے گائے کے دودھ میں جو پنیر کی سبب پھٹکیاں پڑتی ہیں وہ ماں کے دودھ کے مقابلہ میں زیادہ دیر ہضم اور ثقیل ہوتی ہیں۔ جن بچوں کی پرورش کا دارومدار محض گائے کے دودھ پر ہوتا ہے وہ اکثر سوکھا مسان میں مبتلا ہو ہی جاتے ہیں۔ پس اگر بچہ کو اوپرا دودھ دینے کی ضرورت ہی پڑے تو گائے کی جگہ بکری کے دودھ سے اُس کی پرورش کی جائے جو اس قسم کے خطرات سے بالکل پاک ہوتا ہے۔ اگر بکری کا دودھ نہ ملے اور مجبوراً گائے کا دودھ دینا ہی پڑے تو اُسے کچا تو ہرگز نہ دیں۔ اُبالے ہوئے دودھ میں بھی چند قطرے چونے کا صاف شفاف پانی شامل کر لینا چاہئے اور بجائے چینی کے شوگر آف ملک ملانی چاہئے۔ بچوں کو صاف ستھرے اور ہوادار مکانات میں رکھنا چاہئے۔ کھلی اور صاف ہوا میں بچوں کو کھلانا چاہئے۔ ایسا تنگ لباس جس سے سینہ پر دباؤ پڑتا ہو کبھی نہ پہنانا چاہئے۔ بچوں کے پاؤں گرم اور سر ٹھنڈا رکھنا چاہئے۔

روز بروز لاغر اور کمزور ہونے والے یا بیمار شیر خوار بچہ کی ماں کو ہر قسم کی ثقیل دیر ہضم اور نفاخ غذاؤں کے استعمال۔ زیادہ گرم و ترش چیزوں کے کھانے۔ آگ کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے۔ نیز جنسی تعلقات سے بچنا چاہئے۔ اگر بچہ کچھ غذا کھانے لگا ہو تو نہایت احتیاط کے ساتھ مُرمُروں کی کھیر دلیہ۔ ساگودانہ۔ مونگ کی کھچڑی سوجی کی ڈبل روٹی دودھ میں بھگو کر دیں۔

بہرحال بچہ اور اُس کی ماں کی غذا ہلکی۔ مقوی اور زود ہضم ہونی چاہیے۔

علاج

اگر کسی عورت کا ہر بچہ اسی مرض کا شکار ہو کر گود خالی کر جاتا ہو یا مردہ بچہ پیدا ہوتا ہو یا کچھ عرصہ زندہ رہ کر رنگ بدل بدل کر داغِ مفارقت دیتا ہو تو اس عورت کا علاج حمل سے پہلے یا حمل کے ابتدائی تین مہینوں میں کسی ہوشیار طبیب سے کرا لینا چاہئے اگر ماں دق یا سل یا کسی اور ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ جس کا اثر شیرخوار بچہ کی صحت پر پڑنے کا احتمال ہو تو اُس بچہ کا دودھ بلا کسی تامل کے چھڑا دینا چاہئے۔ اگر کوئی طبی امداد نہ ملے تو ذیل کے نسخوں میں سے کوئی حسب ضرورت استعمال کریں۔

(۱) تخم گاؤزبان۔ ست گلو۔ طباشیر۔ زہر مہرہ قسم اول۔ ہموزن۔ سفوف بنا کر ایک ایک رتی بکری کے دودھ کے ہمراہ دیں۔ یا شیر مادر میں حل کر کے۔

(۲) شاخ مرجان ایک تولہ کو گدھی کے دودھ ۲ بار میں کھرل کریں اور ایک ایک رتی دونوں وقت کھلائیں۔

(۳) زردی بیضہ مرغ سالم کمبل پر ڈال کر بچہ کو اس پر اس ترکیب سے بٹھائیں کہ اس کے پاخانہ کا مقام زردی پر رہے۔ یہ زردی تھوڑی دیر میں جذب ہو جائے گی۔ چند دن یہ عمل کریں، انشاء اللہ مرض دور ہو جائے گا۔

(۴) ذیل میں گولیوں کا وہ مجرب اور زود اثر نسخہ پیش کرتی ہوں کہ جس کے متواتر چالیس روز کے استعمال سے سوکھا ہوا لاغر بچہ طاقتور ہو جاتا ہے۔ تمام عوارض قے۔ پیاس۔ دست۔ بخار۔ کھانسی۔ دودھ کا اُلٹنا اور دانت نکلنے کی تکلیف وغیرہ سب دور ہو جاتی ہیں۔ مسان کے لئے تو تیر بہدف گولیاں ہیں۔ مُرجھائے ہوئے چہرے والے بچے صحت یاب ہو کر ہنستے کھیلتے ہو جاتے ہیں۔

میرے یہاں "مروارید ی پلز" کے نام سے یہ تیار ہوتی ہیں سینکڑوں بار تجربہ ہو چکا ہے ہمیشہ تیر بہدف ہی پایا ہے۔ نسخہ مندرجہ ذیل ہے۔

حب الصلیب نر اصلی۔ زہر مہرہ خطائی اول نمبر۔ حجر الیہود۔ اندر جو شیریں۔ ریشہ بیل۔ کہربا شمعی تین تین ماشہ۔ رب السوس مغز کرنجوہ۔ مغز کنول گٹہ۔ نارجیل دریائی۔ طباشیر کبود پانچ پانچ ماشہ ست گلو خانہ ساز اور مروارید بصری ناسفتہ چھ چھ ماشہ۔ ورق طلاء اما ورق نقرہ۔ فادزہر حیوانی۔ سنگدانہ مرغ تین تین ماشہ۔ پوست بیلا زند عرق گلاب خالص۔ عرق بید مشک۔ عرق بید سادہ پانچ پانچ ماشہ خوب کھرل کر کے نخودی گولیاں بنالیں۔ صبح و شام ایک ایک گولی عرق گلاب یا عرق گاؤزبان یا شیر مادر یا شیر بز میں حل کر کے دیں۔ اور قدرت حق کا ملاحظہ فرمائیں۔

یہ میرے دواخانہ کا مایہ ناز نسخہ ہے لیکن محض رفاہِ عام کی خاطر درج کر دیا ہے۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی بات دریافت کرنی ہو تو جوابی کارڈ لکھیں۔ پتہ: بیگم عظیم زبیری۔ امروہہ ضلع مراد آباد لکھنا کافی ہے۔

(مستقل عنوان) نمبر کھوٹ (نقد و تبصرہ)

...چھی باتیں

مصنفہ:- جناب شرافت حسین رحیم آبادی،
طبع کردہ:- ارشد حسین ندوی، مکتبہ دین و دانش مکارم نگر، لکھنؤ۔

...دل سائز پر چھپی ہوئی یہ کتاب فی الحال پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ ...الحال اس لئے کہا گیا کہ مختلف دینی معلومات و موضوعات کے ایک تعلیمی ...سلسلۃ الذہب کی حیثیت سے یہ کتاب کسی بھی حصہ پر مکمل نہیں کہی جا سکتی ...اس طرح درجہ بدرجہ تعلیم کی خاطر اس کے پانچ حصے تصنیف کئے گئے ہیں اسی طرح ...سلسلہ جتنا چاہے آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

کتاب اسلام کی ابتدائی دورِ مبارک کی تاریخ اور اسلام کے ...ادی عقائد کی تشریح اور شریعت کے فرائض و اوامر پر مشتمل ہے، دیگر ...فقہ امور بھی مناسب مقامات پر ملحوظ رکھے گئے ہیں، ہر دوسرے ...نہ میں پہلے کے بالمقابل تدریجی ارتقاء اور تنوع اسی حد تک موجود ہے ...س حد تک کسی تعلیمی اور درسی کتاب کے مختلف حصوں میں ہونا چاہیئے ...ابتدائی تعلیم کی جتنی دینی کتابیں اس وقت متداول ہیں ان میں بلاشبہ ...کتاب قابل قدر اضافہ کرتی ہے، قیمت حصہ اوّل ۱۲ دوم ۱۲ سوم ۱۲ ...چہارم، پنجم ۱۲۔

اسی مکتبہ کی کچھ اور کتابیں ہمارے تبصرہ پیش نظر ہیں جنمیں ...الجھات عدد "ابتدائی حرف شناسی کے لئے ہے (قیمت ۲ ر) اور ...دروس الاطفال" عربی سکھانے کے لئے (قیمت ۱ ر) "آسان فقہ" ...اوّل، وضو اور طہارت وغیرہ کے احکام پر مشتمل ہے (قیمت ۸ ر) ...ہمارے رسول" سادہ و دلنشین زبان میں سیرت کی بنیادی اور اہم تر ...بات کا خزانہ ہے (قیمت ۲ ر) "اچھے قصے" احادیث سے ...چُنے ہوئے ایمان افروز قصوں کا گلدستہ ہے (قیمت ۲ ر)

اور چار کتابیں خلفائے راشدین کی زندگیوں سے متعلق ہیں۔
حضرت ابوبکرؓ (۲ ر) حضرت عمر فاروقؓ (۲ ر) حضرت عثمانؓ (۲ ر) حضرت علیؓ (۲ ر)

ان میں مؤلف نے اختصار کے ساتھ ان صحابۂ کرامؓ کی پاکیزہ و مقدس زندگیوں کے اہم حالات و واقعات مستند و معتبر کتابوں سے نہایت آسان و دلنشیں اور عام فہم زبان میں جمع کیے ہیں۔

مکتبۂ دین و دانش کے یہ تمام ہی کتابچے اس لائق ہیں کہ ہمارے معصوم بچے خواہ کسی اسکول یا مدرسہ میں کوئی اور نصاب پڑھ رہے ہوں لیکن ان کتابوں کا مطالعہ ان کے لئے از بس ضروری ہے، نہ صرف بچے بلکہ بنیادی اسلامی تاریخ اور بنیادی دینی علم سے بے خبر حضرات کسی بھی عمر کے ہوں ان کتابوں سے وہ بیش بہا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو بعض اوقات بڑی بڑی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ مصنف اور ناشر کو جزائے خیر دے اور کتابوں کو مقبول بنائے۔

تمرین الصرف

مؤلفہ:- جناب مولانا معین اللہ ندوی
صفحات ۱۲۰، ناول سائز، لکھائی چھپائی پسندیدہ، کاغذ اچھا سفید، قیمت ایک روپیہ۔

ناشر:- دارالعلوم، ندوۃ العلماء لکھنؤ قیمت ایک روپیہ

اسی نوع کی کتاب "تمرین النحو" پر کسی گزشتہ اشاعت میں تبصرہ کیا جا چکا ہے "تمرین الصرف" بھی اپنی افادیت، دلنشینی اور تعلیمی حیثیت سے ایسی ہی جامع اور پسندیدہ ہے، صرف و نحو کی متداول کتب کے بالمقابل یہ کتاب قیاس کی بجائے استقراء اور عملیت کے پیمانے میں ڈھالی گئی ہے، اور یقیناً موجودہ دور کی ضروریات اور فکر و ذہن کے لئے یہ انداز نسبتاً مفید اور زود اثر ہے، ہم ہر دارالاسلام سے

سفارش کریں گے کہ اپنے بچوں کی عصری تعلیم میں اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔

ایک بات جو تبصرہ سے غیر متعلق ہو سکے باوجود ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے، وہ یہ ہے کہ پوری کتاب تو ہماری سمجھ میں آگئی، لیکن کتاب کے مؤلف کا نام "معین اللہ" سمجھ میں نہیں آیا، ہمارے علم ناقص میں یہ نام قابل نظر ہے۔

ہمارے اسمٰعیلی مذہب کی حقیقت اور اسکا نظام

از ڈاکٹر زاہد علی صاحب

صفحات ۷۳۶۔ قیمت سات روپے۔ کاغذ معمولی، لکھائی چھپائی غنیمت۔ سائز قابل لیپ ۱۶ یا ۲۲ + ۲۹ ناشر۔ دی اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز، آغا پورہ، حیدرآباد دکن۔

ایک تبصرہ نگار اگر دیانت و امانت کی پوری پوری پاسداری کرے تو بعض اوقات اس کے لئے بڑی پیچیدگی اور کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اسی کتاب کو لیجئے، سات سو صفحے کی ایک ضخیم کتاب جب کسی معروف شخص کو تبصرہ کے لئے دیدی جائے اور وہ شخص پوری کتاب پڑھے بغیر تبصرہ کا عادی نہ ہو تو یقیناً اس کے دل و دماغ پر اکدم بہت بڑا بوجھ پڑ جائے گا، اور پھر جب وہ دیکھے کہ کتاب اپنے موضوع اور تفصیلات کے اعتبار سے ایک بالکل عجیب اور خشک دیا لیس شئے ہے، تو اس کی پریشانی اور فکر کا کیا ٹھکانا، چنانچہ جب یہ کتاب راقم الحروف کے سپرد ہوئی، یہی فکر طاری ہے کہ کب اور کس طرح اس کا مطالعہ کیا جائے۔ ہفتوں بعد آخر کار وقت نکال کر اسے اٹھایا گیا اور اللہ کا نام لیکر شروع کر دیا گیا، فدوی کا قاعدہ ہے کہ تبصرہ طلب کتابیں پڑھتے وقت پنسل سے ایک کاغذ پر ان صفحات کے نمبر ڈالتا رہتا ہے، جنمیں کوئی لفظ یا جملہ یا بات ذکر طلب ہو اس میں قابل تعریف یا لائق اعتراض دونوں طرح کی چیزیں شامل ہیں، مجھے اعتراف ہے کہ پیش نظر کتاب کے صرف پچاس ساٹھ صفحات ہی میں مجھے اتنے نشان لگانے پڑے کہ ایک بار جب انپر نظر گئی تو یقین کر لینا پڑا کہ اگر پوری کتاب میں یہی حال رہا تو انتہائی اختصار کے باوجود تبصرہ ایک مستقل کتابچے کی شکل اختیار کر جائے گا ان مقاموں میں اکثریت لائق تعریف چیزوں کی تھی یا لائق اعتراض باتوں کی؟ اس سوال کو نظر انداز کیجئے، کیونکہ یہ تو جب لائق توجہ ہوتا جب پوری کتاب پڑھکر تبصرہ کے قابل ہو جاتا، لیکن افسوس اور شرمندگی کے ساتھ مجھے اعتراف ہے کہ باوجود انتہائی کوشش اور احساس فرض کے میں پوری کتاب نہ پڑھ سکا، جس کی حقیقی وجہ کتاب کی خشکی اور یبوست نہیں، کیونکہ خشک سے خشک کتابیں بھی میں نے بارہا پڑھی ہیں، لیکن اصل وجہ کتاب کے موضوع سے وحشت، اس کی تفصیلات سے تکدر اور اس میں درج شدہ مباحث سے کوفت اور الجھن کا پیدا ہونا ہے۔ معلوم نہیں کیوں اور کس فائدہ کے پیش نظر ڈاکٹر زاہد علی صاحب نے اپنے قیمتی وقت کا کثیر حصہ اور کافی پیسہ صرف کرکے اس کتاب کو شائع کیا ہے۔

آج کی دنیا میں ایسی تخیلاتی، ایسی متوہمانہ، ایسی متکلمانہ دور از کار کتاب کی اتنی بھی تو گنجائش نہیں جتنی کسی پرانی یونانی کتاب کے ترجمے کی ہو سکتی ہے، کوئی شک نہیں کہ مصنف نے بے انتہا کاوش و تحقیق سے کام لیا ہے، لیکن کاوش و محنت کے بے محل اسراف کا ایک شاندار مثال سے زیادہ یہ کتاب کچھ نہیں ہے، عقل اول، ہیولی، ناطقہ الحق، عقول عاشرہ، جسم کل وغیرہ قسم کی چیزیں مسلمانوں کے ایک بدترین اور گمراہ کن اور جامد و ساکن دور کے لئے زیبا ہوں تو ہوں آج کی سائنٹفک حقیقت پسند عملی دنیا میں ان کی کوئی وقعت و قیمت نہیں، مصنف نے اگرچہ مزخرفات کے اس انبار کو قدم قدم تبصروں سے "پاک" کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ان کوششوں میں وہ خود کثیر گمراہیوں اور لغزشوں میں گرفتار نظر آتے ہیں۔

کمال ہے کہ جن نام نہاد بزرگوں کو مصنف خود علم و تحقیق کی روشنی میں، جھوٹا، فریبی اور برخود غلط ثابت کرتے ہیں، انھیں کو برابر "سیدنا" و "مولنٰا" وغیرہ بھی کہتے جاتے ہیں، کتاب میں سیکڑوں بزرگوں کا تذکرہ ہے جنمیں سے تقریباً سبھی کے اقوال و ارشادات پر مصنف نے وزنی اعتراضات کئے ہیں لیکن سبھی کو سیدنا بھی کہتے گئے ہیں، یہ نفاق، رواداری اور فروتنی کی بہت بھونڈی مثال ہے۔

کتاب کو جس درجہ محنت سے لکھا گیا ہے اور جتنے کثیر حوالے درج کئے گئے ہیں، کاش اتنی کدو کاوش مصنف کسی اور کام پر کرتے تو کارنامہ انجام پا جاتا۔

ہم نہیں جانتے اہلِ علم کا وہ کون سا طبقہ ہوگا جو اس کتاب سے اتنی دلچسپی لے سکے جتنی کہ صاحبِ کتاب کی محنت اور کاوش کا تقاضا ہے، ہو سکتا ہے کہ خود ہمی کا تکدر اور وحشت اس کی بدذوقی اور لذت پسندی پر موقوف ہو، اور کچھ لوگ اس کتاب سے واقعی دلچسپی لے سکیں، لیکن اس خوش ذوقی اور علم پسندی کا حاصل کیا ہے؟ اضاعتِ وقت، انتشارِ فکر، اضطرابِ دماغ۔

گزشتہ صدیوں میں متکلمین اگر اپنی بہترین ذہانتیں اور صلاحیتیں اور اوقات بال کی کھال نکالنے اور سادہ و صاف دین کو زلفِ محبوب کی طرح پیچ در پیچ اور شکن در شکن بنانے میں صرف کرتے رہے تو اس کا فائدہ انھیں کم سے کم شہرت اور عزت و دولت کی شکل میں تو کچھ نہ کچھ مل جاتا تھا، پھر یونانی طرزِ فکر اور مابعد الطبیعاتی خرافات کی آندھیوں اور طوفانوں کا وہ ایک خاص موسم خاص دور تھا جس میں اربابِ علم و فکر کا بہہ جانا بڑی حد تک فطری اور غیر شعوری تھا لیکن آج جبکہ ان فضولیات میں پڑنے کا کچھ بھی حاصل نہیں اور یونانی فکر کی ہوائی شیشہ گری، مادی علم و سائنس اور عملی جد و جہد کے سنگِ خارا پر گر کر چور چور ہو چکی ہے، کسی صاحبِ علم کا گڑے مردے اکھاڑنا اور بے وقت کی شہنائی بجانا نہ فطری اور غیر شعوری سمجھا جا سکتا ہے نہ قابلِ معافی۔

آج تو ہمیشہ سے کہیں زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ علوم دین اور ضروریاتِ اسلام اور موضوعاتِ شریعت کو متکلمانہ اور مناظرانہ کج بحثیوں سے دور رکھتے ہوئے عقل اور حقائق کی بنیادوں پر اسی پرکار سادگی اور واقعیت پسندی کے ساتھ پیش کیا جائے جس طرح وہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے متصل بعد کے زمانے میں پیش کئے گئے، ہمارے جن قابل اور محترم بزرگوں نے مابعد الطبیعات اور عالمِ غیب اور ذات و صفاتِ باری اور اسی نہج کے دیگر موضوعات پر جو کچھ معرکہ آرائیاں کی ہیں ان پر کسی طرح کا مذمت آمیز تبصرہ نہ کرتے ہوئے بھی اگر اسلام کے ابتدائی طریقِ دعوت اور طرزِ استدلال کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ پیچ در پیچ اور تہ بہ تہ بحث کاریاں اور تخیلی بلند پروازیاں اسلام کے نزدیک قطعاً پسندیدہ و مرغوب نہیں بلکہ حیاتِ انسانی میں جس عملی انتظام و انصرام کے لئے اسلام آیا تھا اور اس کا نظامِ حیات جن حقائق اور واقعات و

ادعاءات کی توثیق معاشرۂ انسانی میں کرنا چاہتا تھا ان کے لئے خیالی کج بحثیاں اور متکلمانہ موشگافیاں، زہر اور حریف اور سدِ راہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

آج اسلام کا مقابلہ یونانی "علم الاصنام" اور "علم الخرافات" سے نہیں، زردشتیت اور ویدانیت اور سینٹ پال کی کرسچانیت اسلام کے حریف نہیں بلکہ کمیونزم "قوم پرستی" وطن پرستی، امپیریلزم اور اسی طرح کے دیگر مادہ پرست اور ظاہر پسند مذاہب و نظریات اس کے مقابل ہیں۔

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر

مصنفہ: — مولانا ابوالحسن علی ندوی۔
شائع کردہ: — مکتبۂ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ، صفحات

۴۳۱، ناول سائز، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی پسندیدہ، قیمت چار روپے آٹھ آنے، مجلد مع ڈسٹ کور۔

یہ کتاب مصنف نے پہلے عربی زبان میں تصنیف فرمائی تھی جو ممالکِ اسلامیہ میں کئی بار شائع ہو کر مقبول و مشہور ہوئی، ضرورت و افادیت کے پیشِ نظر آپ ہی نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور اب یہ ترجمہ ہمارے سامنے ہے۔

کتاب کو از اول تا آخر پڑھنے کے بعد واضح ہوا کہ اس کے مضامینِ عالیہ اور طرزِ بیان اور دروبست میں اتنی خوبیاں ہیں کہ اگر تفصیلاً ان کا ذکر کیا جائے تو ایک مستقل کتابچہ تیار ہو جائے، مصنف نے خالص علمی و تحقیقی بنیادوں پر نہایت جامع انداز میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ انسانوں کو جب اسلامی قیادت و رہنمائی میسر ہوئی تو کیسا رشک انگیز عروج انسانیت نے حاصل کیا اور جب قیادت و سیادت سے محرومی ہوگئی تو کتنا زوال و نقصان انسانیت کے حصے میں آیا۔ ایک مسلمان کے لئے تو بہرحال اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام ہی وہ واحد و یکتا نظامِ حیات ہے جو دنیائے انسانیت کو صحیح ترین معاشرہ، بہترین قواعد و اصول اور حقیقی جمہوریت و انصاف عطا کر سکتا ہے، لیکن مصنف نے اس حقیقت کو اپنی کتاب میں ایسے شواہد و دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ایک غیر جانبدار اور منصف مزاج غیر مسلم بھی اس حقیقت کو

تسلیم کئے بغیر نہ رہیگا، کتاب بیشمار ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے مصنف نے کوشش کی ہے کہ اسلامی انقلاب اور پیغمبر دعوت حق نے جو محیر العقول کارنامہ اپنے دورِ مبارک میں انجام دیا اس کی صحیح اہمیت وعظمت متقابل ومتضاد حالات وکوائف کی پوری توضیح کرکے عیاں کی جائے۔

کوئی شک نہیں کہ مصنف اس کوشش میں پوری طرح کامیاب ہیں، روشنی کی پوری حقیقت اور اہمیت وعظمت اسی وقت واضح ہوتی ہے جب گہری تاریکی سے اس کا تقابل ہو، پانی کی قدر وقیمت شدید پیاس ہی سے کھلتی ہے، الاشیاءُ تُعرفُ باضدادھا۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ مصنف نے اسلام کو باطل کا ردِ عمل قرار دیا ہے، یا خالص منفی پہلو کے ساتھ پیش کیا ہے اسلام حقیقتاً ردِ عمل نہیں خود عمل ہے، وہ انتقامی نظام نہیں تعمیری پیغام ہے، اس کی بنیادیں منفی اصولوں پر نہیں خالص ایجابی اور اثباتی نظریات واقدار پر ہیں، اس حقیقت کو مصنف نے قدم بہ قدم پیش نظر رکھا ہے، اور لاریب یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر صاحب ہوش اس کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ جو اسلام آج ایک رواثتی مذہب ایک روایتی دین ایک جامد وساکن ازم ایک محدود عقیدے کی شکل میں تبدیل ہوکر انسانی بدقسمتی کی زندہ تصویر بن گیا ہے وہ درحقیقت ایک عالمگیر ازلی وابدی نظامِ زندگی ہے جس کی برکتیں بیشمار اور منافع بے کنار ہیں جو انسانیت کے تمام زخموں کا مرہم اور سارے دکھوں کا مداوا ہے، جو امن وعافیت کا ضامن عدل ودیانت کا مخزن، حقیقی ترقیوں کا علمبردار اور افراط وتفریط کا قاطع ہے۔

اس کتاب میں جہاں اسلام کی برتری اور ہمہ گیر عظمت کے دلنشیں نقوش ملتے ہیں وہیں دوسرے تمام نظام ہائے زندگی اور مذاہب ونظریات کی درماندگی وبیچارگی کا اثبات ہوتا ہے۔ ہم انشاءاللہ اس کے وہ بعض ٹکڑے جو خصوصیت سے لائق پسند ہیں طور اقتباس تجلی میں وقتاً فوقتاً شائع کریں گے۔

کہیں کہیں کچھ معمولی نقائص بھی ہیں جو فی الحقیقت بھول چوک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، مثلاً صفحہ ۳۳ پر:-

"جو شہروں کو چھوڑ کر چند پورے پورے گھروں میں بھی ایسا نہیں کر سکتے"

اس عبارت میں "شہروں کو چھوڑ کر" خلاف محاورہ ہے، عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی "جو شہر چھوڑ چند پورے پورے..... الخ" یا "شہر تو درکنار....."۔

صفحہ ۷۱ پر۔ "ایک طبقہ کم حیثیت لوگوں کا جس سے بیگار لیا جاتا" بیگار مذکر نہیں مؤنث ہے "بیگار لی جاتی" ہونا چاہیئے تھا، مصنف نے لفظ "لالچ" کو بھی کئی جگہ مؤنث استعمال کیا ہے، حالانکہ ہمارے علم میں یہ مذکر ہے۔

صفحہ ۱۰۹، مصنف نے ابتدائی عہدِ رسالت کی حالت کو نمایاں کرتے ہوئے ان حضرات کے بارے میں جو تمام رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود مکہ پہونچکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گزار اور اسلام کے شیدائی بنے لکھا ہے کہ ———— اُن کو زندگی کا خطرہ تھا اور آزمائشوں اور مشکلات کا یقین تھا، مگر انھوں نے قرآن کی یہ آیت سنی تھی۔ اس کے بعد سورۂ عنکبوت کی ایک آیت لکھی گئی ہے۔ یہاں مقصد ومفہوم بیان کرنے میں تاریخی ٹکنیک اور ترتیب غلط معلوم ہوتی ہے، یہ آیت تو ان لوگوں نے خود کو اسلام کے حوالے کر دینے اور اپنی زندگی کا رخ منزلِ حق کی طرف موڑ دینے کے بعد سنی تھی، دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ آیت مذکور کا دخل ان کی بعد کی استقامت اور استحکام میں کتنا ہی ہو لیکن آغاز میں مشکلات ومصائب کے یقین کے باوجود دعوتِ حق پر لبیک کہنے میں اس آیت کا دخل نہ تھا۔

صفحہ ۱۴۵ پر آیت کے ترجمہ میں قدرے سہو ہو گیا ہے، یہی آیت ۲۰۵ پر ہے وہاں ترجمہ درست ہے۔

انسان کی کوئی بھی تخلیق ہر ہر پہلو سے کامل واکمل نہیں ہوا کرتی اور کہیں نہ کہیں کوئی داغ دھبہ اس میں ضرور رہا کرتا ہے اسی طرح پیش نظر کتاب میں بھی خوردہ گیر نظروں کو چند معمولی نقائص ضرور مل سکتے ہیں، لیکن مجموعی حیثیت سے یہ کتاب اردو کے اسلامی لٹریچر میں ایک بیش بہا اضافہ ہے، جس پر ہم مصنف کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس ارفع وا علیٰ مقاصد کی خاطر ہمارے بعض اسلام پسند برادران اسلام میدانِ علم میں قلم

کرنے کا کام

یہ ہلاکت خیزیاں، یہ قتل و غارت، یہ فساد — اللہ اللہ، آدمیت کس قدر مضطر ہے آج
جنگ کے شعلوں سے ہیں جھلسے ہوئے برگ و شجر — گلستانِ امنِ عالم مشتِ خاکستر ہے آج
آتشِ خوں کے سیاہ و سرخ طوفانوں میں غرق — شہرِ تہذیب و تمدن کا ہر اک منظر ہے آج

بے خدا تہذیب کی گودوں کے پالے نونہال — بھیڑیوں، ریچھوں کی اولادوں کو شرمانے لگے
حکمتیں جننے لگیں، ہر روز اک تازہ بلا — فلسفے بھی نت نئے آلام برسانے لگے
ہائے کیسی کارواں والوں کی مت ماری گئی — راہزن ہی قافلہ سالار کہلانے لگے

تا کجا انسان پر انسان کا جور و ستم؟ — آدمی پر آدمی کی کبریائی تا بہ کے؟
تا کجا، ربِ حقیقی سے بشر کی سرکشی؟ — یہ دو لات و ہبل پر، جبہ سائی تا بہ کے؟
تا کجا، حق و صداقت، خوار و ناچار و زبوں — جبر و استبداد کی فرماں روائی تا بہ کے؟

ہمدمو! آؤ الٹ دیں، یہ بساطِ تیرگی — پھر افق کے بطن سے اک صبحِ نو پیدا کریں
لائیں وہ سورج جو ہو نا واقفِ رسمِ غروب — جو نہ ہو مغلوبِ ظلمت سے وہ ضو پیدا کریں
پھونک دیں ہر قطرہ میں اک تازہ روحِ انقلاب — زندگی کے منجمد دریا میں رو پیدا کریں

تم جہاں میں بلّغوا عنّی کے ذمہ دار ہو — دعوتِ دینِ محمد، عام کرنا ہے تمہیں
دہر میں اپنی زبان، سیرت و کردار سے — نشر پھر توحید کا پیغام کرنا ہے تمہیں
یہ زمانہ آج جو، حلقہ بگوشِ کفر ہے — اس کو زیرِ پرچمِ اسلام کرنا ہے تمہیں

...الدین احمد ...نگری

انقلاب!

سید رضوان بجنوری

ہوا میں رقصِ مرگ ہے، فضا بھی شعلہ تاب ہے — کچھ اس طرح تڑپ تڑپ کے، رہ گئی ہیں بجلیاں
زمیں کا چہرہ زرد ہے، فلک کا زہرہ آب ہے — کہ ہر طرف سے آرہی ہے اک صدائے الاماں
نظر نظر، نفس نفس، شدید اضطراب ہے — کہاں کا لطفِ زندگی، کہاں کی فرصتِ بیاں
عوام مطمئن نہیں، یہ کیسا انقلاب ہے — کہ منزلوں کے پاس ہی، بھٹک رہے ہیں کارواں
طمانیت فرار ہے، صعوبتوں کے طور ہیں — لہو کی سرخیاں عیاں ہیں، دامنِ حیات پر
مصیبتوں کے غلغلے ہیں، تہلکوں کے دور ہیں — ہوائیاں سی اڑ رہی ہیں، روئے کائنات پر

بساطِ عیش الٹ گئی، محیطِ آب زہر ہے — سحر کا وقت ہے مگر، سسک رہی ہے روشنی
قدم قدم پہ جنگ ہے، فسادِ شہر شہر ہے — روش روش ہے سنسنی، چمن چمن ہے برہمی
رواں دواں ہر اک طرف، تباہیوں کی لہر ہے — گلوں کا رنگ اڑا ہوا، کلی کی آنکھ میں نمی...
محاذِ رنگ و نسل ہے، جنونِ جبر و قہر ہے — بہار آگئی مگر، شکستہ دل ہے زندگی
پناہ کی تلاش میں، بھٹک رہے ہیں راہ رو — بچھا ہوا ہے جابجا، نظامِ زر کا جام ابھی
تڑپ رہے ہیں راہ رو، سسک رہے ہیں راہ رو — اسیر ہیں خیال و فکر، ذہن ہیں غلام ابھی

نظر نظر میں الجھنیں، قدم قدم ہیں بندشیں
کرشمہ سازِ وقت کی بھی خوب ہیں یہ گردشیں
ابھی رلا کے ہی رہیں گی، قسمتوں کی لغزشیں
بغاوتوں کا زور ہے، عروج پر ہیں سازشیں

وبا، قحط و جنگ کا، شکار ہے ہر اک بشر — وہ نظمِ رنگ و ہر ہے، کہ دم بخود ہیں بحر و بر

بڑا اندھیرا

ابوالمجاہد زاہد

نئی سحر ہو نہ جاؤ بڑا اندھیرا ہے
فریبِ صبح نہ کھاؤ بڑا اندھیرا ہے

یقیں کی شمع جلاؤ بڑا اندھیرا ہے
خرد کو آگ لگاؤ بڑا اندھیرا ہے

شہنشہی سے نہیں کم نظامِ جمہوری
ادھر بھی راہ نماؤ بڑا اندھیرا ہے

اقلیت پہ کرو خوب مشقِ ظلم و ستم
پھر اُس کے بات بناؤ بڑا اندھیرا ہے

ہر ایک گام پہ فتنے ہیں سر اٹھائے ہوئے
سنبھل کے پاؤں بڑھاؤ بڑا اندھیرا ہے

نہ بات خانقہوں کی نہ درسگاہوں کی
جدھر بھی آنکھ اٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے

رہِ حیات میں قرآن ہی کو لے زاہد
چراغِ راہ بناؤ بڑا اندھیرا ہے

غزل

از شبنم سبحانی

نہ اور کچھ دیکھ پائے دنیا میں اپنے سود و زیاں سے پہلے
وہ جنکو اپنا ہی غم مقدم ہوا غمِ دیگراں سے پہلے

ہمیں تو اے خانقاہ والو خبر تھی اس رسمِ دیر کی کچھ
کہ آپ آغاز درسِ الفت، کریں گے عشقِ بتاں سے پہلے

نہ جانے کتنے دیارِ ظلمت، ملے ہمیں جادۂ حرم میں
مگر نہ ہم نے جبیں جھکائی، کہیں ترے آستاں سے پہلے

انھیں یہ آرائشِ چمن باغباں! انہیں ایک آنکھ بھاتی
بہارِ ماضی جو دیکھ آئے ہیں، گلستاں میں خزاں سے پہلے

سکھا دیا ہے غمِ جہاں نے مصیبتوں میں بھی مسکرانا
ہمیں بھی ظلم و ستم کا شکوہ تھا، گردشِ آسماں سے پہلے

نہ جانے کیوں آج سارے گلشن میں برہمی چھا گئی ہے مجھے
کسی کو بھی ضد نہیں تھی شبنم، کبھی مرے آشیاں سے پہلے

خیرا البشر

جناب محمد فیاض افضل پھانوی

کہاں ممکن جہاں میں لے حبیبِ حق ترا ثانی
عطا کی تو نے انسانوں کو درویشی میں سلطانی

تری چوکھٹ کے ہر ذرہ میں ہے وہ نورِ عرفانی
کہ جس کے فیض سے ہے خاک بھی خورشید امانی

تو ہی ہے اے شہِ لولاک وجہِ خلقتِ عالم
ترے دم سے ہے مہرِ زندگی کی نور افشانی

شکوہِ قیصر و کسریٰ کو کیا لائے گی خاطر میں
جسے مل جائے قسمت سے ترے روضہ کی دربانی

سنا ہے حشر کے دن تو شفیع المذنبیں ہوگا
خوشا اے ابرِ رحمت، حبذا اے ظلِ سبحانی

زمانہ مطمئن تھا ظلمتِ کفر و جہالت پر
جو تو آیا تو علم و معرفت کی قدر پہچانی

مدینہ تک پہونچنے کی بڑی حسرت ہے اے افضل
کبھی اے کاش کام آئے ہماری اشک افشانی

سوزِ خودی

من کی آسودگی، عشرتِ سرمدی
تن کی آسودگی، روح کی بے کلی

جاہلیت نے ہر چند یلغار کی
علم کی روشنی، پھیلتی ہی رہی

صد ہزار آرزؤں کے خوں کے عوض
کیا برا ہے، ملا مجھکو سوزِ خودی

ٹوٹنے کو ہے فانوسِ عیش و طرب
رنگ لانے کو ہے شیوۂ بے حسی

صبح کے نور کو رات کہتے رہے
حیرت انگیز ہے، آپ کی سادگی

ہیچ میرے لئے ہے نشاطِ جہاں
میں نے پائی ہے وہ لذتِ آگہی

جمال احمد، امین آبادی

قرآن

بلا ترجمہ

قرآن :۔ شاندار عکسی، ہر صفحے پر خوشنما بیل، حروف کھلے کھلے روشن، کاغذ سفید ٹائٹل دلکش رنگین، حرکات نہایت عمدگی سے دیئے ہوئے، صحت میں بے نظیر، چھپائی میں اعلیٰ، جلد کرشمہ، جس پر سنہری ڈائی ہے۔

ہدیہ نو روپے آٹھ آنے

قرآن :۔ ستارہ روشن حروف، زیر زبر نہایت موزونیت سے لگے ہوئے، حروف صاف روشن۔

ہدیہ مجلد کرشمہ پانچ روپے

قرآن :۔ موٹے حروف والا:۔

تقریباً ایک ہزار صفحات کا یہ قرآن موٹی نگاہ والوں کیلئے خصوصی تحفہ ہے، حروف موٹے اور واضح، زیر زبر نمایاں

ہدیہ مجلد کرشمہ نو روپے

قرآن

ترجمے والے

قرآن :۔ ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ۔
تفسیر :۔ علامہ شبیر احمد عثمانی۔

یہ قرآن اپنی شہرت و مقبولیت کے باعث کسی تعارف کا محتاج نہیں، آجتک کے تمام مترجم و محشی قرآنوں میں اسکی حیثیت تاروں میں چاند جیسی ہے، حسنِ سیرت کیساتھ حسنِ صورت بھی کم نہیں، متن ترجمہ اور حواشی سب کے سب بلاک سے چھپے ہوئے، متن کی زمین حنائی بلاکوں سے ابھاری ہوئی، ہدیہ غیر مجلد بیس ۲۰ روپے (مجلد اعلیٰ چوبیس ۲۴ روپے)

قرآن :۔ مترجمہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ۔

مع حاشیہ مفیدہ، باخبر حضرات خوب جانتے ہیں کہ مولانا تھانویؒ کا نام گرامی آجانے کے بعد کسی تعارف کی ضرورت نہیں رہتی ہر مسلمان حضرت کے ترجمے پر مکمل اعتماد رکھتا ہے، مزید خوبی اس قرآن کی یہ ہے شروع میں چند مفید چیزیں شامل کی گئی ہیں، جنسے پڑھنے والے بیحد فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، تاریخ مصحف، جغرافیہ قرآن قصص القرآن محکم و متشابہ، احکام القرآن، تاریخ قراء، تعداد کلمات و حروف قرآن و تعداد حرکات و سکنات، سورتوں کی فہرست، یہ سب مضامین سلیس اردو میں، کاغذ سفید لکھائی چھپائی روشن، زمین حنائی، ہدیہ مجلد کرشمہ دس روپے (مجلد اعلیٰ تیرہ روپے)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مفصل سوانح حیات

سیرۃ النعمانؒ (اردو)

از:- علامہ شبلی نعمانیؒ

مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی پیرو ہے، لیکن کم لوگ ہیں جو دین کے اس بطل جلیل کی سوانح حیات سے واقف ہوں "سیرۃ النعمان" اسی کمی کو پورا کرتی ہے، اس میں آپکی زندگی کے مفصل حالات اور منتخب ایمان افروز واقعات اور عبرتناک و دلچسپ کو ائف جمع کئے گئے ہیں۔ قیمت غیر مجلد دو روپے (مجلد تین روپے)

ترجمان السنّۃ

ارشاداتِ نبوی کا جامع و مستند ذخیرہ

اردو زبان میں

جلد اوّل:۔ اردو میں آجتک احادیث کے چند مختصر اور ناقص تراجم کے سوا کوئی اہم بالشان کارنامہ انجام نہیں دیا گیا، یہ پہلا موقع ہے کہ (ترجمان السنۃ) کے نام سے خدمتِ حدیث کا عظیم الشان سلسلہ شروع کیا گیا ہے، حدیث کی اصل عبارات مع اعراب، ساتھ میں سلیس عام فہم ترجمہ اور تشریحی نوٹ شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے۔ جس میں ارشاداتِ نبوی کی اہمیت اور احادیث کے مراتب و مدارج پر بہترین بحث کے علاوہ تدوین حدیث کی تاریخ اور مقام رسالت و نبوت اور دیگر اہم ترین عنوانات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے، بعض مشہور ائمہ حدیث اور اکابرینِ اُمت کے حالات بھی شامل کئے گئے ہیں۔

ہدیہ دس روپے (مجلد بارہ ۱۲ روپے)

جلد دوم:۔ ضخامت بڑھ جانیکے باعث "ترجمان السنۃ" کو مجبوراً مختلف جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا، چنانچہ جلد ثانی کتاب الایمان والاسلام کے تمام اہم ابواب پر مشتمل ہے، پہلی جلد کی سب خوبیاں اس میں موجود ہیں، ہدیہ نو روپے (مجلد گیارہ روپے)

علاماتِ قیامتؑ

مصنفہ:۔ حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قیامت کب اور کس طرح آئے گی، مفصل جواب قرآن اور حدیث کی روشنی میں، قیمت ۸/-

آدابُ النبیؐ

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا ایک ایمان افروز رسالہ، جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، شمائل اور حلیہ شریف و معجزات وغیرہ اختصار و سلاست کیساتھ جمع کئے گئے ہیں۔

ہدیہ صرف دس آنے۔

المصالح العقلیہ

یعنی

احکامِ اسلامی کی حکمتیں

کتنا روحانی کیف حاصل ہوگا ان لوگوں کو جو یہ جان سکیں کہ اسلام کے فلاں حکم میں کیا نکتہ ہے، فلاں حکم میں کیا بھید ہے، حکیم الامّت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "المصالح العقلیہ" میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، نکاح بیع و شرع اور دیگر صدہا امور دینی کی مصلحتوں اور باریکیوں پر عام فہم سلیس اردو میں روشنی ڈالی ہے۔

قیمت غیر مجلد ۳/- (مجلد ۳/۱۲)

التوحید

اسلام کی توحید خالص پر ایمان افروز معلومات کا خزانہ ہے، ہدیہ صر

تاجروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا

خلفائے راشدین

مؤلفہ :- مولانا عبدالشکور صاحب ایڈیٹر النجم لکھنؤ

خلفائے راشدین کی سیرت پر لکھی گئی تمام کتابوں میں اس تالیف کو ایک امتیازی شان اور خاص مقام حاصل ہے مؤلف ردّ شیعیت کے میدان میں بہت شہرت پاچکے ہیں "خلفائے راشدین" میں آپ نے اس بات کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ جن روایات وواقعات سے اہلِ تشیع کو اپنے مسلک کی تاویل اور اہلِ سنت پر اعتراض کا موقع ملتا ہو ان کی تشریح صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں اسطرح کر دی جائے کہ حق پر باطل کی یورش کا موقع نہ رہے اور اشتباہات کی بیخ کنی ہو جائے، قیمت دو روپے آٹھ آنے (مجلد سے)

مباحثۂ شاہجہانپور

باخبر حضرات جانتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بڑے بڑے پادریوں سے مناظرے کئے اور ہمیشہ فتحمند ہوئے ان کے ایک اہم اور عجیب غریب مناظرے کی دلچسپ تفصیل "مباحثۂ شاہجہانپور" میں ملاحظہ فرمائیے، دلائل اور اندازِ بحث پر آپ عش عش نہ کر جائیں تو ہمارا ذمہ، قیمت صرف عمر

تاریخ دیوبند

اسلامی علوم وفنون کے ایک شاندار دور کی تاریخ

دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے علمی وتاریخی حالات کا دلکش مرقع اور اسلامی علوم وفنون کے ایک زرّیں اور شاندار دور کی تاریخ جو سو اسو کے قریب دلچسپ علمی، مذہبی اور تاریخی عنوانات پر مشتمل ہے۔

چند عنوانات :- دیوبند کی وجہ تسمیہ، قدامت اور اس کے دلچسپ تاریخی حالات، قدیم عمارتوں اور تاریخی مساجد کا تذکرہ، دارالعلوم کی ۹۰ سالہ زندگی اور اس کے نشو وارتقاء کی حیرت انگیز تاریخ، پُرشکوہ عمارتوں کا تعارف، دارالعلوم کی تعلیمی اور انتظامی خصوصیات، داخلے سے لیکر امتحان تک کے قواعد وضوابط، دارالعلوم سے متعلق رویائے صادقہ اور مبشرات، اکابر علمائے دارالعلوم کے سوانحات۔ قیمت مجلد مع ڈسٹ کور صرف دو روپے۔

مناجاتِ مقبول

مع قرباتِ عند اللہ وصلوٰۃ الرسول یعنی ادعیہ ماثورہ وقرآنی دعائیں

جس میں تمام دعائیں قرآن شریف اور احادیثِ صحیحہ سے حضرت الحاج مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہٗ نے جمع فرما کر ہفتہ کے ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ سات منزلوں میں تقسیم فرمائیں اور جسکا اردو میں منظوم ترجمہ بھی سات منزلوں میں کرا دیا گیا ہے، یہ بھی ہر دن کیلئے علیحدہ علیحدہ مخصوص ہے، دعائے حزب البحر، مثنوی ہفت احزاب شجرات چشت مکمل واسماء مریدین، اور بعض اہم فوائد نافعہ ضروریہ کتابت دیدہ زیب، کاغذ سفید، ہدیہ غیر مجلد عہ (مجلد دو روپے)

فضائلِ نماز

قرآن وحدیث کی روشنی میں نماز کی خوبیوں اور فضیلتوں کا جامع اور مفصل بیان، قیمت ۱۵ر

فضائلِ تبلیغ

تبلیغ میں کیا فضیلتیں ہیں اور ہر شخص اپنی جگہ پر کس طرح اس دینی فریضہ کو ادا کر کے سعادتِ دارین حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت صرف ۶ر۔

ارواحِ ثلٰثہ

یعنی

اسلافِ دیوبند

دیوبند کے اکابر واسلاف کا مفصل حال اور دلچسپ معلومات۔ قیمت مجلد پانچ روپے

مکتبہ تجلی سے ہونے والا نفع تجلی کی نشر واشاعت میں صرف کیا جاتا ہے

اسلام

یوں تو اردو میں سیرت کے موضوع پر بہت کتابیں موجود ہیں۔ لیکن حضرت مولانا عاشق الٰہی مرحوم کی مشہور و معروف کتاب "اسلام" جن خصوصیات کی حامل ہے وہ اردو کی دوسری کتب سیرت میں نہیں ملتیں۔

چاہِ زمزم کی نمود اور مکہ کی ابتدا سے ۵ھ نبوی تک کے حالات اسمیں ایسی دلکشی اور حسنِ ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں کہ واقعات کا ربط اور طرزِ بیان کی سلاست پڑھنے والے کی دلچسپی کو پوری طرح اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں نہ تو غیر ضروری تفصیلات سے کلام کو طویل کیا گیا ہی نہ بیجا اختصار سے عبارت کو تشنہ رکھا گیا ہی۔ ایک معتدل پسندیدہ اور عام فہم انداز میں رسولِ کریم کی سیرتِ مبارکہ اسکی متعلقہ تفصیلات اور عمرانی و معاشرتی حالات پر عالمانہ روشنی ڈالی گئی ہی۔ واقعات مستند ہیں تاریخی راست بیانی کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہی۔

تفصیلات اس خوبصورتی سے بیان کی گئی ہیں کہ صدیوں پہلے کا زمانہ نگاہِ تصور کو زندہ و تابندہ محسوس ہونے لگتا ہی بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہی کہ تین حصوں پر مشتمل یہ کتاب، فدایانِ رسول کیلئے تحفۂ خاص ہے جس کا مطالعہ بہت سی ضخیم کتابوں سے بے نیاز کر دے گا۔

تازہ ایڈیشن، روشن طباعت و کتابت اور سفید کاغذ پر چھاپا گیا ہی۔ تینوں حصے یکجا مجلد ہیں۔ جن پر خوبصورت گردپوش نے حسنِ صورت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ہدیہ سات روپے۔

مکتبۂ تجلی۔ دیوبند

Regd. No. A 972

TAJALLI MONTHLY

DEOBAND, Distt. Saharanpur. U.P.

کتب خانہ ستم ساز۔ دیوبند

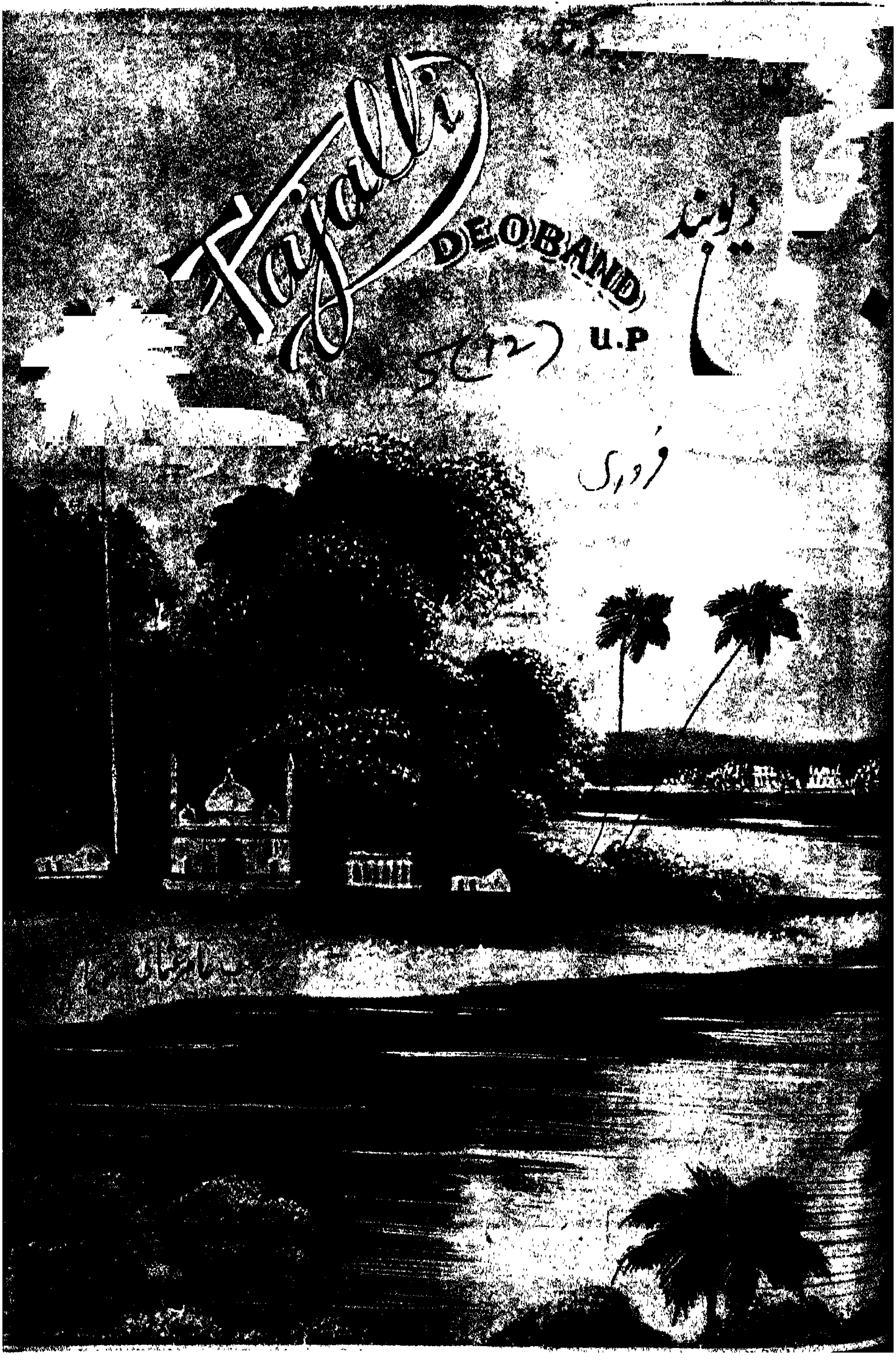
Tajalli
DEOBAND
U.P
دیوبند

ایمان افروز کتابیں

اردو عربی لغت کی ایک عظیم کتاب

مصباح اللغات

پچاس ہزار سے زائد عربی الفاظ کی اردو تشریح

یہ عظیم الشان عربی اردو لغت اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے بیمثال ہے جہاں تک عربی سے اردو میں لغات کے ترجمے اور تشریح کا تعلق ہے آجتک اس درجہ کی کوئی ڈکشنری وجود میں نہیں آئی، سالہا سال کی عرق ریزی اور کوششوں کے بعد بڑی تقطیع کے ایکہزار سے زائد صفحات پر مشتمل یہ عظیم القدر لغت اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

المنجد:— عربی لغت کی جدید کتابوں میں اس وقت سب سے زیادہ جامع اور دلپذیر سمجھی جاتی ہے۔

مصباح اللغات:— میں نہ صرف اس کتاب کا پورا عطر کشید کر لیا گیا ہے بلکہ اس کی ترتیب میں عربی لغت کی بہت سی دوسری بلند پایہ و ضخیم کتابوں سے اخذ و استنباط کی تمام صلاحیتوں کو کام میں لاکر مدد لی گئی ہے، جیسے قاموس تاج العروس اقرب الموارد، جمہرۃ اللغۃ، نہایہ ابن اثیر، مجمع البحار، مفردات امام راغب، کتاب الافعال، منتہی الارب، صراح وغیرہ۔

مصباح اللغات:— علماء، طلباء عربی سے دلچسپی رکھنے والے انگریزی داں، اردو خواں، سب کیلئے بے حد مفید ہے، جلد خوبصورت اور مضبوط، مع گرد پوش قیمت سولہ روپے۔

اصلاح الرسوم (اردو)

از حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ... زندگی کے ہر شعبہ میں بیشمار رسمیں اور طریقے ایسے رائج ہوگئے ہیں کہ جو فی الحقیقت غیر اسلامی ہیں لیکن ہم لاعلمی کے سبب ان کی برائی سے واقف نہیں، ایسے رسم و رواج کی اصلاح کے لیے حضرت حکیم الامت کی یہ تصنیف بیش بہا تحفہ ہے، زبان عام فہم سلیس، آخر میں رسالہ "صفائی معاملات" بھی شامل ہے، کتاب مجلد ہے مع خوبصورت رنگین ٹائٹل، ہدیہ ایکروپیہ بارہ آنے۔

تعلیم الدین (اردو)

از:- حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

بہت آسان اردو میں دین کے ضروری احکامات کی دلنشین تشریحات شرک بدعت کی تفصیل، تصوف کے نکات پر معلومات انگیز گفتگو بیعت تصور شیخ، سماع اور دیگر اہم مباحث، خوبصورت ٹائٹل مع جلد قیمت ۱۲؍

انوار الغیوب ——— اردو ترجمہ

ضیاء القلوب

حضرت حاجی شاہ امداد اللہ کی مشہور کتاب ضیاء القلوب میں شغل ذکر بیعت و ارشاد، مراقبہ و مجاہدہ اور اس سلسلے کے دیگر لطائف پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے، اور بہت سے روحانی اسرار کا انکشاف ہے طریقت کے مسافروں کے لئے یہ نہایت عجیب کتاب ہے، اردو عام فہم قیمت صرف ۱۲؍

تاجروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا

حکایاتِ صحابہؓ

صحابی مردوں اور عورتوں بچوں کے وہ سبق آموز و ایمان افروز واقعات جن کے مطالعہ سے روح تازہ اور سینہ کشادہ ہوتا ہے، تازہ ایڈیشن عمدہ کتابت و طباعت اور سفید کاغذ، جلد پر خوبصورت گردپوش، هدیہ دو روپے چار آنے۔

خلفائے راشدین

مؤلفہ مولانا عبدالشکور صاحب ایڈیٹر النجم لکھنؤ

خلفائے راشدین کی سیرت پر لکھی گئی تمام کتابوں میں اس تالیف کو ایک امتیازی شان اور خاص مقام حاصل ہے، مؤلف ردِ شیعیت کے میدان میں بہت شہرت پا چکے ہیں "خلفائے راشدین" میں آپنے اس بات کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ جن روایات و واقعات سے اہل تشیع کو اپنے مسلک کی تاویل اور اہل سنت پر اعتراض کا موقع ملتا ہو ان کی تشریح صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں اسطرح کر دی جائے کہ حق پر باطل کی یورش کا موقع نہ رہے اور اشتباہات کی بیخکنی ہو جائے، قیمت دو روپے آٹھ آنے (مجلد ۳؎)

مباحثۂ شاہجہانپور

باخبر حضرات جانتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے بڑے بڑے پادریوں سے مناظرے کئے اور ہمیشہ فتح مند ہوئے ان کے ایک اہم اور عجیب غریب مناظرے کی دلچسپ تفصیل "مباحثۂ شاہجہانپور" میں ملاحظہ فرمائیے، دلائل اور انداز بحث پر آپ عش عش نہ کر جائیں تو ہمارا ذمہ، قیمت صرف عہ۔

مُناجاتِ مقبول

یعنی قربات عند اللہ وصلوٰۃ الرسول یعنی ادعیۂ ماثورہ و قرآنی دعائیں جس میں تمام دعائیں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ نے جمع فرما کر ہفتہ کے ہر دن کیلئے علیحدہ علیحدہ سات منزلوں میں تقسیم فرمائیں اور جس کا اردو میں منظوم ترجمہ بھی سات منزلوں میں کرا دیا گیا ہے، یہ بھی ہر دن کیلئے علیحدہ علیحدہ منزل میں ہے، دعائے حزب البحر، مثنوی ہفت اخزاب، شجرۂ چشتیہ مکمل، و اسماء بدریین اور بعض اہم فوائد نافعہ فقرہ دیدہ کتابت دیدہ زیب، کاغذ سفید، ہدیہ غیر مجلد عہر و مجلّد دو روپے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء تصنیف قول الجمیل فی سواء السبیل کا مکمل اردو ترجمہ

شفاء العلیل

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں ذکر و بیعت حالیہ و مالیہ پر مفصل کلام کیا ہے، بلاشبہ بیعت و ذکر کا موضوع نہایت اہم ہے، اور اس باب میں بہت افراط و تفریط چل رہی ہے۔ "سواء السبیل" کا مطالعہ صحیح نتیجہ پر پہونچنے کے لئے نہایت مفید ہے صفحات ۱۲۰ قیمت عہ

بوادر النوادر (اردو)

یعنی

علمی خزانے

حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ کے بیشمار مضامین سے منتخب کئے ہوئے ان شاہکار مضامین کا مجموعہ جن میں بہت سے دینی و علمی اہم موضوعات پر مضبوط دلائل اور بالغ نظری سے کلام کیا گیا ہے، زبان عام فہم ہے۔

دو حصّوں میں مکمل قیمت پندرہ روپے

خیر الموانس کامل

یعنی

ترجمہ اردو نزہۃ المجالس

بہترین وعظوں کا مشہور مجموعہ، قیمت بارہ روپے

مکتبۂ تجلی گھٹیا اور بڑھیا سب طرح کی جلدیں فراہم کرتا ہے، آپ جس معیار کی جلدیں چاہتے ہوں اس کی تفصیل لکھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ تجلی

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے

عام سالانہ قیمت پانچ روپے

فی پرچہ سات آنے

معززین سے سالانہ چندہ حسب استطاعت

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۵۵ء

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

ترتیب دینے والے
عامر عثمانی و زبیر افضل عثمانی

پاکستان کا پتہ:۔ جناب شیخ سلیم اللہ صاحب
۲۴ بی ۵/۲۶ ناظم آباد۔ کراچی (پاکستان)

آغازِ سخن

(عامر عثمانی)

والدِ محترم حضرت مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی کو جانکاہ حادثہ!

ناظرینِ تجلی کے لئے یہ خبر باعثِ ملال و رنج ہوگی کہ ۱۲ جنوری ۵۵ء کو راقم الحروف کے والد جناب مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب عثمانی کو ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس کی تفصیل انتہائی غم انگیز اور دردناک ہے، بعض اخبارات میں اگرچہ بعض تفصیلات شائع ہو چکی ہیں، لیکن اپنی موجودہ پریشان دماغی اور فکر و اندوہ کا اندازہ کرانے کے لئے میری مکمل تصریحات یہاں غالباً بے محل نہ ہوں گی۔

والد صاحب کی عمر اس وقت تقریباً ۷۳ سال ہے، گویا "شیخ فانی" کے درجہ میں پہونچ چکے ہیں، آپ ۱۲ جنوری ۵۵ء کو علیگڑھ سے وائے غازی آباد دیوبند تشریف لا رہے تھے، واقف حضرات جانتے ہیں کہ قبلہ کی ساری زندگی سفروں میں گزری ہے، جب انگریز کی ملازمت میں انجینیر تھے جب بھی آئے دن دورے کرنے پڑتے تھے، اب اللہ کی ملازمت میں ارشاد و ہدایت کی خدمات انجام دیتے ہیں، تب بھی زندگی کا بیشتر حصہ سفروں میں کٹ رہا ہے۔

غازی آباد سے دیوبند کے لئے ریل کم و بیش گیارہ بجے دن روانہ ہوتی، آپ حسبِ معمول سکنڈ کے ڈبہ میں سوار تھے، راہ میں ڈبہ خالی ہو گیا اور آپ تنہا رہ گئے، دیوبند سے چوتھا اسٹیشن ہے کھتولی، یہاں سے گاڑی چلی تو ایک جوان شخص چلتی گاڑی میں آپ کے ڈبہ میں گھس آیا اور ٹکٹ مانگا، اگرچہ ٹی ٹی کے سوا کسی کو ٹکٹ دکھلانا مسافر کے لئے ضروری نہیں ہوتا، لیکن موصوف نے خیال کیا کہ ممکن ہے سی آئی ڈی کا آدمی ہو ٹکٹ دکھلا دیا، اس نے آپ کا ٹکٹ اپنی جیب میں رکھا اور اپنے پاس سے ایک تھرڈ کلاس کا ٹکٹ دیتے ہوئے کہا کہ لیجئے! آپ رکھیئے۔

اس طرفہ ستم ظریفی پر موصوف کو جتنا بھی اچنبھا ہوتا کم تھا مگر دوسرے ہی لمحہ میں اس نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے ان کے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور کہا کہ جو کچھ ہو رکھ دیجئے!

اس طرح چلتی ٹرین کے ایک ڈبہ میں رہزن و راہرو کی ایک ڈرامائی کشمکش کا آغاز ہوا، رہزن کو قدرتاً یہ خیال ہوگا کہ یہ سن رسیدہ ضعیف ایک ہی گھن گرج سے لرزہ براندام ہو کر سر تسلیم خم کر دیگا، قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ جب مقابلہ طاقتور جوانی اور ضعیف بوڑھاپے کا ہو بوڑھاپے کو بلا کم و کاست ہتھیار ڈال دینے چاہییں، مگر قیاس ہمیشہ درست نہیں ہوا کرتا، جس نے شیخ الہندؒ کے ہمدوش جنگ آزادی لڑی ہو، جس نے بریلی جیسے قلعۂ بدعت میں لاٹھیوں اور چھریوں کے زیر سایہ قرآن و سنت کا پرچم لہرایا ہو، جو اپنی زندگی خدا کے حوالے کر چکا ہو وہ ایک رہزن کے آگے ہتھیار ڈالنے والا کہاں تھا، بزدل قوی ہو کر بھی جنگ سے ڈرتا اور ہار مان لیتا ہے، شجاع کمزور ہو کر بھی دو دو ہاتھ کرتا اور سینہ پر وار کھا کر موت قبول کر لیتا ہے، وہ اپنے وقار، عزت اور حق کو ہار جانے کے خطرے سے چھوڑا نہیں کرتا، چنانچہ لٹیرے کے گمان و قیاس کے برعکس موصوف نے مدافعت کی اور اس وقت اس ظالم نے اپنے ہاتھ میں ہتھیار لی ہوئی اسٹک سے آپ پر وار کئے، اس کا ارادہ سر پر زخم پہونچا کر بیہوش کر دینے اور پھر مزے سے سب کچھ لیجانے کا تھا، موصوف نے خالی ہاتھ وار روکے، اور چوٹیں بجائے سر کے منہ، ناک، سینے اور ہاتھوں پر کھائیں فراٹے بھرتی ہوئی ٹرین کے ایک ڈبہ میں ظالم و مظلوم

یہ آویزش کتنی ہولناک تھی، کتنی جانفرسا اور ڈرامائی! گاڑی چلتی رہی اسٹک کے وار جاری رہے، ٹوٹے ہوئے جبڑے اور پھٹے ہوئے رخسار سے بہتا ہوا خون لباس کی قوت جاذبہ کو اچھی طرح آسودہ کر کے ڈبہ کی زمین پر بہنے لگا، زندہ، گاڑھا سرخ خون، ایک ایسے ضعیف العمر انسان کا خون جس کی جسمانی قوتوں کا خزانہ قریب الختم ہے۔

لٹیرے نے جب دیکھا کہ سر سے پا تک خون میں شرابور ہو جانے کے باوجود بوڑھا نہ تو بیہوش ہوتا ہے نہ مدافعت ترک کرتا ہے تو اس کا عزم رہزنی قلابازی کھا کر عزم قتل تک جا پہونچا اور جوان و توانا جسم کی پوری قوت کے ساتھ اس نے کوشش کی کہ موصوف کو دروازہ کی راہ باہر پھینک دے اس کوشش کو کامیابی تک پہونچانے کے لئے اس نے سارا کس بل ختم کر دیکھا، اور ایک بار تو واقعی وہ انھیں دروازہ سے کافی باہر کر دینے میں کامیاب ہو گیا، لیکن لوح محفوظ میں ابھی موت نہیں لکھی تھی، بوڑھا جسم باوجود نزار و نزار ہو جانے کے دماغی توازن اور حواس سے محروم نہیں ہوا تھا، آپ نے ایک ہاتھ سے بینچ کا نچلا پایہ اور ایک ہاتھ سے رہزن کو اس طرح پکڑا کہ

فنا کی راہ میں دونوں چلیں گے دوش بدوش!

گاڑی دو اسٹیشنوں کے درمیان کا نصف سے زیادہ حصہ طے کر چکی تھی، کل پرزوں کی گھڑ گھڑاہٹ بتا رہی تھی کہ ڈرائیور نے اسپرٹ کم کرنی شروع کر دی ہے، شیطان کے ہرکارے نے ایک آخری بھرپور کوشش کی، جس کام کو اس کے قیاس میں چند لمحوں میں کامیابی کے ساتھ ختم ہو جانا چاہیئے تھا، اسے کافی دقت اور محنت صرف کرنے کے بعد بھی ناکام دیکھکر اس کے حواس مختل ہو گئے، اور اضطرار و اختلال کے عالم میں اسٹک ہاتھ سے چھوٹ گئی، گاڑی اب کافی ہلکی ہونے لگی تھی وہ جست کر کے پائدان پر آیا اور پھر اس طرح غائب ہو گیا جیسے جاسوسی ناولوں میں چور اور قاتل یکایک غائب ہو جاتے ہیں۔

کوئی جاسوسی افسانہ ہوتا تو راقم الحروف کے لئے کافی سخن آرائی کی گنجائش تھی، لیکن افسوس یہ حقیقت ہے بھیانک اور دلدوز حقیقت، تصوّر کیجئے ایک شیخ فانی اور جوان کا مقابلہ، ایک طرف ہتھیار دوسری طرف سال خوردہ خالی ہاتھ، ایک طرف حرص و ہوس کا جنون انگیز ولولہ، دوسری طرف مدافعت کا سنجیدہ و متین جذبہ۔

والد صاحب کے اطلاعی خط پر میرے دو چھوٹے بھائی دیوبند کے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے، گاڑی اسٹیشن پر پہونچی تو حسب معمول انھوں نے سیکنڈ کلاس دیکھے، والد تو انھیں کیا ملتے ہاں ایک ڈبہ میں خون بہتا ہوا ملا اور ساتھ ساتھ کچھ مسافروں کی باتیں کانوں میں پڑیں جن سے معلوم ہوا کہ ایک ایسے ایسے حلیے کے سکنڈ کلاس مسافر کو مظفرنگر کے اسٹیشن سے پولیس سرکاری ہسپتال میں لے گئی ہے، دونوں بھائیوں میں سے ایک فوراً موٹر اڈے کی طرف بھاگا اور دوسرے نے گھر آ کر ہم گھر کے لوگوں کو اطلاع دی کہ ابا جی کو ایسا ایسا واقعہ پیش آ گیا ہے،

اس اطلاع کو سنکر ہم سب کی کیا حالت ہوئی اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ایک بھرپور گھر کے سرپرست بزرگ کی مرکزی اہمیت کو محسوس کر سکتے ہوں، واقعہ یہ ہے کہ ایک لمحہ کو جب ہمیں یہ محسوس ہوا کہ ہمارے باپ ہم سے جدا ہو گئے تو ایسا لگا جیسے نظروں کے سامنے سے کوئی دبیز پردہ ہٹ گیا ہو اور سامنے ایک وسیع لق و دق ویرانہ ہو جسکی تاریک وسعتوں میں ہمیں سفر کرنا ہو!

کتنے خدا فراموش اور ظاہر پرست ہیں ہم نفس کے بندے!
کتنی جلدی یاس اور قنوطیت ہمیں گھیر لیتی ہے!

کسی ٹرین کا وقت تو فی الحال تھا نہیں، ہم دو بھائی موٹر اڈے کی طرف بھاگے اور ایک بھائی کو عم محترم سعید احمد کے پاس دار العلوم بھیجا، کچھ دیر میں وہ بھی اور میرے تائے زاد بھائی جناب قاری جلیل الرحمٰن صاحب اور بھتیجے عزیزی مشہود الرحمٰن اڈے پر آ گئے، موٹر تیار ملی، راہگیروں اور مسافروں میں مذکورہ واقعہ کی بازگشت ابھی سے کافی تھی، کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ، ہم لوگ چپ تھے، دم بخود، سراسیمہ موٹر کی خاک چھانتے ہوئے کئی بار تو میرے دل میں حسرت پیدا ہوئی کہ اے کاش وہ ابا جی نہ ہوں کوئی اور ہو، ابا جی علیگڑھ سے چلے ہی نہ ہوں، لیکن معاً ضمیر نے ملامت کی کہ اے خود غرض انسان تو اپنی مصیبت دوسروں کے سر ڈالنے میں کتنا حریص ہے! کمینے وہ تیرا باپ نہ ہوگا تو کسی اور کا باپ ہوگا، کیا معلوم اس کا کنبہ تیرے کنبے سے بھی بڑا ہو، کیا خبر اس کے زیر سایہ پلنے والے افراد اس کے تجھ سے زیادہ محتاج ہوں!

پون گھنٹے میں ہم مظفرنگر پہونچ گئے، سرکاری ہسپتال کے احاطہ میں قدم رکھتے ہوئے ہم سب اپنی جگہ ڈرے سہمے، مہر بلب تھے کہ نہ جانے اب کیا سن لیں گے، کیا دیکھ لیں گے، دل چاہتا تھا کہ یہ گھڑی

کے موجودہ لمحات کو مشاہدۂ خبر تک پہنچنے میں صدیاں لگ جائیں وقت اسی جگہ جم جائے۔

لیکن وقت کا دھارا کس کے ہاتھوں رکتا ہے، ایک بڑے کمرے میں دسیوں مریضوں کی چارپائیوں کے پہلو بہ پہلو ہم نے دیکھا کہ والد صاحب گلے تک رضائیاں اور کمبل اوڑھے پڑے ہیں، سر سے گردن تک پٹیاں بندھی ہوئی ہیں جو ناک اور رخسار کے خون سے شرابور ہیں، صرف ایک آنکھ نظر آ رہی تھی جو دبیز ورم کے درمیان روشنی کا ایک متحرک نقطہ معلوم دیتی تھی، واقعہ یہ ہے کہ اگر بے خبری میں اچانک ہم انھیں اس حال میں دیکھ پاتے تو ہرگز شبہ بھی نہ کر سکتے کہ یہ ابا جی ہیں، راقم الحروف تو خون میں تر پٹیوں کی تاب نہ لا کر ایک طرف ہٹ گیا اور باقی حضرات کے سروں پر انھوں نے اسی شفقت بھرے انداز میں نمبروار دست شفقت پھیرا، جس کے ہم لوگ ہمیشہ ان کے سفر سے واپسی پر خوگر ہیں، اس انداز دیرینہ سے ان کے ہوش وحواس کی درستگی کا یقین کر کے میں بھی قریب آ ہی گیا، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ایک شفیق باپ کے دست شفقت کا لمس جس درجہ سکون و طمانیت بخشتا ہے اس کا بیان لفظوں میں نہیں ہو سکتا، پھر جب یہ باپ ایک عبادت گزار مرشد اور صالح بزرگ ہو تو اس میں تقدیس و تبریک کا اضافہ بھی ہو جاتا ہے، میں نے تو اپنی جگہ اس وقت کے دست شفقت کو اس لئے بہت ضروری سمجھا کہ کیا معلوم یہ آخری موقع ہو (نصیب اعدا!)

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت کا منظر بڑا مایوس کن اور دل چیر دینے والا تھا، اتنے میں ڈاکٹر نے ہدایت کی کہ مریض کے گرد مجمع اکٹھا نہ کیا جائے ہم ہٹنے لگے لیکن ابا جی نے روکا اور ہم میں سے کسی کے استفسار پر واقعہ کی جس تفصیل میں وہ جانے لگے تھے اسے خاتمہ تک پہونچانے کی سعی کی، میرے لئے اس وقت اس بات میں کوئی دلچسپی نہ تھی کہ سب کچھ کیسے ہوا کیوں ہوا، بلکہ میرے سامنے صرف ایک سوال تھا، وہ یہ کہ جس طرح ممکن ہو ان کے لئے بہتر سے بہتر چارہ گری کے سامان مہیا ہو سکیں، چنانچہ وہاں سے ہٹ کر میں باہر آیا اور ڈاکٹر وغیرہ سے علیحدہ پرائیویٹ وارڈ کے لئے درخواست کی میں جانتا تھا کہ سرکاری کمرہ کا سرتاپا مریض ماحول ایک حساس اور ہوشمند زخمی کے لئے سازگار نہیں ہو سکتا، علاوہ ازیں چند ہی ساعتوں میں عیادت کرنیوالوں کی قطار شروع ہو گی تو اس سے کیونکر عہدہ برآ ہوا جا سکیگا پھر تیمارداری بھی مناسب نہ ہو سکیگی۔ اللہ جل شانہٗ کا شکر ہے کہ ہسپتال کے کارکنوں نے بڑی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے میری درخواست منظور کر لی اور چند ہی لمحوں میں ہمیں ایک بہت اچھا وارڈ مل گیا، جو ایک مختصر گھر کے تمام ضروری اجزاء پر مشتمل تھا جبھی ابا جی کو اسٹریچر پر یہاں لے آیا گیا، اور اب اُس گاڑی کا وقت ہو چکا تھا جو مظفر نگر سے ساڑھے چھ پر چل کر سوا سات بجے دیوبند پہونچتی ہے میرا اس سے دیوبند پہنچنا نہایت ضروری تھا، کیونکہ میری مائیں بہنیں خوف وہراس اور ظن وتخمین کی کیفیت میں سراپا چشم انتظار بنی ہوئی تھیں ان کے دلوں کی کیفیات کیا کہیئے، بد سے بدتر خبر سن لینے کا مہیب خطرہ انھیں سراسیمہ وحیران کئے ہوئے تھا، میرے لئے اسٹیشن سے گھر تک پہونچنا مشکل ہو گیا، جسے دیکھو تانگہ رکوا کر پوری داستان سننے کی فکر میں ہے، حادثہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل چکی تھی اپنے بیگانے، ہندو مسلمان سب اصل واقعہ سننے کو بیتاب تھے بھلا میں کیا کہتا اور کیونکر کہتا، گھر پہونچا تو مردوں کا جم غفیر تھا، ان سے صرف نظر کرتے ہوئے میں اندر گیا یہاں بھی کثیر عورتیں تھیں، عزیزائیں ہمسائیاں، جان پہچان والیاں، دبی دبی سسکیاں کانوں میں پڑیں، میں نے اختصار کیساتھ حال بیان کیا تو یہ سسکیاں گریہ و بکا میں تبدیل ہونے لگیں، میں نے خود کو پتھر بناتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا،

" روؤ نہیں، ابتلا اور تکلیفیں انسانوں ہی کے لئے ہیں، نظر کرو اخوان المسلمون کے ان جانبازوں کی طرف جنھیں مصر کے فرعونوں نے پھانسیاں دے دیں، ان سیکڑوں مظلوموں کی طرف جنھیں جیلوں میں بند کر دیا گیا اور ان مظلوموں کے بیکس و بے سہارا پسماندگان کو جو شخص کسی طرح کی مدد دیتا ہے اسے بھی گرفتار کر لیا جاتا ہے، ان کے مقابلہ میں تو ہم پر آئی ہوئی ابتلاء کچھ بھی نہیں ہے "

قاعدہ ہے کہ ایک مصیبت کے مقابلہ میں اگر دوسری بڑی مصیبت پیش کر دی جائے تو چھوٹی مصیبت کا بھیانک پن ماند پڑ جاتا ہے چنانچہ میرا " وعظ " کارگر رہا اور گریہ ماتم نہ بن سکا۔

رات پہاڑ کی طرح کٹی، لیکن کٹی، صبح میں والدہ اور بہنوں کو لیکر مظفر نگر پہنچ گیا، معلوم تھا کہ خون رات آٹھ بجے بند ہوا ہے اور اب کافی وقفہ سے تھوڑا تھوڑا ناک اور منھ سے ٹپکتا ہے۔ دانت علی

اور عضو بھی سب ٹوٹ گئے ہیں۔ چہرے اور پسلیوں پر سخت چوٹیں ہیں۔ ایک آنکھ کا حال کچھ نہیں کہا جا سکتا جب تک ورم نہ کم ہو۔

یہاں میں اپنی ماں کی تعریف میں چند لفظ کہے بغیر نہیں رہ سکتا تعریف اس بات کی نہیں کہ وہ انتہائی جری اور صبر و ہمت والی خاتون ہیں۔ ان صفات کا تو میں ان کئی موقعوں پر خوگر اور عادی ہو چکا ہوں جب ڈاکٹروں حکیموں نے میری زندگی سے بالکل مایوسی ظاہر کر دی اور علاج تک سے ہاتھ اٹھا لیا۔ ایک بار تو منہ پر آخری کپڑا بھی ڈھکا جا چکا لیکن ماتم تو بڑی بات ہے کسی نے والدہ کی سسکی بھی نہ سنی۔ اس والدہ کی جس نے اپنے لخت جگر کی تیمارداری میں کئی بار بیس بیس راتیں آنکھوں میں کاٹ دی ہوں، اس والدہ کی جس کا دل اس قدر نرم ہے کہ بھکاری کو ہاتھ کا نوالہ دینے میں تامل نہیں ہوتا، جو جانور کو بھی ایذا پہنچتے نہیں دیکھ سکتیں۔

تعریف میں اس حسن خیال اور پاکیزگیٔ فکر و نظر کی کہنے لگا ہوں جو ان کے اس آزمائشی وقت پر کہے ہوئے الفاظ سے ظاہر ہوتی۔ انھوں نے اپنے زخمی شریکِ حیات کے خوں آلود بھیانک چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:-

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دندان مبارک شہید ہوئے تھے، آپ کے چہرۂ مبارک پر بھی زخم آئے تھے، ان کی معمولی مشابہت بھی اللہ کی رحمت ہے"!

اللہ اکبر! ع خوشا وہ سر جسے نسبت کسی کے آستاں سے ہے!

یہ بحث نہ کیجئے کہ جہادِ مبارک کی شہادتِ دنداں اور موجودہ واقعہ کی معنویت میں کیا منطقی ربط ہے؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

قابلِ ملاحظہ یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب عورتیں عموماً نحود بین میں اتر آتی ہیں، گھبرا جاتی ہیں، از خود رفتہ ہو جاتی ہیں، میری والدہ کی "رعنائیٔ خیال" قلب و ذہن کی کس فضا کا پتہ دیتی ہے؟ صد ہزار شکر ہے اس داورِ مطلق کا جس نے مجھ روسیاہ کو صرف باپ ہی نہیں ماں بھی مومن دی! الحمد للہ علیٰ احسانہ۔

بات کافی لمبی ہو گئی، مختصر یہ کہ تیسرے دن ایکسرے ہوا جس سے پتہ چلا کہ جبڑے اور پسلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ اس ٹوٹنے میں لطیفہ ہوا کمپاؤنڈر صاحب نے ٹوٹنے کی اطلاع دیکر فرمایا کہ تو لو سول سرجن کے پاس گیا ہوا ہے غور کے بعد معالجہ ہو گا، یہی اطلاع میں نے اس دن کے خطوط میں لکھدی۔ بعد میں تحقیق ہوا کہ "ٹوٹنے" کا لفظ ذرا مبالغہ آمیز ہے ہڈیاں محض "تڑخ" گئی ہیں، یا ضرب شدید سے کافی متأثر ہو گئی ہیں، کمپاؤنڈر صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا تفاوت ہے، تو ایک انگریزی کا اصطلاحی لفظ کہتے ہوئے انھوں نے راز کھولا کہ ہم لوگ ٹوٹنے اور تڑخنے دونوں حالتوں میں یہی لفظ بولتے ہیں۔

آج ان سطور کو لکھتے وقت ہمیں ہسپتال میں آٹھ دن ہو چکے ہیں افاقہ نہایت تیزی سے ہو رہا ہے، رخسار کا زخم جو نسبتاً ہلکا تھا مندمل ہو چکا ہے، چہرہ کا ورم برائے نام ہے، بس بڑی تکلیف یہ ہے کہ کھانسی کے ساتھ پسلیوں میں سخت دکھ ہوتا ہے، کھانسی اتنی ہے کہ رات میں گھنٹہ بھر بھی نہیں سو پاتے، کروٹ لینے سے بھی اب تک معذور ہیں تاہم یقین کیا جاتا ہے کہ جس ارحم الراحمین نے دوبارہ زندگی عطا فرما کر ہمارے حالِ زار پہ کرم کیا ہے اس کے فضل سے سب تکلیفیں جلد دور ہو جائیں گی، اگرچہ اس عمرِ ضعیفی میں کئی سیر خون بہہ جانے کے نقصان کی تلافی بظاہر ناممکن ہے، لیکن جب قادرِ مطلق کی چشمِ توجہ مہربان ہو تو یہ معمولی نقصان کچھ بھی نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحبان خود ایک درجہ میں حیران ہیں کہ افاقہ و اندمال کی غیر معمولی رفتار ان کے اندازے اور توقع کے بالکل خلاف ہے۔ دورانِ گفتگو میں سول سرجن صاحب نے ایک بات بڑے مزے کی کہی، بعض مریدین ابا جی کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر سے کچھ واقفیت بہم پہونچا رہے تھے، جسے سن کر آپ نے فرمایا:-

"میں تو خوش ہوں کہ مولانا کو یہ حادثہ پیش آیا، اگر نہ آتا تو ان جیسی ہستی کی خدمت کا موقع ہمیں کہاں نصیب ہوتا"

میں نہ صرف سول سرجن صاحب کا بلکہ ہسپتال کے تقریباً تمام قابلِ ذکر عملہ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے جس وسیع اخلاق، نرمی اور ذمہ داری کے ساتھ والد کا معالجہ کیا وہ فی زمانہ نایاب اور کمیاب اور غیر معمولی ہے، صرف ڈاکٹر اور کمپاؤنڈر صاحبان ہی نہیں چھوٹے ملازمین اور حمالوں تک نے بے مزد خدمت کا وہ معیار پیش کیا ہے جس کے لئے میں اور میرے تمام اعزا ان کے ممنون ہیں۔ فجزاہم اللہ خیر الجزا۔

عیادت و پرسش کو جو بے شمار حضرات تشریف لائے، اگرچہ ان کا فرض تھا، لیکن موجودہ دورِ ترقی میں جبکہ فرض کی ادائگی ایک ...

بنکر رکھی ہے، میں اس زحمتِ عیادت کو لائقِ تشکر سمجھتا ہوں خاص طور پر وہ ہندو دوست میری دلی ممنونیت کے مستحق ہیں جنھوں نے حادثہ کے روز راستہ ہی میں دیوبند ٹیلیفون کیا تھا اور بعد میں ہسپتال عیادت کو بھی تشریف لائے۔ بعدہٗ میں حضرت مولانا مولوی طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی، مولانا قاضی مسعود صاحب، مولوی رفیع احمد صاحب اور ان دیگر محترم بزرگوں کا شکرگزار ہوں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے زحمتِ سفر فرمائی اور ہسپتال کے کمرہ کو برکت و سعادت سے معمور کیا۔

پولیس ابتدائی آئینی کارروائی کرکے راہزن کی تلاش میں ہے

میں نے چلتی ٹرین کے واقعات میں راہزن کے خیالات و جذبات جس تکنیک سے بیان کیے ہیں، وہ اصل میں والد صاحب کے بیانات اور دیگر لوگوں کے خیالات پر مبنی ہے۔ مجھ سے پوچھئے تو میرا خیال یہ نہیں کہ راہزن کا قاتلانہ ارادہ محض وقتی اور ہنگامی تھا، منطق اور قیاس اگر کچھ وزن رکھتے ہیں تو میں کہوں گا کہ وہ پہلے ہی سے قتل اور لوٹ کی اسکیم بناکر آیا تھا کیونکہ ٹکٹوں کے تبادلہ کی اس کے سوا اور کوئی توجیہہ سمجھ میں نہیں آتی۔ غالبًا اس کی پوری اسکیم یہ ہوگی کہ مذکورہ طریقہ پر ٹکٹوں کا تبادلہ کرنے کے بعد میں مسافر کو چلتی ریل سے باہر پھینک دوں گا، اور اس کے ٹکٹ کے ذریعہ سب سامان باقاعدہ گیٹ سے اسی طرح لیجاؤں گا جیسے وہ واقعی میرا ہے، مسافر جب کہیں مرا گرا پایا جائے گا تو اس کی جیب سے میرا والا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ نکلے گا، جسے پڑھکر لوگ ابتدائی تحقیق اس مقام پر کریں گے جہاں کا وہ ٹکٹ ہے، ظاہر ہے کہ راہِ تحقیق کی اس غلط ابتدا میں کافی وقت ضائع ہوجانے لگا اور مجھے ہر طرح کی خود حفاظتی تدابیر کا موقع مل جائیگا۔

گویا باہر پھینک کر ہلاک کرنے اور سارا سامان لیجانے کی اسکیم پہلے ہی سوچ لی گئی تھی۔ البتہ باہر پھینکنے سے پہلے اس نے ضروری سمجھا کہ جیب خالی کرلے تاکہ جان جیسی حقیر شئے کے ساتھ پیسہ جیسی عظیم نعمت ضائع نہ ہوجائے!

بہرحال جو ہونا تھا ہوچکا، میں ناظرین سے گزارش کروں گا کہ وہ اباجی کی صحت و عافیت کے لیے دعا فرمائیں۔

یہ تو ناظرین جانتے ہی ہیں کہ تجلی ہر ماہ دہلی چھپتا ہے، اسی لیے اسے تقریبًا آٹھ دس دن پہلے مکمل کرکے دہلی بھیج دینا پڑتا ہے، حسبِ معمول

جیسں بائیس جنوری تک تازہ پرچہ تیار ہوکر دہلی چلا جانا چاہیئے
۱۲ سے ۱۸ جنوری تک کے ایام مذکورہ واقعہ کی وجہ سے اس طرح گزر
کاتب، ایڈیٹر، مفتی، املا، سبھی معطل ہوکر رہ گئے، اس تسلسل
اگر یہ شمارہ کچھ دیر میں چھپ سکے تو ناظرین معاف فرمائیں۔

عیادت کے سلسلہ میں اس دوران میں جو بہت سے
اور تار آئے میں نے حتی الوسع ان کے ضروری جوابات خو
اور دفتر سے دلوانے میں دریغ نہیں کیا، حتی کہ دیوبند
کے درمیان مسلسل آمد و رفت کی حالت میں ریل اور موٹر میں
لکھے، تاہم اگر بعض خطوط محروم جواب رہ گئے ہوں یا
جواب پہونچا ہو تو اس کے لیے میں اپنے کرم فرماؤں سے
کا خواستگار ہوں۔ ۱۸ جنوری ۵۸ء۔

حجۃ اللہ البالغہ

مترجم (اردو)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی معرکۃ الآرا
حجۃ اللہ البالغہ کو جو ممتاز مقام حاصل ہے وہ اہلِ علم سے پو
فقہ، تصوف، اخلاق، حدیث، فلسفہ، حکمت، تشر
وغیرہ، تمام علوم و فنون کا یہ روح نواز گلدستہ اب زبا
میں آپ کیلئے دستیاب ہے۔ بعض اہلِ علم کا یہاں تک خیا
کہ گزشتہ بارہ سو سالوں میں اپنی نوعیت اور حسن و خو
لحاظ سے یہ کتاب لاجواب اور منفرد ہے۔

اردو خواں حضرات کے لئے "نور محمد اصح المطابع
خاص معیارِ طباعت و کتابت پر شائع کیا ہے، اصل عربی متن
عمدہ سلیس اردو ترجمہ، جسکا سہرا تفسیر حقانی جیسی مشہور تفسیر کے
علامہ عبدالحقؒ کے سر ہے، آپکے قدیم طرزِ تحریر میں زینت و
شگفتگی پیدا کرنیکی خاطر مستند علماء سے نظرِ ثانی بھی کرالی گئی ہے،
دو جلدوں میں کامل، قیمت مجلد در دو جلد بیس روپے، مجلد
تیئیس روپے۔ **مکتبہ تجلی دیوبند (یو.پی)**

تجلّی کی ڈاک

ناقابلِ جواب جن وجوہات سے بعض سوالات ناقابلِ جواب ٹھیرا کر ردّی کر دیئے جاتے ہیں ان میں دو بڑی وجہیں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہیں۔ ایک تو سوال کا لاحاصل طول۔ اور دوسری تحریر کی شکستگی اور بھونڈا پن۔ بارہا توجہ دلانے باوجود بعض دوست ...دائی سے باز نہیں آتے۔ حقیقت میں یہ موضوعِ استفسار کی اہمیت اور جواب دینے والے کی دشواریوں سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ...ال کیجئے کہ ایک طویل سوال کے لئے کارڈ استعمال کرنا اور حدیث و آیت کو بلا اعراب گھسیٹ لکھنا کس دانشمند کا کام ہو سکتا ہے۔ تحریر اگر ...ف نہیں ہے تو ہم اگر محاورۃً اسے پڑھ بھی لیں تو کاتب کیونکر درست لکھے گا۔ سائلین کو چاہیئے کہ سوالات معقول اور حتی الوسع مختصر ...ں۔ تحریر صاف ہو۔ آیات اعراب سے مزیّن ہوں۔ ان چیزوں کا لحاظ نہ رکھنے کے باعث ہم تو ان کے سوالات ردّی کر دینے پر مجبور ہو جاتے ...اور وہ انتظار ہی میں رہتے ہیں کہ اب جواب شائع ہو۔ ذیل میں ہم چند سوالات کے ردی کئے جانے کی اطلاع دیتے ہیں۔ جو اس ماہ کے ...راہیں سامنے آئے۔

(۱) جناب جمعدار عبدالمجید صاحب۔ وطیفہ یاب۔ حیدر آباد آرتی ضلع گولکنڈہ:۔ آپ پانچ چھ سال سے تجلی کے خریدار ہیں لیکن ...داری نمبر خط میں نہیں لکھا اور پتہ بھی نہایت شکستہ ہے جس پر ڈاکخانہ کی مہر آگئی ہے۔ آپ کا سوال طویل ہے جو اس قابل تھا کہ لفافے ...ہان صاف لکھ کر بھیجا جاتا۔ لیکن آپ نے کارڈ میں گچ پچ کر دیا ہے۔ اگر جواب لینا ضروری ہو تو دوبارہ بھیجئے۔

(۲) محمد یقین الدین۔ کلرک ڈی ایس او۔ کلکتہ:۔ آپ نے پورا پتہ نہیں لکھا اور تحریر بھی شکستہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا سوال بہت ...ل ہے جس میں خواہ مخواہ زن و شوہر کی طویل باتیں تحریر کی گئی ہیں۔ براہِ کرم لمبی داستانوں کے عوض مختصر کام کی باتیں لکھئے اور خوشخط لکھئے!

(۳) سیف الرحمٰن۔ کوئٹہ بلوچستان:۔ آپ کے سوالات لاحاصل قسم کے ہیں۔ مرنے کے بعد جو کچھ ہوگا اس کی مکمل تصویر کوئی نہیں کھینچ ...خواہ مخواہ کی دماغی عیاشی میں پڑنے کی بجائے ایمان بالغیب کے مجمل عقیدے پر ایمان رکھئے۔

(۴) محمد میاں۔ گلی ۵۔ محلہ۔۔۔ پڑھا نہیں جاتا۔ شہر آرسی یا آرتی ہے یا خدا جانے کیا۔ بتائیے پتہ میں یہ حال ہے تو مضمون ...انہ ہوگا۔ آپ سوال خود نہ لکھیں بلکہ کسی صاف تحریر والے سے لکھوائیں۔

...و طلاق کے جھگڑے تقسیم ہند کے بعد سے زن و شوہر کے جو بہت سے پیچیدہ معاملے پیدا ہو گئے ہیں ان کے متعلق ہمیں بشمار سوالات موصول ہوتے ہیں۔ جہاں تک شرعی جواب کا سوال ہے ہم کسی بھی پیچیدہ مسئلہ پر اپنی معلومات کا ...انے کو تیار ہیں۔ لیکن جو چیز فتوے سے آگے کی ہے وہ ہمارے بس میں نہیں۔ مثلاً بعض شوہر بیویوں کو ہندوستان میں چھوڑ کر پاکستان ...ہیں اور خرچ نہیں دیتے۔ نہ طلاق دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں سائلین کا منشائے سوال یہ ہوتا ہے کہ طلاق کا فتوے دیا جائے یا مشکل کا ...جائے تو ظاہر ہے کہ طلاق کا معاملہ تو اتنا آسان نہیں۔ رہا حل تو اسکے لئے مولانا حسین احمد مدظلہ یا مولانا حفظ الرحمٰن ناظم جمعیۃ العلماء یا اسیطرح ...اور صاحب جلال و حشمت بزرگ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ یہی لوگ اپنے علم و فضل اور اثر و اقتدار کے ماتحت کوئی مناسب راستہ ...سکتے ہیں ہمیں لمبے لمبے سوال لکھنا اور جواب چاہنا عملاً کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ پس ایسے تمام سوالات جن کا ماحصل شرعی مسئلہ پوچھنا ...کہ ترکیب اور علاج پوچھنا ہے ناقابلِ اشاعت ہیں۔ (مجیب)

سوال ۸ :- از اختر الزماں کلکتہ ۔ اسلام اور سیرت سازی۔

ہندوستان کی ایک منظم اسلامی تحریک کے نتیجے میں اپنی گذشتہ زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اب خود کو اسلام سے بہت زیادہ قریب پاتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی وقتاً فوقتاً ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ سیرت سازی کے نقطۂ نظر سے میں اسلام کی کامیابی سے کبھی کبھی حد درجہ مشکوک ہو جاتا ہوں۔ براہ مہربانی تفصیلی جواب دے کر مجھے مشکور فرمائیں۔

تمام اسلامی ممالک میں اور بعض غیر اسلامی ممالک میں بھی جن میں ہمارا ملک ہندوستان بھی شامل ہے۔ اسلامی نظام حیات کو جاری اور نافذ کرنے کی جان توڑ کوشش کی جا رہی ہے اور اس بنیاد پر منظم فکری اور عملی تحریکیں بھی چل پڑی ہیں جو تقریباً تمام ممالک میں دار و رسن کی منزل سے گذر رہی ہیں۔ مگر افسوس کہ علماء کرام کا طبقہ اور دینی درسگاہوں کے طلباء جنھیں اس تحریک میں پیشواؤں کے فرائض انجام دینا چاہئے تھا۔ صرف اس کے ساتھ ہی نہیں بلکہ نظام باطل اور طاغوتی طاقتوں سے گٹھ جوڑ کر کے اسلامی تحریکوں کو مٹانے کے درپے ہیں۔ چنانچہ حال میں ایک ایسا دردناک واقعہ مصر میں پیش آیا جہاں جامعہ ازہر کے علماء نے ناصری حکومت کے اشارے پر تحریک اسلامی کے مجاہدوں کو دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر قرار دے دیا۔ یہ سانحۂ عظیم عموماً اُس وقت پیش آیا کرتا ہے جب کہ یہ مجاہدین اسلام اور خدا کے برگزیدہ بندے انتہائی سخت آزمائشوں سے گذر رہے ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی ایسے افسوسناک واقعات ایک نہیں بلکہ سیکڑوں ہیں۔ میرے احساسات کی حد تک ہندوستان میں تحریک اسلامی کے جو لیڈر گرفتار کئے گئے ہیں، ان کی گرفتاری میں ان "سازشوں" کا بھی بہت کچھ حصہ ہے۔ خدا نہ کرے میرے احساسات صحیح ہوں۔ تحریک اسلامی کے خلاف ان ہنگامہ آرائیوں میں جو قابل غور پہلو ہے وہ یہ کہ ان ہنگاموں کے رہنما ایسے ایسے بزرگان دین ہیں جنھوں نے اپنی ساری عمر تربیت اور سیرت سازی میں گذاری اور ان کے تربیت یافتہ دو چار نہیں بلکہ سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں سارے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں اور آج بھی تربیت اور سیرت سازی کا یہ مقدس کام ایک اچھے بڑے پیمانے پر ملک کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے جس کی ایک مثال تبلیغی جماعت ہے۔

اب براہ مہربانی آپ مجھے بتائیں کہ دیوبند مظاہر العلوم اور تبلیغی جماعت کی مقدس ہستیاں جب ساری عمر سیرت سازی اور اصلاح نفس سے باوجود اس قدر کمزور ہو سکتی ہیں۔ اور جب جامع ازہر کے علماء ساری درس و تدریس اور حدیث فقہ اور قرآن مجید کی تعلیم میں خرچ کر باوجود اس افسوسناک حد تک پست ہو سکتے ہیں۔ جن کی مثالیں یور امریکہ کے دہریوں میں بھی کم ہی ملتی ہیں تو پھر سیرت سازی کے سے اسلام کو کس حد تک کامیاب مانا جا سکتا ہے؟ براہ مہربانی ا پرچہ میں جواب دیں۔

جواب :-

اگر واقعات و شواہد ہی کی دلیل سے اسلام کی سیرت سازی رائے قائم کرنی ہے تو موجودہ دور نامبارک کی بجائے دور سلف کی ملاحظہ کیجئے۔ اُن لوگوں کے احوال پڑھئے جنھوں نے اسلام کو اس گوشوں اور وسعتوں کے ساتھ اپنایا اور زندگی کے ہر شعبے کو قرآن و سنہ تابع رکھا۔ یقیناً آپ کو کثیر ایسے نمونے ملیں گے جو سیرت و کردار کے مثالی اور معیاری کہے جا سکتے ہیں۔ صحابۂ کرام تو خیر مہبط کردار و سیر ہی، لیکن تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ دمحدثین اور بعض سلاطین اس اور ہزاروں عوامی مسلمان بلند سیرت و کردار کے ایسے نمونے ہو گذ ہیں جن پر اُن کے زمانے میں بھی فخر کیا جاتا تھا۔ اور آج بھی فخر کیا جاتا ہے اور آئندہ بھی فخر کیا جاتا رہے گا۔

نقص اور فساد کا اصل سرچشمہ حقیقتاً وہ خام تصور ہے جو اسلا حقیقت سے بالکل متضاد ہوتے ہوئے بھی اسلام کے پرستاروں ہوگیا ہے یعنی باطل سے صلح اور خاص خاص معاملات میں دین تز اسلام ایک حیات گیر ہر جہتی نظام ہے۔ ایک مبسوط فرمانِ زندگی جس طرح کسی مرکب نسخے سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے لئے ضروری اس کے تمام اجزا پورے اوزان کے ساتھ ترکیب دیئے جائیں۔ ور یا چند جزء کم کر دینے سے نسخے کے اثرات کم بلکہ بعض حالات میں قطعہ ہو جاتے ہیں اسی طرح اسلام کا نسخۂ شفا اگر اپنے تمام اجزاء کے سا نہ کیا جائے تو اس سے مکمل فائدے کی توقع رکھنا ہرگز درست نہ فائدہ نہ ہونے کی ذمہ داری نسخہ پر نہیں استعمال کرنے والوں

عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اُن عبادات پر کاربند ہو قرآن و سنت نے اوقات و میقات کے ساتھ مقرر کر دیا ہے آد مسلمان ہو جاتا ہے اور عقائد کی ایک لمبی فہرست ہی اس کے دفتر پر ربط و ربورڈ کافی ہے۔ لیکن عملی زندگی کے معاملات و کوائف میں

…نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ باطل سے نہ صرف صلح بلکہ دوستی کر لی
…ہے۔ مصالح اور مفاد کی لحد میں اسلامی تقاضوں کو دفن کر دیا جاتا ہے
…رح تؤمنون ببعض وتکفرون ببعض کی حالت پیدا کر لی
…ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حالت کسی طرح بھی اسلامی نہیں۔ اور اس سے
…ہونے والے نقائص کی ذمہ داری اسلام پر نہیں۔

نماز روزہ درس و تدریس اور وعظ و تقریر کے مناظر تو بے شک
…نظر آتے ہیں۔ لیکن ممبر و محراب سے ہٹ کر جب عملی زندگی کے
…لات کو دیکھا جاتا ہے تو نظر آتا ہے کہ تجارت میں معاشرت میں
…قات میں ملازمت میں لین دین میں اسلامی احکام کی مٹی پلید ہے اور
…ہی نفس کی کارفرمائی ہے۔ اس کے علاوہ اگر معاملہ باطل سے ٹکر
…اور زخم کھانے کا پڑ جائے تو بزدلی راحت پسندی عافیت پرستی
…طرات سے دور رہنے کی خواہش قرآن و سنت سے اُن آیات و
…یث کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتی ہے جنھیں صلح اور سرِ تسلیم خم کرنے کے
…از میں پیش کیا جاسکے جن کے ذریعہ اپنے جسموں کو مشقت سے اپنے قلوب
…صدمات سے اپنے اہل و عیال کو آفات سے بچایا جا سکے ۔۔۔ گویا
…لام کو اس طرح اختیار کیا جاتا ہے کہ میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا
…و۔ اسلام صرفِ مسجد و ممبر کا مذہب نہیں۔ میدانِ کارزار اور ابتلاء و
…لش کی گھاٹیاں بھی اس کے دائرہ میں شامل ہیں۔ جو ان گھاٹیوں سے
…ن بچا جائے وہ سیرت و کردار کی آہنی صلابت تک کیا خاک پہنچ سکتا ہے۔

…وال ؀:۔ از محمد عبد اللہ۔ رام پور　　سالی کا مسئلہ

دسمبر ۱۹۵۴ء کا تجلی میرے سامنے ہے صفحہ ۲۵ پر غلط روی کی تصحیح کے
…سے آپ نے لکھا ہے کہ دونوں جگہ ساس کی جگہ سالی چھپ گیا ہے۔
…ال نمبر ۹ میرا ہی بھیجا ہوا ہے۔ لیکن آپ کا مندرجہ بالا جملہ میری سمجھ میں
…آیا مسئلہ سالی ہی کے متعلق تھا نہ کہ ساس کے۔ مہربانی فرما کر تجلی کی کسی
…اعت میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

…اب:۔

مسئلہ بے شک سالی ہی کے متعلق ہوگا۔ لیکن تحریر کی شکستگی کے باعث
…نے سالی" کو "ساس" پڑھ کر جواب لکھا۔ اور بعد میں کرشمہ یہ ہوا کہ کاتب
…نے اسے "سالی" ہی لکھ دیا۔

بہرحال اس غلطی کی مزید ردّ و قدح میں پڑے بغیر اب یوں سمجھئے کہ
…نمبر ۹ میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ ساس سے متعلق ہے۔ سالی سے
نہیں۔ اگر آپ کا سوال سالی ہی سے متعلق تھا تو جواب یہ ہے:۔

"سالی سے زنا بہت بڑا گناہ ہونے کے باوجود بیوی کو حرام نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص یکے بعد دیگرے دو بہنوں سے نکاح کرے تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا اور پہلا درست۔ چاہئے کہ دوسری کو جدا کر دے اور شبِ زفاف گذر جانے کی صورت میں تا عدت بیوی سے پرہیز کرے۔"

سوال ؀:۔ (ایضاً)　　چُنگی بچانا۔

چنگی بچانا جو مال پر وصول کی جاتی ہے شرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے یا ناجائز؟

جواب ؀:۔

چُنگی بچانا دار الامن میں جائز نہیں ہے۔ زیادہ واضح یوں سمجھئے کہ جس حکومت کے بارے میں آپ کو شریعت بغاوت وخروج پر مجبور نہ کرے، بلکہ امن و امان کے ساتھ رہنے کا حکم دے اس کے تمام ایسے قوانین کی اطاعت آپ پر لازم ہے جو شریعت کے مخالف نہ ہوں۔ چُنگی بچانے کا مطلب یہ ہوگا کہ جو پیسہ بطور چُنگی ادا کرنا قانونی اعتبار سے آپ پر لازم تھا اسے چوری سے بچا کر آپ نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔

ہاں اگر کسی خاص جگہ پر چُنگی اتنی غیر منصفانہ ہو کہ عام اقتصادی اور کاروباری حالات کی روشنی میں اسے یقیناً ظلم کہا جاسکے اور اسے ادا کر کے مال پر قابلِ گذارہ نفع کمانا ممکن نہ ہو تو غالباً بچانے کا جواز نکل سکتا ہے تاہم اس کی تحقیق کسی اور مذہبی ادارے سے کی جائے اور تحریراً کی جائے!

سوال ؀:۔ (نام و پتہ ندارد)　　اہلِ قبر سے مدد چاہنا

حدیث شریف۔ اتقوا من علماء السوء یکون فی آخر الزمان علماء یغلق علیھم باب العمل ویفتح باب الجدال۔

(علمائے سوء سے بچو جو آخری زمانہ میں ہوں گے۔ جن پر عمل کا دروازہ بند ہو جائے گا اور جنگ و جدل کا دروازہ کھل جائے گا)

دوسری حدیث میں آتا ہے:۔

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور۔

(جب تم کسی معاملہ میں حیران ہو تو اہلِ قبور سے مدد چاہو)

انسان کو دنیوی امور میں ضرور چکر آتے ہیں۔ بعض اوقات تکالیف و پریشانیاں منجانب اللہ ابتلا بھی ہوتی ہیں۔ پھر بندہ کو صبر اور شکر سے

یا قرآن و حدیث سے یا کسی بزرگ اہلِ دل کے حضور میں جانے سے مدد لینی اچھی ہے یا اہلِ قبور سے۔ احادیث سے تو صرف یہ ظاہر ہے کہ مشکلات میں اپنے والدین کی قبر پہ جاؤ اور دعا مانگو برکت و رحمت ہوگی۔ دونوں حدیثوں کی وضاحت فرمادیں۔ مزید انکشاف ہوگا۔ بینوا بالبرھان اجرکم الرحمٰن۔

جوابؑ :۔

جہاں تک علماءِ سوء کا تعلق ہے تو بلاشبہ تاریخ کے ہر دور میں ان کی کارستانیاں تباہ کاریاں اور شیطانیاں نمایاں نظر آتی ہیں۔ یہ ایک طرف جہاں اہلِ اقتدار کی خوشامد، جاہ و منصب کی طلب اور دنیا کی خاطر شریعت میں توڑ مروڑ کا کارنامہ انجام دیتے رہے ہیں وہاں خود ایجاد دینی مشاغل و عقائد کی بیڑیوں سے اسلام کی روحِ عمل اور جذبۂ جہاد کو بھی پابجولاں کرتے رہتے ہیں۔ یہ شیطان کی ذریت ہیں جو نسبتاً زیادہ آسانی سے گمراہ کرتے ہیں۔ یہ بھیڑ کے لباس میں بھیڑیئے ہیں جو سیدھے اور نیک دل انسانوں کے جذباتِ دینی کے دروازہ سے داخل ہوکر دل و روح اور ایمان و ضمیر کا خون چوستے ہیں۔

رہی دوسری عربی عبارت اذا تحیرتم الخ تو اسے حدیث کہنا لفظِ حدیث کی توہین ہے۔

جو شخص اسلام کا ذرا بھی مزاج شناس ہو وہ روایت کی بحث سے قطع نظر کرکے بھی درایتاً کہہ سکتا ہے کہ یہ عبارت من گھڑت ہے جسے خدا سے نہ ڈرنے والوں نے "حدیث" کا نام دے کر اپنا ٹھکانا جہنم بنایا ہے۔ اِتقوا الحدیث عنّی الا ما علمتم فمن کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہٗ من النار (رواہ الترمذی)

غور طلب ہے کہ جو رسولِ محترم باوجود معصوم ہونے کے سراپا عمل ہوا اور جس نے انسانوں کو وہم و توہّم کے جال سے نکال کر جد و جہد کا وسیع میدان دیا ہو اور خداوند جل شانہٗ کی عظیم و ہمہ گیر قوت سے کما حقہٗ روشناس کرایا ہو وہ اپنے اُمّتیوں کو حیرت و پریشانی کے وقت اہلِ قبور سے مدد چاہنے کو کہے گا۔ اُن اہلِ قبور سے کہ جو منوں خاک کے نیچے بے بس و بے دست و پا پڑے ہیں جن کے بارے میں یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ کے فرشتے ان کے ساتھ کیا کر رہے ہیں اور جن کا عالمِ اسباب میں کوئی دخل نہیں۔

یہ بات تو قرینِ عقل و قیاس ہے کہ کسی معروف بزرگ کے مزار پہ برکت کے خیال سے جانا اور خدا سے دعا مانگنا اصحابِ ضرورت کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن جو چیز پیش کردہ من گھڑت حدیث میں کہی گئی ہے وہ بالکل جداگانہ ہے۔ وہ تو شرکِ جلی ہے مسلمانوں کی قبر پرستی اور مُردہ نوازی ہی ہے جس نے اسے جیتا جاگتا مُردہ اور زندہ در گور بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے۔

سوالؑ :۔ از سید شوکت نسیم۔ حیدرآباد دکن۔ **بیمہ**

معاشیات اسلام کی رو سے جان و مال کا بیمہ کرانا جائز ہے یا ناجائز؟ واضح دلائل سے تفہیم فرمائیے۔

جوابؑ :۔

اسلامی معاشیات میں مروجہ طریقوں پر جان و مال کے بیمہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مال و جائداد کے بیمہ میں قمار اور ربوٰ دونوں کارفرما ہیں جس کی توجیہ یہ ہے کہ بیمہ کمپنی ضائع شدہ مال و جائداد پر جو روپیہ مالک کو ادا کرتی ہے وہ حقیقت میں ضائع شدہ مال کا معاوضہ نہیں، بلکہ اُس رقم کا معاوضہ ہے جو مالک ماہ بماہ بطور قسط کمپنی کو ادا کرتا رہا ہے۔ لہٰذا صورۃً اس کے قمار ہونے میں کیا شک ہے اور حقیقتاً یہ سود ہے۔ کیونکہ مال و جائداد کی بربادی کی شکل میں کمپنی جو روپیہ ادا کرتی ہے وہ مالک سے قسطوں میں وصول شدہ روپے سے زیادہ ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ روپے کی ایک متعین مقدار کے بدلہ میں اس سے زیادہ روپے کی ادائگی۔ یہی سود اور ربوٰ ہے۔

فقہی زبان میں اسے یوں کہہ لیجئے کہ تعلیق الملک علی الخطر والمال فی الجانبین کے اعتبار سے قمار ہے اور عدم اشتراط المساواۃ فی الجانبین فیما یجب فیہ المساوات کو لحاظ سے سود ہے۔

سوالؑ :۔ (ایضاً) **زکوٰۃ**

ایک شخص نے اپنے مکان کی قرض سے تعمیر کی۔ اور بعد تعمیر اس کے کرایہ سے تعمیری قرض ادا کر رہا ہے۔ جس کا ذریعہ معاش ملازمت ہے جس کی تنخواہ اس کے اخراجات کے لئے کافی ہوجاتی ہے۔ لیکن وہ کچھ پس انداز نہیں کر سکتا۔ اگر وہ چاہے تو ایک سال کی مدت میں سَو دو سَو روپیہ بچا بھی سکتا ہے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ اگر وہ چاہے تو کس طرح زکوٰۃ دے کیا سال بھر کی تخمینہ آمدنی و خرچ پر وہ بلا کچھ بچائے زکوٰۃ نکال سکتا ہے یا کیا؟

جوابؑ :۔ ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ زکوٰۃ کا وجوب

زادِ آخرت

قصص القرآن :-

ایک عظیم الشان مذہبی اور علمی ذخیرہ اردو زبان میں

حصہ اوّل :- حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت موسیٰ و ہارون تک تمام پیغمبروں کے مکمل حالات و واقعات، قیمت چھ روپے۔

حصہ دوم :- حضرت یوشع علیہ السلام سے لیکر حضرت یحییٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کی مکمل سوانح حیات اور ان کی دعوتِ حق کی محققانہ تشریح و تفسیر، قیمت صرف تین روپے۔

حصہ سوم :- اصحاب الکہف والرقیم، اصحاب القریہ، اصحاب السبت اصحاب الرس، بیت المقدس اور یہود، اصحاب الاخدود، اصحاب الفیل اصحاب الجنۃ ذوالقرنین اور سدِ سکندری، سبا اور سیلِ عرم وغیرہ قصص القرآن کی مکمل و محققانہ تفسیر، قیمت پانچ روپے۔

حصہ چہارم :- حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے مفصل حالات، قیمت چھ روپے آٹھ آنے، قیمت مکمل سیٹ غیر مجلد بیس روپے آٹھ آنے، ہر حصہ الگ الگ بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔

قرآن کی صداقت یعنی

برہان التنزیل (اردو)

دیگر صحائف مذہبی کے مقابلہ میں دوسو اٹھ دلیلیں، ایک لاجواب تصنیف جو اب نایاب ہوتی جا رہی ہے۔

قیمت تین روپے (مجلد تین روپے بارہ آنے)

اعجاز القرآن :-

رئیس المتکلمین حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معرکۃ الآرا تصنیف، اہل علم جانتے ہیں کہ علامہ موصوف بحر العلوم ہونے کے ساتھ ساتھ قلم کے بھی بادشاہ تھے، اندازِ بیان عام فہم، دلپذیر اور دلچسپ دلائل، استدلال مکمل، غرض آپ کی تحریریں دیکھنے کے قابل ہیں، دشمنانِ اسلام نے قرآن کے اعجاز پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے دنداں شکن جوابات اعجاز القرآن میں ملاحظہ فرمائیے، ہدیہ صرف ۱۲؍

اسلام کے اہم عقیدے یعنی

کتاب الوصیّت (اردو)

مؤلفہ :- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ :- بعض اہم اصول عقائد کی تشریح، زبان عام فہم سلیس، صفحات ۱۲۴، قیمت ۴؍۔

بیان السنۃ والجماعت

امام المحدثین حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مختصر مگر جامع تصنیف کا سلیس اردو ترجمہ، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے بنیادی عقائد کا بیان ہے۔ قیمت ۱۰؍۔

آداب النبی

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا ایک ایمان افروز رسالہ جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، شمائل اور حلیہ شریف معجزات وغیرہ اختصار و سلاست کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ ہدیہ صرف دس آنے۔

لائقِ زکوٰۃ مال کی موجودگی پر ہے نہ کہ امکانِ وجود پر۔

سوال ۶:۔ (ایضاً) نکاح

ایک مسلمان عیسائی عورت سے نکاح کرتا ہے۔ لیکن عورت عیسائیت ہی پر بدستور قائم ہے تو کیا نکاح جائز ہوگا؟ اور اگر جائز ہے تو ان کی اولاد کا کیا مذہب سمجھنا چاہئے؟

جواب:۔

نصرانی اہلِ کتاب ہیں اور اہلِ کتاب کی عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح درست ہے خواہ عورت تمام عمر اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اولاد باعتبارِ فطرت مسلمان ہوگی بفحوائے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام۔ لیکن اس پیدائشی مذہب سے ہوتا کیا ہے۔ مذہب تو حقیقت میں وہ ہے جو شعور کے بعد اولاد اختیار کرے گی۔ کسی خدا رسیدہ مسلمان کی اولاد شعور کے بعد کفر اختیار کرلے یا کسی کٹر کافر کی اولاد اسلام لے آئے تو دونوں کے دنیوی اور دینی احکام ان کے اختیار کردہ مذہب کے مطابق ہوں گے نہ کہ پیدائش کے۔ مذہب وراثتی چیز نہیں بلکہ شعوری اور اختیاری شئے ہے۔ اسی لئے صحابۂ کرام کو باوجود ان کے کفرِ ابتدائی کے ہم اُن تمام مسلمانوں سے افضل سمجھتے ہیں جو بعد میں ہوئے خواہ وہ اور ان کے باپ دادا کیسے ہی پکے مسلمان ہوں۔

سوال ۷:۔ از محمد یامین ۔ مشرقی خاندیش   تعظیمِ آثار

ایک اہم اور فوری سوال درپیش ہے اگر اسے حتی الوسع مقدم فرمائیں گے تو فائدۂ عام کا باعث ہوگا۔

یہاں بہت سے مقامات پر اور ہند و پاک کے بہت سے گوشوں میں دیکھا گیا ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک یا رومال یا اور کسی یادگار کی تعظیم میں محفلیں منعقد کی جاتی ہیں یہ محفلیں اکثر متعینہ تاریخوں کی راتوں میں ہوتی ہیں۔ چراغاں کئے جاتے ہیں۔ نعت و قوالی کا انتظام ہوتا ہے۔ باجے اور شہنائیاں بجائی جاتی ہیں۔ زردے یا ملیدے کسی اور کھانے پر فاتحہ دلائی جاتی ہے۔ اور بھی بہت سی رسمیں کی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگ یادگارِ مبارک پر نقد نذرانے بھی چڑھاتے ہیں۔ جنس بھی چڑھائی جاتی ہے۔ اِن نذرانوں کو یادگار کے مالکین خدام اپنے اور اہل و عیال کے صرف میں لاتے ہیں۔

مجھ سے جہاں تک ہو سکا اس طرح کی باتوں سے لوگوں کو منع کیا لیکن لوگ مجھے ہی برا بھلا کہتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص پیارے رسول کی مقدس یادگاروں کی عظمت و احترام نہ کرے وہ حقیقتاً مسلمان نہیں ہے۔ میں چونکہ عالم نہیں اس لئے کوئی قابلِ ذکر جواب نہیں دے پاتا لیکن مجھے یقین ہے آں حضور کے اُسوۂ مبارک سے قطع نظر کرکے صرف موئے مقدس یا کسی اور یادگار کی تعظیم و احترام میں اوقات صرف کرنا شرعاً درست نہیں۔ اس تعلیم نے بہت سے ان بزرگوں کو بھی شامل دیکھا ہے جو عام حالات میں بدعات و خرافات سے دور اور شریعت کے پابند ہیں۔ براہِ کرم آپ اس مسئلے کے مالہٗ و ماعلیہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلاً واضح کریں۔ اس سے ممکن ہے ان لوگوں کی کچھ اصلاح ہو سکے جو ایماندار اور خلوص کے ساتھ ان طریقوں کو شرعی سمجھے ہوتے ہیں۔

جواب:۔

آپ کے سوال میں دو باتیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ آثارِ نبوی کی تعظیم و تکریم شرعاً کیسی ہے۔ اور دوسری یہ کہ اکرام و تعظیم کی مروجہ صورتیں کیسی ہیں؟

پہلی بات کے بارے میں تو عقل و قیاس اور نفسیات کا واضح تقاضا یہ ہے کہ ایک ذاتِ محبوب کی تعظیم و تقدیس کا جذبہ ہر اس چیز کی جانب

جو زباتِ تقدیس و محبت کو وابستہ کر دیتا ہے جس کا معمولی سا تعلق بھی ذاتِ محبوب سے ہو۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت و عظمت نہ صرف علامتِ ایمان ہے، بلکہ شرطِ ایمان ہے۔ اور اس کی وسعت کا یہ حال ہے کہ خود بقولِ حضورؐ جو شخص اپنے جان و مال اور اہل و عیال سے بڑھکر آپکو نہ چاہے اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔ جب اس درجہ محبت شرطِ ایمان ٹھیری تو آپ کا کوئی بال یا کپڑا اگر محبت کرنے والوں کو نصیب ہو جائے تو محبوب کی نسبت سے اس کی عزت و محبت قدرتی بات ہے اور ہر انسانی جذبہ چونکہ کسی نہ کسی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس محبت و عزت کا مظاہرہ بھی عمل کی دنیا میں ہو کر رہے گا۔

اس عقلی استدلال کی تائید میں آثار و احادیث بھی موجود ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں آنحضورؐ نے سر منڈا کر موئے مبارک حضرت ابو طلحہؓ کو دیئے کہ انھیں سب پر تقسیم کر دو۔ اسی طرح حضرت زینب کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینک کر فرمایا کہ اس کپڑے کو سب کپڑوں سے پہلے پہنا کر کفن دو۔ یعنی اس طرح کہ یہ کپڑا بدن سے متصل رہے۔ صاحبِ لمعات نے اسی حدیث کو صلحاء و اتقیاء کے آثار سے حصولِ برکت کی دلیل بنایا ہے

بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن موہب کی روایت ہے کہ مجھے میرے گھر والوں نے پانی کا پیالہ لے کر ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ اور لوگوں کی عادت تھی کہ جب کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیماری ہوتی تو وہ ام سلمہؓ کے پاس پانی کا ایک پیالہ بھیج دیا کرتا۔ حضرت ام سلمہ کے پاس آنحضور کا بال مبارک تھا جسے وہ چاندی کی ڈبیا میں بند کر کے رکھا کرتی تھیں۔ وہ اسے نکال کر پانی میں ڈبوتیں اور وہ پانی بیمار کو پلا دیا جاتا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ لوگوں نے عبداللہ ابن عمر کو دیکھا کہ ممبر پر جس جگہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے۔ اس جگہ کو ہاتھ لگا کر اپنی پیشانی پر مس فرماتے تھے۔

قاضی عیاض ہی رقم طراز ہیں کہ ایک تیر انداز صحابی نے کہا کہ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری کمان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا ہے میں نے کبھی اسے بلا وضو ہاتھ نہیں لگایا۔

حضرت کبشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضور صلعم ہمارے یہاں تشریف لائے اور ایک مشکیزے کے دہانے میں منھ لگا کر جو لٹک رہا تھا پانی پیا۔ پس میں نے اس مشکیزے کے دہانے کو تراش کر رکھا۔

حضرت خالدؓ کی وہ ٹوپی جس میں آپ آنحضورؐ کا موئے مبارک برائے برکت رکھا کرتے تھے۔ ایک لڑائی میں سر سے گر گئی۔ آپ اس ٹوپی کو حاصل کرنے کے لئے ایک سخت ترین اور خطرناک حملہ کیا جس میں بہت سے مسلمان کام آئے۔ ان کے ساتھیوں کو یہ بات پسند نہیں آئی تو حضرت خالدؓ نے وضاحت کی کہ مجھے اپنی ٹوپی کی پروا نہیں تھی۔ بلکہ ساری پروا اس بال مبارک کی تھی جو میری ٹوپی میں تھا اور جس کی برکت مسلّم ہے۔

ان چند واقعات سے واضح ہو گیا کہ آثارِ رسول کی تعظیم اور ان سے حصولِ برکت اُن افضل و اکرم حضرات کا شیوہ رہا ہے جن کو تمام امت پر فضیلت حاصل ہے اور جن کا اسوہ اسوۂ پیغمبر سے قریب تر اور اقرب الی الحق ہے۔ لہٰذا یہ بات تو اپنی جگہ شریعت کے عین مطابق ہے کہ اگر آج صدیوں بعد ہمیں حضور سرورِ کونین فداہ روحی کے آثار میں سے کوئی چیز مل جائے تو اس کی شایانِ شان تعظیم و تکریم کریں۔ اور ذاتِ والاصفات سے دلی محبت کا ثبوت دیں ——— لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی بال یا کپڑے کو آنحضور کا تسلیم کر لینا کن دلائل سے صحیح ہو سکتا ہے؟ انسان کے پاس ماضی کے احوال و کوائف کی صحت و تحقیق کے لئے آج تک جو علمی و عقلی طریقے ہیں ان سب میں مضبوط اور قوی طریقہ محدثین کا طریقہ ہے۔ آنحضور کے قول و عمل کی بہتر سے بہتر تصدیق کے لئے عقلِ انسانی کے پاس جو بھی آخری ذرائع موجود تھے۔ ان سب کو محدثین نے اس راہ میں استعمال کیا۔ اور آخر دنیا کو ماننا پڑا کہ مشاہدہ کے سوا اگر کوئی راہِ تحقیق و یقین ممکن ہے تو وہ ان ذرائع سے بڑھ کر ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی چیز اسی وقت آنحضور سے منصوب کی جا سکتی ہے۔ جب کہ اس کی نسبت کے لئے عقل و نقل کے مکمل دلائل موجود ہوں۔ یہ نہیں کہ چند غیر ثقہ راویوں کے کہنے سے یا عمومی خیالات کی تائید سے کوئی شئی منجملہ آثار مان لی جائے۔

بعض نادان کہتے ہیں کہ اگر ہم کسی شئے کو آنحضور کی مان کر تعظیم و تکریم کریں اور حقیقۃً وہ آنحضور کی نہ بھی ہو تب بھی ہمیں ہماری نیت اور خلوص کا ثواب تو ضرور ملنا چاہئے۔ یہ خیال نہایت خام اور غلط ہے جس کا حاصل تو یہ ہوا کہ چاند یا سورج یا بُت کو اگر ہم اپنے نقصِ فہم اور خلوصِ نیت کے ساتھ خدا مان کر بندگی کرنے لگیں تو ہماری بندگی قابلِ اجر ہونی چاہئے۔ حالانکہ یہ کفر و شرک ہے۔ ہر شئی کی طرح

تعظیم وتکریم کے بھی کچھ حدود ہیں تعظیم اللہ جل شانہٗ کی بھی لازم ہے۔ آنحضور کی بھی لازم ہے۔ والدین کی بھی لازم ہے۔ اولیاء و اتقیا کی بھی لازم ہے۔ لیکن ان سب کے لئے حدود مختلف ہیں۔ جو تعظیم آثار رسول کے لئے ہی مناسب ہو وہ اگر کسی ایسے اثر کی کی جائے جو فی الحقیقت آنحضور کا نہ ہو، بلکہ بے تہہ دلائل سے اسے آنحضور کا مان لیا گیا ہو تو یہ یقیناً داخل معصیت ہوگا اور اس سے توہین رسول لازم آئے گی۔

تعظیم وتکریم کو مطابق شریعت ثابت کرنے کے بعد اب ہم دوسری بات کو لیتے ہیں۔ یعنی تعظیم کی مروجہ شکلیں کیسی ہیں؟

قرآن وسنت کے کسی معمولی سے واقف کار کو بھی دیانتاً اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ رسول اور آثارِ رسول کی تعظیم وتکریم کی جو حدیں خود سنت اور صحابہؓ و ائمہ کے اقوال و اعمال سے متعین ہوتی ہیں اُن سے آج کل کے تعظیم کرنے والے کہیں متجاوز ہو گئے ہیں اور احترام حقیقی کے مقدس جذبہ کو دنیادارانہ ہنگامہ آرائی، بھونڈی مذہبیت اور سستی جذباتیت کا رنگ دے دیا گیا ہے۔ کجا موئے مبارک اور کجا یہ قوالی، نغمہ وسرود، نذرونیاز اور بوس وکنار۔ اگر صحابہ کا اسوہ مسائلِ شرعیہ کے لئے کوئی دلیل ہے۔ اور یقیناً ہے تو تعظیم کے مروجہ طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ ہمیں ان کے اسوہ میں نہیں ملتا۔ حالانکہ قرب زمانی کے باعث اُن حضرات کے لئے کسی اثرِ رسول کا واقعۃً اثرِ رسول ہونا ہماری بہ نسبت بہت زیادہ یقینی تھا اور بہت سے آثار تو ایسے تھے جن کی نسبت مشاہدہ موجود تھا اور ذرہ برابر شک کی گنجائش نہ تھی مگر تاریخ اور دن متعین کر کے نہ تو اُن آثار کے لئے محفلیں منعقد کی گئیں نہ نعت خوانی ہوئی۔ نہ نیازیں دی گئیں نہ نذریں چڑھیں۔ تب یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ آج ہم تعظیم کے نئے نئے طریقے نکال کر حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہیں کر رہے۔ باجے اور شہنائیاں بالکلیہ حرام ہیں اور نذر لغیر اللہ کا دینا اور لینا سب ناجائز۔ سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کسی کی نذر جائز نہیں۔

خاتمۂ کلام پہ ایک بات اور کہہ دوں کہ بعض آثار کو آثارِ رسول ماننے کے لئے بعض دفعہ دلائل عقلی ونقلی کی بجائے صرف کرامت اور خرقِ عادت کو دلیلِ قطعی مان لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر خود دیوبند میں موئے مبارک کی سالانہ زیارت کی تقریب اسی طرح موجود ہے جس طرح سالانہ عرس اور میلے سال کے سال اپنے وقت پر وجود پذیر ہوتے ہیں۔ اس تقریب میں کیا کچھ ہوتا ہے اور کس حد تک دائرہ شریعت میں ہوتا ہے اسے چھوڑیے صرف یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس موئے مبارک کے آں حضور صلعم کا موئے مبارک ہونے کی دلیل جہاں تک ہم نے تحقیق کی بتائی جاتی ہے کہ یہ موئے مبارک بطورِ کرامت اُسی متعینہ دن میں نلکی سے باہر تشریف لاتے ہیں اور زیارت کا معین وقت گذر جانے کے بعد نلکی کے اندر تشریف لے جاتے ہیں۔ پھر کیا مجال کہ باہر آ جائیں۔

یہ دلیل جس قدر کمزور، بے مغز اور عامیانہ ہے یہ کسی دانشمند کے لئے محتاجِ تشریح نہیں۔ حضرت خالد یا اُم سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس جو موئے مبارک تھے ان سے نہ کبھی مادی سطح پر کوئی کرامت ظاہر ہوئی نہ کسی نے ان کے بے کرامت ہونے پر تعجب کیا۔ کسی قولِ رسول سے بھی ذرہ برابر پتہ نہیں چلتا کہ آپ کے بال میں کسی کرامت کا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ جس بال میں کرامت ہو وہ ضرور آپ ہی کا ہے۔ بعد کے ائمہ، اتقیاء، علماء، محققین، مفسرین ومحدثین وغیرہ میں سے بھی کسی نے نہیں لکھا کہ جس بال میں کرامت ہوگی وہ بلاشبہ آنحضور کا ہوگا۔ نہ جانے یہ کس طرح سمجھ لیا گیا کہ کسی بال کا ایک نلکی کے اندر بند رہنا اور کسی وقتِ معینہ پر باہر آنا اس کے موئے رسول ہونے کا ثبوت ہے۔ اول تو اس طرح کی خرقِ عادت اگر واقعۃً موجود بھی ہو تو علم و سائنس سے اس کی کئی توجیہیں ممکن ہیں۔ اور توجیہہ نہ بھی کی جائے تو قدرت کے ابھی کتنے ہی آثار ومظاہر ایسے ہیں جن کی فیصلہ کن توجیہہ عقلِ انسانی کے بس کی نہیں تو کیا ان سب کے ساتھ متعینہ دینی عقائد اور مذہبی نظریے وابستہ کئے جائیں نیز واقعات گواہ ہیں کہ بندگانِ اسلام سے بھی وقتاً فوقتاً زبردست کرامتیں ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ تو بال کی اِس کرامت میں وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی بناء پر اسے کسی اُمتی سے نہیں براہِ راست رسول ہی سے منسوب کرنا ضروری ٹھیرا۔

حقیقت یہ ہے کہ نفس کی جس جشن پسندی، جذبات پرستی، لذت طلبی اور تلبیس نے مسلمان کو عبادات حقیقی سے ہٹا کر عرس و قوالی، تعزیہ و مہندی، فاتحہ و نیاز اور میلاد و بارہ وفات جیسی بدعات پر مائل کیا ہے اسی کا ایک شاخسانہ اور شوشہ یہ بھی ہے۔ حیرت کا ـــ بلکہ عبرت کا مقام ہے کہ جس امت کے پاس قرآن جیسا زندہ معجزہ نسخۂ کیمیا خورشیدِ جہانتاب موجود ہو وہ اس کی تعلیمات کو جزدان میں بند کر کے اس سے بے رحم مالکتر چیزوں سے برکت وثواب تلاش کرے۔ اور اسلام کا ڈانڈا دیگر وہم پرست ناقص اور پاپائی وبرہمنی مذاہب سے ملا دے

تف۔ ہزار تف۔

بعض لوگ اگر یہ احمقانہ خیال رکھتے ہیں کہ دیوبند میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بدعت نہیں ہو سکتا تو انھیں فوراً اپنے خیال سے توبہ کر لینی چاہئے۔ دیوبند ہو یا مکہ و مدینہ۔ معیارِ حق و باطل قرآن و سنت ہیں نہ کہ شہر و دیار اور اشخاص و افراد۔

سوال:۔ از شیخ محبوب مدراس۔ مساجد اور پروپگنڈہ

ضلع مالیر کوٹلہ کے گروہی و عصبی جھگڑے کا جناب محترم امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد صاحب مدظلہ العالی نے جو فیصلہ دیا ہے کہ (مسجد کے ممبر سے کسی بھی جماعت کا دعائیہ (پروپگنڈہ) نہیں کرنا چاہئے) تو کیا قرآن و سنت کے مطابق کوئی تحریک نہیں اٹھ سکتی۔ تو کیا تحریکِ اسلامی کی پیغمبرانہ دعوت الی اللہ کی صدائے حق کو بازار اور مسجد کے ممبر سے بلند نہیں کر سکتے؟ حالانکہ بعض مساجد گروہی و عصبی جھگڑوں کا اکھاڑہ بنی رہتی ہیں اور مسجد کے ممبر کو چند لوگ اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

جواب:۔

مالیر کوٹلہ کے نزاع اور مولانا آزاد مدظلہ کے فیصلہ پر ایک مختصر کتاب برائے تبصرہ آئی ہوئی ہے۔ اگر ممکن ہوا تو انشاء اللہ تفصیلی کلام تو تبصرہ میں ہوگا۔ لیکن مختصراً یہاں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ سنت اور آثار یعنی آنحضور اور ان کے صحابہ کرام کے اقوال و اعمال سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ بلاشک یہ ہے کہ مساجد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے موزوں ترین مقام ہیں اور دنیادی امور کے لئے بدترین جگہ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ جن خیالات و افکار اور وعظ و نصیحت کا مقصد و حاصل اسلام کی اشاعت، بھلائیوں کی ترویج، گناہ کی روک تھام قرآن و سنت کی تعلیم اور شرعی احکام کی تبلیغ ہو انھیں مساجد کے ممبروں سے نشر کرنا عین ثواب اور منشائے دین کے مطابق ہے۔ کیونکہ اسلام میں جس طرح نماز روزہ عبادات ہیں اسی طرح دین کی تبلیغ و تعلیم بھی عبادت ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی عبادت ہے۔ بلکہ یہ عبادت انفرادی عبادات سے کہیں بڑھ کر ہے۔ لہذا مساجد سے زیادہ ان کے لئے کونسی جگہ موزوں ہوگی۔

البتہ جن خیالات و افکار کے پیچھے خالصتہً یہ مقصد کارفرما نہ ہو بلکہ کوئی ہنگامی مفاد کوئی سیاسی تمتع کوئی دنیادارانہ منفعت پیش نظر ہو تو بے شک مساجد ایسے منافع کمانے کے بازار نہیں ہیں۔

مولانا آزاد کا یہ فیصلہ کہ مساجد کے ممبر کسی بھی جماعت یا تحریک کے پروپگنڈے کے لئے استعمال نہ ہونے چاہئیں مروجہ سیاسی زبان اور اصطلاحات کے اعتبار سے لاریب اپنی جگہ درست ہے لیکن زبان و اصطلاح کا نقاب اتار کر اگر علم و منطق کی عینک سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ نہ صرف تشنہ اور ادھورا ہے۔ بلکہ گمراہ کن ابہام اور تلبیس اپنے اندر رکھتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی عام بے عملی و جہالت اور دین کی بے قدری کا استیصال کرنے اور قرآن و سنت کی دعوت کو پھیلانے کے لئے کچھ لوگ ایک تنظیم قائم کر لیں۔ ایک جماعت بنالیں ایک انجمن ترتیب دے لیں اور اس نظم و جماعت کی حیثیت "حزب اللہ" کی ہو۔ کوئی دنیادی منفعت، سیاسی مفاد اور غیر دینی مقصد ان کے پیش نظر نہ ہو اور مسجدوں کے ممبروں سے وہ قرآن و سنت کی دعوت نشر کریں۔ دین کا پیغام دیں۔ تو کیا ایسے لوگوں کو بھی صرف اس لئے مساجد کے ممبر استعمال کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہئے کہ وہ ایک جماعت بنائے ہوئے ہیں۔ ایک نظم رکھتے ہیں۔ ایک تحریک کا انداز ان کے طرزِ کار میں ہے۔ مولانا آزاد کا فیصلہ بتاتا ہے کہ یہ لوگ بھی مسجدوں کو استعمال نہ کریں اور جس نزاع میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے اس کی مجموعی نوعیت بھی ایسی ہی ہے کہ مولانا آزاد کے فیصلہ نے ایک شخص کو قرآن و سنت کی خالص تعلیم اور احکامِ دین کی تبلیغ سے محض اس جرم پر روک دیا ہے کہ وہ نجی اور ذاتی طور پر ایک منظم جماعت کا ممبر ہے۔ جماعتِ اسلامی کے بارے میں مولانا آزاد یا دیگر اہلِ علم کے تفصیلی خیالات خواہ کچھ ہوں اور مولانا مودودی کے بعض اجتہادات و افکار یا کسی اور فردِ جماعت کے خیالات سے خواہ کتنا ہی اختلاف کیا جائے۔ لیکن یہ جماعت اپنے بنیادی مقصد اور نصب العین اور دستور کے اعتبار سے یقیناً ایک اسلامی جماعت ہے جسے مروجہ اصطلاح میں کسی "سیاسی یا مذہبی تحریک" کا نام دینا انصاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جس طرح اسلام میں بہت سے مکاتیبِ فکر پہلے سے موجود ہیں اور بہت سے متقابل گروہ بن چکے ہیں۔ اسی طرح جماعتِ اسلامی بھی کسی متقابل مکتبۂ فکر کی علمبردار یا گروہی ذہنیت کی حامل ہے اور اپنے خاص خیالات کو پھیلانے کے لئے ایک تحریک اور تنظیم کی شکل میں آگے بڑھ رہی ہے۔

یہ فی الحقیقت بالکل غلط ہے۔ شخصی اور جزوی اختلافات سے

قطع نظر اجتماعی اور کلی اعتبار سے جماعت اسلامی نہ کوئی نئی جماعت ہے نہ تحریک نہ انجمن نہ مدرسۂ فکر نہ گروہ۔ نہ اس کا ٹکراؤ اہلِ حدیث سے ہے نہ دیوبندیوں سے نہ بریلویوں سے۔ اگر بعض اہلِ علم کے نزدیک اس کے بعض موجودہ اعیان و اکابر قابلِ اعتراض افکار رکھتے ہیں۔ اور ان افکار کا اثر جماعت کے افراد پر بہت زیادہ ہے تو اس سے شخصی اور جزئی اختلاف تو پیدا ہو سکتے ہیں لیکن اصولاً یہ جماعت کے نصب العین اور منشاءِ وجود سے ٹکرانے والی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اگر موجودہ اعیان و اکابر کو ہٹا کر یہی اختلاف رکھنے والے حضرات جماعت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیں اور اپنے زاویۂ نظر سے اسلام کی تبلیغ کریں تب بھی جماعت کی حقیقی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

قابلِ غور یہ ہے کہ ایک شخص اگر مسجد کے ممبر سے ایسی خالص دینی تعلیم دیتا ہے جس میں قرآن و سنت کی رو سے کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ جو مسلمانوں کے تمام قابلِ ذکر گروہوں اور مدرسوں اور جماعتوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ جو دین کے متفقہ احکام پر مشتمل ہے۔ جسمیں کسی خاص جماعت کسی گروہ کسی مکتبۂ فکر کی جانب داری کا شائبہ تک نہیں تو کیا ایسے شخص کو صرف اس لئے مسجد سے نکال دینا چاہئے کہ وہ جماعت اسلامی کا ممبر ہے۔ ایسی جماعت کا ممبر ہے جو اصولی اور آئینی طور پر سو فی صدی دینی جماعت ہے۔ جماعتِ اسلامی یا اخوان المسلمین یا علمائے دیوبند یا کسی بھی جماعت کا کوئی فرد اگر مسجد کے ممبر پر آ کر کہتا ہے کہ نماز کی پابندی کرو۔ اللہ سے ڈرو معصیت سے بچو آپس میں اتحاد و محبت سے رہو۔ اسلام کی مکمل پیروی کرو ــــ تو کیا یہ وعظ و تقریر یہ پیغام کسی خاص جماعت کسی خاص گروہ کا "دعائیہ" کہا جا سکتا ہے؟ ــــ بے شک حزبُ اللہ کا دعائیہ کہہ لیجئے ورنہ یہ تو وہ "دعائیہ" ہے جس پر کسی کا اجارہ نہیں۔ جو قرآن و سنت کا پیغام ہے جو جماعتی اختلافات سے بالا تمام نوعِ انسانی کے لئے درسِ حیات ہے۔ تب اگر ہم "حزبُ اللہ" کے پیغام کو بھی مسجد سے اس بنا پر روک دیں کہ "حزب" ایک خاص جماعت کا نام ہے تو عملی طور پر قرآن و سنت کا نام لینا بھی ناممکن ہو جائے گا۔

آخر میں ہم الہلال والے مولانا آزاد کے چند خود نوشت الفاظ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اپنے مقالہ "مساجد اسلامیہ اور خطبات سیاسیہ" میں وہ رقمطراز ہیں:۔

"جہاد کی حقیقت سے تم پر واضح ہو گیا ہوگا کہ اشرف و اعلیٰ جہاد، جہادِ لسان و قلم ہے کہ بنیاد جمیع مجاہداتِ مقدسہ کی یہی ہے۔ اور ظلم و جبر کا استیصال اور حقوقِ انسانیت و مسلمین کا مطالبہ جہادِ فی سبیل اللہ میں داخل۔ پس یہ جو کہتے ہیں کہ مسجدوں میں وعظ و خطبات کو روک دو۔ کیونکہ وہ "سیاسی" ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ جہادِ فی سبیل اللہ والحق کے مانع اور احکام قرآنیہ پر اپنی آرائے شیطانیہ کو ترجیح دینے والے ہیں۔ پس اگر ان کو کفر پرست کہوں تو تم کہو گے یہ ایمان و کفر کی بحث ہے۔ پس اگر ان کو مشرک کہوں تو تم پکار دو گے یہ بہت ہی بڑی جسارت ہے۔ ہاں! یہ جسارت ہے۔ لیکن جن ظالموں نے اللہ کے آگے جسارت کی ہے کیوں نہ ہم بھی ان کے لئے جسارت کریں؟ وہ نہ مومن ہیں نہ مسلم ان کا حال یہ ہے جو کہا گیا ہے نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون أن یتخذوا بین ذالک سبیلا (یعنی احکام الٰہی میں سے کچھ پر تو ایمان لاتے ہیں اور کچھ سے انکاری ہوتے ہیں اور یہ ارادہ کرتے ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان کوئی بین بین راستہ اختیار کر لیں) ان لوگوں کی اصطلاح میں جس چیز کو سیاست و پالیٹکس کہتے ہیں اسلام کے نزدیک عین دین و مذہب اور جہاد فی سبیل اللہ میں داخل۔ کما سیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پس جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مساجد سے بڑھ کر اور کونسی جگہ بہتر ہو سکتی ہے۔"

اگر عہدہ و منصب کی تبدیلی اصول و حقائق کو نہیں بدل سکتی تو نہ صرف مولانا آزاد کی یہ اپنی تحریر ہی ان کے موجودہ فیصلہ پر ایک "ایرادِ مبین" ہے بلکہ مارچ ۱۹۲۱ء میں شاہی مسجد لاہور کے ضمن میں ترک موالاۃ پر مولانا موصوف کی معرکۃ الآرا تقریر بھی ایک جلی سوالیہ نشان بن کر سامنے آ جاتی ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ۔

دار تک!

تاج الدین احمد رام نگری

(اُن اخوانی جاں بازوں کی نذر جن کے پاک خون سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تاریخ مرتب ہو رہی ہے)

مرتکب محبت کے، کس شمار تک پہونچے
پانچ دس پہ کیا موقوف، سو ہزار تک پہنچے

وہ ہوس کے بندے کب، کوئے یار تک پہنچے
جو نہ راہِ الفت میں، طوق و دار تک پہونچے

بات صرف اتنی تھی، تم سے پیار تھا ہمکو
یہ معلے لیکن، گیسو و دار تک پہونچے

ذوق یہ ہمارا تھا، اب سے جو زنداں میں
بخت وہ تمہارا تھا، اقتدار تک پہونچے

اب تو داد دے ان کے، جذبۂ شہادت کی
دیکھ تیرے دیوانے، آج دار تک پہونچے

تازہ ہے زمانے میں، قصۂ خلیل اب تک
نور بخشنے والے، کب نہ نار تک پہونچے

جانے آج کیا سوجھی، کچھ جنوں کے ماروں کو
چھوڑ کر گلوں کی سیج، خار زار تک پہونچے

کتنے دیر اور کعبے، راستوں میں حائل تھے
ہم بڑی کشاکش سے، کوئے یار تک پہونچے

کاروانِ حق نے جو، چرخ پر اڑایا تھا
آج چاند تارے بھی، اس غبار تک پہونچے

ایک شیخ خود بیں ہی، یاں نظر نہیں آتا
ورنہ خلد کے اندر، میگسار تک پہونچے

رو نہ اے دلِ ناداں، ورنہ سوچ کیا ہوگا!
گریہ نالہائے شوخ، بامِ یار تک پہونچے۔

نالۂ اختیار

عامر عثمانی

برابر کے صفحہ پر جناب تاج الدین صاحب کا منظوم شہ پارہ "دار تک" ایک قابلِ قدر چیز ہے، اس کے مطالعہ سے متأثر ہو کر میری زبان پر بھی اسی زمین میں چند شعر آ گئے، بلاشبہ تاج الدین صاحب کو نہ صرف اولیت اور تقدم کا فضل حاصل ہے بلکہ جو حسن اور پرکاری ان کے اشعار میں ہے وہ مجھے نصیب نہ ہوئی، لیکن اہلِ نظر سے گزارش ہے وہ دونوں چیزوں کا تقابل نہ کریں بلکہ یہ دونوں فی الحقیقت ایک ہی موج کے دو حباب، ایک ہی ساز کے دو نغمے ایک ہی تجلی کے دو زاویے اور ایک ہی شجر کی دو شاخیں ہیں، جن میں تقابل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ (عامر)

کاش اپنی یہ حالت گوشِ یار تک پہونچے
ضبط سے گزر کر ہم، اضطرار تک پہونچے

کتنے رہزن و قاتل اقتدار تک پہونچے
کتنے بے خطا ملزم، طوق و دار تک پہونچے

حشر و دار و گیر اٹھا، اب یہ آزمائش ہے
کون سر بکف غازی، کوئے یار تک پہونچے

یہ جنوں بھی کیا شئے ہے، خود ہی تیرے دیوانے
عرشِ لالہ و گل سے، فرشِ خار تک پہونچے

تب نصیب ہوتی ہے، راہِ منزلِ جاناں
ہاؤ ہو کا ہنگامہ، جشنِ دار تک پہونچے

شیخِ محترم اب بھی، ذکر و ورد میں گم ہیں
امتحاں کے میداں میں خاکسار تک پہونچے

سرد ہو تو سکتی ہے، اب بھی آتشِ نمرود
کوئی ابنِ ابراہیم، پہلے نار تک پہونچے

لذتِ سکونِ دل، بس اسی کا حصہ ہے
راہِ بیقراری سے، جو قرار تک پہونچے

دیکھنا کہ وہ اک دن، کارواں بھی پالیں گے
جستجو کے متوالے، جو غبار تک پہونچے

ہو خزاں کے جھونکوں سے جس بہار کی سازش
اس بہار سے گلشن، کیا نکھار تک پہونچے

رزمِ حق و باطل میں، فوجِ حق پہ لازم ہے
اپنی جیت سے پہلے، اپنی ہار تک پہونچے

وہ غریب کیا جانے، کارزار کیا شئے ہے
خانقاہ کے رستے، جو مزار تک پہونچے

پردہ حرمِ ناز، دور ہی سہی عامر
یہ نصیب کیا کم ہے، کوئے یار تک پہنچے

اسلام اغیار کی نظر میں

مرزا احمد علی بیگ چغتائی

بارہا ہمیں خیال پیدا ہوا ہے کہ دیگر مذاہب کے بعض اہل قلم بزرگوں اور عالموں نے جو جگہ جگہ اسلام کی کلی یا جزئی طور پر تعریف کی ہے۔ وہ سراسر نفاق و تصنع اور "سخن گستری" سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ عقل کہتی ہے کہ اگر ان کرمفرماؤں کی نیت خالص اور دیانتدارانہ ہوتی تو وہ خود کفر سے چمٹے نہ رہتے اور اسلام قبول کر لیتے۔ بظاہر عقل کا یہ ارشاد منطقی اعتبار سے نہایت درست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن نفسیات کے زاویہ سے ہمیں اس میں خامی نظر آتی ہے۔ بے شک بعض کرم فرماؤں کا مقصد اسلام کی قصیدہ خوانی سے مسلمانوں کی ہمدردی عقیدت کا حصول بھی ضرور رہا ہوگا۔ بعض نے محض سستی شہرت کے لئے یہ راہ اختیار کی ہوگی۔ بعض نے اپنی بعض غلط باتوں کو مسلمانوں سے منوالینے کے لئے بطور تمہید ایسا کیا ہوگا۔ لیکن بعض ایسے بھی ضرور ہیں جن کی حالت میں ان تمام مقاصد میں سے کسی مقصد کی موجودگی قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی اور اُن کے اسلام نہ قبول کرنے کی حقیقت قرآن کی ان آیات سے معلوم ہوتی ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آنکھیں رکھتے ہیں مگر اندھے ہیں۔ کان رکھتے ہیں مگر بہرے ہیں عقل رکھتے ہیں مگر احمق ہیں۔ انکے قلوب و حواس پر گمراہی کی مہریں ثبت ہو چکی ہیں۔ اپنی عملی دنیا میں ہم اس زندہ جاوید حقیقت کا مشاہدہ قدم قدم پر اس طرح کرتے رہتے ہیں کہ خود لاکھوں کروڑوں مسلمان نماز کی فرضیت اہمیت خوبی اور بڑائی کو جاننے اور ماننے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے۔ روزہ، زکوٰۃ اور دیگر احکاماتِ الٰہی کی تقدیس و عظمت پر ایمان رکھتے ہوئے بھی تعمیل میں کوتاہی بلکہ یکسر نافرمانی کرتے ہیں۔ اسی طرح دیگر اہلِ مذاہب کا حال ہے۔ اخلاق و انسانیت کی معروف قدروں کی مٹی انھیں لوگوں کے ہاتھوں پلید ہے جو عقل و شعور کی پوری وسعتوں کے ساتھ اِن قدروں کی خوبی تسلیم کرتے ہیں۔ زبان سے ان کے گُن گاتے ہیں۔ دوسروں کو ان کا سبق دیتے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ کسی عمل یا عقیدے یا نظریۂ و اصول کی تعریف و توصیف کرنے والا اگر خود اس کے متضاد عمل کرے تو اس کے قول و فعل کی یہ دورنگی ہر حالت میں لازماً یہ معنی نہیں رکھتی کہ اس کی مدح و ثنا ارادۂ نفاق و تلبیس پر مبنی ہے۔ یہ بیشک ٹھیک ہے کہ دورنگی کا باعث اس کے ایمان و عقیدے کا ضعف ہے۔ اس کے نفس کی عیاری ہے۔ اس کی لذت پرستی اور عیش طلبی ہے۔ لیکن بددیانتی اور بدنیتی لازمی نہیں ہے۔ اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس مختصر مضمونچے کو شائع کر رہے ہیں۔ گو یہ ہم پھر بھی کہینگے کہ کسی غیر مسلم لیڈر، فلسفی مورخ مہاتما اور دھرماتما کی اسلام کے بارے میں مدح سرائی سے خوش ہونا مسلمان کے لئے احساس کمتری اور ضعف ایمان کا مظاہرہ کرنا ہے۔ سونے کو تمام دنیا سونا کہے یا کوئی بھی نہ کہے وہ سونا ہی رہے گا۔ دنیا کے تمام اہلِ عقل و علم اگر مل کر اسلام کی تحقیر و تنقیص کریں تو وہ اپنے کمال و وقار کے اعلیٰ مقام سے ایک انچ بھی نیچے نہیں آئے گا۔ اور اگر مل کر مدح خوانی کریں تو اس کے کمال و وقار میں ایک حبہ اضافہ نہیں ہوگا۔ وہ سورج کی طرح آنکھ والوں کی تعریف اور اندھوں کی بدنصیبی سے بے نیاز بلندیوں پر چمکنے والا ہے۔ بے ریب اٹل ہے۔ اس کی توصیف میں اگر کوئی چند کلماتِ مدح کہدے تو اس پر یا مسلمانوں پر کوئی احسان نہیں۔ نہ اس کی مدح خوانی سچے مسلمانوں کے لئے باعثِ فخر ہو سکتی ہے۔

اگر غیر مسلم اربابِ فکر و نظر کے قصائد کو یکجا کیا جائے تو پورا دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ سبھی پڑھے لکھوں نے وقتاً فوقتاً رسائل و کتب میں

یسے قصیدے پڑھے ہوں گے۔ افسوس ہے کہ مرزا احمد علی بیگ صاحب نے پیشِ نظر مضمونچہ مرتب کرنے میں بخل آمیز حد تک اختصار اور بے توجہی سے کام لیا ہے۔ ورنہ اقتباسات پیش کرنے ہی تھے تو اتنے تو ہوتے جو ناظرینِ تجلّی کچھ دیر "خود فریبی" کا لطف لے لیتے (ع)

ں تو ہر مذہب کے سیکڑوں ایسے اہلِ فکر حضرات ملیں گے جو مذہب وداداری اور مساوات وغیرہ کے متعلق رطب اللسان ہیں۔ ان کے منجملہ چند مشہور ہستیوں کے اقوال ہدیۂ ناظرین کئے جارہے ہیں۔

ارت گ. ادھر پرشاد شرما رئیس اعظم آل آباد کا قول ہے کہ:۔

میں ایک راسخ العقیدہ ہندو ہوں۔ لیکن میں نے ہندو عیسائی مذاہب کے حالاتِ زندگی کو اپنی بہترین توجہ کا خراج دیا ہے۔ نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے۔ اور میں ل اعلان کرتا ہوں کہ میری رائے میں کسی مذہب کو اُخوت باہمی ذیب اور اتحاد کی دولت کی فراوانی کثرت کے ساتھ عطا تو وہ مذاہب کا سردار "اسلام" ہے فیاضی وکشادہ دلی اس کے شان ہیں۔ وہ بلالحاظ اس بات کے کوئی امیر ہے یا غریب سب کو آغوش میں پناہ دیتا ہے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ال و ہر رنگ کا انسان اس کے زیرِ سایہ آرام و راحت کی زندگی ہیں۔ چھوت پن کی لعنت کو دور کرنے کی طاقت صرف اسلام میں س کے علاوہ کوئی اور مذہب اس لعنت کو دور کرنے کی طاقت سا"

سٹر سی۔ بی رام سوامی آئیر کی رائے ہے کہ:۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے معتقدین کو خدائے تعالےٰ اور اس کی رضاجوئی کے راستہ پر چلایا..... اسلام نے ہمیشہ رواداری کی تعلیم دی ہے۔ اور وہ ہمیشہ عالمگیر اتحاد کا جزو تھا۔"

(۳) نیویارک کے ایک قومی جلسہ میں مسٹر جیشن نے مسیحیت اور دیگر مذاہب کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"اسلام ایک ایسا ہمہ گیر مذہب ہے کہ جس نے اپنی تہذیب اور اخلاق اور سُلجھے ہوئے کارِ منتظم سے دنیا کو گرویدہ بنالیا ہے.... اگر دنیا میں کوئی سچّا مذہب ہے تو صرف اسلام ہے۔"

(۴) مہاتما گاندھی فرماتے ہیں کہ:۔

"اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے۔"

(۵) پنڈت کشن پرشاد صاحب کول کا قول ہے کہ:۔

"اسلام ایک زندہ مذہب ہے، جس کے بیان کردہ قوانین کی پابندی کرنے کے لئے اشد ترین مخالفین بھی مجبور ہو رہے ہیں۔"

(۶) لالہ لاجپت رائے رقم طراز ہیں کہ:۔

"میں مذہب اسلام سے محبت کرتا ہوں۔"

(۷) وہ وقت دور نہیں جب کہ اسلام اپنی ناقابل انکار صداقت اور روحانیت کے ذریعہ سب کو اپنے اندر جذب کرے گا۔ (ملک الشعراء سر رابندر ناتھ ٹائیگور)۔

(۸) "دُنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا۔" (مسز سروجنی نائیڈو)

(ماخوذ از "جذبات نیاز" مؤلفہ محمد نیاز علی خانصاحب)

وکیل ناندیڑ دکن

چند کم قیمت مگر بلند پایہ کتابیں

ربی جماعتیں دربارِ رسالت میں

اس کتاب میں ان جماعتوں کا
ل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام
ہیں، اس کے مطالعے سے یہ جاننے میں بہت مدد ملیگی کہ اسلام اسقدر جلد کیونکر
ہر در شہر اور گاؤں در گاؤں پھیلا، کتاب احادیث اور معتبر کتب تاریخ سے
رتب کی گئی ہے، قیمت صرف ۸ر

ش ولادتِ رسول

یہ ایک مجموعہ مضامین ہے جسکی خوبی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اس میں مندرجہ
ل حضرات کے مضامین شامل ہیں: —
(۱) علامہ شبلی نعمانی (۲) مولانا ابو الکلام آزاد (۳) مولانا ابو الاعلیٰ
مودودی (۴) علامہ موسیٰ جار اللہ (۵) علامہ سید ابو النظر رضوی (۶) جناب
رپتی سہائے (وغیرہم) یہ مجموعہ اہل ایمان کیلئے غذائے روحانی اور اہل
کیلئے مشعلِ تحقیق ہے، قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے۔

سلامی زندگی

یوں تو اسلامی احکامات ضخیم مجلدات میں پھیلے ہوئے ہیں، لیکن سب کا ماحصل حصول جو کچھ ہے
سکو نہایت مختصر مگر جامع اور دلکش انداز میں یکجا کیا گیا ہے، اسلامی زندگی
کے شائقین ضرور مطالعہ فرمائیں، قیمت ۵ر

اتینِ اسلام کی بہادری

یہ من گھڑت افسانے نہیں بلکہ تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ تابندہ رہنے والے
وہ سچے واقعات ہیں جنپر بہترین اور مستند تاریخی کتب کی مہرِ تصدیق ثبت ہے
ایمان افروز واقعات کیساتھ تاریخی حوالے بھی ملاحظہ فرمائیے، قیمت ۸ر

کتاب الصلوٰۃ

امام المحدثین حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کا اردو ترجمہ جو نماز کو درست ترین طریقہ پر ادا کرنیکے لئے بہترین مشعلِ ہدایت ہے۔ مترجم نے ترجمہ کے ساتھ حضرت امام کی حیات مبارک پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے، اور فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں امام صاحب نے جو عظیم تکالیف اٹھائیں ان کا پورا حال اثر انگیز طریقہ پر درج کیا ہے، سنت کے شیدائی اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں، قیمت مجلد عہ

بلوغ المرام

یہ علامہ حافظ ابن حجرؒ شہرۂ آفاق تصنیف ہے جسکی اصل اور اردو ترجمہ ایک ساتھ شائع کیا گیا ہے، ابن حجرؒ کا اہل علم میں کیا درجہ ہے، یہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں، آپ کی یہ تصنیف، بخاری مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور دیگر مستند کتب احادیث سے منتخب کئے ہوئے دینی احکام کا گلدستہ ہے جو کوزہ میں دریا کے مرادف ہے، کم تعلیم یافتہ اور زیادہ پڑھے لکھے دونوں اس عجیب کتاب سے برابر فائدہ اٹھا سکتے ہیں، قیمت آٹھ روپے۔

اسبابِ زوالِ اُمت

دنیائے اسلام کے لاجواب اہلِ قلم امیر شکیب ارسلانی کی شہرۂ آفاق تصنیف اردو لباس میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا صرف مرثیہ ہی نہیں اس کا علاج بھی موجودہ صدی کی یہ بہترین تصنیف اس لائق ہے کہ ہر پڑھا لکھا مسلمان ایکبار ضرور اسکا مطالعہ کرے قیمت مجلد عہ

ملنے کا پتہ

مکتبہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

مستقل عنوان

مسجد سے میخانے تک

(از ملا ابن العرب مکی)

تاریخ نوشت ۱۶ر جنوری ۱۹۵۵ء:۔ وہ کسی پہنچے ہوئے بزرگ نے کہا ہے ناکہ چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے۔ ہمارے عالی مقام بھارت میں جو مہاشانِ کرام اور لیڈرانِ عظام بچپن سے فرقہ پرستی کا مشغلہ کرتے چلے آئے ہیں ان کی فرقہ پرستی اگرچہ بعض موسموں میں حالات کے دباؤ اور فضا کی ناموافقت کے باعث عملاً دب جاتی ہے۔ لیکن دل کی بھڑاس نکالنے اور عادت کی مجبوری پوری کرنے کے لئے وہ زبان سے کچھ نہ کچھ گل افشانیاں کرتے ہی رہتے ہیں اور ان کے سڑے ہوئے دماغ و دل سے الفاظ کی شکل میں خارج ہونے والا بدبودار لاوا شرافت و اخلاق کی ناک میں داخل ہو کر یہ یقین دلاتا رہتا ہے کہ بھائیو ہم ابھی اپنی شیطنت و رذالت کے بقید حیات ہیں۔ ہمیں فی الحال چوری کا موقع نہیں مل رہا تو ہیرا پھیری ہی کر رہے ہیں۔ ذرا موقع ملا تو رام رام جپنا پرایا مال اپنا۔

بکواس کی ایک بیہودہ گو مقرر نے بیچ کانفرنس آریہ سماج کے درمیان متونا تھ بھنجن اور پر تاریخ بارہ دسمبر ۱۹۵۵ء کے۔

"قرآن میں یہ الم نہیں بلکہ 'ادم' ہے ...."

اس کانفرنس کے مجہول النسب خطیبوں کا کہنا ہے کہ ہم بھارت سے گوشت خوری کو مکمل طور پر بند کرا کے دم لیں گے۔ پہلے گائے پھر بھینس پھر بکرے پھر مرغیاں اور انڈے کھانا بھی ہم بند کرائیں گے۔

بے شک آپ کی کلاتیاں کہہ رہی ہیں کہ آپ سب کچھ کرا لیں گے لیکن اتنا اور کہہ دیا ہوتا کہ اس زبردست کارنامے کی انجام دہی کے بعد آپ "آدم خوری" کو رواج دیں گے۔ آپ کے یہاں سنا ہے کہ دیوی دیوتا خون کی بھینٹ سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ بس خون انھیں دیا۔ گوشت خود کھایا۔ اللہ اللہ خیر سلاّ۔

۱۷ر جنوری ۱۹۵۵ء:۔ دار المومنین دار الاسلام 'مملکتِ ذوالاکرام' عالی مقام پاکستان تعالیٰ اللہ مراتبہٗ و زاد اللہ مجدہٗ کی خبر ہے کہ ملتان کی میونسپلٹی کے ایک ملازم عبد الوحید بیگ کو پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت اس لئے گرفتار کر لیا گیا ہے کہ اس شامت کے مارے نے کسی عام راستے پر اقبال کا یہ شعر لکھ دیا تھا:۔

یوں تو مرزا بھی ہو سید بھی ہو افغان بھی ہو!
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

اسے کہتے ہیں اونٹ رے اونٹ تیری کون کل سیدھی! میرا خیال ہے کہ جن افسر صاحب نے یہ ستم ظریفی فرمائی ہے وہی گذشتہ "یوم اقبال" پر مجمع عام کے نہایت غمگین لہجے میں فرما چکے ہوں گے کہ بھائیو! اقبال مر گیا دنیا مر گئی اسلام مر گیا۔ وہ قرآن کا عظیم شاعر اور اسلام کا ابو العظیم مفکر تھا۔ اس کا ہر شعر ریڈیم میں تولنے کے قابل اور ہر نظم یورینیم کے ذخیروں سے زیادہ قیمتی ہے وہ آدمی نہیں فرشتہ تھا۔ بلکہ فرشتوں کا بھی فرشتہ۔ اس کے بعد ہماری زندگی بے کار ہے۔

جی تو یہ تقریر بطور تبرک انھوں نے گذشتہ یوم اقبال پر کی ہوگی اور اب ان کا ارادہ ہوگا کہ اگر مرکزی کابینہ میں دو چار تبدیلیاں ان کی منشا کے مطابق ہو جائیں تو اقبال کی لاش کو مقبرے سے نکلوا کر قبر زمین کے برابر کرا دیں اور اقبال کی تصانیف کو سیفٹی ایکٹ کی دفعہ فلاں در فلاں کی رو سے خلاف قانون قرار دلوا دیں۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آتے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات و منات

۱۸ر جنوری ۱۹۵۵ء:۔ خبر ہے۔ "تانبے کے تار چوری کر کے فروخت کرنے والے گروہ کی گرفتاری" (جوہر آباد۔ پاکستان)

بالکل ٹھیک ہے۔ جو احمق سونے کی موجودگی میں تانبے کی چوری کریں انھیں گرفتار ہی کرنا چاہئے۔ پاکستان بھر میں دانشورانِ پاکستان

اسی طلائی اصول پر عمل پیرا ہیں۔ چنانچہ کراچی سے لے کر سرحد اور پنجاب تک ہزاروں واقعے اس بات کے شاہد ہیں کہ انڈا چرانے والوں کو اس خطا میں گرفتار کیا گیا کہ مرغی چرانے کی جگہ محض انڈا چرانے پر اکتفا کرنا پاکستان کے اعلیٰ معیارِ زندگی اور بلند امریکن ذہن و فکر کی توہین ہے۔ اور مرغی چرانے والوں کو اس وجہ سے انعام و اعزاز دیا گیا کہ انھوں نے چوری کرنے میں تفکر و نظر کی بلندی اور خیالات کی عظمت کا ثبوت دیا ہے۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

---

۱۹ جنوری ۱۹۵۵ء:۔ مہاراج آف جودھپور نے اردو لٹریری ایسوسی ایشن کا افتتاح کرتے ہوئے اردو کی عظمت حسن و جمال اور نفاست و افادیت پر طویل طویل لکچر دیا ہے اور بہت صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ اردو تہذیب و ترقی کا وسیلہ اور ثقافت و کلچر کا عمدہ زینہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

تکلیف نہ کیجئے مہاراج۔ یہ حقیقت تو اردو کے نام نہاد دشمن بھی پہلے ہی جانتے ہیں اور انھیں خوب معلوم ہے کہ اردو نہ پاکستانی ہے نہ عربی و شامی۔ نہ مسلمان کی جائداد۔ نہ اچھوت نہ شودر۔ لیکن صرف جاننا تو کسی بات کو ماننے کے لئے کافی نہیں ہے۔ آپ دیکھیں رنڈی بازی کو آپ کے بھارت کا کونسا وزیر پردھان بُرا نہیں جانتا، مگر رنڈیاں ہیں کہ تقریباً ہر شہر و دیار میں قانونی جواز سمیت موجود ہیں۔ شراب۔ جوے۔ بے حیائی ننگے پن اور بداخلاقی کو بھارت کا کونسا کرسی نشین معیوب نہیں جانتا۔ لیکن بھارت میں قانون نے کہاں کہاں انھیں کلیتاً بند کر دیا کہاں کہاں ان کے پاکیزہ قدموں کے نقوش نہیں۔ تو حضور جاننا اور بات ہے اور ماننا اور۔ اردو کی خوبیاں اور جمہوری حیثیت کو جانتے تو ہمارے سب کرسی نشین اور دھرماتما ہیں۔ لیکن ماننا اسلئے نہیں چاہتے کہ نہ ماننے میں ایک طرف مسلمانوں کے قلوب کا رقصِ بسمل دیکھنے میں انھیں لذت ملتی ہے۔ دوسری طرف ہندی کی محبت کے مصنوعی خود ساختہ احساس سے اُن کا نفس آسودگی حاصل کرتا ہے جس طرح کہ شراب اور افیم اور عشرت خانوں اور جوا گھروں کے محصولات سے سرکاری خزانہ پُر ہوتا ہے۔

ہم تو مہاراج گستاخی معاف آپ کے بارے میں بھی یہی کہیں گے کہ اردو نوازی کا یہ سارا جوش و خروش اُسی وقت تک ہے جبتک ایک ایماندار نقاد اور انصاف پسند شہری کا دماغ آپ کے سر میں ہے۔ جس دن آپ اقتدار کی کرسی پر آ کر اردو کے لئے کسی عملی اعانت کی نازک مقام پر آئے تو یقین کیجئے آپ کو بھی اپنے سر میں ایک مختلف دماغ محسوس ہوگا اور آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہر حکم اردو کے تابوت میں ایک نئی کیل کے مرادف ہوگا۔ ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد!

---

۲۰ جنوری ۱۹۵۵ء:۔ کوہ وقار عالی مدار جناب مسٹر موہن لال گوتم وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ نے فرمایا کہ:۔

"ماہرین کا خیال ہے کہ رکشا کھینچنا صحت کے لئے مضر نہیں ہے۔ بشرطیکہ رکشا کھینچنے والا تندرست و توانا ہو اور اسے پھیپڑے یا قلب کی کوئی بیماری نہ ہو"

لاریب فیہ۔ جب گیہوں کی کمی ہوتی ہے تو سنگھاڑے اور مونگ پھلی کا آٹا بھی صحت کے لئے مضر نہیں رہتا۔ مصنوعی چاول اور برابر کی ریت ملا ہوا آٹا بھی وٹامن ڈی سی ایل ایف وغیرہ سے بھرپور ہو جاتا ہے۔

جب کوکوجم کے کارخانوں سے دولت کا پتنالہ وزیروں وغیرہ کی تجوریوں میں گرنے لگتا ہے تو کوکوجم کے نقصانات ہوا میں تحلیل ہو کر فائدہ ہی فائدہ رہ جاتا ہے۔ اور بناسپتی کے وٹامن پی سی جی بی وغیرہ اصلی گھی سے بھی زیادہ مفید و مقوّی بن جاتے ہیں۔

جب...... مگر مثالیں کہاں تک سنئے گا۔ بس یہ اصول یاد رکھیے کہ کرسی نشینوں کی جس وقت جو مرضی ہو کارخانۂ عالم کی ہر چیز اُس وقت ویسی ہی بن جاتی ہے۔ ڈنڈا ایسی چیز ہے کہ زہر کو تریاق بے ایمانی کو ایمان کفر کو اسلام اور رات کو دن بنا دے۔

مفادِ نفس کی جادوگری کا حال کیا کہئے
گدھے کو والدِ عالی حشم کہنا ہی پڑتا ہے

---

۲۱ جنوری ۱۹۵۵ء:۔ راجستھان کی کابینہ میں ایک مسلمان مسمّی عظیم الدین صاحب بطور وزیر قانون شامل کر لئے گئے۔ امیر سبحان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب نے وزیر اعلیٰ راجستھان کے نام مبارکباد کا تار روانہ کیا ہے۔ جس میں انھوں نے ان کی اس عنایت خسروانہ پر اظہار تشکر کیا ہے کہ اُن کے اس جمہوریت نواز کارنامے سے راجستھان میں

بھی سیکولرازم زندہ باد ہوگیا۔

اور پہلوؤں پر تو بعد میں غور کیجئے گا پہلے "راجستھان میں بھی" کی "بھی" پر غور کیجئے! یعنی کہ یو پی۔ سی پی کلکتہ، بمبئی، مدراس، پونا سب جگہ تو سیکولرازم زندہ باد تھا ہی اب راجستھان میں بھی ہوگیا! بیشک ہوگیا، کیونکہ راجستھان کے تقریباً چودہ لاکھ مسلمانوں کا بجز سیکولر طریقہ پر نکالنے کے لئے مسلمان وزیر کا وجود نہ صرف جمہوری بلکہ جمہوری در جمہوری ہے۔ لیکن سارے مسلمانانِ بھارت کو حضرت سحبان الہند کی ذکاوتِ حس، احسان شناسی اور سلیقۂ نیازمندی کا ممنون ہونا چاہئے کہ اُن کے برمحل تار نے خداوندانِ بھارت کو یہ احساس دلانے میں مدد دی ہے کہ بھارت کا مسلمان ابھی بالکل مردہ نہیں ہوا ـــ بلکہ احسان شناسی سمیت زندہ بلکہ پائندہ بلکہ تابندۂ و سرائندہ ہے۔ بچی ہوئی ہڈیاں ڈال کر اب بھی اس کے کام و دہن کو شکرِ نعمت پر مائل کیا جاسکتا ہے۔

بیتے زمانے کی بات ہے۔ ایک بادشاہ نے اپنا محل بنانے کے لئے بعض لوگوں سے کچھ زمین مفت طلب کی۔ ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا تب بادشاہ نے انھیں قید میں ڈلوایا اور ان کی زمینوں پر قبضہ کر کے انھیں سے بنیادیں کھدوائیں مزدوری کرائی، اور اُجرت میں صرف ایک وقت آدھی خوراک دی۔ رات کو جیل ڈلوا دیتا دن بھر محل بنواتا۔ آخر کار سالگرہ کے موقع پر بادشاہ کے ہرکارے نے یہ خوشخبری دی کہ سالگرہ کی خوشی میں مزدوروں کو دونوں وقت کھانا ملنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس خوشخبری کو سنتے ہی مزدور ہرکارے کے پیروں میں گر گئے اور کہا کہ اے مژدۂ جانفزا لانے والے مبارک پیغامبر! ہماری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں شکریہ پیش کر، اور ہوسکے تو ہمیں اس کے حضور میں لے چل تاکہ ہم اس کے تخت و تاج کو سجدے کر کے عرض کریں کہ دو وقت پیٹ بھر او روٹی ملنے کے اس مبارک فیصلہ کو عارضی نہ رکھا جائے بلکہ دوام بخشا جائے ـ عدل زندہ باد۔ رعایا پروری پائندہ باد!

۲۱ر جنوری ۵۵ء:ـــ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر جناب رادھا کرشنن اور راجہ غضنفر علیخاں نے جو کچھ کہا وہ تو کہا ہی۔ کمال تو ایرانی سفیر جناب علی اصغر حکمت سے سرزد ہوا ہے جو فرماتے ہیں کہ:۔

"درویش ذات پات اور عقیدے کی بھول بھلیاں سے بالاتر ہوتا ہے۔"

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے! سفیر ہونا اگر اس بات کے جواز کے لئے کافی ہے کہ ایران طوران کی جو چاہے کہو تب تو بیشک یہ آسمانی ٹائپ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ لیکن اگر سفارت کے زور سے اُلّو کو فاختہ گدھے کو مُرغی ماننا ضروری نہیں ہوجاتا تو یہ خاکسار عرض کرے گا کہ "درویش" اور "دیوانے" کے درمیان سفیر صاحب نے کوئی حدِ فاصل نہیں چھوڑی ہے۔ بھارت میں "وحدتِ ادیان" کے علمبرداروں اور اسلامی امتیاز و فوقیت کے احساسات مسلمانوں کے ذہن و قلب سے کھُرچ دینے کا ارادہ رکھنے والوں کی طرف سے تو بیشک ہمارے سفیر صاحب کو داد مل سکتی ہے۔ یا پھر اُن فیشن ایبل مذہبی رہنماؤں سے مبارکباد حاصل کر سکتے ہیں جن کے نزدیک مذہب زبانی جمع خرچ سے آگے نہ بڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر وہ یہ سمجھیں کہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ اور ان جیسے دیگر اکابر امت کا صحیح مقام و مرتبہ جاننے والے صحیح الدماغ مسلمان انھیں اُن کے الہامی ارشاد پر دادِ تحسین دیدیں گے۔ تو اُن کی مثال اُس انگریز کی سی ہوگی جس نے مسلمانوں کے ایک جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ویل ہم قُران کو بہت پسند کرنا مانگٹا اور اس کے بعد جیب سے ایک حمائل نکال کر دکھاتے ہوئے کہا تھا۔ ہم نے اس کی جلد پر سونا کا کام لگوایا ہے ہر وقت اس کو اپنے ساتھ برکت لینے کے لئے رکھنا مانگٹا۔ اس کے بعد اُس نے حمائل کو پتلون کی جیب میں رکھ لیا تھا اور کچھ دیر میں پیشاب کرنے گیا تھا تو حمائل حسب دستور جیب ہی میں رکھی رہی تھی۔

صوفی غفورالدین نے جس دن ایرانی سفیر صاحب کے یہ الفاظ پڑھے تو دوڑے ہوئے میرے پاس آئے۔ اور فرمایا:۔

"بھئی واللہ ایرانی سفیر بڑا پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے!"

میں نہ جانے کس کام میں منہمک تھا کہ ان کا مطلب بالکل نہیں سمجھا۔

"کیسا ایرانی سفیر؟"

وہ بولے ـــ "اماں وہی سفیر جس نے کہا ہے کہ درویش...."

"اوہ سمجھ گیا" میں نے کہا "لیکن میں اس سلسلہ میں کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

"نہ مایا" لاحول ولا قوۃ۔ میرا تو مطلب یہ تھا کہ تم جو ہمیں بات
ت پر نماز روزے کے سبق دیتے رہتے ہو تو اعلیٰ حضرت سفیر صاحب کے
ملوں پر غور کرو۔ شرعی پابندیاں تو اہلِ ظاہر کے لئے ہیں۔ ہم لوگ
یشں اس بھول بھلیاں میں کہاں پڑنے والے ہیں۔"
میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں تھا۔ سنجیدگی سے عرض کیا:۔
"وہ دیکھ رہے ہیں...... وہ بھینس!" میرا اشارہ سامنے
ان پر کھڑی ہوئی بھینس کی طرف تھا۔
"جی ہاں دیکھ رہا ہوں"
"یہ بھی ذات پات اور عقائد کی بھول بھلیاں سے آزاد ہے اسے
ی کسی مذہب کسی اصول کسی نظامِ حیات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بس
انا اور جینا۔ اس میں اور آپ میں کیا فرق ہے؟"
وہ غضب ناک ہو گئے۔
"تو...... تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
ینس جیسے تھے؟"
"ہرگز نہیں۔ یہ مطلب تو آپ کا اور آپ کے ایرانی سفیر صاحب
ہے۔ جو شخص کسی انسان کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ اس کا کوئی عقیدہ
نی اصول کوئی نظریۂ حیات نہیں وہ فی الحقیقت اسے جانور یا دیوانہ
تا ہے۔ ورنہ انسانیت کی شرطِ اولین عقیدہ اور اصول ہے۔ انہیں
شیخ چلیوں کی روایات چھوڑ کر اگر صحیح تاریخی حقائق پر آپ نظر کریں
بھیں گے کہ حضرت نظام الدینؒ نہ بے عقیدہ درویش تھے نہ تارک
ریعت قلندر، بلکہ ایک پابندِ شریعت دلی اور قرآن و سنت کے دلدادہ
رگ تھے۔ انہیں اس معنے میں درویش کہنا جس معنیٰ میں آپ "درویش"
اُن کا مذاق اُڑانا اور ذلیل کرنا ہے۔"
صوفی صاحب نے بُرا سا منہ بنایا۔
"تم اہلِ ظاہر کو اس عقلی فریب نے مار لیا۔ ارے آنکھ کے اندھو
ی آگ میں شریعت اور عقیدے کہاں بچ سکتے ہیں۔ یہ تو عشق ہے
۔ آنکھ بھی اور فلکِ ہفتم کی سیر۔ پہلو بدلا اور عرشِ اعظم پہنچے۔ جسے
بلہ کی تھاپ اور قوال کا نغمہ سمجھتے ہو وہ تو آسمانی زینے کی سیڑھیاں
تم ظاہری میں اُلجھے رہے اور درویش کہاں سے کہاں پہنچا!"
"پہنچا کہاں جہنم میں!" میں نے جل کر کہا "دیوانوں اور بے عقلوں
ر کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔"

۲۲ر جنوری ۱۹۵۵ء:۔ کراچی میں مسلم نوجوانوں کے پہلے عالمی اجلاس میں وزیر اعظم جناب محمد علی نے بڑی ایمان انگیز تقریر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "دنیا کے تمام مسائل اسلامی اصولوں کی بنا پر حل کئے جا سکتے ہیں۔"

کان پک گئے اسلام کا نام سنتے سنتے۔ ارے بھائی کوئی اور بات کرو۔ اسلام نے آخر تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ جاہ و منصب اور ہوا و ہوس کی ہر بازی گاہ میں تم اسے کان پکڑ کے لے آتے ہو۔ تمہارے ہی "اسلام اسلام" کا نتیجہ ہے کہ بھوندو بھٹیارا اور خدا بخش نان بائی روزانہ یار دوستوں سے کہتے ہیں کہ بھیّا ہم نے تو سنا تھا اسلام کی حکومت میں ناچ رنگ، بےحیائی بدمعاشی نہیں ہوگی۔ فقیر نہیں ہوں گے۔ رنڈیاں نہیں ہوں گی شراب نہیں ہوگی۔ مگر یہاں تو اسلامی حکومت بھی ہے اور سب کچھ بھی!۔ کوئی سمجھاتا ہے کہ باؤلو اسلامی حکومت ہے کہاں تب بھوندو اور خدا بخش دونوں منہ بسور کر کہتے ہیں ہے کیوں نہیں آخر بڑے بڑے وزیر اور بادشاہ تو برابر کہے جا رہے ہیں کہ پاکستان اسلامی ہے۔ اسلام ہی سچا مذہب ہے، وغیرہ وغیرہ

تو حضور اسلام کی بجائے اب سیدھی سیدھی مطلب کی بات کیجئے۔ عوام جنہیں آپ اُلّو کا پٹھا سمجھتے ہیں اچھی طرح جان گئے ہیں کہ "اسلامی اصول" کرسی نشینوں کی زبان میں کس چڑیا کا نام ہے اور جتنا زیادہ یہ لوگ اسلام اسلام پکاریں اتنا ہی زیادہ کفر اور اندھیر روز افزوں ترقی کرتا ہے۔

"اسلامی اصولوں" کے لیبل آپ چاہے امریکہ کے کتنے ہی ترقی یافتہ پریس میں کتنے ہی حسین رنگوں میں آرٹ پیپر پر چھپوائیں لیکن جب سے نقلی ڈالڈا اور نقلی گرائپ واٹر کا شاخسانہ اٹھا ہے لوگ لیبل پر اعتماد نہیں کرتے۔ آپ کا اسلام آپ کو مبارک۔ اسے آپ اوڑھیں بچھائیں۔ غریب عوام کو بے اسلام ہی رہنے دیں۔ ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

۲۳ر جنوری ۱۹۵۵ء:۔ مصری خاتون لیڈر مسز درّیہ شفیق نے بیچ پاکستان کے فرمایا:۔

"مرد کو ایک سے زائد بیویاں کرنے کا حق ہرگز نہیں اور قرآن کی جس آیت میں یہ حق دیا گیا ہے حقیقت میں وہاں اس حق کی مخالفت کی گئی ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کے خلاف قانون نافذ ہونا چاہئے۔"

آپ کی خطا نہیں بیگم صاحب! مصر اور پاکستان کی فضا ہی

ایسی ہے کہ ان دونوں ملکوں کے کرسی نشینوں کے حلقہ میں ہر مفسر باون گز کا نکلتا ہے۔ سچ بھی یہی ہے کہ قرآن کی جو تفسیریں اور اسلام کی جو تعبیریں پہلے عالموں نے کی ہیں وہ عوام کالانعام کے لئے ہیں۔ خواص یعنی گزیٹڈ آفیسران اور کوٹھی بنگلے کے مالکان اور وزراء ان کے لئے خاص ہی تفسیریں ہونی چاہئیں اور ہو رہی ہیں۔ مثال کے طور پر۔ سود لینے کے معنے سود مگر بینک سود مستثنیٰ۔ قمار کے معنی جوا مگر کارنوال اور ریس مستثنیٰ۔ خمر کے معنی شراب مگر شیمپین مستثنیٰ۔ ناچ رنگ کے معنی گول گیا مگر تھیٹر کلب اور سینما مستثنیٰ۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہم تو کہیں گے بیگم صاحبہ مردوں سے چار شادیوں کا حق چھین کر عورتوں کو چار خصم کرنے کا حق بھی دلوائیے۔ کم سے کم سو دو سو برس تو ایسا ہوتا کہ آپ کے اپنے طبقہ میں جو مرد کے خلاف جذبۂ انتقام جوش مار رہا ہے اس کی کچھ تسکین ہو سکے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس قرآن میں آپ کی نگاہِ کرشمہ ساز نے مردوں کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کی ممانعت تلاش کر لی اس قرآن میں ضرور ایسی آیت بھی مل جائے گی جو عورتوں کو از راہِ انعام دس بیس نہیں تو دو چار شوہروں کی اجازت دیتی ہو۔

آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

"پردہ روایتی چیز ہے، اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ عورتوں کو چاہئے کہ قانون کا انتظار کئے بغیر خود ہی پردہ ترک کر دیں"

بجا فرمایا علیا حضرت نے۔ ہم تو کہیں گے نہ صرف پردہ روایتی چیز ہے بلکہ عفت و عصمت، دین و اخلاق، حسب و نسب سب روایتی چیزیں ہیں۔ اور یہ جو آپ کے تنِ سیمیں پر لباس کا پردہ ہے یہ بھی سراسر روایتی ہے۔" مادر زاد ننگوں کے کلب" والے مفکرین بڑی اچھی دلیل دیتے ہیں کہ لباس محض روایتی اور رسمی شئی ہے اصل فطرت ننگا رہنا ہے۔ کیونکہ انسان ننگا ہی پیدا ہوتا ہے۔ پس ننگا رہنا اس کا پیدائشی اور فطری حق ہوا ___ تو بیگم صاحبہ! اس محکم دلیل کے اعتبار سے اگر آپ بھی ایک دورہ فطری یعنی غیر روایتی یعنی بغیر کپڑوں کے اسلامی ممالک کا کر ڈالیں تو کیا حرج ہے؟ اس سے اسلام کی وسعتِ نظری ترقی پسندی اور فطرت نوازی کا بھی پرچار ہو جائے گا۔ اور آپ کی شہرت کو بھی چار چاند لگ جائیں گے۔

دیکھئے۔ ہمارے بھارت میں بھی کچھ لوگ آپ ہی کے ہم خیال ہیں۔ وہ روایتی چیزوں کی مخالفت کے طور پر مادر زاد ننگا رہتے ہیں۔ بس مشکل یہ ہے کہ ان کی عورتیں ابھی تک فکر و نظر کے اس بلند معیار پر نہیں پہنچیں۔ اگر آپ بھارت تشریف لاکر ان عورتوں کو روشنی دکھائیں اور زبان و عمل دونوں سے "ترکِ روایت" اور "فطری زندگی" کا سبق دیں تو کیا تعجب ہے یہ عورتیں بھی اپنے مردوں کے دوش بدوش یہ شعر پڑھتی ہوئی چل نکلیں کہ:۔

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں الٹا سیدھا

۲۴ر جنوری ۱۹۵۵ء:۔ کہتے ہیں کہ سہارنپور ڈسٹرکٹ ہسپتال میں ۱۸۵۷ء سے پہلے ایک مسجد تھی جو اب نہیں ہے اور مندر تھا جو زندہ سلامت ہے۔

تب کیا اعتراض ہے؟ ہر چیز ایک عمر اور مدتِ حیات رکھتی ہے مسجد کی عمر ختم ہو گئی مندر کی باقی ہے۔ آپ یا ہم ٹوکنے والے کون؟ کل آپ شکایت کریں گے کہ صاحب مولوی شرف الدین مر گئے اور لالہ بھگت رام زندہ ہیں۔ یہی تو غداری اور فرقہ پرستی کی باتیں ہیں۔ ارے بھائی۔ موت حیات اللہ کے ہاتھ ہے۔ دس مرتے ہیں دس پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کیا کج بحثی ہے کہ مسجد کیوں مری مندر کیوں زندہ ہے۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ یہ ہسپتال سرکاری ہے اور سیکولر اسٹیٹ کی سرکاری زمین پر کسی مذہبی عبادت گاہ کا وجود درست نہیں ہے۔ پس مسجد کا خاتمہ تو اس دلیل سے بجا طور پر ہو گیا۔ اب رہا مندر تو اول تو یہ مسجد کی طرح بے دیوی دیوتا کا نہیں ہوتا۔ اس میں ایک سے ایک قوی و قادر دیوتا ہوتے ہیں۔ ممکن ہے مسجد کی طرح اسے بھی ختم کرنے کچھ لوگ آئے ہوں اور دیوی دیوتاؤں نے انھیں ہی ختم کر ڈالا ہو۔

دوسرے مندر حقیقت میں صرف عبادت گاہ نہیں راشٹریہ بھارت کی پرانی تہذیب کلچر ثقافت اور روحانیت کی یادگار ہے جسے سیکولر آئین کی رو سے بھی باقی رہنا ہی چاہئے۔ مسجد ان لٹیرے مسلمان بادشاہوں کی یاد تازہ کرتی ہے جنھوں نے بقول لالہ ٹنڈن جی مل اپنے ناپاک قدموں سے ایک ہزار سال تک بھارت کو روندا۔ اگر سرکاری ہسپتال کے احاطہ میں یہ یادگار باقی رکھی جاتی تو اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ بیچارے مریض خونی اور لٹیرے بادشاہوں کے تصور سے کانپا کرتے اور ان کا ٹمپریچر بلا وجہ تیز ہو جاتا۔

تو بھائی یہ تو مداری کے کھیل ہیں۔ مندر حاضر مسجد غائب۔

۲۵ جنوری ۵۵ء:- یوپی اسمبلی کی ایک نشست میں ایک ہریجن ممبر نے کہا کہ ہندوستان کے اصلی باشندے تو ہم ہیں اور عام یا اونچی ذات کے ہندو اُن آریاؤں کی اولاد ہیں جو وسط ایشیا اور دیگر شمالی و مغربی ممالک سے یہاں آکر آباد ہوگئے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس دلیل سے ہمارے بعض مہاشے مسلمانوں کو عربی النسل ٹھہرا کر کھوکراپار چلے جانے کا آرڈر دیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے تو نہ صرف کھوکراپار بلکہ ایران پار اور مصر پار بھی بہت سی مملکتیں ہیں جہاں وہ سر چھپا سکتے ہیں۔ مگر ہریجن دوست آریاؤں کے لئے بھی تو بھارت کے باہر کوئی مناسب جگہ بتائیں۔ ہم غریب مسلمان تو یہاں تک تیار ہیں کہ اگر بدیشی ہونے کے جرم میں ہریجنوں کے سوا سارے بھارتی اپنی جنم بھومی سے کان پکڑ پکڑ کے نکالے جائیں تو ہم کسی اپنے مسلمان ملک میں نہیں جائیں گے۔ بلکہ کوئی بنجر اور غیر آباد جزیرہ ڈھونڈ کر ساتھ رہیں گے۔ تاکہ آئندہ کوئی نہ کہہ سکے کہ تم نکل جاؤ ہم اس جزیرے کی اصلی اولاد ہیں!

مگر افسوس ان دنوں نقلی مال کا رواج اور مقبولیت اس قدر ہے کہ اصلی بیچارے کو کوئی نہیں پوچھتا۔ گھی نقلی۔ شراب نقلی۔ لیڈر نقلی۔ آدمی نقلی۔ پس ہریجن بھائیوں کے سو فی صدی اصلی ہندوستانی ہونے اور دوسری تمام جنتا کے بناسپتی ہندوستانی ہونے کو بہ خلوص قلب قبول کرتے ہوئے بھی ہم یقین دلاتے ہیں کہ یہ نقلی باشندے اصلی باشندوں کے سینوں پر مونگ دلنے کے لئے بھارت ہی میں نہ صرف موجود رہیں گے بلکہ راج پاٹ کے سارے سنگھاسن ان کے زانو تلے نشٹ ہوتے رہیں گے۔ اور قانون کی اپیلوں کے باوجود اصلی باشندوں پر بہت سے مندروں کے دروازے بند اور بہت سے کنوئیں ممنوعہ اور بہت سے سماجی تعلقات متروک ہی رہیں گے۔

قانون کی مثال اس لیبل کی سی ہے جو کسی ڈبے یا شیشی کے اوپر لگا ہوتا ہے۔ اصلی چیز لیبل نہیں وہ ہے جو ڈبے یا شیشی کے اندر ہے۔ نسل و رنگ اور پیشے کے اعتبار سے طبقوں کو تقسیم کرنے والے سماجی دھرماتما اپنے کالبد میں جو آتما اور اپنے شریر میں جو بھیجا اور اپنے سینے میں جو دل لئے ہوئے ہیں اس کی اصلیت قانون کے لیبل سے نہیں بدل سکتی۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ نسل و رنگ کی برتری کے تصورات کا سرچشمہ قانون کی دسترس سے بہت آگے اُس پوشیدہ مقام پر ہے جہاں کردار، تخیل اور نظریات تخلیق کرنے کا خام مواد بنتا جاتا ہے۔ ایک مشین روئی سے کپڑا اور گنّے سے شکر تو بنا سکتی ہے لیکن روئی سے چونا اور گنّے سے پستول نہیں بنا سکتی۔ اسی طرح قانون کی مشین مسخ شدہ ذہنوں سے وہ حقیقی انسان دوست کردار نہیں بنا سکتی جس میں رنگ و نسل کے امتیازی تصورات نہ ہوں اس کے لئے ضرورت ہے کسی ایسی کاشت کی جو دل و دماغ کے گلزاروں میں انسانی مساوات اور عدل و انصاف کے احساسات کی کھیتی اُگائے۔

۲۶ جنوری ۵۵ء:- پرجا سوشلسٹ لیڈر مسٹر ورما نے جودھپور میں کہا:-

”جب تک ملک میں جمہوری قوانین پر عمل درآمد نہ ہو جمہوریت کا ڈھول پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں۔“

واہ صاحب واہ! اگر جمہوری قوانین پر عمل درآمد ہوتا تو ڈھول پیٹنے کی کیا ضرورت رہ جاتی۔ ڈھول تو اسی لئے پیٹا جا رہا ہے کہ عمل درآمد نہیں ہے۔

پھر میں کہتا ہوں عمل درآمد نہ ہونے کا الزام بھی بڑی حد تک صحیح نہیں۔ تمام وزیر جمہوری ہیں۔ سفیر جمہوری ہیں۔ اراکین حکومت جمہوری ہیں۔ قوانین جمہوری ہیں۔ اس سے بڑی اور جمہوریت کیا ہوگی کہ وزیر تعلیم جمہوری ہیں!

آپ مطلب نہیں سمجھے۔ مطلب یہ ہے کہ جمہوریت آخر کسی سینگ والے جانور کا تو نام نہیں۔ جمہوریت یعنی عوامیت، جنتائیت، دیسیت۔ گویا جمہوری وہ کام ہیں جن کا تعلق عوام سے ہو۔ تو آپ بتائیے یہ ریلیں، ڈاک خانے، سڑکیں، دکانیں، موٹریں، پنج سالہ اسکیمیں، شرم دان، یوجنائیں وغیرہ وغیرہ جمہوری نہیں تو اور کیا ہیں؟ میں تو کہتا ہوں آج کل کی وسیع تعریف میں رشوت ستانی، چور بازاری، عیاشی وغیرہ بھی ”جمہوریت“ ہی میں آجاتی ہیں۔ آخر رشوت کس نے کس نے لی۔ بھارتی سے بھارتی نے۔ پاکستانی سے پاکستانی نے۔ اغوا کس نے کس کو کیا۔ رام سنگھ نے کملا دیوی کو مسٹر عبد الغنی نے ثریا کو۔ سب جمہوری ہیں دیسی ہیں عوامی ہیں!۔ وزیر وزراء اگر لمبے لمبے

ذوردوں میں لاکھوں خرچ کرتے ہیں تو کس پر۔ عوام پر۔ ریلیں عوام کی۔ کاریں عوام کی۔ سود اسُلف عوام کا۔ تب یہ کہنا کہ جمہوری قوانین پر عمل درآمد نہیں ہے کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ عالی شان محلوں کو نمایاں رکھنے کے لئے جھونپڑیوں کا وجود ضروری سمجھا جائے۔ اور خسروانہ مصلحتوں کی بناء پر بعض باشندوں کی ساتھ ذرا غیر جمہوری طرزِ عمل برتا جائے تو بھیّا:۔

خزاں کے دم سے ہے قائم چمن کی رنگینی
اُجڑ ہی جائے اگر مستقل بہار رہے

۲۷ر جنوری ۵۵ء:۔ خداوندانِ پاکستان نے تجارتی آسانی کی غرض سے روئی کی سٹہ مارکیٹ دوبارہ کھول ڈالی ہے۔

کھولنی ہی چاہئے۔ پچیس سال کے لئے تو ویسے بھی انھوں نے مالیات کے شعبہ سے اسلام کو واک آؤٹ کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن نہ بھی دیتے تو جس خداداد ملک میں ناچ بھی اسلامی۔ تھیٹر بھی اسلامی۔ بار بھی اسلامی۔ عیاشی کے چوبارے بھی اسلامی کہلائے جا سکتے ہوں، وہاں سٹے کا اسلامی ہونا کون سی دشوار بات ہے۔ فی الحقیقت قرآن وسنت کی جو تعبیر و تفسیر امریکن اور لندنی نقطۂ نظر سے پاکستان کے لنڈن رٹرن مفسر اور واشنگٹن رٹرن مُعبّر کر رہے ہیں اس کی رو سے کسی بھی شئی کی حرمت و جواز کا مَدار اس بات پر ہے کہ کونسی چیز کس حد تک "اولی الامر" کی مرضی خواہش اور پسند کے مطابق ہے اور کس حد تک نامطابق۔ دنیا میں جب جنسی عیش اور ہوس کے دیوانوں نے بے قید معیشت بے شرط مباشرت اور بیکراں عیاشی کو مذہب کا نام دیدیا تو سٹے اور ناچ رنگ کو "مذہبی" بنا دینا کونسا مشکل ہے۔

آپ یقین نہیں کریں گے بڑے معتبر راوی کا کہنا ہے کہ مصر کے بعض عالی شان ہوٹلوں میں رات بسر کرنے والے مومنین سے وہاں کے کارندے نہایت صفائی سے پوچھتے ہیں:۔

"فرمائیے فرانسیسی حسینہ چاہئے یا امریکن۔ انگلستانی چاہئے یا عربی؟"

ان مومنین میں بعض داڑھی والے اپنی داڑھی کی عظمت و تقدیس کے خیال سے کہتے ہیں:۔

"عربی"!

کارندہ کہتا ہے:۔

"مانتے ہیں صاحب آپ کو۔ سب سے خاص چیز عربی ہی ہے یہ بالکل اسلامی طریقہ پر آپ کی دلجوئی کرے گی"!

اب غور فرمائیے۔ اگر ہمارے پاکستان سلمہ میں سٹہ وغیرہ اسلامی بن جائیں تو کیا قصور۔ آپ دیکھیں گے اگر اقتدار موجودہ ڈھرّے پر چلتا رہا اور عشقِ اسلام کا ٹٹو اسی طرح بگٹٹ دوڑا کیا تو ایک دن طوائفوں کے کوٹھوں پر آپ کو یہ بورڈ نظر آئے گا۔

"خالص اسلامی طریقہ پر مہمان نوازی قبول فرمائیے"

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

۲۸ر جنوری ۵۵ء:۔ ارشاد فرمایا جناب بخشی غلام محمد وزیر اعلیٰ کشمیر نے بیچ درمیان جالندھر کے بیان اپنے کے ہیں:۔

"ریاست کے حالات اعتدال پر آتے ہی شیخ عبد اللہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی نظر بند نہیں رکھا جائے گا"

اس پر آپ کو شاید وہ کہانیاں یاد آجائیں جن میں کوئی حسین مہ جبین شہزادی کسی عاشق شہزادے سے کہا کرتی تھی کہ میں تم سے فوراً شادی کرلوں گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ فلاں دریا کے پار کوہِ قراقم کے دامن میں پریوں کا طلسم خانہ ہے۔ اس میں سے پریوں کا تاج اُٹھا لاؤ تب میں تمہاری ہوں!

پریوں کا تاج اڑا لینے کی شرط میں تو خیر یہ بھی ممکن تھا۔ اور ممکن کیا ایسا ہی ہوتا تھا کہ عاشق دریا کو چیرتا دیووں سے لڑتا بھوتوں کو مارتا تاج لے آیا کرتا تھا۔ لیکن بخشی صاحب کی اعتدال والی شرط اتنی خوفناک مشکل اور صبر آزما ہے کہ شیخ عبد اللہ کے لئے اس کی تکمیل ممکن ہی نہیں۔ اعتدال کسی طلسم خانے کا نام نہیں کہ اسے کھولنے کی کوشش کی جائے کسی دیو کا نام نہیں کہ اس سے لڑا جائے۔ کسی پہاڑ کا نام نہیں کہ اسے کاٹ کر جوئے شیر لائی جائے۔ یہ تو بالِ ہُما اور عنقا کی نسل کا لفظ ہے جس کا نسب جمہوریت سے اور حسب فرقہ داریت سے ملتا ہے۔ اسی کے لئے غالب نے کہا تھا:۔

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

شیخ عبد اللہ کے ہمدردوں کو چاہئے کہ امریکہ والوں کو لکھیں

دہی کوئی ایسا آرڈیننس بھیج سکتے ہیں جس سے کشمیری حالات کا ٹمپریچر معلوم ہوتا ہے۔ اور جس وقت بھی نقطۂ اعتدال آجائے بخشی صاحب کو وعدہ وفائی پر مجبور کیا جائے۔ پاکستان کو تو امریکہ نے ایسا آرڈیننس بھیج دیا ہے کہ جس سے کرفیو آرڈر سیفٹی ایکٹ اور مارشل لا وغیرہ کے صحیح اوقات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔

۲۹ر جنوری ۱۹۵۵ء:۔ چشم بد دور۔ پنجاب پولیس کے انسپکٹر جنرل مسٹر الیس۔ این عالم صاحب نے گوہر افشانی کی:۔

"اللہ تعالیٰ اور قانون کی نظر میں امیر اور غریب یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے والا کسی پولیس افسر کا بیٹا ہو یا سرمایہ دار اور طاقتور افراد ہوں کسی سے کوئی رعایت نہیں کی جانی چاہئیے۔"

اگر یہ بات بطور تبرک کہی گئی ہے تو مطمئن رہیے پاکستان سے سارے اربابِ اقتدار یہی کہتے ہیں اور پاکستان کے کیا دنیا بھر کے خائن وظالم اور ڈاکو لٹیرے اسی طرح کے خوبصورت نقاب استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ یہاں تک کہ فرعون نے خدا پرستوں کو پھانسیاں دیتے ہوئے مصر میں اپنا موقف ایسا ہی حسین بنایا ہے۔

لیکن اگر یہ بیچ عمل کی خاطر یہ ارشاد ہوا ہے تو ڈریئے اُس عذاب سے جو عنقریب آسمانِ اقتدار سے آپ پر نازل ہونے والا ہے رات کو آپ بے فکر سوئیں گے اور صبح کو اچانک آپ پر منکشف ہوگا کراچی کے فرشتوں نے آپ کو جماعت اسلامی کا کارکن ثابت کر کے سرکاری ملازمت کے ناقابل اور حقوق شہریت سے محروم قرار دیدیا ہے۔ کیونکہ اللہ و رسول کی مقدس باتوں کو عمل کے دائرہ میں کھینچ لانے کا کفر سب سے زیادہ جماعت اسلامی ہی سے سرزد ہوتا ہے اور مملکتِ اسلام میں یہی کافر ہیں جنھیں کسی طرح معاف نہیں کیا جاسکتا۔ خاکم بدہن جب کسی وزیر کا سالا پولیس افسر کا بہنوئی مجرم قرار دیدیا گیا تو اسلام کی آبرو اور مومنین کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ پاکستان کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ جمہوریت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ (ملاحظہ صحبت با...)

ایمان میں خرابی ڈالنے والے اخلاق و اعمال!

معارف الحدیث

از مولانا منظور نعمانی

(۱) عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) بہز بن حکیم اپنے والد حکیم کے واسطے سے، اپنے دادا معاویہ بن حیدہ قشیری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- "غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے۔ جیسے کہ ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے" (شعب الایمان البیہقی)

(تشریح) درحقیقت غصہ ایسی ہی ایمان سوز چیز ہے۔ جب آدمی پر غصہ سوار ہوتا ہے تو اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے وہ تجاوز کر جاتا ہے۔ اور اس سے وہ باتیں اور وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔ جو اُسکے دین و برباد کر دیتی ہیں۔ اور اللہ کی نظر سے اُس کو گرا دیتی ہیں۔

(۲) عَنْ أَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيلَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(ذجمہ) اَوس بن شرحبیل سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ لے اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کہ :- جو شخص کسی ظالم کی مدد لئے اور اُس کا ساتھ دینے کے لئے چلا اور اس کو اس بات کا علم تھا کہ لالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

(شریح) جب ظلم کا ساتھ دینا اور ظالم کو ظالم جانتے ہوئے اسکی کسی قسم کی کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو اسلام سکل جانے والا قرار دیا ہے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ خود ظلم ایمان و اسلام کے کس قدر منافی ہے۔ اور اللہ و رسول کے نزدیک ظالموں کا کیا درجہ ہے۔

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ۔ (رواہ الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔ مومن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا۔ اور نہ فحش گو اور بدکلام ہوتا ہے۔ (ترمذی و شعب الایمان البیہقی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ بدکلامی اور فحش گوئی اور دوسروں کیخلاف زبان درازی، یہ عادتیں ایمان کے منافی ہیں۔ اور مسلمان کو اس سے پاک ہونا چاہئے۔

(۴) عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا قَالَ نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا۔ (رواہ مالک والبیہقی فی شعب الایمان مرسلاً)

(ترجمہ) صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مسلمان بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا:- ہاں! (مسلمان میں یہ کمزوری ہو سکتی ہے) پھر عرض کیا گیا۔ کیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا:- "ہاں! (مسلمان میں یہ کمزوری بھی ہو سکتی ہے)"۔ پھر عرض کیا گیا:- کیا مسلمان کذاب (یعنی بہت جھوٹا) ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا:- "نہیں! (یعنی ایمان کے ساتھ بیباکانہ جھوٹ کی ناپاک عادت جمع نہیں ہو سکتی۔ اور ایمان جھوٹ کو برداشت نہیں کر سکتا

یح) مطلب یہ ہے کہ بخل اور بزدلی اگرچہ بُری عادتیں ہیں۔ لیکن
وں انسان کی کچھ ایسی فطری کمزوریاں ہیں کہ ایک مسلمان میں بھی
لتی ہیں لیکن جھوٹ کی عادت میں اور ایمان میں ایسی منافات
یہ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ
رِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ
بُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ
ا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَغُلُّ
دُکُمْ حِیْنَ یَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاِیَّاکُمْ اِیَّاکُمْ — رواه

جمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
سلم نے فرمایا: نہیں زنا کرتا کوئی زنا کار، جس وقت وہ زنا کرتا
اور وہ اُس وقت مومن ہو، اور نہیں چوری کرتا کوئی چور جب کہ وہ
ی کرتا ہے، اور وہ اس وقت مومن ہو، اور نہیں شراب پیتا کوئی
رابی جب کہ وہ شراب پیتا ہے اور وہ اُس وقت مومن ہو اور نہیں
وٹ کا کوئی مال کہ لوگ اُس کی طرف آنکھیں اُٹھا اُٹھا کر اُس کی
مار کو دیکھتے ہوں، جب کہ وہ لوٹتا ہے اور وہ اُس وقت مومن ہو
ہیں خیانت کرتا خیانت کرنے والا جب کہ وہ خیانت کرتا ہے۔
ہ اُس وقت مومن ہو — پس اے ایمان والو! ان منافی
ِ حرکات سے) اپنے کو بچاؤ! بچاؤ — (بخاری و مسلم)

یہ حدیث بخاری و مسلم ہی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی
یت سے بھی آئی ہے اور اُس میں زنا، چوری، شراب نوشی، لوٹ مار
یانت کے علاوہ قتل ناحق کا بھی ذکر ہے۔ یعنی اُس میں ان الفاظ
اضافہ ہے:۔ "وَلَا یَقْتُلُ حِیْنَ یَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ" (یعنی
قتل کرتا کوئی قتل کرنے والا کسی کو جب کہ وہ قتل کرتا ہے، اور وہ
وقت مومن ہو) (بخاری و مسلم)

یح) مطلب یہ ہے کہ زنا، چوری، شراب نوشی، قتل و غارت گری،
یانت، یہ سب حرکتیں ایمان کے قطعاً منافی ہیں، اور جس وقت
شخص یہ حرکتیں کرتا ہے اُس وقت اُس کے دل میں ایمان کا نور
نہیں رہتا۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ اسلام کے دائرہ سے بالکل نکل کر
میں شامل ہو جاتا ہے — خود امام بخاریؒ نے اس حدیث
کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

لَا یَکُوْنُ هٰذَا مُؤْمِنًا تَامًّا وَلَا یَکُوْنُ لَهٗ نُوْرُ الْاِیْمَانِ

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

(ترجمہ) ان گناہوں کا کرنے والا جس وقت کہ یہ گناہ کرتا ہے اُس وقت وہ پورا مومن نہیں ہوتا۔ اور اُس میں ایمان کا نور نہیں رہتا

اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ ایمان دل کی جس خاص کیفیت کا نام ہے وہ اگر جاندار اور بیدار ہو۔ اور دل اُس کے نور سے روشن ہو تو ہرگز آدمی سے ایسا کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے ناپاک گناہوں کے لئے آدمی کا قدم اُسی وقت اُٹھ سکتا ہے جب کہ دل میں ایمان کی شمع روشن نہ ہو۔ اور وہ خاص ایمانی کیفیت غائب ہو گئی ہو۔ یا کسی وجہ سے بے جان اور مضمحل ہو گئی ہو جو آدمی کو گناہوں سے بچانے والی طاقت ہے۔

بہرحال حدیث پڑھنے والے کو یہ اصولی بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اس قسم کی حدیثیں جن میں خاص خاص بداعمالیوں اور بداخلاقیوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ ان کے مرتکب ہوں اُن میں ایمان نہیں۔ یا یہ کہ وہ مومن نہیں۔ اور اسی طرح وہ حدیثیں جن میں بعض اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص ان کا تارک ہو وہ ایمان سے خالی اور بے نصیب ہے یا یہ کہ وہ مومن نہیں ہے۔ ان کا مقصد و منشا یہ نہیں ہوتا کہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے بالکل نکل گیا۔ اور اب اُس پر اسلام کے بجائے کفر کے احکام جاری ہوں گے اور آخرت میں اُس کے ساتھ ٹھیٹ کافروں والا معاملہ ہو گا۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص اُس حقیقی ایمان سے محروم اور بے نصیب ہے جو مسلمانوں کی اصلی شان ہے اور جو اللہ کو محبوب ہے — اور اس کے لئے نحوی ترکیب میں "کاملاً" یا "تاماً" جیسے الفاظ مقدر ماننے کی بالکل ضرورت نہیں۔ بلکہ ایسا کرنا ایک قسم کی بد ذوقی ہے۔ ہر زبان کا یہ عام محاورہ ہے کہ اگر کسی میں کوئی صفت بہت ناقص اور کمزور درجہ کی ہو تو اُس کو کالعدم قرار دے کر اس کی مطلق نفی کر دی جاتی ہے — خاص کر دعوت و خطابت اور ترغیب و ترہیب میں یہی طرزِ بیان زیادہ موزوں اور زیادہ مفیدِ مطلب ہوتا ہے۔

مثلاً یہی حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا اور چوری اور خونِ ناحق وغیرہ گناہوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

کہ "ان کا کرنے والا جس وقت یہ ناپاک کام کرتا ہے وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا" - اگر بجائے اس کے آپ یوں فرماتے کہ :- "اُس وقت اُس کا ایمان کامل نہیں ہوتا" تو اس میں کوئی زور اور وزن نہ ہوتا - اور ترہیب و تخویف جو حدیث کا مقصد ہے وہ بالکل فوت ہو جاتا ـــــ یا مثلاً چند صفحے پہلے یہ حدیث گذر چکی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اکثر خطبات میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ :- لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ (جس میں امانت نہیں اُس میں ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں، اُس کا دین میں حصہ نہیں) اب اگر بجائے اس کے صریح الفاظ میں یہ فرمایا جاتا کہ :- "جس میں امانت نہیں وہ مومن کامل نہیں - اور جو عہد کا پابند نہیں وہ پورا دین دار نہیں" تو ظاہر ہے کہ اس میں وہ زور اور اثر بالکل نہ ہوتا جو حدیث کے موجودہ الفاظ میں ہے ـــــ بہر حال دعوت، موعظت اور انذار و ترہیب جو ان حدیثوں کا اصل مقصد ہے اُس کے لئے یہی طرزِ بیان صحیح اور زیادہ موزون و خوبصورت ہے -

پس ان حدیثوں کو "کفر کے فتوے" اور فقہ کے "قانونی فیصلے" سمجھنا اور اس بنیاد پر ان گناہوں کے مرتکبین کو ملتِ اسلام سے خارج قرار دینا (جیسا کہ معتزلہ اور خوارج نے کیا ہے) ان حدیثوں کے اصل مقصد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ کلام کی خصوصیات سے ناواقفی اور ناآشنائی کا نتیجہ ہے[1]۔

بعض منافقانہ اعمال وعادات

(۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَةٌ مِنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا عَاھَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ - (رواہ البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عادتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ چاروں جمع ہو جائیں تو وہ خالص منافق ہے - اور جس میں اُن چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اُسکا حال یہ ہے کہ اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، اور وہ اسی حال میں رہے گا - جب تک کہ اُس عادت کو چھوڑ نہ دے ـــــ وہ چاروں عادتیں یہ ہیں کہ جب اُس کو کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اُس میں خیانت کرے - اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے - اور جب عہد معاہدہ کرے تو اُس کی خلاف ورزی کرے - اور جب کسی سے جھگڑا اور اختلاف ہو تو بدزبانی کرے۔

(تشریح) حقیقی اور اصلی نفاق، انسان کی جس بدترین حالت کا نام ہے وہ تو یہ ہے کہ آدمی نے دل سے تو اسلام کو قبول نہ کیا ہو (بلکہ دل سے اُس کا منکر اور مخالف ہو) لیکن کسی وجہ سے وہ اپنے کو مومن و مسلم ظاہر کرتا ہو، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عبد اللہ ابنِ اُبَیّ وغیرہ مشہور منافقین کا حال تھا ـــ یہ نفاق دراصل بدترین اور ذلیل ترین قسم کا کفر ہے - اور انہی منافقین کے بارہ میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ :-

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ

(ضرور بالضرور یہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ڈالے جائیں گے) -

لیکن بعض بُری عادتیں اور خصلتیں بھی ایسی ہیں، جنکو ان منافقین سے خاص نسبت اور مناسبت ہے - اور وہ دراصل اُن ہی کی عادتیں اور خصلتیں ہیں - اور کسی صاحبِ ایمان میں ان کی پرچھائیں بھی نہیں ہونی چاہئے ـــــ پس اگر بدقسمتی سے کسی مسلمان میں ان میں سے کوئی عادت ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ اُس میں یہ منافقانہ عادت ہے - اور اگر کسی میں بدبختی سے منافقوں والی وہ ساری عادتیں جمع ہو جائیں تو سمجھا جائے گا کہ وہ شخص اپنی سیرت میں پورا منافق ہے۔

الغرض ایک نفاق تو ایمان و عقیدے کا نفاق ہے - جو کفر کی بدترین قسم ہے - لیکن اُس کے علاوہ کسی شخص کی سیرت کا منافقوں والی سیرت ہونا بھی ایک قسم کا نفاق ہے - مگر وہ عقیدے کا نہیں - بلکہ سیرت اور کردار کا نفاق ہے - اور ایک مسلمان کے لئے جس طرح یہ ضروری کہ وہ کفر و شرک اور اعتقادی نفاق کی

[1] اس موقع پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا ایک افادہ قابلِ ذکر ہے فرماتے ہیں کہ - احادیث میں جن اعمال یا خصائل کو لازمۂ ایمان قرار دیا گیا ہے - اور اُن کے ترک و نفقدان کی صورت میں "لَا اِیْمَانَ" یا "لَا یُؤْمِنُ" جیسے الفاظ فرمائے گئے ہیں اُن کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ واجب ہیں - اور ان کی جانبِ خلاف حرام (کتاب الایمان)

نجاست سے بچے اُسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ منافقانہ سیرت اور منافقانہ اعمال و اخلاق کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔

اِس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصائل نفاق میں سے چار کا ذکر فرمایا ہے:-

۱- خیانت ۲ جھوٹ ۳ عہد شکنی ۴ بدزبانی۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص میں اِن میں سے کوئی ایک خصلت ہو۔ اُس کو سمجھنا چاہئے کہ اُس میں ایک منافقانہ خصلت ہے اور جس میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہوں۔ وہ اپنی سیرت میں خالص منافق ہے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ۔

(رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:- جو شخص اس عالم میں مرا کہ نہ تو اُس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اُس کی تجویزیں سوچیں اور تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔ (مسلم)

(تشریح) یعنی ایسی زندگی جس میں دعوائے ایمان کے باوجود نہ کبھی راہِ خدا میں جہاد کی نوبت آئے اور نہ دل میں اُس کا شوق اور اُس کی تمنا ہو۔ یہ منافقین کی زندگی ہے۔ اور جو اسی حال میں اس دنیا سے جائے گا وہ نفاق کی ایک صفت کیساتھ جائے گا۔

(۸) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْكُرُ اللّٰهَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا ——— (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ یہ تو منافق والی نماز ہے کہ بے پروائی سے بیٹھا آفتاب کو دیکھتا رہا یہانتک کہ جب وہ زرد ہوگیا اور اُس کے غروب کا وقت قریب آگیا تو نماز کو کھڑا ہوا۔ اور چڑیا کی طرح چار چونچیں مار کے ختم کر دی اور اللہ کا ذکر بھی اُس میں بہت تھوڑا کیا۔ (مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ شوق کی بے چینی سے نماز کے وقت کا منتظر رہے۔ اور جب وقت آئے تو خوشی اور مستعدی سے نماز کے لئے کھڑا ہو اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اس وقت مجھے مالک الملک کے دربارِ عالی کی حضوری نصیب ہے۔ پورے اطمینان اور خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اور قیام و قعود اور رکوع و سجود میں خوب اللہ کو یاد کرے اور اس سے اپنے دل کو شاد کرے ——— لیکن منافقوں کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز اُن کے لئے ایک بوجھ ہوتی ہے۔ وقت آجانے پر بھی اُس کو ٹالتے رہتے ہیں مثلاً عصر کی نماز کے لئے اُس وقت اُٹھتے ہیں جب سورج بالکل ڈوبنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور بس چڑیا کی سی چار چونچیں مار کے نماز پوری کر دیتے ہیں۔ اور اللہ کا نام بھی بس برائے نام ہی لیتے ہیں ——— پس یہ نماز منافق کی نماز ہے اور جو کوئی ایسی نماز پڑھتا ہے۔ وہ مخلص مومنوں والی نہیں۔ بلکہ منافقوں والی نماز پڑھتا ہے۔

(۹) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَهُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ یَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَهُوَ لَا یُرِیْدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔ (رواہ ابن ماجہ)

(ترجمہ) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ جو شخص مسجد میں ہو۔ اور اذان ہو جائے اور وہ اُس کے بعد بھی بلا کسی خاص ضرورت کے

مسجد سے باہر چلا جائے اور نماز میں شرکت کے لئے واپسی کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ابن ماجہ)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ یہ منافقانہ طرزِ عمل ہے۔ پس ایسا کرنے والا اگر عقیدے کا منافق نہیں ہے تو یہ "منافقِ عملی" ہے۔

وسوسے ایمان کے منافی نہیں اور ان پر مواخذہ بھی نہیں!

(۱۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَتَكَلَّمْ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے دل کے بُرے خیالات اور وسوسوں کو معاف کر دیا ہے، اُن پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ جب تک اُن پر عمل نہ ہو۔ اور زبان سے نہ کہا جائے۔

(تشریح) انسان کے دل میں بعض اوقات بڑے گندے خیالات اور خطرات آتے ہیں۔ اور کبھی کبھی منکرانہ و ملحدانہ سوالات و اعتراضات بھی دل و دماغ کو پریشان کرتے ہیں۔ اس حدیث میں اطمینان دلایا گیا ہے کہ یہ خیالات اور وساوس جب تک کہ صرف خیالات اور وساوس ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ ہاں! جب یہی خیالات، خطرات و وساوس کی حد سے بڑھ کر اُس شخص کا قول یا عمل بن جائیں تو پھر اُن پر مواخذہ اور محاسبہ ہوگا۔

(۱۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّیْ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ بِالشَّیْءِ لَاَنْ اَكُوْنَ حُمَمَةً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَكَلَّمَ بِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَهٗ اِلَی الْوَسْوَسَةِ (رواہ ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ کبھی کبھی میرے دل میں ایسے بُرے خیالات آتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اُن کو زبان سے نکالوں؟۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی حمد اور اُس کا شکر ہے جس نے اُس کے معاملہ کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا ہے۔ (ابوداؤد)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ یہ غمگین اور فکر مند ہونے کی بات نہیں، بلکہ اس پر اللہ کا شکر کرو کہ اُس کے فضل و کرم اور اس کی دستگیری نے تمہارے دل کو اُن بُرے خیالات کے قبول کرنے اور اپنانے سے بچا لیا ہے۔ اور بات وسوسہ کی حد سے آگے نہیں بڑھنے دی ہے۔

(۱۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْهُ اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَا یَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ یَتَكَلَّمَ بِهٖ؟ قَالَ اَوَقَدْ وَجَدْتُمُوْهُ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ذَاكَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے دریافت کیا کہ ہمارا حال یہ ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے دلوں میں ایسے بُرے خیالات اور وسوسے پاتے ہیں کہ اُن کو زبان سے کہنا بھی بہت بُرا اور بہت بھاری معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا واقعی تمہاری یہ حالت ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ ہاں! یہی حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ۔ یہ تو خالص ایمان ہے۔ (مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کی یہ کیفیت کہ وہ دین و شریعت کے خلاف وساوس سے اتنا گھبرائے اور اُن کو اتنا بُرا سمجھے کہ زبان سے ادا کرنا بھی اُس کو گراں ہو۔ یہ خالص ایمانی کیفیت ہے۔

(۱۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الشَّیْطَانُ اَحَدَكُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَهٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْیَنْتَهِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کسی کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا

(یہاں تک کہ یہی سوال وہ اللہ کے متعلق بھی دل میں ڈالتا ہے کہ جب ہر چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہے تو پھر اللہ کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ پس سوال کا سلسلہ جب یہاں تک پہنچے تو چاہئے کہ بندہ اللہ سے پناہ مانگے۔ اور رُک جائے۔ (بخاری و مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے وسوسے اور سوالات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور جب شیطان کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ جاہلانہ اور احمقانہ سوال ڈالے تو اُس کا سیدھا اور آسان علاج یہ ہے کہ بندہ شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے۔ اور خیال کو اُس طرف سے پھیر لے یعنی اس مسئلہ کو قابلِ توجہ اور لائقِ غور ہی نہ سمجھے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اللہ جب اُس ہستی کا نام ہے جس کا وجود اُس کی ذاتی صفت ہے۔ اور جو تمام موجودات کو وجود بخشنے والا ہے۔ اُس کے متعلق یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

(۱۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ، فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ لوگوں میں ہمیشہ فضول سوالات اور چون و چرا کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ یہ احمقانہ سوال بھی کیا جائے گا۔ کہ اللہ نے سب مخلوق کو پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جس کو اس سے سابقہ پڑے وہ یہ کہہ کر بات ختم کر دے کہ اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر میرا ایمان ہے۔ (بخاری و مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ مومن کا رویّہ ان سوالات اور وساوس کے بارے میں یہ ہونا چاہئے کہ وہ سوال کرنے والے آدمی سے یا وسوسہ ڈالنے والے شیطان سے اور اپنے نفس سے صاف کہدے کہ اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان کی روشنی مجھے نصیب ہو چکی ہے۔ اس لئے میرے لئے یہ سوال بالکل قابلِ غور نہیں۔ جس طرح کسی آنکھوں والے کے لئے یہ سوال قابلِ غور نہیں۔ کہ سورج میں روشنی ہے یا نہیں؟

غزل

اُمِّ حبیبہ

کیا کہیں کیا ہے وہ حسنِ سیمین بدن
بن چھوئے سیر ہوں جس سے کام و دہن

بے محل تو نہیں میرا دیوانہ پن
زلفِ جانا ں ہے کتنی شکن در شکن

وہ بہاریں ہیں اے دوست ننگِ چمن
جن بہاروں میں پھٹتے نہ ہوں پیرہن

گل کھلانے پہ آیا جو چرخِ کُہن
کھو گئے رہنما لُٹ گئے راہزن

چند خاکی حدوں کا پجاری نہ بن
ساری دنیا ہے انسانیت کا وطن

ان فروزاں چراغوں کی لو کاٹ دو
جنکی ضو سے سلگنے لگے انجمن......

دل پہ کیا منحصر ہر رگ و پے میں ہے
دھیمی دھیمی خلش، ہلکی ہلکی چبھن

تھا تو اپنے ہی ایمان میں کچھ خلل
رکھ لیا حسن کا نام، ایماں شکن

کتنے شاہیں بسیرے کو ترسا کئے
کتنے زاغ و زغن بن گئے نورتن.....

کتنی قبروں پہ چڑھتی رہیں چادریں
کتنے لاشے پڑے رہ گئے بے کفن

برق سے ہو جہاں سازشِ باغباں
کیا کھلائے گا گل ہائے تر وہ چمن

ہو اگر سانس لینے کے قابل فضا
کون کرتا ہے خوش ہو کے ترکِ وطن

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور جماعتِ قادیان

از قمر نہرانی

غالباً آپ اس حقیقت سے واقف ہو چکے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
بار علم وحکمت و بہ لحاظ عزت ومرتبہ عامتہ النّاس میں کس مقام ومرتبہ
حامل تھے - اب آیئے ذرا قادیانی بستیوں کی سیر کریں اور دیکھیں کہ
طرح کفر والحاد کی کمین گاہوں میں بیٹھ کر معصوم اور صالح بندگانِ خدا
ان بستیوں کے باشی گند اُچھال رہے ہیں - اور مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ
ہُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ہ کے مصداق بن کر دنیا کے ایک حصہ کو دعوتِ
دلت ومخاصمت دے رہے ہیں - بانیِ مذہب قادیانی کی گندہ دہنی
ت زنی تو مشہور عالم ہو چکی ہے - اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آچکی ہے
سیدنا مسیح کی حیات سے انکار کرکے دنیا کو آپ کی موت کے داہ بلہ
ہتلا کر دیا جائے - اور آپ کی کرسیِ موعودی پر تو دشمکن ہو جائے -
د سیدنا مسیح اپنے اندر بڑی بڑی قدرت کی نشانیاں رکھتے تھے - تو
ا اُس کرسیِ مسیحی پر دوسرے بیٹھنے والے میں بھی اِن نشانیوں کا ہونا
وری تھا - مگر یہ نشانیاں ایسی نہیں ہیں کہ جو کہیں سے خریدی یا
ت وریاضت کے ذریعہ حاصل کی جاسکیں - لہٰذا اس کے لئے یہ ترکیب
تعمال کی گئی کہ سیدنا مسیح کی تحقیر و تخفیف کرکے ان کے وقار کو گرایا جائے -
کرنا ممکن ہونے کے ساتھ آسان بھی ہے - کیونکہ اس منصوبہ کی تکمیل
لئے یہودیوں کی متعینہ راہ بھی ملتی ہے - جس پر چل کر اپنی منزلِ مقصود
پہونچ سکتے ہیں - پس مرزا صاحب قادیانی نے اس منصوبہ کے تحت
و سیدنا مسیح کے معجزات سے صریحی انکار کر دیا اور اس انکار کے ساتھ
آپ کی تحقیر و تخفیف کے منصوبہ پر بھی عمل ہوتا رہا - ملاحظہ ہو -

(الف) خدا نے اسی امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے
اپنی تمام شان میں بڑا ہے اور اس کا نام غلام احمد رکھا (دافع البلاء صلا)

(ب) لاکھوں ہوں انبیاء مگر بخدا ... سب سے بڑھ کر غلام احمد ہے
ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو ... اس سے بہتر غلام احمد ہے

(ج) اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ... عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم
(ازالۂ اوہام ص۱۳۸)

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے مرزا صاحب قادیانی نے مندرجہ صدر اشعار میں اپنی برتری کا ادعا کیا ہے اس سلسلہ میں "الشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ" کو پیش نظر رکھئے تو آپ کے سامنے یہ حقیقت کھل کر آجائے گی کہ شعراء کو شریعتِ حقّہ میں کونسا مقام حاصل ہے - اور ان کی اتباع کرنے والے کون لوگ ہوتے ہیں اس کے بعد آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں بڑی آسانی ہوگی کہ شعراء کی اتباع سے کیا حاصل ہو سکتا ہے - پھر اس کے بعد مندرجہ صدر اشعار کے مفہوم پر نظر ڈالئے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ مرزا صاحب نے نہ صرف یہ کہ سیدنا مسیح پر اپنی برتری کا اظہار کیا ہے - بلکہ موصوف نے جملہ انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو ممتاز بتایا ہے - جس میں نبی آخر الزماں بھی شامل ہیں - یہاں ایک بات ہر مسلمان کے ذہن نشین رہنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو حضور سید المرسلین کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں - دوسری طرف آپ کی اس نبوت کو نبوت تشریعی قرار دے کر غیر تشریعی نبوت کا سلسلہ جاری رہنے کے قائل ہیں - یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے

کے لئے حضور رسالت مآبؐ کے مناقب بیان کر کے دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں آپ کی برتری کا اعلان کرتے ہیں، تاکہ مسلمان غلط فہمیوں کا شکار ہو کر ان پر ایمان لائیں اور اُن کے دعووں کو سچ مانیں۔ بہرحال ان کی یہ تضاد بیانی ناقابلِ نظر انداز ہے۔ اور آگے ملاحظہ ہو:۔

(الف) مریم کی شان وہ ہے کہ جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگانِ قوم کے اصرار سے بوجہ حمل نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم تورات عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کے پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آئے۔ مگر میں کہتا ہوں یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔

(دوم) جب کہ حمل ہو چکا تو پھر حمل میں نکاح کیوں کیا گیا۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مریم کو ہیکل میں پیٹ ہو گیا چار یا پانچ مہینے کے بعد جب پیٹ بڑھا اور پردہ نہ رہ سکا تو پھر رہا نہ گیا اور ہیکل کے بزرگوں کو معلوم ہو گیا کہ مریم حاملہ ہے۔ انھیں فکر پیدا ہوئی اور جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی شریف خاندان کی کوئی لڑکی حاملہ ہو جائے تو جھٹ پٹ اس کا نکاح کر دیتے ہیں تاکہ ناک نہ کٹ جائے۔ (زندہ نبی صفحہ ۳۱۳)

(ب) یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی سب یوسف و مریم کی اولاد تھی (کشتی نوح کلاں تختی صفحہ ۱۶ اور خورد صفحہ ۳۹ و ۴۰ حاشیہ)

(ج) آپ (یعنی مسیحؑ) کا خاندان بھی نہایت پاک و اطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ حاشیہ)

(د) اور ایک نانی یسوع صاحب کی جو ایک رشتہ سے دادی بھی تھی بنت سبع کے نام سے موسوم ہے یہ وہی پاکدامن تھی جس نے داؤد کے ساتھ زنا کیا تھا۔ (ست بچن صفحہ ۱۶۸ بحوالہ ۲ سموئیل ۱۱-۲)

(ھ) آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو۔ جدی مناسبت درمیان رہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری (کسبی) کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ حاشیہ)۔

(و) یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح وہ نامحرم جوان عورتوں سے ملتا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا وہ ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا اور جب استاد کے سامنے اس کے حسن و جمال کا ذکر کر بیٹھا تو استاد نے اسے عاق کر دیا۔ (اخبار الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء)

(ی) مسیح کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ۔ پیو۔ شرابی نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار۔ متکبر۔ خود بین۔ خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ)

(ے) عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزے لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اور آپ کے پاس سوائے مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶)

(۱) اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۷)۔

(۲) یہ اعتقاد بالکل غلط، فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انھیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ صرف عمل الترب (مسمریزم) تھا۔ جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اُس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔

بہرحال یہ معجزہ ایک کھیل کی قسم سے تھا جو مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔ (ازالۂ اوہام حاشیہ صفحہ ۳۰۲)

(۳) پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازی کے دشمن کو ایک بھلے مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ ان کو نبی قرار دیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹ حاشیہ)

(۴) مسیح کے حالات پڑھو تو یہ شخص اس لائق نہیں ہو سکتا کہ نبی بھی ہو۔ (الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء)

(۵) ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۱۳-۱۴)

یہ ہیں مندرجہ بالا چند نمونے مرزا غلام احمد قادیانی کی گندہ ذہنی کے جس کو آپ پڑھ کر افسوس کئے بغیر نہ رہ سکے ہوں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت مریم علیہ السلام کا دنیا کی عورتوں میں کیا مقام ہے اور سیدنا مسیح کس پایہ کے پیغمبر ہیں۔ خواہ کسی نیت سے کیوں نہ ہو قرآن عظیم کی اس ...

ہوئی تکذیب کسی ایسے شخص کا کام کبھی نہیں ہو سکتا جس کا ایمان قرآن
م پر ہو۔ خیر یہ تو تھے مرزا صاحب کے رشحاتِ قلم کے چند شاہکار جس سے
محظوظ ہوئے۔ اب اور آگے چلئے اور دیکھئے کہ مرزا صاحب سے
رین کا کیا حال ہے۔ سری نگر کشمیر سے مسمٰی عزیز کاشمیری (ادیب فاضل)
ادارت میں ایک پرچہ نکلتا ہے جس کا نام "روشنی" ہے۔ نام تو روشنی
۔ مگر جب آپ اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ پر واضح ہو گا کہ دراصل
پرچہ از سرتاپا تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ باطل کی
ر واشاعت اور حق سے نبرد آزمائی اس کا نصب العین ہے۔ میری نظر
ے جو پرچہ گذرا ہے وہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۳ء کا ہے۔ جو عیسیٰ نمبر کے نام سے
ئع ہوا ہے۔ جس میں از ابتدا تا انتہا اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ
سیدنا مسیح یوسف نجار کی اولاد میں سے تھے۔ وہ مر گئے عطی گاؤں
ان کا مزار ہے۔ ان کی زندگی کی بنیاد ذلت و خواری پر تھی وہ نبی تو
الیڈری کا مقام بھی انھیں حاصل نہیں تھا۔ اُن کا نام عیسیٰ بن مریم ہونے
قرآن عظیم میں عیسیٰ بن مریم سے موسوم کر کے پکارے جانے کا سبب
ہے کہ وہ اُس وقت کے رسم ورواج کے تحت اپنے ننھیال میں پیدا
ئے۔ اُن کی ماں کو رخصتی نہیں دی گئی۔ پس سیدنا مسیح کو ابن مریم سے موسوم
رنا اسی روایت کے مطابق ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الف) ہر دانش مند شخص اب اس سے یہی اندازہ لگائے گا کہ حضرت
مسیح یوسف کے نطفہ سے تھے۔ اگر اُن کے نطفہ سے نہ تھے تو پھر کس کے نطفہ
سے تھے۔ (رسالہ روشنی عیسیٰ نمبر ص۳۳ ماہ دسمبر ۵۳ء)

ب) اب رہا یہ سوال کہ وہ ابن مریم کے نام سے کیوں مشہور و منسوب ہیں
اس کا جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بعض قبائل میں یہ دستور تھا کہ
شادی کے وقت لڑکی کی ڈولی اگر ماں باپ کے گھر سے نہ نکالی جاتی تو وہ
لڑکی خانہ نشین دختر کہلاتی تھی۔ یہ خانہ نشین دختر نہ صرف اپنے دیگر بھائیوں
کے ساتھ برابر کی شریک اور وارث ہوتی تھی بلکہ اُس کی اولاد اُس کے
خاوند کے نام پر نہیں بلکہ اُسی کے نام پر منسوب ہو کر نسل چلاتی تھی۔ (رسالہ
روشنی عیسیٰ نمبر ۲۵ر دسمبر ص۵۲)

ج) حضرت مسیح کی والدہ مریم کی بھی ڈولی ماں باپ نے گھر سے نہیں
نکالی بلکہ معبد کے لئے مریم کو وقف کر کے خانہ نشین بنا دیا گیا تھا اسی اسرائیلی
رواج کے تحت اُس کا خاوند یوسف نجار گھر میں خانہ داماد لایا گیا ہو گا اور
اسی رواج کے تحت حضرت مریم کی اولاد کو اُن کے باپ کے نام سے نہیں
بلکہ ماں کے نام سے منسوب کیا گیا۔ چونکہ حضرت مسیح ابن مریم کے نام سے
مشہور ہو گئے تھے۔ قرآن کریم نے بھی اسی نام سے انھیں پکارا۔ اگر
قرآن صرف مسیح یا عیسیٰ یا مسیح بن یوسف کے نام سے پکارتا تو اس میں شبہ
پڑ جاتا کہ یہ کوئی اور عیسیٰ یا مسیح ہے۔ مسیح ابن مریم نہیں ہے۔ اور جن غلط
فہمیوں کا ازالہ قرآن کرنا چاہتا تھا وہ نہ ہو سکتیں۔ پس قرآن نے حضرت
مسیح کو اُن کے مشہور و معروف نام سے یاد کیا۔ مگر یہ نہیں کہا کہ مسیح کا باپ
نہیں تھا۔ اور وہ قانون فطرت کے خلاف پیدا ہوئے۔ (رسالہ روشنی عیسیٰ نمبرہ
(رسالہ روشنی عیسیٰ نمبر ۲۵ر دسمبر ...)

(د) حضرت مسیح کی مذکورہ بالا تعلیمات پر ایک نظر ڈالنے اور اناجیل
کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ:۔

(۱) حضرت مسیح ایک بڑھئی کے لڑکے تھے (۲) وہ حضرت یحییٰ کے مرید
تھے (۳) اُن کی ساری زندگی میں صرف بارہ آدمی ایمان لائے۔ (۴) حضرت
مسیح کبھی بحیثیت ایک مصلح کے کامیاب نہیں ہوئے (۵) حضرت نہ خود
سوشیل آدمی تھے نہ سوسائٹی یا دنیا کے رہن سہن اور اُس کے مسائل پر
کوئی تعلیم دے سکتے تھے (۶) اناجیل سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نہ لیڈر
تھے، نہ قوم نے کبھی اُن کی لیڈری کو تسلیم کیا (۷) حضرت مسیح نہ خود کبھی سپاہی
تھے نہ جرنیل اور نہ جنگ کے مسائل و مصائب کو جانتے تھے (۸) حضرت
مسیح صرف خدائی بادشاہی کی خوشخبری دینے والے تھے۔ (رسالہ روشنی عیسیٰ نمبرہ
(رسالہ روشنی عیسیٰ نمبر ۲۵ر دسمبر ...)

اور پھر اس کے بعد اور آگے بڑھ کر بحوالہ بائبل بعنوان یسوع کی حیات
اور سیدنا مسیح کی ذلت و خواری کو ظاہر کر کے آپ کی تذلیل کی گئی ہے۔
ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت مسیح شراب پیتے تھے پلاتے تھے (۲) تب اُنہوں (یعنی یہودیوں)
نے اُن (یعنی حضرت مسیح کے منہ پر تھوکا اور اُسے (یعنی حضرت مسیح کو)
مکے مارے اور بعض نے طمانچہ مار کر کہا اے مسیح ہمیں اپنی نبوت سے
بتا کہ تجھے کس نے مارا۔ (رسالہ روشنی ص۴۹ مورخہ ۲۵ر دسمبر ۵۳ء)

اب ہم آگے بڑھنے سے پہلے آپ کو بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔
یہ گروہ وہ ہے جو یہود کی متعین کردہ راہ پر گامزن ہو کر جس طرح قوم یہود
نے سیدنا مسیح پر بہتان بندی کر کے اُن کے وقار کو دھکا پہنچانے کی
کوشش کی تھی۔ اسی طرح یہ گروہ بھی بائبل اور دیگر کتب تواریخ مصنفہ
علماء یہود سے استدلال کر کے سیدنا مسیح کے وقار کو گرانے اور دھکا
پہنچانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ دراصل یہ گروہ اُن دم کٹی لومڑیوں
کے ریوڑ کی سی حیثیت رکھتا ہے جو اوروں کو دھوکہ دے کر اُن کی دُمیں
کٹوا دیتا ہے۔ پھر جب کسی کی دُم کٹ جاتی ہے تو وہ بھی اس ریوڑ کا

ایک رکن بن کر اوروں کی ذہن کو ڈالنے کی مہم پر متعین ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عام طور پر اس گروہ کے متعلق یہ غلط پروپیگنڈہ پھیلائی گئی ہے کہ یہ دور دراز مقامات میں پہنچ کر تبلیغ اسلام کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور بے اصل ہے اگر یہ گروہ تبلیغ کرتا بھی ہے تو صرف اپنے دین اور اپنے عقیدہ کی جیسا کہ خلیفہ قادیان نے اپنے مریدوں سے اپیل کی ہے۔ اور غالباً ایسا اقرار نامہ بھی لکھوا لیا ہے۔

ان دنوں اس سلسلہ میں اس گروہ کے دو طبقات کا نام لیا جاسکتا ہے۔ جس میں ایک تو خود قادیانی طبقہ ہے جو خلیفہ قادیان کے زیر قیادت کام کر رہا ہے اور دوسرا وہ طبقہ ہے جو صدیق چن لشو لشور ہونے مریدوں کا ہے۔ جو طبقہ خلیفہ قادیان کی زیر قیادت ہے وہ صرف غلام احمد قادیانی پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ مگر وہ دوسرا گروہ غلام احمد قادیانی کے ساتھ صدیق چن لشو لشور پر بھی ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ جس کا صدر مقام محلہ آصف نگر منحلات حیدرآباد دکن ہے جو دین دار انجمن خانقاہ سرور عالم کے نام سے مشہور ہے۔ ملاحظہ ہو خلیفہ قادیان نے اپنے مریدوں سے جو مطالبہ ہے وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) ہندوستان سے باہر ہر ایک ملک میں ہم اپنے واعظ بھیجیں۔ مگر میں اس بات کے کہنے سے نہیں ڈرتا کہ اس تبلیغ سے ہماری غرض سلسلہ احمدیہ کی صورت میں اسلام کی تبلیغ ہو۔ میرا یہی مذہب ہے جو حضرت مسیح موعود کے پاس رہ کر اندر یا باہر ان سے بھی یہی سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اسلام کی تبلیغ یہی میری تبلیغ ہے۔ پس اسی اسلام کی تبلیغ کرو جو مسیح موعود لایا (منصب خلافت تقریر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان)

(۲) ایمان کے لحاظ سے تو تمام انسان برابر ہیں کوئی چھوٹا کوئی بڑا مگر سیاسی اعتبار سے جو شخص کسی قسم کا اثر رکھتا ہے اس کے احمدی ہونے سے بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس کا دوسروں پر اثر ہوتا ہے اس کے ذریعہ اس کے حلقۂ اثر میں احمدیت پھیل سکتی ہے۔ پس ہر شخص اپنے طبقہ کو لے۔ اس میں سے احمدی بنائے تاکہ جماعت کی ترقی ہر طبقہ میں یکساں طور پر ہو۔ زمیندار زمینداروں کو احمدی بنائے افسر افسروں کو احمدی بنائے۔ مزدور مزدوروں کو احمدی بنائے۔ عالم عالموں کو احمدی بنائیں۔

(۳) پس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر احمدی اقرار کرے کہ وہ سال میں دوگنا ہونے کی کوشش کرے گا۔ اسی لئے میں نے تجویز کی تھی کہ ایسے لوگ کھڑے ہوں جو یہ اقرار کریں اور اپنے نام لکھوا دیں۔ جس طرح چندہ دینے کے لئے نام لکھاتے ہیں کہ ہم اتنا چندہ دیں گے اسی طرح تبلیغ کے متعلق اقرار کریں کہ کم از کم سال میں ایک آدمی کو احمدی بنائیں گے اور جو زیادہ بنا سکیں گے وہ زیادہ کے لئے اقرار کریں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اپنے پایہ اور اپنے حلقہ کے لوگوں کو احمدی بنائیں۔ زمیندار زمینداروں کو احمدی بنائیں۔ وکیل وکیلوں کو۔ ڈاکٹر ڈاکٹروں کو انجینیر انجینیروں کو۔ پلیڈر پلیڈروں کو۔ اسی طرح چند سالوں میں ایسا عظیم الشان تغیر پیدا کیا جاسکتا ہے کہ طوفان نوح بھی اس کے سامنے مات ہو جائے۔ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار "الفضل قادیان جلد ۱۶ نمبر ۶۵ مورخہ ۱۵ر فروری ۲۹ء)

ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد غالباً آپ اپنے ذہن اور دماغ سے اس غلط فہمی کو نکال پھینکنے کی ضرور کوشش فرمائیں گے۔ جس میں بسلسلہ تبلیغ اسلام غلط پروپگنڈہ کی بنا پر مبتلا ہو چکے تھے کہ دراصل گروہ قادیانی مسلمان ہے اور تبلیغ اسلام کرتا ہے۔ اس خصوص

یں اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ قادیانی گروہ صرف اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اس گروہ کے نزدیک بقیہ وہ تمام انسانیت جو غلام احمد قادیانی کی موعودیت پر ایمان نہیں رکھتی کافر ہے۔ پس اگر کوئی قادیانی ہم اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں کہتا ہے تو ضرور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ اسی اسلام کی تبلیغ کرتا ہے جو غلام احمد قادیانی کا ہے۔ اب آیئے ہم حقیقی یا قرآنی اسلام اور قادیانی اسلام کا جزوی جائزہ لیں۔ اور صرف اسی حد تک دیکھیں کہ سیدنا مسیح اور آپ کی والدہ کے متعلق قرآنی اسلام نے مسلمانوں کو کیا عقیدہ دیا ہے۔ اور قادیانی اسلام اس کی کس حد تک تصدیق یا تردید کرتا ہے۔

قرآنی اسلام

(۱) قرآن کہتا ہے، حضرت مریم پاکیزہ طینت خدا کی اطاعت گذار صالحات میں سے تھیں وہ بدکار نہیں تھیں

(۲) قرآن کہتا ہے، حضرت مریم کو کسی مرد نے نہیں چھوا۔ یہ با عصمت تھیں۔ ان کو جو حمل ہوا وہ اللہ کے حکم لفظ "کُن" سے ہوا۔

(۳) قرآن کہتا ہے، خاندان عمران کو دنیا کے دیگر خاندانوں پر اور بالخصوص اس خاندان میں حضرت مریم کو دنیا کی دیگر عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

(۴) قرآن کہتا ہے قانون فطرت کے خلاف جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو لفظ "کن" سے پیدا کیا گیا۔ اسی طرح سیدنا مسیح کی پیدائش ہوئی۔

(۵) قرآن کہتا ہے، سیدنا مسیح اللہ کے ایک صالح بندے اور اللہ کے رسول تھے۔ اور یہ کلمۃ اللہ اور اس کی راست پھونکی ہوئی روح ہیں۔

(۶) قرآن کہتا ہے، سیدنا مسیح کی رسالت کی تصدیق منجانب اللہ بذریعہ معجزات ہوئی۔ خرق عادت انسانی جو کچھ ان سے سرزد ہوا وہ اللہ کی طرف سے موصوف کو دیا گیا تھا۔

قادیانی اسلام

قادیانی اسلام کہتا ہے، حضرت مریم بدکار تھیں انکو ہیکل میں ناجائز حمل ہوا تھا۔

قادیانی اسلام کہتا ہے، مریم زناکار تھیں۔ جس کے نتیجہ میں حاملہ ہوئیں۔ اس کے بعد اس حمل کی پردہ پوشی کے لئے یوسف نجار سے نکاح ہوا۔

قادیانی اسلام کہتا ہے، مریم کا خاندان ذلیل طوائفین کا تھا۔ سیدنا مسیح کی نانی، دادی سب کسبیاں تھیں۔

قادیانی اسلام کہتا ہے، سیدنا مسیح کا حمل زنا سے ہوا۔ اور آپ کا باپ یوسف نجار تھا۔ اس کی پیدائش قانون فطرت کے مطابق ہوئی۔

قادیانی اسلام کہتا ہے سیدنا مسیح بددیانت، جھوٹے۔ شرابخوار فاحشہ عورتوں سے تعلق رکھنے والے تھے یہ نبی تو کجا ایک بھلے مانس انسان یا لیڈر قوم کی حیثیت بھی نہیں رکھتے تھے۔

قادیانی اسلام کہتا ہے، سیدنا مسیح سے جو کچھ اعمال خرق عادت انسانی صادر ہوئے وہ مسمریزم وغیرہ کے تابع تھے یہ مامور من اللہ ہونے کی علامت نہیں تھے ان کو معجزات نہیں کہا جا سکتا۔

ہم نے اوپر جس توازن کو پیش کرکے موازنہ کیا ہے اس سے یہ بات ظاہر ہو چکی کہ قرآنی و قادیانی اسلام میں کس قدر بُعد و تضاد ہے اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ قادیانی گروہ کو قرآنی آیات پر ایمان نہیں۔ اور اگر اس گروہ کا ایمان ہے بھی تو ان الہامات پر ہے جو غلام احمد صاحب قادیانی پر ہوئے۔ چنانچہ اس کی تازہ مثال رسالہ روشنی سری نگر کا وہ پرچہ ہے جس کا ہم نے اوپر اقتباس پیش کیا ہے۔ پس اس لحاظ سے اس گروہ کے جملہ افراد کا شمار آیاتِ قرآنی کی تکفیر کرنے والوں میں ہو جاتا ہے۔ پس قرآن اللہ کی آیات پر ایمان نہ رکھنے والوں کا حسب ذیل مقام متعین کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تا هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ النحل۔ رکوع ۱۴)

(ترجمہ) بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے اللہ اُن کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور اُن کے لئے دردناک عذاب مخصوص ہے۔ دروغ بندی تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کا اللہ کی آیات پر ایمان نہیں ہوتا اور وہی جھوٹے ہوتے ہیں جو لوگ ایمان لانے کے بعد اللہ کی نافرمانی کریں اُن پر اللہ کا غضب ہے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔ باستثناء اُن لوگوں کے جن کو مجبور کیا گیا ہو۔ مگر اُن کے دل میں ایمان برقرار ہو۔ ہاں جو لوگ شرح صدر کے ساتھ یعنی دل کھول کر نافرمانی میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کے لئے بڑا عذاب مقرر کیا گیا ہے۔ اِس کی (یعنی خدا پر ایمان رکھنے کے باوجود نافرمانی کی) وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور محبوب رکھا۔ اللہ ایسی نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مُہر لگادی ہے ان کا شمار غافلوں میں ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں بھی خسارہ میں رہیں گے۔

مندرجہ صدر آیات کے لحاظ سے آپ پر اچھی طرح

واضح ہو چکی ہوگی کہ جو قوم اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود اللہ کی آیات پر یقین نہیں رکھتی اور آیات بینات کے خلاف عمل کرتی ہے وہ ضرور خدائی عذاب کی مستحق ہے۔ ایسی قوم کو کبھی ہدایت کے راستہ پر نہیں چلایا جائے گا۔ اس کا شمار کا ذہین میں ہوگا اس کے لئے دُکھ دینے والا عذاب مقرر کیا جا چکا ہے۔ آخرت میں بھی یہ لوگ خسارہ میں رہیں گے۔ اگر آپ ان آیات پر ذرا گہری نظر ڈالیں تو آپ کے سامنے یہ بات خود بخود کھل کر آجائے گی کہ اس کا اطلاق کن کن لوگوں پر ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا مصداق ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو خدا کی توحید پر ایمان لانے کے بعد جزاً یا کلاً قرآن عظیم کی آیات کی سچائی کو نہیں مانتا اور اس کی اطاعت نہیں کرتا۔ جب کہ اس کے معنیٰ و مفہوم کو پھیلایا جائے۔ لیکن ہم یہاں اس کو وسعت دینا نہیں چاہتے۔ چونکہ ہم یہاں ایک مخصوص طبقہ یعنی جماعت قادیانی سے بحث کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم جب اس طبقہ کے مالہٗ و ماعلیہ پر غور کرتے ہیں تو اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ شاید یہ آیات اسی طبقہ کے لئے نازل کی گئی ہوں ہم نے اوپر اس طبقہ کو دُم کٹی لومڑیوں کا مصداق قرار دیا ہے۔ ممکن ہے آپ بھی اس کی اصلیت کو جانتے ہوں کہ کس طرح ایک ہوشیار لومڑی اپنی نادانی کے سبب اپنی دُم کٹوا چکی ہو۔ تو اوروں کو بھی اس عیب میں ایک پُر فریب چال چل کر مبتلا کر دیتی ہے اس طرح ایک سے دُو دُو سے تین ہوتے ہوتے اِن دُم کٹی لومڑیوں کا ایک انبوہِ کثیر تیار ہو جاتا ہے اور ان کا بنیادی عقیدہ اور زندگی کا نصب العین ہی یہ ہو جاتا ہے کسی طرح کیوں نہ ہو اپنے ہم جنس کی دُم کٹوا دی جائے اور کوئی فرد بھی ایسا باقی نہ رہے جو دُم والا کہلانے کا مستحق ہو۔ چونکہ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جب کسی لومڑی کی دُم کٹ جائے تو وہ نہ تو دوبارہ خود سے بڑھ سکتی ہے نہ کسی طریقہ سے اُس کو بڑھایا جا سکتا ہے لہٰذا اس کے لئے یہی صورت بہتر ہوئی کہ ہم جنس میں سبھوں کی دُمیں کٹوا دی جائیں پھر کوئی لومڑی بھی دُم والی ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے پس قرآن عظیم کا یہ کہنا کہ ایسے گروہ کو اللہ ہدایت نہیں دیگا ایک کلیہ قرار پا جاتا ہے جو قضا و قدر کے تابع کر دیا گیا ہے۔ ورنہ باری تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں۔

الغرض خلیفۂ قادیان سے ایسی توقع رکھنا کہ وہ دلائل و براہین کے دیکھ لینے کے بعد باطل سے مُنہ موڑ لیں گے۔ اور حق کو قبول کر لینگے بے اصل بات ہے چونکہ ہمارے پاس ایسے شواہد موجود ہیں جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس طبقہ کے اکثر و بیشتر افراد دنیوی لالچ میں مبتلا ہو کر اپنے دین و ایمان کو خیرباد کہہ بیٹھے ہیں۔ ان کی نزدیک آخرت کے مقابلہ میں دُنیوی حیات محبوب تر ہے جیسا کہ قرآن عظیم نے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا ہے ان کی بصارت قلبی پر مُہر لگی ہوئی ہے۔ پس ہم اس سلسلہ میں عامۃ المسلمین کو اس حقیقت سے مطلع کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ وہ اِن دُم کٹی لومڑیوں سے بچتے رہیں۔ ان کا پُر فریب جال ہمرنگِ زمین ہوتا ہے۔ پہلے تو یہ سادہ لوح مسلمانوں کو نام نہاد ہمدردی و ایثار سے متأثر کر دیتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ رسالت مآب صلعم کے محامد و محاسن بیان کرنے کے بعد امام وقت کی بیعت پر زور دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد میدان صاف پاتے ہیں تو اپنے عقیدے کی تبلیغ شروع کر دیتے ہیں۔ انشاء اللہ ہم آئندہ امامِ وقت مثیل انبیاء سے بحث کریں گے۔

امریکہ میں کیسا اسلام پیش کیا جائے

ابو محمد امام الدین، رام نگری

آپ عنوان کو دیکھکر پریشان ہوں گے کہ کیسا سوال ؟ اور
ہیں گے کہ کیا اسلام کی بھی مختلف قسمیں ہیں ؟ اسلام کی قسم تو دراصل
یک ہی ہے ۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی مصلحت ، اپنے اپنے مفاد ، اور
پنے اپنے ذوق کے مطابق اسلام کی بہت سی قسمیں قرار دے رکھی ہیں
انچہ ہندوستان کا اسلام اور قسم کا ہے ، پاکستان کا اور قسم کا ، ایران
ور ترکی کا اور قسم کا ، عرب اور شام کا اور قسم کا اور مصر و انڈونیشیا کا اور
سم کا ، روس اور چین کا اور قسم کا ، آپ اسے مبالغہ یا خیال آرائی نہ سمجھیں
ایک مسلم حقیقت ہے جو عرض کی جا رہی ہے ، مختصر تفصیل
لاحظہ ہو ۔

ہندوستان کے اسلام کے مطابق ہندوستان کی جماعت
سلامی جو کتاب وسنت اور اسوۂ صحابہ کی بے آمیز دعوت دیتی ہے
رجیوں ، معتزلیوں ، جہمیوں ، قادیانیوں اور مرزائیوں سے ہزار درجہ
سلام باختہ ہے ، اور اپنے مصالح کا تقاضا ہو تو آخری سلوک کی مستوجب
ں ۔ ملاحظہ ہوں ہندوستانی علماء و اکابر اسلام کے فتاوے اور
یانات ۔

پاکستان کے اسلام کے مطابق مولانا مودودی جو تمام دنیائے
سلام میں اسلام کے بے بدل عالم ، متفکر و متکلم اور ممتاز داعی تسلیم
کئے جاتے ہیں ، قابل دار و رسن ہیں ، اور بدرجۂ رعایت لائق قید و
ند ۔

مصر کے اسلام کے مطابق فرعونیت کے علمبردار کرنل الناصر
کے نزدیک نہیں جامع ازہر کے علماء و شیوخ کے فتوے کی رو سے
بھی مصر کے اخوان المسلمون جو عرب اور شام تک اسلام کی نشاۃ ثانیہ
کے داعی سمجھے جاتے ہیں کافر و زندیق اور گردن زدنی ہیں ۔

روس کے اماموں اور شیخ الاسلاموں کے اسلام کے مطابق
روس کی اشتراکیت ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل
منہ کا حقیقی مورد ہے ، چین کے ائمہ اور علمائے دین کے اسلام
کے مطابق چین کا نظام حیات خلافت راشدہ کے نظام زندگی سے
زیادہ خالص اسلامی ہے ، شوہر مسلمان تو بیوی بدھسٹ ، بیوی مسلمان
تو شوہر نصرانی ۔

اسی طرح ایران ، ترکی اور انڈونیشیا کی حکومت وسیاست
خالص اسلامی ہے ، اور ان تمام ممالک کے اسلام پسند فاسق و فاجر
فتنہ پرداز اور بد دین ہیں ، اور اس لائق کہ کرنل الناصر کی طرح فوجیوں
کی نام نہاد عوامی عدالت کے حکم سے ان سب کو مشین کا نشانہ بنا دیا جائے
کیا ان تفصیلات میں کوئی مبالغہ گوئی اور خیال آرائی کو دخل
ہے ؟ اگر ایسا نہیں تو پھر آپ کو اس بات کے ماننے میں کیا تأمل ہو سکتا
ہے کہ اسلام کی مختلف قسمیں ہو گئیں ؟ ایسی حالت میں یہ سوال بالکل ضروری
اور برمحل ہے کہ امریکہ میں کیسا اسلام پیش کیا جائے ۔

میرے نزدیک امریکہ کو دو قسم کے اسلام کی ضرورت ہو سکتی ہے
ایک قسم کے اسلام کی ضرورت امریکہ کے ارباب حکومت وسیاست
کو ہے اور دوسری قسم کی ضرورت امریکی عوام کو ، امریکہ کے سیاست
داں اور حکمراں طبقے کو ایسے اسلام کی ضرورت ہے جو امریکی حکومت و
سیاست کا داعی اور نقیب ہو ، جو امریکی حکومت وسیاست کا

کا علم اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے پاکستان، ایران، شام عرب، مصر، عراق اور ترکی میں پھرتا رہے، اور ان ممالک کے مسلمانوں کو یقین دلاتا رہے کہ امریکہ کی حکومت اسلام کی محافظ و سرپرست ہے، وہاں اسلام کو جو اطمینان وسکون اور حریت و آزادی حاصل ہے وہ مکہ مدینہ میں بھی اسلام کو میسّر نہیں، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ امریکہ کے سیاستدانوں اور حکمرانوں کو ایک ایسے لچکدار قومی اسلام کی ضرورت ہے جو امریکہ کے نظامِ زندگی کے چوکھٹے میں ٹھیک ٹھیک فٹ ہوجائے اور امریکی نظامِ زندگی کی فلک بوس چھت کو جہاں کہیں بھی ستون کی ضرورت ہو اسلام آگے بڑھ کر اپنا شانہ پیش کردے۔

ایسے اسلام کی ضرورت تو امریکہ کے اربابِ سیاست و حکومت کو ہے، لیکن امریکی عوام کے لئے ایسا اسلام کچھ بھی مفید وکارآمد نہ ہوگا، ان کے لئے تو وہاں پہلے سے عیسائیت موجود ہے جس نے خدا اور خدا کے بھیجے ہوئے دین کیلئے گرجا کی چہار دیواری پر قناعت کرلی ہے، جہاں وہ ہر ہفتہ جاتے ہیں، پادریوں کے مواعظ سنتے ہیں، اور خدا سے زندگی میں دنیا کی خوش حالی اور آخرت میں خدا کی بادشاہت میں داخلے کی دعائیں مانگتے ہیں، اور جہاں دورانِ جنگ میں شکست وہزیمت کا خطرہ لاحق ہونے پر امریکہ کا حکمران طبقہ بھی حاضری دیتا ہے اور گڑگڑا گڑگڑا کر خدا سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتا ہے، اور اخبارات و رسائل میں امریکہ کی خداپرستی اور دین نوازی کی تصویریں شائع ہوتی ہیں، امریکہ کے عوام کو ایسے اسلام کی ضرورت ہے جو قومی نہ ہو بلکہ قرآنی اور نبوی ہو، یعنی جو انسانی نظامِ زندگی کا پیوند یا محض لیبل نہ ہو بلکہ نیچے سے اوپر تک اور اندر سے باہر تک اسلام ہی اسلام ہو، جو سیاست بھی ہو اور معاشرت بھی، تمدن بھی ہو اور تہذیب بھی، سائنس بھی ہو اور علم وفن بھی، دفتر بھی ہو اور عدالت بھی، امن بھی ہو اور جنگ بھی حاصل یہ کہ جو اپنے اندر پوری انسانی زندگی کو اپنے رنگ میں رنگ دینے کی استعداد اور صلاحیت اور ظرف وحوصلہ رکھتا ہو، حقیقی اور سچے اسلام کا یہی مقام اور اس کی یہی خصوصیت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ھوالذی ارسل رسولہ　　وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو
بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ　　ہدایت اور سچا دین دے کر
علی الدین کلہٖ　　ادیان ومذاہب پر

اسلام کی صحیح پوزیشن یہ نہیں کہ وہ ہر ملک کے نظا
سامنے سرجھکا کر اس کی اطاعت وماتحتی قبول کرلے او
حیثیت پر قانع ہوجائے۔ اس کی اصل پوزیشن اور اس
مقام یہ ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو غالب اور صاحب
اگر امریکہ کو اسلام کی ضرورت ہے اور یقیناً ضرورت
قومی اسلام ہرگز نہیں پورا کرسکتا۔ وہاں حقیقی ہی اسل
کارآمد ہوسکتا ہے۔

اگر مسلمانوں کے سامنے بحیثیتِ ملّی اپنی حقیق
اسلام موجود ہوتا اور مسلمانوں کی نظر اپنے بلند موقف پر
تعجب نہ تھا کہ مادّیت پرستی کی ماری دنیا اسلام کی جانب
اس میں شک نہیں کہ نوعِ انسانی نفس پرستی میں بری
اور یہی اس کی زندگی کا مرکز ومحور بنی ہوئی ہے، لیکن اس
نہیں کہ اسی کے ساتھ روحِ انسانی ایک شدید قسم کی تش
کررہی ہے اور کسی آبِ حیات کے لئے مضطرب ہے،
خبر نہیں کہ اس کی تشنگی کی حقیقت کیا ہے اور وہ
حیات ہے جس کے لئے وہ تڑپ رہی ہے، اگر اس پیا
کے سامنے صحیح اور مکمل اسلام پیش کیا جائے اور اس کو پیش
اپنی دعوت کی پشت پر ایک مثالی اسلامی معاشرہ بھ
تو پیاسی انسانیت بے اختیار پکار اٹھے "یہی ہے و
جس کے لئے اس کی روح بیقرار ہے"

اس طرح کے بیشمار انسان دنیا کے ہر ملک میں
میں بھی ہیں، اگر اہلِ امریکہ کا رجحان اسلام کی طرف ہوچکا
اسلامی دعوت کی کامیابی کا امکان نظر آرہا ہے تو آ
کہ وہاں وہی اسلام کامیاب ہوسکتا ہے جو اپنی تعلیمات
کامل اور مکمل ہو۔ اسلام کی ایسی عمارت جس کے سقف
ہوں، جس کا کوئی گنبد اور مینار قائم ہو تو کوئی ٹوٹا ہوا
ہندوستانی وضع کا ہو تو کوئی ترکی وضع کا، اس کا کوئی در
طرز کا ہو تو کوئی مصری نقشے کا، وہ امریکی باشندوں کو
متوجہ نہیں کرسکتی، نہ ان کی نظروں میں کوئی وقار

اہل امریکہ کو وہی سر بفلک عمارت اپنی طرف مائل کر سکتی ہے جو سرتا سر اس نقشے کے مطابق ہو، جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مقدس ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا۔

افسوس اور حسرت کی بات یہ ہے کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ کرنیوالوں اور مسلمانوں کے امام و پیشوا کہلانیوالوں کا خود اسلام پر یقین و اعتماد نہیں ہے۔ وہ اسلام سے متعلق اپنی بدظنی اور بدگمانی کی بناء پر یہ قطعی فیصلہ کر چکے ہیں کہ اب دنیا میں بحیثیت نظام زندگی اسلام کے قبول کئے جانے اور اس کے غالب اور با اقتدار ہونیکا کوئی امکان نہیں، اسی لیئے دوسرے کر غالب اور با اقتدار اصول و عقائد اور نظام زندگی کا جتنا جتنا دباؤ ان پر پڑتا جاتا ہے وہ یکے بعد دیگرے اسلامی خطوط کو چھوڑتے پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں، اور وہ جس مقام موقف پر بھی ہوتے ہیں اسی کے استحکام و استحفاظ کو اپنا آخری نصب العین قرار دے لیتے ہیں، اور اسی کی کامیابی کو وہ اپنی انتہائی کامیابی سمجھتے ہیں، لیکن جب ان پر مزید دباؤ پڑتا ہے تو پھر وہ دو چار خطوط پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور وہاں بھی ان کی فکر و تصور اور سعی و کوشش کا وہی انداز ہوتا ہے جو اس سے پہلے کے مقام و موقف پر تھا، وہ یہ سوچنے کی سعی و زحمت ہی نہیں کرتے کہ یہ دنیا عقائد و افکار اور دستور و نظام کی ایک رزم گاہ ہے۔ اس رزم گاہ میں باقاعدہ اور بے قاعدہ پسپائی کی روش اور پالیسی پر کسی نظام عقائد و عمل کی حفاظت نہیں کی جاسکتی، اگر اسلام کو زندہ اور باقی رکھنا ہے تو اپنے اندر کم از کم اتنا حوصلہ اور ایثار و اخلاص پیدا ہی کرنا ہوگا، جس کا ثبوت دین باطل کے پیرو دے رہے ہیں، اور اسلام کا عمل لیکر آگے بڑھنے کی پالیسی پر عمل کرنا ہوگا، اور اس کے لئے بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی، مسلمانوں کو از سر نو اسلام پر ایمان لانا چاہیئے۔

جنوری کے ماہنامہ "تجلی" میں امریکہ کے دعوت اسلام کے مسئلہ پر میرا جو مضمون شائع ہوا ہے، اسمیں میں نے اس مسئلہ پر اظہار خیال کیا ہے کہ اتنا اہم اور ذمہ داری کا کام انفرادی طور پر نہ انجام پاسکتا ہے اور نہ اس کے انجام دینے کی کوشش صحیح ہے، اس کام کا اہتمام و انتظام کسی ذمہ دار ادارہ کو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہیئے اس کے لئے میں نے جماعت اسلامی کو موزوں سمجھتے ہوئے بھی دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ العلماء کے نام پیش کئے ہیں۔

یہ مضمون اسی مضمون کے تتمہ کے طور پر سپرد قلم کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ امریکہ میں اسلام کو پیش کیا جاتا ہے تو ہندوستان کا قومی اسلام نہیں بلکہ حقیقی اسلام پیش کیا جانا چاہیئے۔

الاخوان المسلمون کی دعوت

حسن البناشہید کی زبانی

الاخوان المسلمون جو اس وقت بلاشک و شبہ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی دینی جماعت ہے، جس کے ارکان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز ہے اور جس کے مراکز تقریباً تمام عرب ممالک میں قایم ہیں، ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ اسمٰعیلیہ میں قایم ہوئی، اس کے بانی شیخ حسن البنا شہید اپنے علم و فضل اور اپنے جذبۂ و اخلاق کی وجہ سے اپنے ماحول میں ممتاز او معزز تھے اور لوگ ان کے اخلاص خصائل حمیدہ سے پہلے ہی متأثر تھے، پہلے کئی سال تک وہ انفرادی طور پر حالات کا مطالعہ کرنے، فکر کو پختہ کرنے اور پھر اپنے حلقۂ اثر میں اپنی بات پہونچانے کا کام کرتے رہے اور کسی جماعت کی تشکیل نہ کی اس دور کے متعلق شیخ حسن البنا خود ایک جگہ کہتے ہیں:—

میرے یہ خیالات عرصہ تک میرے دل کی باتیں بنی رہیں، یہ میری روح مضطر کی مناجاتیں تھیں، اور میں اپنے ہی آپ سے سب کچھ کہا کرتا تھا، اس کے بعد رفتہ رفتہ اپنے اطراف کے بہت سے لوگوں میں یہ باتیں پھیلائیں اور اس طرح اس فکر نے انفرادی دعوت کی شکل اختیار کرلی۔

یہ مرحلہ چند سال بعد ختم ہوگیا اور ۱۳۴۷ھ میں جماعت کی بنیاد رکھ دی گئی الاخوان المسلمون کا مقصد دنیا میں اسلامی نظام حیات برپا کرنا ہے اور ان کے سامنے دین کا وہی اصلی اور حقیقی تصور ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا، اخوان مذہب دین اور دنیا کی علیحدگی کے قائل ہیں، نہ مذہب و سیاست کی تفریق کے روادار ہیں نہ روحانی ترقی کے لئے دنیا اور دنیا سے گریز کو ضروری سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے برعکس ان کی جماعتی تنظیم اور ان کی فکر زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی ہے اور وہ ہر معاملہ میں اسلام سے رہنمائی چاہتے ہیں۔

ہمہ گیر فکر صدیوں کے انحطاط اور تہذیب و تمدن کے اثرات کے تحت مسلمان معاشرے کے مختلف طبقات اسلام کے متعلق جن گوناگوں غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں وہ ہر مسلمان ملک میں پائی جاتی ہیں، اور جہاں جہاں بھی دین کو اس کی اصلی اور حقیقی شکل میں پیش کرنیکی کوشش کی گئی ہے ہر جگہ ان حلقوں کی طرف سے ایک ہی طرح کے اعتراضات کئے گئے ہیں، اور داعیان حق نے ایک طرح کے الفاظ میں ان کے جوابات دیتے ہیں، اپنے ایک خطبہ میں شیخ حسن البنا شہید کہتے ہیں:—

"بعض لوگ ایسے ہیں جو الاخوان المسلمون کو وعظ و تبلیغ کی ایک جماعت سمجھتے ہیں جس کا مقصد بس یہ ہے کہ وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں آخرت کی یاد تازہ کرکے انھیں دنیا سے بے رغبت کردے، بعض ایسے ہیں جو اسے ایک صوفیانہ مسلک سمجھتے ہیں جو لوگوں کو ذکر کے طریقے اور عبادت کے فن کی تعلیم دے، اور زہد و گوشہ گیری کی دوسری باتیں بتائے، بعض ایسے ہیں جو اسے ایک خاص فقہی مسلک رکھنے والی جماعت قرار دیتے ہیں جسکی ساری تگ و دو چند خاص احکام کی حد تک محدود ہو اور یہی چند احکام اس کی ساری جد و جہد کا محور ہوں۔"

حالانکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکام دنیوی و آخروی دونوں زندگیوں سے متعلق ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی تعلیمات زندگی کے روحانی یا عباداتی شعبے کی حد تک ہیں وہ دوسرے

شعبہ ہائے حیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلام عقیدہ بھی ہے اور عبادت بھی، وطن بھی ہے اور نسل بھی، دین بھی ہے اور حکومت بھی، روحانیت بھی ہے اور عمل بھی، قرآن بھی ہے تلوار بھی، قرآن مجید ان ساری چیزوں سے بحث کرتا ہے، ان ساری چیزوں کو اسلام کے اصول و مبادی میں سے شمار کرتا ہے، اور ان ساری چیزوں کے بارے میں حسن عمل کا حکم دیتا ہے، اس کی طرف قرآن کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے:-

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۝ (القصص)

ترجمہ:- اور جو تجھکو اللہ نے دیا ہے اس سے کمالے پچھلا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور بھلائی کر جیسے بھلائی کی اللہ نے تیرے ساتھ، پھر اخوان کی کچھ خصوصیات گنواتے ہوئے کہتے ہیں:-

(۱) الاخوان المسلمون ایک "سلفی دعوت" ہے، اس لئے کہ یہ اسلام کی ابتدائی صورت کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں، اور کتاب اللہ اور سنت رسول کے اصل سرچشموں کی طرف بلاتے ہیں۔

(۲) الاخوان المسلمون ایک "طریقۂ سنیت" ہے اس لئے کہ یہ اپنے آپ کو زندگی کے تمام معاملات میں اور خاص طور پر عقائد و عبادات میں حتی الامکان سنت مطہرہ کا پابند بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۳) الاخوان المسلمون ایک "حقیقت تصوف" ہے، اس لئے کہ ان کے خیال میں نیکی کی بنیاد، طہارت نفس، صفائی قلب، پیہم عمل مخلوق سے بے نیازی، اللہ کی راہ میں محبت اور خیر کی راہ میں ربط و وابستگی ہے۔

(۴) الاخوان المسلمون ایک "سیاسی جماعت" ہے اس لئے کہ وہ حکومت سے ایک طرف تو داخلی امور میں اصلاح کا مطالبہ کرتے ہیں اور دوسری طرف خارج میں مسلمان قوموں کے ساتھ دوسری قوموں سے بڑھ کر خصوصی ربط پر زور دیتے ہیں، قوم کی صحیح تربیت اور ان میں پوری طرح قومی احساس پیدا کرنے کے لئے بھی وہ کوشاں ہیں۔

(۵) الاخوان المسلمون ایک "عسکری تنظیم" ہے اس لئے کہ الاخوان اپنی جسمانی تربیت کیطرف بھی خاص طور پر متوجہ ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ:-

"المومن القوی خیر من المومن الضعیف۔"

ایک طاقتور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنی تحریک کے تحت عسکری تنظیمیں اور بدنی ریاضت کی انجمنیں بنائی ہیں اور اسکی طرف بطور خاص متوجہ ہیں۔

(۶) الاخوان المسلمون ایک "علمی اور ثقافتی" انجمن ہے، اس لئے کہ اسلام نے اپنے خاص نقطۂ نظر سے کسب مآل کی طرف خاص توجہ کی ہے۔

(۷) الاخوان المسلمون ایک "اجتماعی فکر" ہے اس لئے کہ وہ اسلامی سوسائٹی کے سارے امراض کی طرف متوجہ ہے، ان کے علاج کی فکر کرتی ہے، اور پوری کوشش کرتی ہے کہ قوم ان امراض سے نجات پائے،

یہ اسلام کی جامعیت اور ہمہ گیری کا تصور ہے جس کی وجہ سے ایک طرف تو فکری اعتبار سے ہماری فکر تمام اصلاحی گوشوں پر محیط ہے اور دوسری طرف عملی طور پر الاخوان سارے ہی گوشوں پر مستعدی سے کام کرتے ہیں۔

مالیات پر اعتراض

جہاں ایک طرف الاخوان پر اعتراضات کئے گئے اور لوگ طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہوئے، وہیں بعض حلقوں نے اخوان پر بجنسہ وہی اعتراض کیا جو پاکستان میں جماعت اسلامی پر کیا جاتا رہا ہے، یعنی یہ کہ اخوان کے پاس روپیہ کہاں سے آتا ہے؟ اس اعتراض کے متعلق شیخ حسن البنا اپنے اس خطبے میں کہتے ہیں:-

"بہت سے لوگ پوچھتے ہیں کہ الاخوان دعوت و تبلیغ کے لئے اتنے مصارف و اخراجات کا بار کیسے برداشت کرتے ہیں، جو مالدار طبقے کے بھی بس سے باہر ہے، یہ لوگ جان لیں اور ان کے علاوہ سب ہی کھلے کانوں سن لیں کہ الاخوان المسلمون اس بات سے بھی دریغ نہیں کرتے کہ دعوت کے لئے اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر ایثار کریں، گاڑھے پسینے کی کمائی اس راہ میں لٹا دیں، اور تعیشات اور غیر ضروری اخراجات تو ایک طرف، زندگی کی لازمی ضروریات تک کو پس پشت ڈال دیں، اول روز ہی جبکہ انھوں نے یہ راہ اپنے لئے منتخب کیا

تھا، وہ یہ جان گئے تھے کہ کتنی اہم ذمہ داری اپنے سروں پر لے رہے ہیں، وہ ایک ایسی دعوت کے علمبردار ہو رہے ہیں جسے جان و مال سے کم کی قربانی منظور نہیں، الاخوان سے مخاطب ہوتے ہوئے انھوں نے کہا۔

آج تک مکتب ارشاد عام نے کسی حکومت سے بھی کوئی اعانت قبول نہیں کی، وہ اس پر فخر کرتا ہے اور پورے چیلنج کیساتھ کہتا ہے کہ اس مکتب کے خزانہ میں ارکان کے سوا کسی اور کی جیب سے ایک قرش بھی نہیں آیا، یہی ہم چاہتے بھی ہیں اور ہمدردوں کے سوا کسی اور سے ہم کچھ قبول بھی نہیں کرتے۔

الاخوان اور تشدد

ایک اور الزام جو الاخوان المسلمونؓ اور دین حق کی علمبردار تحریکوں پر ہر جگہ کے ارباب زیغ وضلال لگا رہے ہیں، وہ یہ ہیں کہ یہ انتہا پسند مذہبی جنونی ہیں اور تشدد پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ ان معترضین میں سے ہر ایک خود اپنے غلط اور باطل نظریات کی محبت میں اس قدر اندھا ہو چکا ہے کہ وہ اپنے مخالفوں کو کچلنے اور ان کے انسانی اور شہری حقوق کو سلب کرنے میں کسی اصول اور کسی ضابطہ کی پروا نہیں کرتا، ہر جگہ اسلام کے علمبرداروں پر طرح طرح کے مظالم روا رکھے جاتے ہیں، لیکن اس کیساتھ انہی لوگوں کو یہ الزام دیا جاتا ہے کہ وہ انتہا پسند ہیں، شیخ حسن البنا شہیدؒ اس مسئلہ پر اظہار رائے کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

"اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا الاخوان المسلمون اپنے مطلوب کو پانے اور مقصود کو پہونچنے کے لئے قوت کا استعمال کرینگے اور کیا وہ مصر کے موجودہ سیاسی واجتماعی نظام کے خلاف عام بغاوت وہیجان پیدا کرنے کا بھی کوئی ارادہ رکھتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں حقیقت حال پوری طرح واضح کر دوں، جہاں تک قوت کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام کا شعار ہے اور اسلام کے ہر نظم اور ہر قانون میں اس کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے لیکن جہاں تک "متشددانہ انقلاب" کا تعلق ہے الاخوان اس بارے میں کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتے، وہ کسی حال میں اس طریق کار پر اعتماد نہیں کرتے، اور نہ اس کا نفع بخش اور نتیجہ خیز ہونا انھیں تسلیم ہے، ہاں وہ اگرچہ مصر کی ہر حکومت سے صاف صاف کہتے ہیں کہ اگر حالات کی یہی رفتار رہے گی، اصحاب امر ان کے علاج کی تدبیر نہیں سوچیں گے اور اصلاح حال کیلئے کوئی فوری قدم نہیں اٹھائیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ متشددانہ انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوگا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں الاخوان کا ہاتھ ہوگا، یا ان کی دعوت ایسے نتائج پیدا کرے گی، بلکہ یہ حالات کا دباؤ، واقعات کا تقاضا اور اصلاح سے گریز کا لازمی نتیجہ ہوگا۔"

اخوان اور حکومت

آج مسلمان ملکوں میں جو گروہ حکومت پر قابض ہیں اور اقتدار و اختیار کو اپنی مرضیات اور خواہشات کی تکمیل کیلئے استعمال کر رہے ہیں، خود ہمیشہ برسر اقتدار رہنے اور حریفوں کو گرانے کے لئے جوڑ توڑ کرتے ہیں، ملکی اور قومی مفاد کو پس پشت ڈالتے ہیں، اور ہوس اقتدار میں تمام اصول وضوابط کو روندجاتے ہیں، لیکن دین کے لئے جدوجہد کرنیوالی جماعتوں کو یہ طعنہ دیتے ہیں کہ ان کی ساری کوششیں صرف اس لئے ہیں کہ اقتدار پر قبضہ کیا جائے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ چونکہ وہ خود جو کام بھی کرتے ہیں اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے لئے اقتدار حاصل کیا جائے اور اسے زیادہ سے زیادہ دیر تک قائم رکھا جائے، اس لئے وہ دوسروں کو بھی اس عینک سے دیکھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ جو شخص بھی حکومت پر تنقید کرتا ہے اور کوئی دوسرا پروگرام پیش کرتا ہے اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ حکومت پر قبضہ کیا جائے، یہ بات کسی طرح ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک گروہ اصول اور نظریات کی خاطر بھی جدوجہد کر سکتا ہے، اس الزام تراشی کی دوسری وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ان لوگوں پر ہوس اقتدار کا الزام لگا کر انھیں بدنام کیا جائے اور لوگوں کو ان کے خلوص کے متعلق شک شبہ میں مبتلا کر دیا جائے، لیکن راہِ حق کے مسافروں پر ان الزام تراشیوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے برابر کوشش جاری رکھتے ہیں، اخوان پر بھی حکومت پر قبضہ کرنے کی خواہش کا الزام لگایا گیا، اس کے متعلق شیخ حسن البناؒ مرحوم نے ایک خطبہ میں فرمایا۔

"ایک گروہ ہم سے پوچھتا ہے کہ کیا الاخوان المسلمون کے پروگرام میں حکومت و اقتدار بھی داخل ہے، کیا وہ اس کے حصول کی جدوجہد کریں گے؟ میں چاہتا ہوں کہ اس گروہ کی حیرانی کو بھی رفع کر دوں

یہ اسلام جس پر الاخوان ایمان رکھتے ہیں، حکومت کو بھی ایک رکن قرار دیتا ہے اور تنفیذ احکام کو بھی اسی طرح ضروری قرار دیتا ہے جس طرح تبلیغ وارشاد کو آج سے بہت پہلے اسلام کے خلیفۂ ثالث نے فرمایا تھا:-

"اللہ تعالیٰ حکومت و اقتدار سے ان امور کی تنظیم کرتا ہے جنکی تنظیم مجرد قرآن سے نہیں ہوتی۔"

معلمین اسلام کا وعظ وارشاد پر قناعت کئے رہنا ایسے وقت میں تو سمجھ میں نہیں آسکتا ہے، جب کہ حکومت احکام الٰہی پر کان دھرنے والی، انھیں نافذ کرنیوالی اور ہر کام میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف رجوع کرنیوالی ہو، لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ اسلامی قوانین حوالۂ طاق نسیاں ہیں، اور مروّجہ قوانین کو ان سے کوئی علاقہ ہی نہیں۔ ان حالات میں اسلام کا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا اور حکومت و اقتدار کے لئے کوئی اقدام نہ کرنا صریح اسلامی جرم ہے۔ اس جرم کے داغ کو دھونیکی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اٹھیں، آگے بڑھیں، اور اقتدار کی باگ اسلام سے برگشتہ عناصر سے چھین لیں، یہ ایک واقعہ بات ہے جو ہم اپنے دل سے گھڑ کر نہیں کہہ رہے ہیں، بلکہ اسلام حنیف کے احکام کی پابندی میں کہہ رہے ہیں۔

اس اصول کی بنیاد پر الاخوان المسلمون حکومت و اقتدار کا مطالبہ بھی کچھ اپنے لئے نہیں کرتے، اگر وہ قوم میں ایسے لوگوں کو پائیں جو اس بار کو برداشت کرنیکے لئے تیار ہوں، اداے امانت کی ان میں اہلیت ہو، قرآنی اور اسلامی طریق پر حکومت چلانا چاہتے ہوں تو اخوان ان کے لئے رضاکار اور اخوان و انصار بن کر کام کریں گے، لیکن اگر ایسے لوگ نہ ہوں تو حکومت و اقتدار کا حاصل کرنا ان کے طریق میں شامل ہوگا تاکہ اسلام کے احکام نافذ ہوسکیں، لیکن ساتھ ہی الاخوان ایسے بےعقل اور غیر ذی ہوش بھی نہیں ہیں کہ وہ قوم کی اس بے مائگی اور پس ماندگی کی حالت میں حکومت و اقتدار کو حاصل کرنے کیلئے اقدام کریں، اس کام کے لئے لازمی طور پر ایک ایسے وقفے سے گزرنا پڑے گا جس میں الاخوان کے اصول و مبادی پوری طرح پھیل جائیں، اور دائرے عامۃ پر چھا جائیں، عوام الناس جان لیں کہ عوامی مصالح کو کس طرح فائق

فائدوں پر مقدم رکھا جائے۔

الاخوان کا طریق تربیت

الاخوان جس عظیم مقصد کو لیکر اٹھے ہیں، ان کو اسکا پورا شعور ہے اور وہ ہر وقت اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرنے میں مصروف رہتے ہیں، اس کے لئے انھوں نے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں جنمیں سے بعض یہ ہیں

(۱) کیتبے۔ ان کا مقصد باہمی تعارف میں ملاپ اور روحانی ربط و ضبط، عادات وخواہشات پر پابندی، تعلق باللہ پر استقرار ادی، اور اسی سے استمداد کے ذریعہ اپنے آپ کو تیار کرنا۔ اسکا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اخوان رات گزارنے کے لئے جمع ہوتے ہیں، وہاں قرآن و حدیث پڑھے جاتے ہیں، ذکر اور تلاوت ہوتی ہے اور قیام اللیل کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس سے اخوان کی روحانی تربیت ہوتی ہے۔

(۲) جمعیتیں:- جن میں اسکاؤٹنگ اور ورزشی کھیل ہوتے ہیں ان کا مقصد الاخوان کی جسمانی نشو ونما، نظم اور اطاعت کا پابند بنانا اور ان میں صحیح عسکریت پیدا کرنا ہے۔

(۳) تعلیمی اسباق:- جو الاخوان کے کیمپوں یا ان کے دوسرے اجتماعات میں دیئے جاتے ہیں، ان کا مقصد الاخوان کی فکری اور علمی نشو ونما ہے تاکہ ایک اخوان مسلم ان جامع اسباق کے ذریعہ دین و دنیا کی ان ساری چیزوں سے واقف ہو جائے جن کا جاننا اس کے لئے ضروری ہے، یہ الاخوان المسلمون کی فکری اور علمی تربیت گاہیں ہیں۔

ان ذرائع سے اخوان کو ذہنی، اخلاقی اور جسمانی طور پر اس عظیم جدوجہد کے لئے تیار کرنیکی کوشش کیجاتی ہے، جس کے لئے انھوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے، اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ اخوان نے ان تمام شدائد و مصائب کو پورے استقلال اور عزم و حوصلہ سے برداشت کیا ہے، جن سے آج تک انھیں گزرنا پڑا ہے حتیٰ کہ ان کے رہنماؤں نے تختۂ دار پر بھی صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، اور اللہ کی راہ میں چٹان کی سی مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے ہوئے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر دیں

ے خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(بہ شکریہ تسنیم لاہور)

(باب الصحت)

ذیابطیس "پیشاب کا کثرت سے آنا"

از بیگم حکیم محمد عظیم زبیری، امروہہ

آج کل سیکڑوں اشخاص اس مرض کا شکار ہیں، پڑھنے لکھنے یا کوئی اور دماغی کام کرنیوالے لوگوں میں اس بیماری کی شکایت زیادہ پائی جاتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ گردوں کا نظامِ عصبی دماغ کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے، دماغی کاموں کی زیادتی کے علاوہ گرم و خشک شیریں اور نشاستہ دار اشیاء کا بکثرت استعمال، نیز جنسی تعلقات میں حدِ اعتدال سے تجاوز بھی یہ مرض پیدا کر دیتا ہے، گردوں کی حرارت بڑھ جاتی ہے اور طاقت گھٹ جاتی ہے، وہ پانی تو زیادہ جذب کرتے ہیں لیکن ضعف اور حرارت کیوجہ سے ہضم نہیں کر سکتے بلا تغییر چھوڑ دیتے ہیں جس سے یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ مرض دو قسم کا ہوتا ہے، ایک کہ جس میں پیشاب پانی کی طرح صاف اور زیادہ مقدار میں آتا ہے، لیکن بہ نسبت زمانہ صحت کے ہلکا ہوتا ہے، اس میں شکر نہیں ہوتی نہ کسی قسم کی بو ہوتی ہے، یہ عموماً خارجی سردی کے باعث ہوتا ہے، مریض اس میں بھی لاغر اور ضعیف ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم میں پیشاب شربتی رنگ کا بکثرت آتا ہے اس میں شوگر (شکر) آتی ہے، اس قسم میں پیاس کی شدت ہوتی ہے، منہ خشک رہتا ہے، پیشاب جلدی جلدی بار بار آتا ہے جسکی مقدار بھی زیادہ ہوتی ہے، گردوں کے مقام پر بعض وقت سوزش اور جلن محسوس ہوتی ہے، مریض روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے، اگر یہ مرض بڑھ جائے اور اس پر طویل عرصہ گزر جائے تو گردوں کی چربی تحلیل ہو کر پیشاب کے ساتھ خارج ہونے لگتی ہے، اعضاء میں خشکی بڑھ کر مریض کی جان بڑی مشکل ہو جاتی ہے، "ذیابطیس" کے پرانے مریضوں کے بدن پر پھوڑے اور پھنسیاں بھی بکثرت پیدا ہونے لگتے ہیں، جو بہ مشکل ہی اچھے ہوتے ہیں، مریض میں کم ہمتی بڑھ جاتی ہے، بدن سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے، تنفس سے خاص قسم کی میٹھی میٹھی بو آتی ہے۔

شوگر آنے کے منجملہ اور اسباب کے ایک بڑا سبب بانقراس[1] کی خرابی ہوا کرتا ہے، خرابی کی وجہ سے بانقراس سے وہ رطوبت کم پیدا ہونے لگتی ہے یا اس کی پیدائش بند ہو جاتی ہے، جو بدن میں شکر کے ہضم و تحلیل میں کام آتی ہے۔

علاج

اس مرض کے دور کرنے کا اصولی علاج تو یہ ہے کہ ایک تو نشاستہ دار اور شکر یلی چیزوں سے پرہیز کیا جائے، دوسرے ایسے مرکبات استعمال کرائے جائیں جو بانقراس میں تقویت و تحریک پیدا کریں کہ اس کے فعل کو صحیح حالت میں لائیں اور ساتھ ہی جگر اور گردوں کو بھی طاقت پہنچانیوالے ہوں تب تو آرام ہو سکتا ہے ورنہ کتنی ہی دوائیں کھلائی جائیں نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہتا ہے۔

علاج کرنے سے پہلے مرض کی صحیح تشخیص بھی ضروری ہے تاکہ علاج با اصول ہو سکے۔

بلا تشخیص عطائی اٹکل پچو، دوائیں کھانا بعض دفعہ مرض کو ناقابل برداشت حد تک بڑھا بھی دیتا ہے، اور رہی سہی صحت کا بھی تھوڑی ہی مدت میں ستیاناس ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں کو پیشاب کثرت سے آتا ہو اور پیاس بھی غیر معمولی محسوس ہوتی ہو۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ اوّل اپنے پیشاب کی

[1] ایک غدود یا گلٹی کا نام ہے جو معدے کے نیچے اور اثنا عشری کے اوپر واقع ہے

ٹیسٹ (امتحان) کرائیں پھر دوا استعمال کریں۔

ہم ذیل میں شکر معلوم کرنیکے دو طریقے لکھتی ہوں جنکے ذریعہ امیر، غریب، شہر اور دیہات کے رہنے والے سب ہی گھر کے اندر اپنے قارورہ کا ٹیسٹ کر سکیں۔

قارورہ ٹیسٹ کرنیکا انگریزی طریقہ

مریض کا قارورہ لیکر اسکو آگ پر گرم کریں، اگر اس میں رطوبت بیضہ (ایبیومن) ہوگی تو وہ حرارت پہنچنے پر انڈے کی سفیدی کے مانند جم جاتے گی، اب اس گرم قارورہ کو چھان کر رطوبت بیضہ کو الگ کریں اور باقی ماندہ قارورہ میں تیزاب گندھک چند قطرہ ملائیں، اگر قارورہ میں شکر ہوگی تو تیزاب سے جل کر سیاہ رنگ کے اجزا کی شکل میں نیچے بیٹھ جائیگی۔

ٹیسٹ کا دیسی طریقہ

ایک مٹی کی کوری ہنڈیا خریدیئے اس میں پانی بھر کر کچھ دیر رکھدیجئے تاکہ وہ پانی جذب کرلے، پھر پانی پھینک کر اپنا پیشاب ہنڈیا میں ڈال کر ہلکی ہلکی آنچ پر رکھدیجئے، اگر آپ تندرست ہیں اور آپ کے پیشاب میں شکر بالکل نہیں ہے تو وہ بھاپ بن کر اڑجائے گا، اگر اس میں شکر ہے تو راب بن جائے گا، جتنی زیادہ شکر کی مقدار اس میں ہوگی اتنی ہی گاڑھی راب بن جائے گی، اگر اس میں شکر نہیں ہے بلکہ کچھ اور چیز خارج ہوتی ہے تو وہ پھر راب نہیں بنے گا۔

جب یہ صحیح طور پر معلوم ہوجائے کہ شکر آرہی ہے تو پھر کسی ایسے ہوشیار معالج سے علاج کرائیے جو آپ کی عمر، حالات، موسم وغیرہ کا پورا لحاظ رکھکر دوا تجویز کرنے کا اہل ہو، طبی کتب میں ذیابطیس کے سیکڑوں مختلف نسخے ہیں، اس میں سے موزوں نسخے کا انتخاب کرنا یا کوئی موزوں نسخہ تجویز کرنا تجربہ کار، ذہین طبیب ہی کا کام ہے ایک ہی دوا ہر مریض کیلئے مفید ثابت نہیں ہوا کرتی۔

اس مرض میں دواؤں کی نسبت مناسب غذاؤں کے استعمال سے بہت فائدہ پہونچتا ہے، میں ذیل میں وہ غذائیں لکھتی ہوں جو ذیابیطس کے لئے مفید ہیں۔

حیوانی غذائیں

مریض کو ہر قسم کے گوشت کی اجازت ہے لیکن کلیجی نہیں کھانی چاہیئے، مچھلی، انڈا پرندوں کا گوشت استعمال کیا جاسکتا ہے۔

سبز ترکاریاں

سبزیوں میں کدو، کھیرا، ککڑی، گوبھی، کرم کلہ، ٹنڈے، کریلے، اور ہر قسم کے ساگ مثلاً پالک، خرفہ، لال ساگ، سرسوں کا ساگ، میتھی، سویا۔

میووں میں

آلوچہ، خوبانی، شہتوت سیاہ، جامن، فالسہ قندھاری انار مفید ہیں۔

مغزیات میں:- بادام، پستہ، اخروٹ کھاسکتے ہیں۔

دودھ میں اگرچہ شکر پائی جاتی ہے لیکن چونکہ وہ تھوڑی مقدار میں ہوتی ہے اور کمزور مریض کے لئے یہ نہایت مقوی غذا ہے لہذا حد اعتدال کے اندر اس کے استعمال کی مریض کو اجازت دیدی جاتی ہے۔ دودھ کے علاوہ دودھ کی دوسری چیزیں مثلاً پنیر، گھی، مکھن، بالائی، دہی، اور چھاچھ (مٹھا) نہایت مفید اور مناسب غذائیں ہیں، روٹی ذیل کے طریقہ سے بنواکر کھانی چاہیئے۔

پاؤ بھر آٹے کی بھوسی لیجئے اور اس کو پانی سے اچھی طرح دھو کر گوندھ کر ٹکیاں بنا لیجئے، ان ٹکیوں کو گھی میں تل لیجئے یا توے پر پکا لیجئے دو حصے گیہوں کا آٹا جو چھانا نہ گیا ہو اور ایک حصہ چوکر ملا کر بھی روٹی پکائی جاسکتی ہے، چنے کے چھلکوں کی چھنی ہوئی بھوسی ایک چھٹانک، آدھ سیر گیہوں کے موٹے آٹے میں ملاکر روٹی یا ٹکیاں پکوا لیجئے یا پھر انہیں گھی میں تلوا لیجئے، یا ڈبل روٹی کی پتلی پتلی قاشیں تراش کر ان کو اتنا سیکیں کہ ان کا نشاستہ قریب قریب جل جائے، پھر ان کو مناسب سالن کے ساتھ کھائیں۔

المختصر "ذیابطیس" کے مریض کے لئے بہترین غذائیں وہ ہیں جو شکر اور نشاستہ دونوں سے خالی ہوں، اس لئے حیوانی غذائیں اور سبزیاں اس مرض میں زیادہ مناسب ہیں۔

شکر قند، آلو، گاجر، چقندر، شلغم، سیم، مٹر، بیگن، ہر قسم کی دالوں، تمام پھلوں، انگور، کھجور، کیلا، خربوزہ، آم، منقی، کشمکش رس، سردہ، چاول، چائے، قہوہ وغیرہ سے پرہیز کریں، دھوپ میں پھرنے اور دماغی مشاغل کی کثرت سے بھی اپنے کو بچائیں۔

قسم اول کے مریض چاول، ٹھنڈا پانی، برف اور دیگر ٹھنڈی چیزوں سے پرہیز کریں۔

حفظ ما تقدم:- ذیابطیس سے محفوظ رہنے کے لیے

باقی بر صفحہ ۶۲

کھرے کھوٹے

تنقید و تبصرہ

اسلام کا نظامِ عفّت و عصمت

- **مؤلفہ:** مولانا محمد ظفیر الدین صاحب، پورہ نوڈیہا (دربھنگہ)
- **شائع کردہ:** ندوۃ المصنفین، اردو بازار دہلی۔
- **صفحات** ۲۹۲۔
- لکھائی چھپائی معیاری، کاغذ سفید عمدہ۔
- قیمت غیر مجلد چار روپے، مجلد پانچ روپے۔

عفّت و عصمت کے حدود خواہ کسی دور میں کچھ ہی کیوں نہ رہے ہوں، لیکن بنیادی طور پر دنیا کے تمام قابلِ ذکر مذاہب میں "عفّت و عصمت" ایک قیمتی شئی سمجھی گئی ہے، اور آج بھی جب خدا بیزار اور نفس پرست تہذیب نے مرد و زن کے جسم سے حجاب کا ایک ایک تار اتار پھینکا ہے اور عفّت و عصمت کی لاش پر عیاشی و بے حیائی کی ننگی رقّاصہ اپنا کمالِ فن دکھا رہی ہے، کوئی ذمہ دار انسان نہیں کہہ سکتا کہ عفّت و عصمت کوئی چیز نہیں، بلکہ عریانی و فحاشی کی انتہائی پستیوں میں بھی انسان کم سے کم زبان سے یہ کہنے پر مجبور ہے کہ عفّت و عصمت قیمتی چیز ہے، اور اس قیمت کا قوی احساس اس وقت ہوتا ہے جب دوسروں کی عفّت و عصمت لوٹنے والے خود اپنی بہو بیٹیوں اور بیویوں کی عصمت کو اپنے ہی جیسے دوسرے لٹیروں کے آغوشِ ہوس میں تڑپتا دیکھتے ہیں۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، زیرِ تبصرہ کتاب اسی گراں بہا دولت کی قدر و قیمت کو اسلامی نقطۂ نظر سے واضح کرتی ہے، اور بتاتی ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے انسانوں کی عفّت و عصمت کی حفاظت کے لئے وہ نفیس اعلیٰ قوانین وضع کئے جن کا مکمل نفاذ، جنسی انارکی کا قاطع، فحاشی و عیاشی کا دشمن اور تباہ کن ہوسناکی کا سدّ راہ حریفِ قوی ہے۔

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ کسی فعلِ ممنوع سے باز رکھنے کے لئے صرف اس فعل کو ممنوع قرار دینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ ان تمام محرکات اور ذرائع کا حتی الوسع سدِّ باب کرنا ضروری ہوتا ہے جو اس فعل کی طرف لیجانیوالے ہوں، شراب کی حرمت کے لئے ضروری ہے کہ شراب کی کشید بھی حرام ہو، قتل کے عدم جواز کے لئے لازم ہے کہ آلاتِ قتل کی ملکیت و حصول پر بھی ضروری پابندیاں عائد کی جائیں، اس طرح زنا اگر قابلِ پرہیز شئی ہے، تو لازم ہے کہ ارتکاب پر ابھارنے والے تمام ذرائع اور محرکات پر کڑی پابندیاں عائد کی جائیں، جو لوگ زنا کو برائی سمجھتے ہوئے بھی بے پردگی، عریانی اور مرد و زن کے آزادانہ میل جول کو درست و جائز سمجھتے ہیں، انکی مثال اس شخص کی سی ہے جو پیٹرول کو آگ سے دور رکھنے کی کوشش نہیں کرتا اور جب دونوں کا قرب ہیبتناک شعلوں میں تبدیل ہو جاتا ہے تو کفِ افسوس ملتا ہے، اسلام نے ایسا نہیں کیا، اس نے وہ تمام راہیں بند کیں جن پر چل کر جنسی جذبات پر کنٹرول عملاً ناممکن ہو جائے، اس نے صرف بوس و کنار ہی کو حرام نہیں ٹھیرایا، بلکہ قربِ جسمانی، لمسِ اعضا اور دیکھنے کو بھی بہت سخت پابندیوں میں جکڑا، کیونکہ یہ سب چیزیں یقینی طور پر ہوس رانی کی طرف لیجانیوالی اور جذبات کو اختیار سے باہر کرنیوالی ہیں۔

پیشِ نظر کتاب میں مؤلف نے نہایت شرح و بسط کیساتھ عقل و برہان، آیات و حدیث، تاریخ و آثار، قیاس حجت اور استشہاد و استدلال کے ذریعہ اسلام کے پاکیزہ نظامِ عفّت و عصمت کو واضح کیا ہے، اور یقیناً موجودہ دورِ ہوس میں یہ سچی پاکیزہ نہایت

دقیع، مفید اور قابلِ تحسین ہے، فہرست مضامین کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔

جذبۂ تحقیقات اور عورت —— عورت میں ہیجان —— نگاہ کے فتنے —— مخلوط تعلیم کا اثر عفت و عصمت پر —— اسلام کا قانونِ طلاق اور عفت و عصمت کی حفاظت —— طلاق کا قانون یہودیوں میں طلاق کا قانون عیسائیوں میں —— اسلام میں احترام عفت زنا کار کی سزا —— وغیرہم۔

طرزِ بیان سلیس اور عام فہم ہے، اگرچہ نگارش میں پختگی رچاؤ اور حسن ترتیب قدرے کمزور ہے۔ مثلاً ص۱۹ پر

"باپ کے دل میں لڑکی کی خبر جس اثر کو پیدا کرتی تھی"

"جو اثر پیدا کرتی تھی" مناسب تھا، علاوہ ازیں مختلف زبانوں کے الفاظ میں غیر ضروری عطف کی مثالیں بھی ملتی ہیں

بڑی کوفت ہمیں مؤلف کے نام کے آخری جز سے ہوئی، بے شک وطن اور جائے پیدائش و رہائش کی طرف ناموں کی نسبت کرنا متداول اور مشہور و مروّج طریقہ ہے، لیکن حکم شرعی اور وحی تو نہیں کہ ضرور یہی ایسا کیا جائے۔ "پورہ نوڈیہہ" جس قدر وجدان پر گراں گزرتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، زیادہ سے زیادہ اس شہر کی طرف نسبت کر دی جاتی جو اس "خوبصورت" گاؤں یا قصبے کا "امین" ہے ہم تو سمجھتے ہیں فاضل مؤلف کا نام ہی اتنا ممتاز ہے کہ اسے کسی شہر و دیار کی طرف منسوب کر کے مزید امتیاز پیدا کرنے کی ضرورت نہیں تاہم اسے نفس کتاب پر ایراد میں داخل نہ سمجھا جائے، یہ تو ایک دوستانہ رنگ کا ادب آمیز التماس ہے جو فدوی ازراہِ زبان و ادب مؤلف سے کر رہا ہے، اگر قبول نہ ہو تب بھی زیرِ تبصرہ کتاب مبارکباد پیش کرنے اور اس کی افادیت و اہمیت کو تسلیم کرنے میں ذرا تسیل و قال نہیں، ضرورت ہے کہ نئے علم و تہذیب کے دلدادہ اسے پڑھیں اور چشمِ عبرت سے دیکھیں کہ وہ نازک و لطیف جزئیاتِ فقہ جن پر ترقی پسند ذہن و مزاج پھبتیاں کستے ہیں اور وہ احکام اسلامی جنھیں بڑی شان بان سے رجعت پسندانہ کہا جاتا ہے کس طرح ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بہوؤں کی متاعِ عفت و عصمت کی نگہبانی کے لئے "سلسلۃ الذہب" کی حیثیت رکھتے ہیں، کس طرح ہوس رانی کے چور دروازوں کو بند کرتے ہیں، کیونکر جنسی بے راہ روی کے راستوں پر پہرہ لگاتے ہیں، کوئی یہ چاہے کہ آب و آتش ملیں مگر بھاپ نہ اٹھے، زخم لگے مگر ٹیس نہ ہو، بجلی کا تار پکڑ لیا جائے مگر بجلی نہ دوڑے تو یہ شیخ چلی کے خواب سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

● بائیوکیمک معالجہ

● مصنفہ:۔ ڈاکٹر محمد علی الفاصب، نیا بازار سہارنپور (یو۔ پی)

● کتابت اتنی ہی خراب جتنی ہو سکتی ہے۔

● چھپائی اتنی ہی اچھی جتنی خراب کتابت کی ممکن ہے۔

● صفحات ۱۲۸ قیمت مجلد ۲ر۔

طب کی کسی کتاب پر ہم سے تبصرہ کرانا ایسا ہی جیسے ایک سُنار سے آٹے دال کا بھاؤ پوچھنا، ہم نہیں جانتے کہ پیش نظر کتاب کو ہمارے پاس برائے تبصرہ بھیجنے کے لئے کیا خیال محرک ہوا، غالباً مقصد اشتہار ہو سکتا ہے، بہرحال اس پر ہم صرف اتنا ہی تبصرہ کر سکتے ہیں کہ تبصرہ ہمارے بس کا نہیں، "پیتھک" کے قافیہ میں کئی نام سنے تو ہم نے بھی ہیں، مثلاً ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک، مگر ان کے باہمی فرق اور سیاق و سباق سے قطعی نابلد ہیں، پیش نظر کتاب کے سرورق پر لکھا ہے کہ ڈاکٹر ولیم ہرنخ سشلر صاحب جرمنی کی ایجاد کردہ صرف بارہ دواؤں سے علاج، اس کے بعد چند صفحات کا تشریحی مضمون ہے، جسے ہم پڑھ لیتے تو غالباً بائیو پیتھک کے نیم حکیم ہو جاتے اور تبصرہ کا سہرا بھی ہاتھ آجاتا لیکن امراض و علاج سے متعلق کتب کے بارے میں ہمارا خیال اور عمل یہ ہے کہ کم سے کم ہم جیسے "مرض پیشہ" لوگوں کو ان سے "گر یزندہ چوں تیر باشں" رہنا چاہئیے، ورنہ دین دنیا دونوں خراب ہیں، یہ خیال اگرچہ مالیخولیا کے انداز کا ہے اور موجودہ دورِ ترقی میں اسے بہت ہی "رجعت پسندانہ" کہا جا سکتا ہے، لیکن کیا کریں کہ اپنے ایک معصوم دوست کے اعمالنامۂ حیات کی یاد ہمیں اس رجعت پسندی سے چمٹائے رہنے پر مجبور کرتی ہے، وہ دائم المریض تھے، علاج کی خاطر انھوں نے کچھ کتب و رسائل کا مطالعہ کر لیا اور وہ کتاب جس میں خواصِ اشیاء لکھے ہوتے ہیں دیکھ لی، بس پھر تو یہ حال تھا کہ ان کی زندگی سر تا پا حکمت بن کے رہ گئی، بیٹھتے تو اس طرح کہ معلوم ہوتا کہ بلی چوہے کی تاک میں ہے، پوچھو تو کہتے کہ آج امعاء میں صفرا کا غلبہ ہے، دائیں ٹانگ کا زور بائیں ٹانگ پر دس ڈگری دینے سے سودا صفرا کو دباتا ہے، یا کہتے آج آنتوں پر سودا کا ترشح ہے، سیدھے ہاتھ سے بایاں گھٹنا دبا رہے ہیں تو صفرا

سوداہیں اعتدال پیدا کرتا ہے، چاہے کبھی غرارے کی شکل میں پیتے، کبھی منہ آسمان کی طرف اٹھا کر، روئی کبھی آدھا پاپڑا تار کر کھاتے کبھی صرف چبا کر تھوک دیتے، سالنوں میں کبھی بڑی الائچی، کبھی سنقا کبھی انار دانہ ڈلواتے اور گنی ہوئی لکڑیوں کی آنچ پر پکواتے۔

ان کا حشر دیکھ کر میں نے ہمیشہ کے لیے کان پکڑ لیے کہ نیم حکیم بننے سے زندگی بھر گریز کروں گا، پس معاف کریں مجھے فاضل مصنف کہ ان کی تصنیف پر تبصرہ میرے بس کا نہیں، البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ سرسری ورق گردانی سے کتاب میں امراض و علاج کے بہت کثیر عنوانات نظر آئے کہ اگر واقعی وہ محض "زیبِ داستان" نہ ہوں بلکہ صحیح تجربے حقیقی ہوں تو کتاب اپنے موضوع پر بہت وسیع اور مفید ہوگی۔

● ماہنامہ "نئی نسلیں" لکھنؤ

- مدیران :- م نسیم - طیب عثمانی
- مقامِ اشاعت :- دفتر نئی نسلیں ۶۰ - ۴۲ ، نظیر آباد لکھنؤ
- لکھائی چھپائی، سائز، ٹائٹل سب خوب سے خوب تر
- سالانہ قیمت تین روپے، فی پرچہ چار آنے

اس جریدہ پر مختصر سا تبصرہ ہم پہلے بھی کر چکے ہیں، پہلے یہ دوماہی تھا اور اب ماہانہ کر دیا گیا ہے، پہلا سال "نمونہ کا سال" تھا جسے آزمائش اور تجربہ کا سال بھی کہہ سکتے ہیں، اور اب "حیاتِ مستقل" کا آغاز ہوا ہے، ناشرین نے بہت ہی اچھا کیا جو دوماہی سے ایک ماہی کر دیا، اپنی صوری و معنوی دلکشی کے ساتھ مختصر ہوتے ہوئے یہ اگر پندرہ روزہ بھی ہوتا تو ناظرین کے لیے باعث گرانی نہ ہوتا، لیکن جس طرح دوماہی ہونا رسائل کے لیے کچھ موزوں نہیں اسی طرح پندرہ روزہ ہونا بھی غیر موزوں سا ہے۔

ہم گزشتہ سال کے تقریباً تمام شماروں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، کوئی شبہ نہیں کہ مرتبین نے صورت و سیرت دونوں پہلوؤں سے "نئی نسلیں" کی تزئین و شائستگی میں بڑے سلیقے اور پرکاری کا ثبوت دیا ہے، شاید اسی "جرم" میں ان پر یہ شبہ کیا گیا ہے کہ ضرور انہیں کہیں سے مالی امداد مل رہی ہے، اور یہ کہ وہ کسی خاص جماعت سے وابستہ ہیں، ان دونوں اشتباہات کا مناسب جواب زیرِ نظر شمارے میں مرتبین نے وضاحت سے دے دیا ہے اور اس کے بعد بھی اگر کوئی ان بے بنیاد الزامات کو دہراتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مرتبین اس کی بالکل پروا نہ کریں اور عذر و معذرت سے پرہیز کریں۔

"نئی نسلیں" میں تھوڑے سے صفحات کو مختلف مضامینِ نظم و نثر سے جس خوبی کے ساتھ مزین کیا جاتا ہے، اس کا صحیح اندازہ صرف مطالعہ سے ہو سکتا ہے، ایک چھوٹا سا حسین گلدستہ، جس کا ہر پھول ہر پتی منتخب اور شائقین و ناظرہ کے لئے پیام کیف ہے، مگر سب سے بڑی خوبی جو ہمارے جذبات تہنیت کو ابھار رہی ہے وہ موضوع کی بلندی، مقصد کی پاکیزگی اور مرتبین کی صالحیتِ فکر و نظر ہے۔

جذبات انگیز، ہیجان پرور، منفی، جنسی اور شکمی ادب کے موجودہ دورِ گمراہی میں صالح اسلامی ادب کی تحریک کو مقبول بنانا جامد و کہنہ طریقوں سے ممکن نہیں ہے، توپ کا مقابلہ تلوار اور تیر سے نہیں ہو سکتا، اسلامی ادب اسی وقت مقبول ہو سکتا ہے جب کہ اسلامی ادیب مقصد اور طرزِ بیان کی پاکیزگی کو قائم رکھتے ہوئے تزئین و زیبائش کے وہ تمام طریقے اپنائیں، جنھیں اپنا کر باطل و تاریک ادب عوامی ذہن و قلب کو اپیل کرتا اور مقبول بنتا ہے، دوسرے لفظوں میں یہ مطلب یوں سمجھئے کہ مروجہ ترقی پسند اور گمراہ کن ادب کو "واجب القتل" سمجھتے ہوئے بھی یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ اپنے ارتقاء، عمل اور پھیلاؤ میں وہ جن وسائل و ذرائع سے کام لے رہا ہے وہ سب کے سب ناپاک اور قابل اجتناب ہیں اور ان کا مقابلہ کرتے ہوئے صالح تعمیری ادب کو یکسر دوسرے وسائل و ذرائع استعمال کرنے چاہییں، بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ خوبیاں ہی ہوتی ہیں جنکی آڑ لیکر باطل خود کو حق ظاہر کرتا اور عوامی ذہن و قلب پر اثر انداز ہوتا ہے، یہ خوبیاں ہی اسے مقبول بناتی ہیں، مقابلہ کرنیوالوں کو چاہیئے کہ ان خوبیوں کو اپنائیں، اسلام پسند ادیبوں کی کاوشوں میں اگرچہ ابھی اسلوب اظہار، ٹکنیک، خلوص اور فن کی بہت خامیاں ہیں، اس سے بڑھ کر سب سے بڑی اور غالب خامی بنیادی مطالعہ اور علم صحیح کی کمی ہے جو اہل نظر سے الفاظ و بیان کے پردوں میں نہیں چھپائی جا سکتی، تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامی ادب کی تحریک اپنے بالکل ہی ابتدائی دور میں نمایاں اور خوش آئندہ ترقی کر گئی ہے اور اس کے شیدائیوں کو اصلاح و تزئین کا روز افزوں شعور و احساس ہوتا جا رہا ہے، اسلامی ادب کے موجودہ اردو لٹریچر میں اگر حسینِ صورت و

سیرت کے اعتبار سے چند امتیازی صفیں قائم کرنی ممکن ہیں تو بلا شبہ کہا جا سکتا ہے کہ "نئی نسلیں" کا مقام اگلی صفوں میں ہوگا، اسکے مرتبین نہ صرف ترتیب کا ذوق سلیم رکھتے ہیں بلکہ اپنے مافی الضمیر کو مناسب الفاظ اور صحت مند اسلوب میں بیان کرنے کی بھی خاصی اہلیت رکھتے ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اتنے وسائل عطا فرمائے کہ "نئی نسلیں" کی ضخامت دوچند بلکہ سہ چند ہو سکے، اگر سفید عمدہ کاغذ کی بجائے رف کاغذ لگا کر ضخامت بڑھانیکی مالی گنجائش ہو تو ہم ناشرین سے عرض کریں گے کہ وہ کاغذ کی تبدیلی سے پیدا ہونیوالے قدرے گھٹیا معیارِ زینت کو وقیع معنوی افادیت کے پیشِ نظر گوارہ کرلیں، ان کی پیش کردہ موجودہ ضخامت شایقین کے لئے سیراب کن اور کافی وافی نہیں ہے۔

تجلی کے ناظرین سے ہماری استدعا ہے کہ وہ "نئی نسلیں" ضرور زیر مطالعہ رکھیں اور یہ مطالعہ مفت مانگے تانگے کا نہ ہو بلکہ قیمت ادا کرکے ہونا چاہیئے، ورنہ مالی اعانت کے بغیر خالی خولی دلچسپی اور مطالعہ لاحاصل ہے۔

ذیابیطس

باقی از صفحہ ۵۵

مندرجہ ذیل باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

(۱) غذا کتنی ہی لذیذ اور مرغوب الطبع کیوں نہ ہو کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھائیں۔

(۲) غذا میں مسلسل نشاستہ دار اور شیریں چیز نہ کھائیں۔

(۳) چائے، قہوہ اور کافی بہت کم پیئیں، اگر ان کے بجائے، دودھ مکھن اور بالائی کا استعمال کیا کریں تو بہتر ہے۔

(۴) صبح سویرے کم سے کم دو فرلانگ تک چہل قدمی ضرور کیا کریں۔

(۵) اپنے اعصاب اور نفسانی خواہشات پر مکمل کنٹرول رکھیں کبھی تشویش و غم میں نہ پڑیں کیونکہ فکر مند طبیعت صحت کو قائم نہیں رکھ سکتی۔

ضروری نوٹ جب غذا معدہ سے گزر کر رقیق صورت میں اثنا عشری میں داخل ہوتی ہے تو اس میں دو قسم کی اور رطوبتیں شامل ہوجاتی ہیں (۱) رطوبت بانقراس (۲) رطوبت صفراء۔

رطوبت بانقراس PENCREATIC JUICE رنگت میں سفید اور مزے میں کھاری ہے، اسکی ترکیب میں تین قسم کے خمیر پائے جاتے ہیں، ان خمیروں میں ایک جزو اجزائے نشاستہ کو شکر میں تبدیل کرتا ہے، اس کے علاوہ غدۂ بانقراس سے ایک رطوبت اور بھی پیدا ہوتی ہے جو اعضاء میں جمع شدہ شکر کو تحلیل و تقسیم کرتی ہے۔ اسے انسولین INSULIN کہتے ہیں، اگر یہ رطوبت پیدا ہو کر خون میں نہ شریک ہو تو خون میں شکر کی مقدار زیادہ ہوجاتی ہے، اور وہ قارورہ میں خارج ہونے لگتی ہے، اس کے روکنے کے لئے ڈاکٹر انسولین کے انجکشن لگاتے ہیں، جو بہت مفید ثابت ہوئے ہیں، لیکن اگر انسولین کو اندھا دھند ضرورت سے زیادہ دے دیا جائے تو خون میں شکر طبعی کی مقدار کم ہوجاتی ہے، جس سے حرارت غریزی کم ہو کر عضلات میں ضعف اور ارتعاش پیدا ہوجاتا ہے۔ شدید ضعف کی وجہ سے موت بھی واقع ہوسکتی ہے، اس لئے کہنا یہ ہے کہ انسولین کا انجکشن بغیر کسی ہوشیار ڈاکٹر کے مشورہ کے ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

یونانی علاج میں اگرچہ فائدہ ذرا دیر میں ہوتا ہے لیکن وہ دیرپا ہوتا ہے، نیز یونانی دوائیں بے ضرر ہوتی ہیں

گلہائے رنگ رنگ

مرتبہ حافظ وھامپوری

جو نکلے کچھ آگے تھے نسیمِ بہار کے
چلتے بنے دبی ہوئی چوٹیں ابھار کے
کچھ اور ہی تھے اب کے تقاضے بہار کے
ہم رہ گئے ہیں پھر بھی طبیعت کو مار کے

ماہر القادری

لوٹے کچھ اس طرح تری جبنو سرا سے ہم
بنتے گئے قدم بہ قدم آئینہ سے ہم
جس آستاں کو ہم سے ملیں لاکھ عظمتیں
ماہر اسی پہ کھڑے ہیں گدا سے ہم

عامر عثمانی

اہلِ ہوس کو سوزِ محبت کہاں نصیب
گھر کو چمن بنا لیا، ویراں نہ کر سکے

صبا اکبرآبادی

اجڑا اور ایسی شان سے اجڑا مرا چمن
یہ بھی پتہ نہیں کہ بنایا تھا گھر کہاں

دل کی جراحتوں کے کھلے ہیں چمن چمن
اور اس کا نام فصلِ بہاراں ہے آج کل

تجھے ہو سیرِ چمن مبارک، مگر یہ رازِ چمن بھی سن لے
کلی کلی خون ہو چکی تھی شگفتِ گلہائے تر سے پہلے

جگر مرادآبادی

گھنے درختوں کی چھاؤں میں ساتھ چلنے والے بہت ہیں مائل
قدم ملائیں جو خارزاروں میں ایسے یاروں کو ڈھونڈتا ہوں

مائل خیرآبادی

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

اصغر گونڈوی

کبھی آہیں، کبھی نالے، کبھی آنسو، کبھی شعلے
زمانہ میں سکونِ دل بڑی مشکل سے ملتا ہے

زوالِ آدمیت اس قدر ہے عصرِ حاضر میں
کہ کوئی رہبرِ کامل بڑی مشکل سے ملتا ہے

[illegible]

داغِ دل اشک فشانی سے شگفتہ ہوں گے
یہ وہ شبنم ہے کہ پھولوں کو نکھار آئے گی

عزیز حاصل پوری

حقائق

ابوالمجاہد، زاہد

ہنگامِ تہجد پیشِ خدا، خاصانِ خدا ہی روتے ہیں
یہ لذتِ گریہ عام نہیں جو سوتے ہیں وہ کھوتے ہیں

اللہ کی نافرمانی اور، اللہ کی نصرت کے خواہاں
ہیں اہلِ حرم کتنے ناداں، گیہوں کیلئے جو بوتے ہیں

کیا ذکر نماز و روزے کا، مظلوم ہیں کُل دنیا والے
ہے رنج تجھے کچھ پھولوں کا، ہم سارے چمن کو روتے ہیں

زنداں ہو کہ پھانسی کا جھولا، باطل کی اطاعت کیا معنیٰ
دنیا کو نظر میں کیا لائیں، جو طالبِ عقبیٰ ہوتے ہیں

دنیا کیلئے جو اے زاہد، لائے تھے پیامِ بیداری
خود مصلحتوں کے دامن میں وہ صاحبِ ایماں سوتے ہیں

معروضات

از قمر عثمانی

اگر ذوقِ نظر بخشا ہے تو نے
تو مجھکو دید کا بھی حوصلہ دے

امیرِ کارواں گم، راہ پُر پیچ
اب آخر کون، منزل کا پتا دے

ہمہ تن شوق ہو کر رہ گیا ہوں
تری مرضی بنا دے یا مٹا دے

مرا طرزِ جنوں بھی ہے نرالا
مجھے صحرا بھی کوئی دوسرا دے

عطا فرما مجھے بھی سوزِ پنہاں
مجھے بھی رشک کے قابل بنا دے

مجھے فرزانگی بھی وہ عطا کر
جو اک عالم کو دیوانہ بنا دے

یہ عالم اُف یہ عالم تیرہ و تار
کوئی ہے ؟ جو اسے آکر ضیا دے

مری دیوانگی پر ہنسنے والو
خدا تمکو بھی قلبِ مبتلا دے

کرم تیرا لے مجھے غم دینے والے
مرے قلب و نظر کو بھی جلا دے

قمرؔ وہ کامیاب آرزو ہے
رہِ جاناں میں جو خود کو مٹا دے

جھلکیاں

یرت مورانوی (جمشید پور)

ظلم سے بر سر پیکار نظر آتے ہیں — حق کے دیوانے لب دار نظر آتے ہیں
جنہیں پوشیدہ صداقت کی کرن ہوتی ہے — کتنے پاکیزہ وہ اشعار نظر آتے ہیں
منتشر اب بھی ہے شیرازۂ ملت یکسر — اپنی بربادی کے آثار نظر آتے ہیں
ان کے ہی زیر اثر منزل بالا ہے ندیم — زندگی میں جو سبک سار نظر آتے ہیں
حوصلے بڑھتے ہیں ہر ضرب جفا پر ان کے — یعنی مومن کہیں بیمار نظر آتے ہیں
امتحاں ضبط کا دینا ہے بہر حال مجھے — ظلم پر آج وہ تیار نظر آتے ہیں

زخم دل دیکھئے ناسور نہ بنجائے کہیں
خود مسیحا مرے بیمار نظر آتے ہیں

بُرا نہ مانو تو پُوچھ لیں ہم

کفیل کیرانوی

اگر یہ سچ ہے بہار آئی، گئے خزاں کے مہیب سائے — گلوں پہ گرد و غبار کیوں ہے؟ برا نہ مانو تو پوچھ لیں ہم
نہاری باتوں کو جانتے ہیں، تمہارے فتنوں سے آشنا ہیں — نہ جانے پھر تم سے پیار کیوں ہے؟ برا نہ مانو تو پوچھ لیں ہم
ہائی جب ہو چکی ہماری، یہ ہائے کیسے لگے ہیں پہرے — قدم قدم پر حصار کیوں ہے؟ برا نہ مانو تو پوچھ لیں ہم
ہیں یقیں تھا سکوں ملیگا، مگر تمہارے جہاں میں آکر — نفس نفس اضطرار کیوں ہے؟ برا نہ مانو تو پوچھ لیں ہم
ی تو آغاز شام غم ہے، ابھی کہاں سختیوں کا عالم — ابھی سے شور و پکار کیوں ہے؟ برا نہ مانو تو پوچھ لیں ہم
ہوں نے ہنس ہنس کے سر کٹائے جہاں میں امن و سکوں کی خاطر — انہیں پہ طعنوں کی مار کیوں ہے؟ برا نہ مانو تو پوچھ لیں ہم

چمن چمن وحشتوں کا عالم، روش روش زندگی کا ماتم
نظر نظر اشک [illegible]

Keep Power inTacT
MAJUN
SHABABAWAR
NEW STRENGHT
طاقت کو محفوظ رکھئے!
شباب کو لمبے عرصہ تک برقرار رکھنے۔ اور بڑھاپے کو دُور بھگانے کیلئے
یہ ضروری ہے۔ کہ آپ کے جسم میں طاقت کا خزانہ کم نہ ہونے پائے
شباب آور
نڈھال اعضا میں جوانی کی نئی اُمنگ پیدا کرتا ہے اعصاب کی کمزوریوں کو
دُور کرتا ہے۔ اور ایک بار پھر بھرپور شباب کا لُطف پیدا کرتا ہے۔
قیمت فی شیشی صرف پانچ روپیہ
ہمدرد دواخانہ (وقف) دہلی۔

اسلام

یوں تو اردو میں سیرت کے موضوع پر بہت کتابیں موجود ہیں۔ لیکن حضرت مولانا عاشق الٰہی مرحوم کی مشہور و معروف کتاب "اسلام" جن خصوصیات کی حامل ہے وہ اردو کی دوسری کتب سیرت میں نہیں ملتیں۔

چاہ زمزم کی نمود اور مکہ کی ابتدا سے ۵ھ نبوی تک کے حالات اسمیں ایسی دلکشی اور حسنِ ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں کہ واقعات کا ربط اور طرز بیان کی سلاست پڑھنے والے کی دلچسپی کو پوری طرح اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں نہ تو غیر ضروری تفصیلات سے کلام کو طویل کیا گیا ہے نہ بیجا اختصار سے عبارت کو تشنہ رکھا گیا ہے۔ ایک معتدل پسندیدہ اور عام فہم انداز میں رسول کریم کی سیرت مبارکہ کی متعلقہ تفصیلات اور عمرانی و معاشرتی حالات پر عالمانہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ واقعات مستند ہیں تاریخی راست بیانی کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔

تفصیلات اس خوبصورتی سے بیان کی گئی ہیں کہ صدیوں پہلے کا زمانہ نگاہِ تصور کو زندہ و تابندہ محسوس ہونے لگتا ہے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ تین حصوں پر مشتمل یہ کتاب، فدایانِ رسول کیلئے تحفۂ خاص ہے جس کا مطالعہ بہت سی ضخیم کتابوں سے بے نیاز کر دے گا۔

تازہ ایڈیشن، روشن طباعت و کتابت اور سفید کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔ تینوں حصے یکجا مجلد ہیں۔ جن پر خوبصورت گرد پوش نے حسن صورت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ہدیہ سات روپے۔

Regd. No. A 972

TAJALI MONTHLY

DEOBAND, Distt. Saharanpur. U.P.